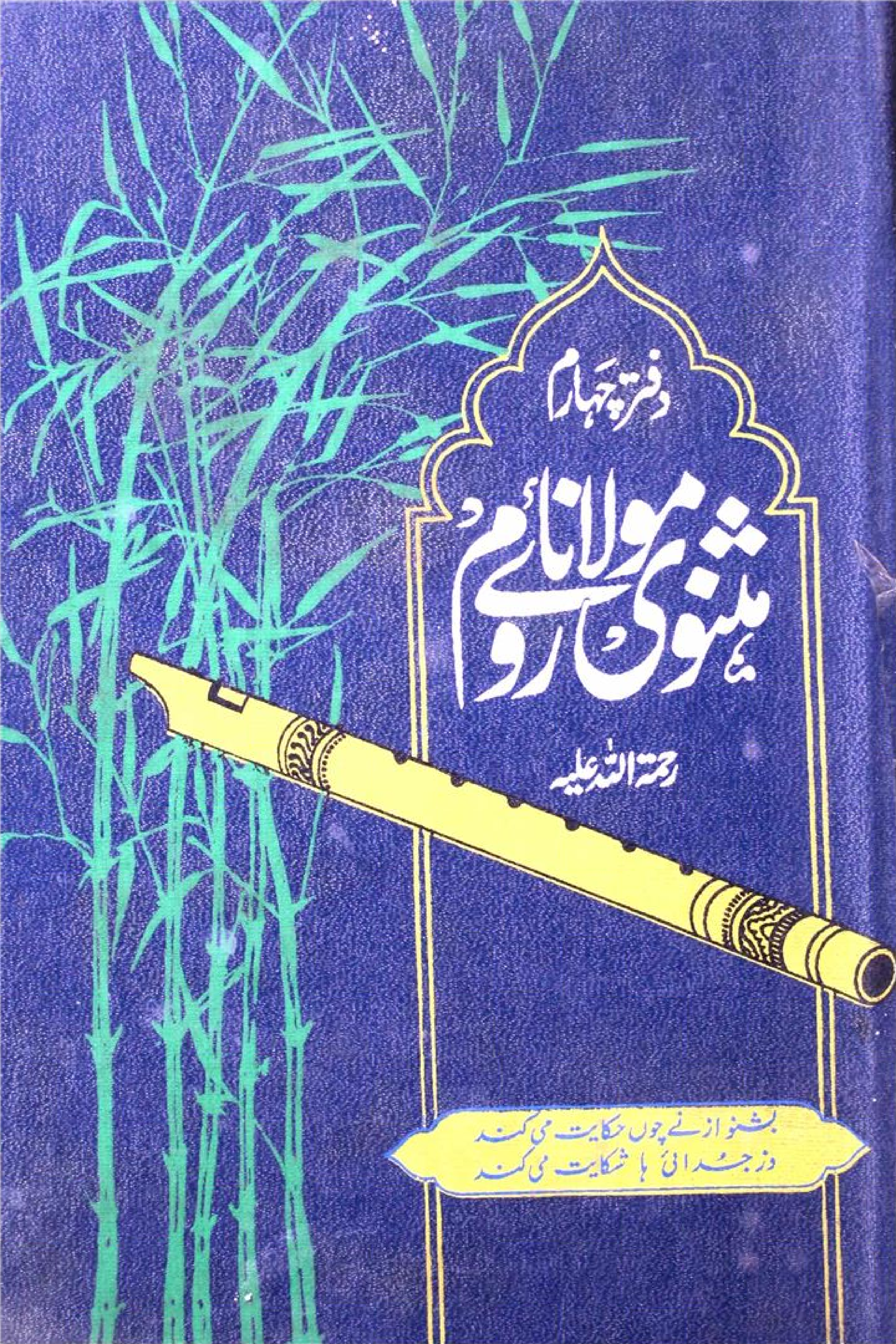


دفتر چہارم

مثنوی مولانائے روم

رحمۃ اللہ علیہ

بشنو از نے چوں حکایت می کند
وز جدائی ہا شکایت می کند

باسمہ سبحانہ

دفتر چہارم

مثنوی مولوی معنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

بترجمہ

مولانا قاضی سجاد حسین صاحب

صدر مدرس مدرسہ عالیہ فتحپوری دہلی

ناشر

سب رنگ کتاب گھر دہلی ۶

Price Rs.18/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

قونیہ کا سفر

۱۴ر دسمبر ۷۶ء سے مولانائے رومؒ پر ایک سہ روزہ سیمنار ترکی حکومت قونیہ میں منعقد کر رہی تھی اُس کا دعوت نامہ حکومت ہند کی معرفت مجھے موصول ہوا۔ میں نے اس دعوت نامہ کو منظور کیا اور حکومتِ ہند نے آمد و رفت کے مصارف کی ذمہ داری قبول کی۔

میں نے یہ بھی طے کیا کہ میرا یہ سفر صرف قونیہ تک کا نہ ہو بلکہ اس سفر میں دیگر مقدس مقامات کی زیارت بھی کروں اور اس کے مصارف میں خود برداشت کروں۔ چنانچہ دہلی، بمبئی، تہران، استنبول، قونیہ، مصر، سعودیہ عربیہ اور عراق کا ہوائی جہاز کا ٹکٹ بن کر میرے پاس آگیا۔

میں ۱۰ر کی صبح کو دہلی سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا اور ۱۰ر کا پورا دن بمبئی میں گذار کر ۹ بجے شب کے جہاز سے تہران کے لئے روانہ ہوا۔ یہ جہاز کراچی ہوائی اڈے پر ٹھہرتا ہوا تقریباً ۱۲ بجے شب تہران ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ ۱۱ر کا سارا دن تہران اور اس کے اطراف شوس، رے، شاہ عبدالعظیم اور مشہور مقامات کے دیکھنے میں گذرا۔ شب ایک انٹرکونٹینٹل ہوٹل میں گذار کر ۱۲ر کی صبح کو ۴ بجے کے جہاز سے استنبول کے لئے روانہ ہو گیا۔ ۱۲ر کو استنبول کے مقدس مقامات کی

کی زیارت کی۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضر ہوا اور دیگر جامعات اور آثارِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ ۱۲ ار کی صبح کو بھی بعض مقامات دیکھے اور بعد ظہر استنبول سے قونیہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پرواز کے بعد جہاز قونیہ کے ہوائی اڈے پر جا اُترا۔ قونیہ پہنچ کر میں سیمنار کے دفتر استقبال میں پہنچ گیا۔ میزبانوں نے میرا قیام درگاہ ہوٹل میں کرادیا۔ یہ ہوٹل بہت ہی آرام دہ تھا اُس کے سامنے وسیع سڑکیں اور چمن زار تھے اور اُن کے دوسری جانب حضرت مولانا رومؒ رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس تھا اور مزارِ اقدس کے قریب ہی نہایت شاندار شاہ سلیم کی مسجد تھی۔

میں ۱۳ ار کو قونیہ پہنچ گیا جبکہ سیمنار ۱۵ ار کی صبح سے شروع ہو رہا تھا۔ میں نے ۱۴ ار کو آرام لیا اور ۱۵ ار سے سیمنار میں شرکت شروع کردی۔ یہ سیمنار تین روز مسلسل چلا اُس میں زیادہ تر مستشرقین شریک تھے اور اس کی تمام کارروائی ترکی زبان میں ہو رہی تھی۔ مقالات زیادہ تر ترکی اور انگریزی میں تھے۔

میں نے ۱۶ ار کو اپنا مقالہ پڑھا یہ فارسی میں تھا اور اُس کا موضوع روح اور بقائے عالم تھا اور اُس کے آخر میں میں نے علامہ اقبال کے وہ اشعار ذکر کئے تھے جن میں علامہ نے مولانا رومؒ اور اُن کے بعض خیالات کا ذکر کیا ہے۔ قونیہ کے قیام میں سیمنار کی شرکت کے علاوہ میرا معمول مولانا رومؒ کے مزار پر حاضری اور قونیہ کے مشہور مقامات کی سیر رہی۔ مولانا صدر الدین قونوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضری دی۔ شمس تبریزی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ مشہور مفسر علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بھی فاتحہ پڑھی اور شب کے اوقات میں مثنوی کے ترجمہ اور تحشیہ میں مصروف رہتا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ دفتر پنجم کا بیشتر حصہ میں نے اسی ہوٹل میں مکمل کرلیا۔ حضرت مولاناؒ کے مزار پر حاضری کے وقت میں نے اُن تمام اشخاص کی قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی جن کا ذکر مولاناؒ اپنی

مثنوی میں کرتے ہیں۔ سلطان ولد، مولانا حسام الدین چلپی، زرکوب رحمہم اللہ ان سب بزرگوں کی قبریں مولانا کے مزار مبارک کے قریب ہی ایک گنبد کے نیچے ہیں۔

میں نے مولانا کے میوزیم میں مثنوی کا ایک قدیم نسخہ بھی دیکھا جو سلطان ولد کی طرف منسوب ہے۔ مثنوی کے مشہور نسخوں اور اُس نسخہ میں اختلاف ہے۔ مثنوی کا پہلا شعر عام نسخوں میں اس طرح ہے۔

بشنو از نے چوں حکایت میکند　　　وز جدائیہا شکایت می کند

اُس نسخہ میں یہ شعر اس طور پر ہے۔

بشنو ایں نے چوں شکایت میکند　　　از جدائیہا حکایت می کند

اسی طرح مثنوی کے مروّج نسخوں اور اس نسخہ میں ابتدائی ۱۶ شعروں میں جو اختلافات ہیں میں نے اُن کو نوٹ کیا۔ اس موضوع پر انشاء اللہ عنقریب رسالہ "جامعہ" میں ایک مفصل مضمون شائع ہو جائے گا۔

یہ موقع نہیں ہے کہ میں قونیہ کے دورانِ قیام کے واقعات تفصیل سے لکھوں۔ خصوصاً مولویہ فرقہ کے رقص کی روداد تفصیل طلب ہے۔ قونیہ کے آٹھ روزہ قیام کے بعد میں استنبول کے لئے روانہ ہو گیا اور وہاں سے ۲۳ر دسمبر کو سہ پہر کے وقت میں مصر پہنچ گیا۔

قاہرہ میں تقریباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ قدیم اور جدید قاہرہ کو دیکھا۔ جامع "الازہر" دیکھی اور اُس کے شیخ علامہ عبدالحلیم محمود سے ملا دیگر اساتذہ سے ملاقاتیں کیں "حسین" دیکھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ امام شافعی رحؒ، امام لیث بن سعد رحؒ، رابعہ رحؒ بصریہ، حضرت زینب رضؓ، حضرت عائشہ رضؓ، حضرت نفیسہ رحؒ کے مزاروں اور مساجد میں حاضری دی۔ جامع محمد علی اور قلعہ دیکھا۔ اہرام اور ابوالہول دیکھا۔ قاہرہ کا مشہور میوزیم دیکھا اور ۳۰ر دسمبر کو مصر سے

روانہ ہوکر جدہ جا اُترا۔ جناب محمد انعام الرحمان صاحب قلوائی فرسٹ سکریٹری انڈین امبیسی میرے منتظر تھے۔ شب میں اُن کے یہاں قیام کر کے ۳۱ دسمبر روز جمعہ صبح سویرے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ عمرہ سے فارغ ہوا اور جمعہ کی نماز مسجدِ حرام ہی میں ادا کی۔ سارے دن طواف اور بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوتا رہا۔ شام کو جناب انعام الرحمان مجھے جدہ واپس لے آئے۔ شب میں قیام کرنے کے بعد میں نے یکم جنوری ۱۹۷۷ء کو مدینہ طیبہ کیلئے روانگی شروع کردی ظہر کے بعد روانہ ہوا۔ عصر اور مغرب کی نمازیں راستہ میں ادا کیں اور عشار کی نماز کے وقت میں مقامِ بدر میں پہنچ گیا۔ مسجدِ عریش میں عشار کی نماز باجماعت ادا کی اور شہدارِ بدر پر فاتحہ پڑھنے کے بعد مدینہ طیبہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ تھوڑے وقفہ کے بعد مدینہ طیبہ کا گنبدِ خضرار جو آقائے نامدار تاجدارِ مدینہ کی آخری آرامگاہ ہے، نظر آنے لگا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر محبِ مکرم مولانا انعام کریم صاحب مہاجر مدنی کی قیامگاہ پر پہنچا۔ موصوف میری آمد کے منتظر تھے۔ کافی رات گذر چکی تھی۔ تھوڑی دیر کے لئے آرام کیا اور شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ فجر کی نماز سے فارغ ہوکر قیام گاہ پر آگیا۔

مدینہ طیبہ کے دس روزہ قیام میں اکثر وقت مسجد اور روضۂ اطہر پر گذارتا۔ احباب اور بزرگوں سے بھی ملاقاتیں کرتا رہا۔ عصر کے بعد مخدومی حضرت مولانا زکریا صاحب قبلہ کی مجلس میں حاضر ہوجاتا تھا۔ بالآخر زندگی کے یہ دس روز انہی سعادتوں میں گذار کر جدہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ میں نے طے کیا تھا کہ میں جدہ میں قیام نہ کروں گا بلکہ سیدھا مکہ معظمہ پہونچونگا۔

۱۰ جنوری ۷۷ء کی شام کو مدینہ ایرپورٹ سے روانہ ہوکر جدہ پہنچا اور جدہ سے سیدھا مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوگیا۔ بیت اللہ شریف میں حاضری دی۔ عمرہ سے فراغت ہوئی اور پھر شب کا

اکثر حصہ طواف اور نوافل میں گذار کر ۱۱ر کی شام کو جدّہ واپس آگیا۔ ۱۲ر کی شام کو جدّہ سے عراق کے کے لئے روانہ ہوگیا۔

عراق کے ہوائی اڈے پر جناب شفاعت احمد صاحب سیکنڈ سکریٹری انڈین ایمبیسی اور ایمبیسی کے ایک دوسرے کارکن ہوائی اڈے پر پہنچ گئے تھے۔ انھوں نے میرا قیام بغداد میں کسی ہوٹل کی بجائے فیض حسینی میں کرانا مناسب سمجھا۔ میں نے بھی اس کو پسند کرلیا۔ دجلہ کے کنارے اچھی جگہ تھی۔ اب میں بغداد شریف کے مشہور مقامات کی زیارتوں میں مصروف ہوگیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابویوسفؒ کے مزارات پر حاضر ہوا۔ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ معروف کرخیؒ، شیخ سہروردیؒ، امام غزالیؒ رحمہم اللہ کے مزاروں کی زیارت سے مشرف ہوا۔ پھر کوفہ پہنچ کر مسجد کوفہ میں نماز پڑھی۔ حضرت عقیل ابن ابی طالب کے مزار پر حاضری دی۔ مختار ثقفی کی قبر بھی دیکھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مقامِ شہادت بھی دیکھا۔

وہاں سے رخصت ہوکر مدائن کسریٰ پہنچا اور کسریٰ کے قلعہ کی اس محراب کو بھی دیکھا جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت شگاف پڑگیا تھا۔

مدائن کسریٰ سے میں نجفِ اشرف پہنچا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مزارِ اقدس پر حاضری دی۔ چند گھنٹے وہاں گذار کر کربلاء معلیٰ پہنچا۔

حضرت امام حسینؓ شہیدِ کربلا کے مزار پر حاضر ہوا۔ حضرت عباس علمدارؓ، حضرت علی اصغرؓ، حضرت علی اکبرؓ اور حضرت قاسمؓ اور کربلا کے دوسرے ۷۲ شہداء پر فاتحہ کی سعادت حاصل کی۔

۱۸ر کی شام کو بغداد سے روانہ ہوکر کراچی پہنچا اور ۵ روز عزیز مکرم جناب حکیم محمد سعید صاحب کے پاس

گزار کر دہلی واپس آگیا۔

اس سفر کے تفصیلی واقعات انشاء اللہ سفر نامہ کی صورت میں پیش کروں گا۔

دفترِ سوم کے بارے میں

خدا کے فضل و کرم سے دفترِ سوم میرے سفر سے پہلے ہی اس مرحلہ پر آچکا تھا کہ اگر سفر نہ ہوتا تو میں اُس کا دسمبر ہی میں اجراء کرا دیتا لیکن یہی طے کیا کہ سفر سے واپسی پر ۲۸ مارچ کو ہی حسب سابق یومِ رومی کے موقع پر اس کا اجراء کرایا جائے۔ میرے سفر کے دوران ہی ہندوستان میں پارلیمنٹ کے انتخابات کا اعلان ہوگیا۔ واپسی پر انتخابات کی ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی اور اُن انتخابات کے نتیجہ میں ہندوستان میں ایک عظیم انقلاب رونما ہوگیا۔ کانگریس جس کی کوششوں سے ہندوستان آزاد ہوا تھا اور وہی تیس ۳۰ سال سے ہندوستان پر حکومت کر رہی تھی اُس کی ناعاقبت اندیشیوں کی وجہ سے اُس کو مکمّل شکست ہوگئی۔ اور نظامِ حکومت یکسر بدل گیا۔ ایسے حالات میں یہ ممکن نہ ہو سکا کہ ۲۸ مارچ ۷۷ء کو یومِ رومی منایا جا سکے اور دفترِ سوم کا اجراء عمل میں آسکے مجبوراً اُس کی فروختگی شروع کر دی گئی۔

اب جبکہ میں دفترِ چہارم کے مقدمہ کی یہ چند سطور لکھ رہا ہوں دفترِ چہارم کتابت کے مرحلہ سے گذر کر طباعت کے مراحل طے کر رہا ہے خدا سے توقع ہے کہ چند ماہ بعد اجراء عمل میں آجائے گا۔

میں بفضلہ تعالیٰ دفترِ پنجم کا اکثر حصّہ لکھ چکا ہوں اور اب اُس کی کتابت شروع کرا رہا ہوں۔

دفترِ چہارم سے متعلق

طیّ الارض۔ زمین کا لپٹ جانا، اولیاء اللہ کے لئے بسا اوقات زمین لپیٹ دی جاتی ہے اور وہ مہینوں کا سفر سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں اُن کا جسم ان کے دل کی خاصیت قبول کر لیتا ہے جس طرح دل

ایک سیکنڈ میں لاکھوں میل پہنچ جاتا ہے۔ ایک مومن کا دل لاکھوں میل دور رہتے ہوئے ایک سیکنڈ میں کعبۃ اللہ میں پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کا جسم بسا اوقات بطور کرامت بڑی سے بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں طے کر لیتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحابۂ کرام بیان کرتے ہیں کہ آنحضورؐ کی رفتار کی یہ حالت ہوتی تھی گویا کہ آپ کے لئے زمین سمٹتی چلی جا رہی ہے۔ مولانا نے ایک شعر میں فرمایا ہے ؎

دل بکعبہ می رَود در ہر زماں   جسم طبع دل بگیرد زامتنان

دل ہر لمحہ کعبہ میں پہنچ جاتا ہے   اللہ کے کرم سے جسم دل کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے

لطائفِ عشرہ دس لطیفے، صوفیاء کے نزدیک انسان کی ترکیب دس جزوں سے ہے جن کو وہ لطائفِ عشرہ کہتے ہیں۔ اِن دس لطیفوں میں سے پانچ کا تعلق عالمِ ملکوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ قلب[1]، روح[2]، سر[3]، خفی[4]، اخفیٰ[5]۔ اور پانچ کا تعلق عالمِ ناسوت سے ہے اور وہ یہ ہیں۔ نفس[1]، آگ[2]، پانی[3]، مٹی[4]، ہوا[5]۔ مکمل مومن وہ ہے جس کے یہ دسوں اجزاء ذکرِ الٰہی میں منہمک رہیں۔

تجددِ امثال ہر چیز کا اسی جیسا ہر آن نیا ہو جانا، حکماء صوفیہ ہر چیز کا منبع و مخرج اور مرجع ذاتِ واحد کو مانتے ہیں اور کائنات کی ہر چیز ہر آن اسی ذات واحد سے کسبِ فیض کر رہی ہے، ہر چیز کے تمام قویٰ اور وجود کا منبع ذاتِ واحد ہے۔ چونکہ کائنات کی ہر چیز فانی ہے اُس کے قویٰ اور وجود ہر آن فنا ہو رہا ہے اور جدید قوت اور وجود اُس ذاتِ واحد سے حاصل کر رہی ہے تو گویا کائنات کی ہر چیز، ہر آن اپنے موجودہ وجود اور قوت کو فنا کر دیتی ہے اور اسی جیسا ایک جدید وجود اور قوت حاصل کر لیتی ہے۔ محسوسات میں اس کی مثال اِس طور پر سمجھ لی جائے کہ بجلی کے ایک منبع سے وابستہ تمام قمقمے ہر آن ایک نیا کرنٹ منبع سے حاصل کرتے ہیں اور اُن میں ہر آن

پہلا کرنٹ ختم ہوکر نیا کرنٹ مرکز سے پہنچ جاتا ہے اورآیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ "ہم سب خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی جانب لوٹنے والے ہیں" سے اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگرست

مولانائے رومؒ نے فرمایا ؎

حاصل اندریک زماں از آسماں
می رود و می آید ایدر کارواں

مسئلۂ سماع

یعنی مزامیر اور آلات کے ساتھ گانا سُننا۔ یہ مسئلہ بزرگوں میں ہمیشہ سے زیرِ بحث رہا ہے۔ مولانا بحر العلوم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

نغمات کا سماع دل میں رِقّت اور نرمی پیدا کرتا ہے اور اُس جذبہ کو اُبھارتا ہے جو دل میں پیوست ہوتا ہے۔ اگر کسی کو تعلق مع اللہ ہے اور اُس کے دل میں عشقِ خداوندی جاگزیں ہے تو سماع سے اُس کا جذبہ مزید قُوّت حاصل کر لیتا ہے اور آتشِ عشق تیز ہوجاتی ہے لیکن اگر دل میں شہوانی جذبات ہیں تو سماع فسق و فجور کی دعوت دیتا ہے۔ اِسی لئے چشتیہ سلسلہ کے بزرگ اہل کے لئے سماع کو جائز اور نااہل کے لئے حرام قرار دیتے ہیں۔ شیخ اکبر قُدِّسَ سِرُّہٗ نے فتوحاتِ مکیہ میں ذکر فرمایا ہے کہ کسی شخص نے سماع کے بارے میں شیخ ابومسعود رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تو اُنھوں نے فرمایا۔ مبتدی سالک کے لئے حرام ہے اور مُنتہی کو اُس کی ضرورت نہیں ہے۔ اُس شخص نے پھر دریافت کیا کہ پھر کس کے لئے سماع جائز ہے تو فرمایا متوسط صاحبِ دل کے لئے جائز ہے۔ شیخ اکبرؒ نے ایک دوسرے مقام پر ذکر فرمایا ہے کہ سماع اگرچہ جائز ہے لیکن بزرگوں کے

نزدیک اُس سے بچارہنا بہتر ہے اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے قائل نہ تھے اور اُس کو مکروہ قرار دیتے تھے۔ بہرحال موجودہ زمانے میں عرسوں کے موقع پر عوام کے مجمع میں مزامیر کے ساتھ قوالی سُننا کسی اعتبار سے بھی دُرست نہیں ہے۔

مسجدِ اقصیٰ
یہ مسجد بیت المقدس میں واقع ہے۔ آنحضورؐ کی معراج یہاں سے ہی شروع ہوئی تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ کر آنحضورؐ نے ۱۶، ۱۷ مہینے اسی کی طرف رُخ کر کے نمازیں پڑھیں۔ اِس اعتبار سے اُس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ بھی کہا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کا ہمیشہ یہی قبلہ رہا۔ حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اسی جگہ ہیکل کی تعمیر کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیت المقدس کا علاقہ اسلامی قلمرو میں شامل ہوا۔

مسجدِ حرام
مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے چاروں طرف کا ایک خاص علاقہ مسجدِ حرام کہلاتا ہے۔ آنحضورؐ کے زمانے میں اِس کی کوئی خاص چہار دیواری نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں اُس کے اندر کی آبادی کو منتقل کر کے اُس کی چہار دیواری بنوائی۔ پھر مختلف ادوار میں اِس مسجد کی توسیع ہوتی رہی ہے۔

حلیمہ سعدیہ
یہ بنو سعد قبیلہ کی خاتون ہیں۔ آنحضورؐ کے بچپن میں اُنھوں نے آنحضورؐ کو دودھ پلایا ہے۔ لہٰذا یہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ آنحضورؐ آپ کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے۔ یہ تشریف لائیں تو آنحضورؐ نے اپنی چادر اُن کے لئے بطور فرش کے بچھادی۔

بایزید بسطامیؒ
بڑے اولیاء اللہ میں سے ہیں اُن کا اصل نام طیفور تھا۔ اِسی لئے اُن کا تصوف کا سلسلہ طیفوریہ کہلاتا ہے۔ طریقت اور

تصوف کے دیگر سلسلے بھی اُن تک پہنچتے ہیں۔ ریاضتوں اور مجاہدوں اور کرامات میں یکتا اور فرد تھے۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے تھے کہ اولیاء اللہ میں آپ کا وہی مقام ہے جو فرشتوں میں حضرت جبرئیلؑ کا۔ شہر بسطام میں ۱۴ شعبان ۲۳۲ھ کو وفات پائی۔

ابوالحسن خرقانی رح

اُن کی اگرچہ بایزید بسطامی رح سے ملاقات نہیں ہوئی اُن کے بہت بعد پیدا ہوئے ہیں لیکن بطور اویسیت اُن کو فیض اُنھیں سے حاصل ہوا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے چالیس سال تک عشاء کی نماز کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔ آپ کا زمانہ سلطان محمود غزنوی کا زمانہ ہے۔ سلطان آپ کا بہت معتقد تھا۔ اُن کی وفات ۱۰ محرم الحرام ۴۲۴ھ کو خرقان میں ہوئی۔

شقِ صدر

یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو چاک کیا جانا۔ یہ واقعہ آنحضورؐ کی زندگی میں کئی بار پیش آیا ہے۔ مولانا نے اُس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو حضرت حلیمہ کے یہاں پیش آیا تھا۔ حضرت حلیمہ دودھ چھڑانے کے بعد بھی آنحضورؐ کی برکات کی وجہ سے آپ کو اپنے پاس رکھنا چاہتی تھیں۔ اُسی زمانہ میں ایک روز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کو زمین پر لٹا کر آپ کا مبارک سینہ چاک کیا، قلب کو نکالا اور اُس کو چیر کر اُس میں سے منجمد خون کا ایک ٹکڑا نکالا اور پھر قلبِ مبارک کو ایک سنہرے طشت میں رکھ کر دھویا اور اُس کو سینۂ مبارک میں رکھ کر پھر سینہ کو سی دیا۔ ساتھ کھیلنے والے بچوں نے جب یہ سارا قصہ دیکھا تو وہ دوڑ کر حضرت حلیمہؓ کے پاس آئے اور سارا قصہ سنایا۔ حضرت حلیمہ دوڑتی ہوئی آنحضورؐ کے پاس پہنچیں اور آنحضورؐ کو گود میں اُٹھا لیا۔ پھر حضرت حلیمہ آپ کی بہت زیادہ حفاظت کرنے لگیں اور چاہا کہ بہت جلد آپ کو لے جا کر آپ کے دادا عبدالمطلب کے سپرد کر دیں۔

اس واقعہ کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چار سال کی تھی۔

دوسری بار شق صدر کا واقعہ جب پیش آیا تو آنحضورؐ کی عمر مبارک دس سال کی تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں اور محدثین نے اس روایت کی تصحیح کی ہے۔

تیسری بار یہ واقعہ آنحضورؐ کی بعثت کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی راویہ ہیں۔

چوتھی بار یہ واقعہ معراج کے وقت پیش آیا جبکہ آپ کی بعثت ہو چکی تھی۔ اس واقعہ کے سلسلہ میں احادیث کی کتابوں میں مشہور اور متواتر روایات موجود ہیں۔

حطیم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں ایک بار مکہ معظمہ میں بہت زیادہ بارش ہوئی چاروں طرف کے پہاڑوں کے پانی کے بہاؤ نے بیت اللہ کی تعمیر کو برباد کر دیا تب قریش میں مشورہ ہوا کہ بیت اللہ کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ لیکن یہ بھی طے ہوا کہ بیت اللہ کی تعمیر میں صرف پاک کمائی صرف کی جائیگی اس بنا پر چندہ ناکافی ہوا تو طے ہوا کہ بیت اللہ کی اصل ابراہیمی بنیادوں کو چھوڑ کر تعمیر کو چھوٹا کر لیا جائے۔ چنانچہ بیت اللہ کی تینوں دیواریں تو اصل بنیادوں پر اُٹھائی گئیں اور ایک دیوار اصل بنیاد سے ہٹا کر اندر کی جانب تعمیر کی گئی۔ بنا ابراہیمی کا یہ حصہ جو تعمیر سے باقی رہ گیا اُس کو حطیم کہا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کی تمنا تھی کہ اپنے زمانہ میں بیت اللہ کو از سر نو حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کرائیں لیکن دینی مصلحتوں کی بنا پر آپ نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل نہ فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں آنحضورؐ کی یہ تمنا پوری کی اور حطیم کے حصہ کو بھی بیت اللہ کے اندر شامل کر لیا۔ لیکن جب وہ عبدالملک ابن مروان کے ہاتھوں شکست کھا کر شہید ہو گئے تو حجاج ابن یوسف ثقفی نے اُن کی تعمیر کردہ عمارت کو گروا دیا اور پھر بیت اللہ کو اُسی حالت

میں کردیا جس حالت میں آنحضورؐ کے زمانہ میں تھا۔ چنانچہ آج بھی حطیم کا حصہ بیت اللہ کی عمارت سے باہر ہے۔

ہابیل وقابیل

یہ دونوں حضرت آدمؑ کے لڑکے ہیں۔ قابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام اقلیما تھا۔ ہابیل کے ساتھ جو جڑواں لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام لبودا تھا۔ اُس زمانہ کی شریعت کے اعتبار سے قابیل کی شادی لبودا کے ساتھ ہونی چاہیئے تھی جو اتفاقاً بدصورت تھی۔ اور ہابیل کی شادی اقلیما سے ہونی چاہیئے تھی جو حسین تھی۔ اِس رشک وجلن میں قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا تاکہ اُس کی منسوبہ سے اُس کی شادی ہوجائے۔ قرآنِ پاک نے اِس واقعہ کو مجملاً ذکر کیا ہے۔ قابیل نے جب ہابیل کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ہابیل نے کہا میں تیرے قتل کے ارادہ سے ہاتھ بھی نہ اُٹھاؤں گا۔ چنانچہ قابیل نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اب دنیا میں جو بھی ناجائز قتل ہوتا ہے اُس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کو بھی ہوتا ہے چونکہ قتل کی یہ رسم اِس دنیا میں سب سے پہلے اُس نے جاری کی ہے۔

سجّاد حسینؒ

۱۰ جمادی الاوّل ۱۳۹۷ھ —— م —— ۲۹ اپریل ۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے[۱] ضیاء الحق حُسام الدّیں توئی
اے ضیاء الحق حسام الدین ! تو ہی ہے

کہ گذشت از مہ بنورت مثنوی
کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

ہمتِ عالیِ تو اے مُرتجیٰ
اے امیدگاہ ! تیری بلند ہمت

می کَشد ایں را خدا داند کجا
خدا جانے اِس کو کہاں لے جائے گی ؟

گردنِ ایں مثنوی را بستۂ
تو نے اِس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے

می کَشی آں سُو کہ تو دانستۂ
(اسکو) اُس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

مثنوی[۲] پویاں کَشندہ ناپدید
مثنوی دوڑ رہی ہے ، کھینچنے والا پوشیدہ ہے

ناپدید از جاہلے کِش نیست دید
پوشیدہ اُس ناواقف کے لئے ہے جسکی نظر نہیں ہے

مثنوی را چوں تو مَبدا بودۂ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے

گر فزوں گردد تواَش افزودۂ
اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اُس کو بڑھایا ہے

چوں[۳] چنیں خواہی خدا خواہد چنیں
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے

می دہد حق آرزوئے مُتقیں
اللہ (تعالیٰ) پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

کانَ لِلّٰہ بودۂ در ما مضیٰ
تو پہلے "کَانَ لِلّٰہ" بنا

تا کہ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ آمد جزا
یہاں تک کہ "کان اللہ لہٗ" بدلہ آیا

۱ اے ضیاء الحق حسام الدین چلپیؒ مولانا کے وہی خلیفہ ہیں جو مثنوی کی تحریر کا سبب بنے ہیں۔ کہ گذشت چاند کا نور اجسام پر پڑتا ہے مثنوی کا نور ارواح پر پڑ رہا ہے۔ ہمت۔ مُرید کی توجہ شیخ کے معارف کی کشش کا باعث ہوتی ہے مُرتجیٰ۔ وہ شخص جس سے امید وابستہ ہو۔ گردن۔ مثنوی کے معارف کا رُخ تو جدھر چاہتا ہے اُدھر کو موڑ دیتا ہے

۲ مثنوی۔ بظاہر مولانا حسام الدین مثنوی کی کشش کا سبب ہیں لیکن حقیقتاً اُس کی کشش منجانب اللہ ہے۔ کشندہ یعنی حضرت حق۔ ناپدید۔ جو اصحاب بصیرت ہیں وہ دیکھ رہے ہیں کہ مثنوی کے بیانات منجانب اللہ ہیں لہٰذا ظاہری سبب چونکہ مولانا حسام الدین ہیں لہٰذا مثنوی کی طوالت اُنہی کی جانب سے سمجھی جائیگی۔

۳ چوں چنیں جبکہ فنا کے بعد بقا باللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے تو بندہ کی مرضیات بعینہٖ اللہ کی مرضیات بن جاتی ہیں۔ کَانَ لِلّٰہ۔ یعنی مقام فنا۔ کَانَ اللّٰہُ۔ بقا باللہ کے بعد انسانی فعل خدائی فعل متصور ہوتا ہے۔

مثنوی[۱] از تو ہزاراں شُکر داشت
مثنوی، تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی
در دُعا و شُکر کفہا بر فراشت
دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

در لب و کفش خدا شُکرِ تو دید
خدا نے اُسکے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا
فضل کرد و لطف فرمود و مزید
اُس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است
کیونکہ شکر کرنے والے کیلئے زیادتی کے وعدے ہیں
آنچناں کہ قرب مزدِ سجدہ است
جیساکہ سجدوں کی اُجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

گفت وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ یزدانِ ما
ہمارے خدا نے فرمایا ہے "اور سجدہ کر اور قریب ہو جا"
قربِ جاں شد سجدۂ ابدانِ ما
ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قُرب کا (سبب) بنا

گر زیادت[۲] می شود زیں رو بود
اگر (مثنوی میں) اضافہ ہو رہا ہے تو اسو جہ سے ہے
نز برائے بوش و ہای و ہُو بود
نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

باتو ماچوں رز بتابستاں خوشیم
ہم تجھ سے اسطرح خوش ہیں جیساکہ انگور کی بیل موسم گرما میں
حکم داری ہیں بکش ما می کشیم
تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

خوش بکش ایں کارواں را تا بحج
اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا
اے امیرِ صبر و مفتاح الفرج
اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی!

حج زیارت کردنِ خانہ بود
حج خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے
حجِ ربُّ البیت مردانہ بود
بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

زاں[۳] ضیا گفتم حسام الدیں ترا
اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اسلئے کہا ہے
کہ تو خورشیدی و ایں دو وصفہا
کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اسکی) صفتیں ہیں

کایں حسام و ایں ضیا یک است ہیں
کیونکہ یہ تلوار اور یہ روشنی یقیناً ایک ہے
تیغِ خورشید از ضیا باشد یقیں
سورج کی تلوار یقیناً روشنی کی ہوتی ہے

نور از آنِ ماہ باشد ویں ضیا
نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیا
آنِ خورشید ایں فرو خواں از نبا
سورج کی ملکیت ہے، اِسکو قرآن میں پڑھ لے

۳ے زاں ضیا۔ ضیا، روشنی کو کہتے ہیں اور حسام، قاطع تلوار کو کہتے ہیں تمہاری ذات سورج ہے اور یہ دونوں اُس کی صفتیں ہیں۔ سورج کی تلوار، روشنی کی ہوتی ہے جس سے وہ اندھیرے کو کاٹتا ہے۔ لہٰذا تم جس طرح حسام ہو اِسی طرح ضیا ہو۔ نور۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا ۱۰ اللہ تعالٰے نے چاند کی روشنی کو نور اور سورج کی روشنی کو ضیا سے تعبیر فرمایا ہے۔ نبا۔ خبر، قرآن پاک۔

۱ے مثنوی۔ مثنوی چونکہ مولانا حسام الدین سے فیض حاصل کر رہی ہے تو گویا اُس کے اوراق اُس کے ہاتھ ہیں جو شکر گذاری میں اُٹھے ہوئے ہیں۔ مزید۔ شکر پر مزید احسان کا وعدہ ہے چنانچہ فرمایا گیا۔ وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور اگر تم شکر کروگے ہم تم کو زیادہ دینگے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ۔ اور سجدہ کر اور قربت حاصل کر یعنی سجدہ قربِ خداوندی کا سبب ہے۔ قربِ جاں۔ جسمانی سجدہ روحانی تقرب کا سبب ہے۔

۲ے گر زیادت۔ مثنوی کی طوالت کا سبب مولانا حسام الدین کا جذب ہے نہ کہ عوام میں اُس کی پسندیدگی۔ بوش۔ با کے زبر کے ساتھ شان شوکت۔ باتو۔ تابستاں یعنی موسم بہار میں انگور کی بیلیں خوب پھیلتی ہیں اسی طرح مثنوی کے نشو و نما کا سبب مولانا حسام الدین ہیں۔ خوش بکش جس طرح کارواں حج کے لئے جاتا ہے اور اُس کے لئے ایک امیرِ حج ہوتا ہے جو اُس کی رہنمائی کرتا ہے اسی طرح اُن معارف کا کارواں ربّ الکعبہ کی زیارت کے لئے رواں ہے اور مولانا حسام الدین اُس کے سالار ہیں۔ حج۔ جو قافلہ حج کو جاتا ہے اُس کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے لیکن اِس قافلہ کا مقصد ربِّ کعبہ کی زیارت ہے

شمس[۱] را قرآں ضیا خواند اے پدر
اے بابا! سورج کو قرآن نے ضیا فرمایا ہے

واں قمر را نور خواند ایں را نگر
اور اس چاند کو نور فرمایا ہے، اِس پر غور کر

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے

پس ضیا از نور افزوں داں بجاہ
پس مرتبہ میں ضیا کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

بس کس اندر نورِ مہ منہج ندید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے ہیں

چوں بر آمد آفتاب آں شد پدید
جب سورج نکل آتا ہے وہ (راستہ) نظر آجاتا ہے

آفتاب اعراض را کامل نمود
سورج، سامان کو مکمل دکھاتا ہے

لاجرم بازارہا در روز بود
لامحالہ بازار، دن میں لگتے ہیں

تا کہ[۲] قلب و نقد نیک آید پدید
تاکہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہوجائے

تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تاکہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

تا کہ نورش کامل آید در زمیں
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے

تاجراں را رحمۃٌ للعالمیں
تاجروں کے لئے رحمۃٌ للعالمین بن کر

لیک بر قلاب مبغوض ست سخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے

زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت
کیونکہ اُس کی وجہ سے اُس کا نقد اور سامان کھوٹا بنا ہے

پس[۳] عدوِ جانِ صراف ست قلب
تو کھوٹا، صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے

دشمنِ درویش کہ بود غیرِ کلب
کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے؟

انبیا با دشمناں بر می تنند
انبیا دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں

پس ملائک ربِّ سلِّم می زنند
تو فرشتے "خدا سلامت رکھ" کا نعرہ لگاتے ہیں

کایں چراغے را کہ ہست او نور دار
کہ اِس چراغ کو جو روشن ہے

از پف و دمہائے دزداں دور دار
چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

دزد و قلاب ست خصمِ نور و بس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے

زیں دو اے فریاد رس فریاد رس
اے فریاد کو پہنچنے والے! اِن دونوں سے فریاد کو پہنچ

روشنی بر دفترِ چارم بریز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال

کافتاب از چرخِ چارم کرد خیز
کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

روشنی۔ مولانا دعا فرماتے ہیں کہ اب جبکہ جوشِ بیان کا آفتاب چرخِ چہارم سے طلوع کر رہا ہے تو اے خدا اب بہ دوام دفتر پر انوارِ معرفت کی روشنی ڈال دے۔

۱ شمس۔ جس طرح سورج افاضہ میں بڑھا ہوا ہے تو تم چونکہ ضیا ہو لہٰذا تم بھی افاضہ میں بڑھے ہوئے ہو۔ بس کس۔ چاند کی روشنی میں بہت سے لوگوں کو راستہ نظر نہیں آتا سورج کی روشنی میں نظر آجاتا ہے۔ منہج۔ راستہ۔ آفتاب۔ سورج ہر مال کے کھوٹے اور کھرے پن کو واضح کر دیتا ہے اسی لئے بازار دن میں لگتے ہیں۔

۲ تا کہ۔ سورج کی روشنی میں کھوٹا کھرا نظر آجاتا ہے اور خریدار دھوکے سے بچ جاتا ہے۔ رحمۃ۔ تاجروں کے لئے سورج کی روشنی رحمتِ کامل ہے اسی طرح مولانا حسام الدین چونکہ ضیا ہیں لہٰذا وہ بھی سالکوں کے لئے رحمت ہیں۔ لیک۔ جس طرح دھوکے باز سورج کی روشنی سے نفرت کرتے ہیں اسی طرح بناوٹی شیوخ مولانا حسام الدین سے نفرت کرتے ہیں۔

۳ پس۔ کھوٹا مال رکھنے والے کی جان کا دشمن ہوتا ہے۔ دشمن۔ اسی طرح جو دنیا کے کتے ہیں وہ بزرگوں کے دشمن ہوتے ہیں۔ انبیا۔ انبیاء کا مقابلہ دنیا داروں سے ہوتا ہے جو ان کے دشمن ہوتے ہیں فرشتے اُن انبیاء کی سلامتی کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ کایں۔ یعنی فرشتے دعا کرتے ہیں کہ جو چراغِ ہدایت انبیاء لے کر آئے ہیں اُس کو دشمن بجھا سکیں۔

ہیں زچارم[1] نور دہ خورشید وار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا فرما

تا بتابد بر بلاد و بر دیار
تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

ہر کش افسانہ بخواند افسا است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ (خود) قصہ ہے

وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

آب نیل ست و بقبطی خوں نمود
(دریائے) نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا

قوم موسیٰؑ را نہ خوں بود آب بود
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

دشمن این حرف[2] ایں دم در نظر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن (ہماری) نظر میں

شد ممثل سر نگوں اندر سقر
دوزخ میں سر نگوں بنا ہوا ہے

اے ضیاء الحق تو دیدی حال او
اے ضیاء الحق تم نے اس کی حالت دیکھی ہے

حق نمودت پاسخ افعال او
اللہ (تعالیٰ) نے تمہیں اس کے کارناموں کا جواب دکھایا ہے

دیدۂ غیبت چو غیب ست اوستاد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے

کم مبادا زیں جہاں ایں دید و داد
خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

ایں حکایت کہ نقد وقت ماست
یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے

گر تمامش می کنی اینجا رواست
اگر تم اس کو اس جگہ پورا کردو تو مناسب ہے

ناکساں را ترک کن بہر کساں
نالائقوں سے، لائقوں کی خاطر قطع نظر کرلو

قصہ را پایاں بر و مخلص رساں
قصہ کو پورا کردو اور انجام کو پہنچا دو

ایں حکایت گر نہ شد آنجا تمام
یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے

چارمیں جلد ست آرش در نظام
(یہ) چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

تمامی[3] حکایت آں عاشق کہ از عسس بگریخت در باغے مجہول

اس عاشق کی حکایت کا باقی قصہ جو انجان باغ میں کوتوال سے بھاگا اور

و معشوق را درآں باغ یافت و عسس را از شادی دعائے خیر میکرد

اس نے معشوق کو اس باغ میں پایا اور خوشی کی وجہ سے کوتوال کیلئے دعائے خیر کرتا تھا

و می گفت کہ عسیٰ اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ

اور کہتا تھا کہ بسا اوقات تم ایک چیز کو ناپسند کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہے"

اندریں بودیم کاں شخص از عسس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے

راند اندر باغ از خوف او فرس
ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں ڈال دیا

---

[1] زچارم۔ یعنی دفتر چہارم سورج کو بھی چوتھے آسمان پر مانا جاتا ہے۔ ہر کش جو اس مثنوی کو افسانہ سمجھے وہ خود افسانہ اور مہمل ہے۔ آب نیل۔ ایک چیز دو شخصوں کے اعتبار سے دو جداگانہ حکم رکھتی ہے۔ دریائے نیل حضرت موسیٰؑ کے لئے پانی تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔ اسی طرح یہ مثنوی بعض لوگوں کے لئے افسانہ ہے اور بعض لوگوں کے لئے گنجینۂ معرفت ہے۔

[2] ایں حرف۔ یعنی مثنوی۔ سقر جہنم۔ اے ضیاء الحق۔ مولانا حسام الدین کا کشف تھا کہ مثنوی کے منکر ایمان سے محروم ہیں پاسخ۔ جواب۔ دیدہ۔ مولانا حسام الدین کے کشف کی طرف اشارہ ہے۔ ایں یعنی اس عاشق کا قصہ جو دفتر سوم میں ادھورا چھوڑا تھا۔ ناکساں یعنی مثنوی پر اعتراض کرنے والے۔ چارمیں جلد۔ یعنی مثنوی کا چوتھا دفتر۔

[3] تمامی۔ یہ عاشق رات کو معشوق کے فراق میں گھوم رہا تھا۔ راستہ میں اس نے کوتوال کو دیکھا تو اس سے ڈر کر وہ ایک باغ میں گھس گیا وہاں دیکھا کہ اس کی معشوقہ موجود ہے تو وہ اس کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ عسیٰ۔ انسان کسی چیز کو ناپسند کرتا ہے اور اسی میں اس کی بہتری ہوتی ہے۔

بُود اندر باغ آں صاحب جمال
وہ حسینہ باغ میں تھی
کز غمش ایں در عنا[۱] بُد ہشت سال
جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

سایۂ اُو را نبُود امکانِ دید
اُس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا
ہمچو عنقا وصفِ اُو رامی شنید
عنقار کی طرح اُس کی خوبیاں سنتا تھا

جز یکے لُقیہ کہ اوّل از قضا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں مقدر سے
بر وے افتاد و شُد اُو را دلربا
اُس سے ہوگئی تھی اور وہ اُس کی دلربا ہوگئی تھی

بعد ازاں[۲] چندانکہ می کوشید اُو
اُس کے بعد اُس نے جتنی بھی کوشش کی
خود مجالش می ندادآں تُند خُو
اُس کو اُس بدمزاج نے موقع نہ دیا

نے بہ لابہ چارہ بُودش نے بمال
نہ خوشامد سے اُس کی کوئی تدبیر تھی نہ مال سے
سیر چشم و بے طمع بُود آں نہال
وہ بُوٹا، سیر چشم اور بے طمع تھا

عاشقِ ہر پیشہ و ہر مطلبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے
حق بیالود اوّل کارش لبے
ابتداء کار میں اللہ تعالیٰ اُسکے ہونٹ آلودہ کر دیتے

چوں بداں آسیب در جست آمدند
جب اُس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں
پیشِ پاشاں می نہد ہر روز بند
اُن کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

چوں در افتادند اندر جُستجُو
وہ جب جُستجو میں لگ جاتے ہیں
بعد ازاں در بست کابیں جُست اُو
اُس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے

چوں در افگندش بجُست جوئے کار
جب اُس کو معاملہ کی جُستجو میں مبتلا کر دیا
بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار
اُس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

ہم[۳] براں بُو می تنند و می روند
وہ اِسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں
ہر دمے راجی و آئس می شوند
ہر سانس میں امیدوار اور نااُمید ہوتے ہیں

ہر کسے راہست اُمیدے برے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے
کہ کشادندش دراں روزے درے
حتیٰ کہ اُس معاملہ میں ایک روز اُسکے لئے دروازہ کھول دیتے ہیں

باز در بستندش واں در پرست
پھر اُس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ در کا پجاری
بر ہماں اُمید آتش پا شُدست
اُسی اُمید پر بے چین ہوتا ہے

چوں در آمد خوش دراں باغ آں جواں
جب وہ نوجوان خوشی سے اُس باغ میں آیا
خود فرو شُد پا بگنجش ناگہاں
اچانک اُس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

---

۱ عنا۔ مشقت۔ سایہ۔ محبوبہ کا وجود تو در کنار یہ اُس کا سایہ بھی نہ دیکھ سکا تھا۔ عنقار۔ لوگوں نے عنقا کی صرف خوبیاں سُنی ہیں کسی نے اُس کو دیکھا نہیں ہے۔ لُقیہ۔ ملاقات۔
۲ بعد ازاں۔ پہلی ملاقات کے بعد آٹھ سال تک ملاقات کا کوئی موقع نہ ملا۔ تُند خو یعنی محبوبہ۔ لابہ۔ خوشامد۔ نہال۔ یعنی معشوقہ۔ عاشق۔ عشق کا یہی معاملہ ہوتا ہے وہ ابتداءً پھنستا ہے پھر تڑپتا ہے۔ در بست۔ یعنی وصال کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کابیں۔ مہر یعنی عشق کے مصائب جھیلنا۔
۳ ہم براں۔ ابتداءً ہونٹوں کو جو چسکا لگا ہے اُس کی وجہ سے امید و بیم میں مبتلا رہتے ہیں۔ راجی۔ امیدوار۔ آئس۔ مایوس۔ ہر کسے۔ ہر شخص مقصود حاصل کرنے کی فکر میں آتش زیر پا رہتا ہے۔ چوں۔ جب وہ عاشق، کوتوال کے ڈر سے بھاگ کر باغ میں گھسا تو اُس کو محبوبہ کا دیدار ہو گیا۔ فرو شد۔ یعنی محبوبہ کا دیدار حاصل ہو گیا۔

مر عسس را ساختہ یزداں سبب / تا ز بیمِ او دَوَد در باغ شب
اللہ (تعالیٰ) نے کوتوال کو سبب بنا دیا / تاکہ اُس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

بیند[۱] آں معشوقہ را او با چراغ / طالبِ انگشتری در جوئ باغ
وہ اُس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے / باغ کی نہر میں انگوٹھی تلاش کر رہی ہے

پس قریں میکرد از ذوق آں نفس / با ثنائے حق دعائے آں عسس
اُس وقت وہ ذوق (وشوق) سے ملاتا تھا / اللہ (تعالیٰ) کی تعریف کے ساتھ کوتوال کیلئے دعا کو

گر زیاں کردم عسس را از گریز / بیست چنداں سیم و زر بر وے بریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے / بیس گنا سونا اور چاندی اُس پر بہا دے

از عوانی مر ورا آزاد کن / آنچناں کہ شادم او را شاد کن
اُس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے / جیسا میں خوش ہوں اُس کو خوش کر دے

سعد دارش ایں جہان و آں جہاں / از عوانی و سگی اش وا رہاں
اِس جہان اور اُس جہان میں اُس کو نیک بخت بنا دے / سپاہی پن اور کتے پن سے اُسکو نجات دیدے

گرچہ خوئ آں عواں ہست اے خدا / کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
اے خدا! اگرچہ اُس کوتوال کی عادت ہے / کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

گر خبر آید[۲] کہ شہ جرمے نہاد / بر مسلماناں شود او زفت و شاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا / مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

ور خبر آید کہ شہ رحمت نمود / از مسلماناں فگند او را بجود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا / مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش وعطا کی

ماتمی در جانِ او افتد ازاں / گیر دش قولنج زیں غم در زماں
اُس سے اُس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے / فوراً اِس غم سے اُس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

صد چنیں ادبار[۳] ہا دارد عواں / زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
سپاہی اِس طرح کی سیکڑوں خرابیاں رکھتا ہے / اے مددگار! اِس مصیبت سے فریاد رسی کر

او عواں را در دعا در می کشید / کز عواں او را چنیں راحت رسید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا / کیونکہ کوتوال سے اُس کو ایسی راحت ملی تھی

بر ہمہ زہر و بر او تریاق بود / آں عواں پیوند آں مشتاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اُسکے لئے تریاق تھا / وہ کوتوال اُس عاشق کا دوست تھا

[۱] بیند۔ وہ اپنی معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے ہوئے نہر میں اپنی انگوٹھی تلاش کر رہی ہے۔ قریں۔ ساتھی۔ باثنا یعنی اللہ کی تعریف کیساتھ کوتوال کو دعائیں دینے لگا۔ گر۔ کوتوال اگر اُس کو گرفتار کر لیتا تو رشوت میں کچھ حاصل کرتا۔ از عوانی۔ پولیس کے آدمیوں میں ظلم وستم کا مادہ ہوتا ہے۔ سگی۔ سپاہیوں میں کتوں کی سی درندگی ہوتی ہے۔ کہ ہمارہ پولیس کی خواہش ہوتی ہے کہ لوگ جرائم میں مبتلا ہوں تاکہ اُن سے منافع حاصل کریں

[۲] گر خبر آید۔ اگر پولیس کو معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ نے کسی قوم کو مجرم قرار دیا ہے تو اُس کو خوشی ہوتی ہے اور بادشاہ کے معاف کرنے سے پولیس رنجیدہ ہوتی ہے فگند۔ یعنی وہ جرم معاف کر دیا ہے۔

[۳] ادبار۔ بھلائی سے روگردانی۔ اُو عواں۔ چونکہ کوتوال کی وجہ سے اس کو محبوبہ کا دیدار میسر آیا تھا اس لئے اُس کو دعائیں دے رہا تھا۔ بر ہمہ۔ کوتوال دوسروں کے لئے باعث مصیبت تھا لیکن اِس کے لئے باعث راحت بنا۔ پیوند۔ عزیز، قریب، دوست۔

پس بدِ مطلق نباشد در جہاں[1] | بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں[2]
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی بُرا نہیں ہے | بُرا، نسبت سے ہوتا ہے اسکو بھی سمجھ لے

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست | کہ یکے را پا دگر را بند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے | کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

مر یکے را پا دگر را پائے بند | مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کیلئے پاؤں کی بیڑی | ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کیلئے شکر ہے

زہرِ مار آں مار را باشد حیات[2] | نسبتش با آدمی باشد ممات
سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے | اُس کی آدمی کے ساتھ نسبت، موت ہے

خلقِ آبی را بُود دریا چو باغ | خلقِ خاکی را بُود آں مرگ و داغ
دریائی مخلوق کے لئے، دریا باغ جیسا ہے | خُشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

ہمچنیں بر می شمر اے مردِ کار | نسبتِ ایں را زیک تا صد ہزار
اے کام کے آدمی! اسی طرح شمار کرلے | اِس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

زید اندر حقِ آں شیطاں بُود | در حقِ شخصِ دگر سُلطاں بُود
زید اُس کے حق میں شیطان ہے | دوسرے کے حق میں بادشاہ ہے

آں بگوید زید صدّیق و سنی ست | ویں بگوید زید گبر و کُشتنی ست
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے | اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

زید یک ذاتست بر آں یک جناں | اُو بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے | اور وہ دوسرے کے لئے مجسّم رنج اور بربادی ہے

گر تو خواہی کو ترا باشد شکر[3] | پس ورا از چشمِ عُشّاقش نگر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو | تو اُس کو اُس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

منگر از چشمِ خودت آں خوب را | بیں بچشمِ طالباں مطلوب را
اُس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ | معشوق کو، عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

چشمِ خود بر بند زاں خوش چشمِ تو | عاریت کُن چشم از عُشّاقِ اُو
اُس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کرلے | اُس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

بلکہ زو کُن عاریت چشم و نظر | پس ز چشمِ اُو بروئے اُو نگر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اُس سے مانگ لے | پھر اُس کی آنکھ سے اُس کے چہرے کو دیکھ

لہ پس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ دنیا کی کوئی بُری چیز بہمہ وجوہ بُری نہیں ہے کسی خاص نسبت سے اُس میں بُرائی ہوتی ہے۔ زہر و قند۔ یہ دونوں چیزیں بھی مُفید اور مُضر خاص خاص نسبت سے ہیں۔

لہ زہرِ مار۔ سانپ کا زہر، سانپ کے لئے باعثِ زندگی ہے انسان کی موت کا سبب ہے خلق۔ پانی، آبی جانور کی زندگی ہے خاکی کے لئے موت ہے۔ ہمچنیں۔ کسی چیز کا نسبت کے اعتبار سے صرف مفید اور مُضر ہونا ہی نہیں ہے بلکہ نسبت کے اعتبار سے اُس کے مُفید اور مُضر ہونے کے ہزاروں مدارج ہیں۔ زید۔ زید کسی کے اعتبار سے شیطان ہے اور کسی کے اعتبار سے سُلطان ہے۔ آں۔ جس کے لئے زید سلطان ہے وہ زید کی تعریفیں کریگا جس کے لئے وہ شیطان ہے وہ اُس کو کافر اور گردن زدنی کہیگا۔

لہ گر۔ اگر تو زید کو اپنے لئے شکر بنانا چاہتا ہے تو اُس کے عاشقوں کی نظر سے اُس کو دیکھ پھر تجھے اُس سے کوئی شکوہ نہ رہے گا۔ منگر۔ لیلیٰ را بچشمِ مجنوں باید دید۔ چشمِ خود۔ محبوب کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھ اُسکے عاشقوں کی نگاہ سے دیکھ۔ بلکہ محبوب کو عاشقوں کی نگاہ سے بھی نہیں بلکہ خود اُس کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔

تا شوی[1] ایمن زسیری و ملال
تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے
گفت کَانَ اللہُ لَہٗ زیں ذُوالجلال
اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "اللہ اُس کا ہو گیا"

چشمِ او من باشم و دست و دلش
میں اُس کی آنکھ اور ہاتھ اور اُس کا دل ہوجاتا ہوں
تا رہد از مُدبریہا مُقبلش
تاکہ اُس کی خوش نصیبی، بدنصیبیوں سے نجات پا جائے

ہر چہ مکروہ است چوں او شد دلیل
جو ناپسندیدہ ہے، جب وہ راہنما ہوتا ہے
سوئے محبوبت حبیب است و خلیل
تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

حکایتِ آں واعظ[2] کہ در آغازِ ہر وعظے و تذکیرے دعائے خیر بر ظالماں و سخت دلاں و خبیثان و مُفسدان و بے اعتقاداں کردے

اُس واعظ کی حکایت جو ہر وعظ اور نصیحت کے شروع میں ظالموں اور سخت دلوں اور خبیثوں اور مفسدوں اور بد اعتقادوں کے لئے دعائے خیر کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا
قاطعانِ راہ را داعی شُدے
ڈاکوؤں کا دعاگو ہوتا

دست بر می داشت یارب رحم راں
ہاتھ اُٹھاتا تھا اے خدا رحم فرما
بر بدان و مُفسدان و طاغیاں
بروں اور مُفسدوں اور سرکشوں پر

بر ہمہ[3] تسخر کُناں و اہلِ ضیر
سب مذاق اُڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں
بر ہمہ کافر دلان و اہلِ دیر
سب کافردل اور بُت خانہ والوں پر

می نکردے او دعا بر اصفیا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا
می نکردے جُز خبیثاں را دعا
خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

مر ورا گفتند کایں معہود نیست
لوگوں نے اُس سے کہا یہ معمول نہیں ہے
دعوتِ اہلِ ضلالت جود نیست
گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

گفت نیکوئی ازینہا دیدہ ام
اُس نے کہا میں نے اُن سے بھلائی دیکھی ہے
من دعا شاں زیں سبب بگزیدہ ام
اِس لئے میں نے اُن کو دعا دینا اختیار کیا ہے

---

[1] تا شوی۔ جب انسان محبوب کو محبوب کی نگاہ سے دیکھے گا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا اور اپنے احساس کو فنا کر دے گا تو اُس کو کان اللہ لہ کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اُس میں بقا باللہ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔ چشمِ او۔ حدیثِ قدسی ہے۔ فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ یعنی جب میں اپنے بندے سے محبت کرتا ہوں تو میں اُس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اُس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہرچہ۔ ناپسندیدہ چیز جب کسی مرغوب چیز کا ذریعہ بن جاتی ہے تو وہ بھی مرغوب ہو جاتی ہے کوتوال معشوق کے وصال کا ذریعہ تھا لہٰذا وہ محبوب ہو گیا۔

[2] واعظ منقول ہے کہ یہ واعظ ایک تاجر تھا ڈاکوؤں نے اُس کا مال لوٹا تو اُس نے خدا سے دعائیں اور گریہ وزاری شروع کر دی اِس پر اُس کو ہاتفِ غیبی نے کہا مال کے لٹ جانے پر تو اِس قدر گریہ وزاری کرتا ہے اور عمر کے برباد ہونے کا کوئی خیال نہیں۔ اِس تنبیہ سے یہ تاجر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ قاطعانِ رہ۔ ڈاکو۔ دست۔ چونکہ یہ ڈاکو اللہ تک پہنچنے کا سبب بنے تو وہ اُس کو محبوب ہو گئے تھے اور وہ اُن کا دعاگو ہو گیا تھا

[3] بر ہمہ۔ یعنی دنیا کے بُرے انسانوں کیلئے دعائے خیر کرتا تھا اور نیکوں کیلئے دعا نہ کرتا تھا۔ مر ورا۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بُرے لوگ دعا کے مستحق نہیں ہیں تم اُن کے لئے دعا کیوں کرتے ہو۔ گفت۔ اُس نے جواب دیا کہ اُن لوگوں کا مجھ پر بہت احسان ہے میں اُن کے مظالم سے پریشان ہو کر راہ یاب ہوا ہوں اور اُن کے مظالم نے مجھے نیکی میں لگا دیا ہے۔

خُبثِ ظلم و جور چنداں ساختند — کہ مرا از شر بخیر انداختند

انہوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی — کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لا ڈالا

ہرگہے[1] کہ رُو بدنیا کردمے — من ز ایشاں زخم و ضربت خوردمے

جب کبھی میں دنیا کا رُخ کرتا — میں اُن سے تکلیف اُٹھاتا اور مار کھاتا

کردمے از زخم آں جانب پناہ — باز آوردندمے گرگاں براہ

تکلیف سے میں اُس جانب پناہ پکڑتا — بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

چوں سبب سازِ صلاحِ من شدند — پس دعا شاں بر من ست اے ہوشمند

جب وہ میری نیکی کا سبب بنانیوالے ہوگئے — تو اے ہوشمند! اُن کو دعا دینا میرا فرض ہے

بندہ می نالد بحق از درد و نیش — صد شکایت می کند از دردِ خویش

بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے — اپنی تکلیف کی سَو شکایتیں کرتا ہے

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد — مر ترا لابہ کناں و راست کرد

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے — تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

ایں[2] گلہ زاں نعمتے کن کت زند — از درِ ما دور و مطرودت کند

یہ شکوہ اُس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے بھٹکائے — تجھے ہمارے دروازے سے دُور اور مردود کرے

در حقیقت ہر عدو داروئے تست — کیمیائے نافع و دلجوئے تست

حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے — تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

کہ ازو اندر گریزی در خلا — استعانت جوئی از لطفِ خدا

کیونکہ تو اُس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے — اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

در حقیقت دوستانت دشمنند — کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند

حقیقتاً، تیرے دوست، دشمن ہیں — کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

ہست حیوانے کہ نامش اُسغر[3] ست — کو بزخمِ چوب زفت و لمتر ست

ایک جانور ہے جس کا نام اُسغر ہے — جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

تاکہ چوبش میزنی بہ می شود — او ز زخمِ چوب فربہ می شود

تو اُس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہوگا — وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوگا

نفسِ مومن اُسغرے آمد یقیں — کو بزخم و رنج زفت ست و سمیں

مومن کا نفس یقیناً اُسغر ہے — جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

[1] ہرگہے۔ جب میں اُن کے ساتھ دنیا میں لگتا تھا تو یہ اِس قدر ظلم کرتے تھے کہ میں خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ باز۔ تو اُن کا ظلم مجھے دنیا سے ہٹا کر اللہ کی راہ کی طرف لگا دیتا تھا۔ بندہ می نالد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب انسان کسی رنج اور مصیبت کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے تو اللہ فرماتا ہے کہ اِس مصیبت کا شکوہ بیجا ہے یہ مصیبت تو تجھے میری طرف متوجہ کر رہی ہے۔

[2] ایں۔ شکوہ تو میری اُس نعمت سے ہونا چاہیئے جو تجھے مجھ سے بے نیاز بناتی ہے۔ در حقیقت۔ چونکہ دشمن اللہ کی طرف رجوع کا سبب بنتا ہے تو وہ دراصل تیرے لئے نافع اور کیمیا ہے۔ دوستانت۔ انسان کے دوست اُس کے حقیقی دشمن ہیں کیونکہ وہ خدا سے غافل بناتے ہیں۔

[3] اُسغر۔ بالضم وغین معجمہ مضموم، خارپشت۔ اسی کو اردو میں سیہ کہا جاتا ہے اُس پر اگر لاٹھی ماری جاتی ہے تو وہ بدن کو زیادہ مضبوط اور موٹا کر لیتا ہے۔ اسی طرح قوی نفسِ مومن یعنی مومن کی روح مصائب جھیل کر زیادہ قوی ہوتی ہے۔ سمین۔ موٹا۔

زیں[1] سبب بر انبیا رنج و شکست | از ہمہ خلقِ جہاں افزوں تر ست
اسی وجہ سے انبیا پر رنج اور تکلیف | دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

تا ز جانہا جانِ شاں شُد زفت تر | کہ ندید ند آں بلا قومے دگر
حتیٰ کہ اُن کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی | کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

پوست از دارو بلاکش می شود | چوں ادیم طائفی خوش می شود
چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے | طائف کی نری کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

ور نہ تلخ و تیز مالیدی درو | گندہ گشتے ناخوش و ناپاک بو
اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اُس پر نہ ملتا | گندہ اور بُرا اور بدبودار ہو جاتا

آدمی را پوست نامد بوغ داں | از رطوبت ہا شدہ زشت و گراں
آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ | جو رطوبتوں سے بھدا اور بھاری ہو رہا ہے

تلخ[2] و تیز و مالشِ بسیار دہ | تا شود پاک و لطیف و بامزہ
اُس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل | تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

ور نمی تانی رضا دہ اے عیار | کہ خدا رنجت دہد بے اختیار
اے کھرے! اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا | کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

کہ بلائے دوست تطہیرِ شماست | علمِ اُو بالائے تدبیرِ شماست
کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے | اُس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

چوں صفا بیند بلا شیریں شود | خوش شود دارو چو صحت بیں شود
جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے | جب صحت کو دیکھتا ہے تو دوا اچھی لگتی ہے

بُرد بیند خویش را در عینِ مات | پس بگوید اُقتلونی یا ثقات
وہ بعینہ ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے | تو کہتا ہے اے بھروسہ والو! مجھے قتل کر دو

ایں[3] عواں در حقِ غیرے سُود شُد | لیک اندر حقِ خود مردود شُد
یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا | لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

رحمِ ایمانی ازو بریدہ شُد | کینِ شیطانی برو پیچیدہ شُد
ایمانی رحم اُس سے منقطع ہو گیا | شیطانی کینہ اُس پر لپٹ گیا

کارگاہِ خشم گشت و کیں وری | کینہ داں اصلِ ضلال و کافری
وہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ بن گیا | کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

---

[1] زیں سبب۔ چونکہ انبیاء کی روح کو زیادہ مضبوط بنانا ہوتا ہے لہٰذا اُن کو زیادہ مصائب میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پوست۔ کچے چمڑے پر دوائیں لگا کر جب اُس کو مالیدہ کیا جاتا ہے تو وہ نرم بن کر بہت مضبوط ہو جاتا ہے۔ ادیمِ طائفی۔ طائف کی بنی ہوئی نری مشہور تھی۔ ورنہ اگر کچے چمڑے پر تیز دوائیں نہ مل جائیں تو وہ سڑ جائے۔ آدمی۔ انسان کو بھی کچے چمڑے کی طرح سمجھو جو فاسد رطوبتوں کی وجہ سے بدصورت اور بوجھل ہے۔

[2] تلخ و تیز۔ انسانی بدن کی اصلاح کیلئے بھی تلخ و تیز مجاہدے اور عبادات کی مالش کی ضرورت ہے تب وہ پاک اور صاف بنے گا۔ ور نمی تانی۔ اگر انسان اپنے اختیار سے مجاہدے نہیں کر سکتا ہے تو اُسے آسمانی مصائب پر صبر کرنا چاہیئے وہ مصائب اُس کیلئے مجاہدوں کے قائم مقام بن جائیں گے۔ کہ بلائے۔ انسان کو سمجھ لینا چاہیئے کہ خدا کی طرف سے اُس کا ابتلاء اس کی تطہیر کی تدبیر ہے۔ چوں صفا۔ جب آسمانی مصائب سے انسان اپنی باطنی صفائی کو سمجھتا ہے تو وہ مصیبت اُس کیلئے شیریں بن جاتی ہے یہی کڑوی دوا کا حال ہے۔ بُرد بیند۔ پھر اپنی تخریب میں اپنی تعمیر سمجھتا ہے اور دوستی سے قتل ہونے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

[3] ایں عواں۔ یہ حکمتِ خداوندی ہے کہ ظالموں کو اُنکے ظلم کی پاداش میں مستحق عذاب بنا دیتی ہے اور انکے مظالم کو نیک بندوں کیلئے درجات کی ترقی کا سبب بنا دیتی ہے۔ رحم۔ ایمان کا تقاضا خلق اللہ پر رحم ہے جو سپاہی میں نہیں رہتا ہے اور اُسمیں خلق اللہ سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے جو کفر اور گمراہی کی جڑ ہے۔

سوالِ کردنِ شخصے از عیسیٰؑ کہ یا روح اللہ در وجود از ہمہ صعبہا صعب تر چیست وجواب گفتنِ عیسیٰ علیہ السلام

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے دریافت کرنا کہ اے روح اللہ! وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟ اور حضرت عیسیٰؑ کا جواب دینا

گفت عیسیٰؑ را یکے ہشیار سر[۵۱] — چیست در ہستی زجملہ صعب تر
ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰؑ سے کہا — وجود میں سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے؟

گفتش اے جاں صعب تر خشمِ خدا — کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما
اُنھوں نے اُس سے فرمایا "اے جان! خدا کا غصہ — کہ اُس سے دوزخ (بھی) ہماری طرح لرزتی ہے

گفت زیں خشمِ خدا چہ بوَد اماں — گفت ترکِ خشمِ خویش اندر زماں
اُس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟ — فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

کظمِ غیظ[۵۲] ست اے پسر خطِ اماں — خشمِ حق یاد آور و درکش عناں
اے بیٹا! غصہ کا پی جانا امن کا فرمان ہے — اللہ تعالیٰ کا غصہ یاد کرے اور باگ کھینچ لے

پس عواں کہ معدنِ ایں خشم گشت — خشمِ زشتش از سبُع ہم درگذشت
تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے — اُس کا بُرا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

چہ اُمیدستش برحمت جز مگر — باز گردد زاں صفت آں بے ہنر
اُسکو رحم کی کیا امید ہے؟ سوائے اِسکے — کہ وہ بے ہنر اُس عادت سے باز آجائے

گرچہ[۵۳] عالم را ازیشاں چارہ نیست — ایں سخن اندر ضلال افگندنیست
اگرچہ دنیا کو اُن سے بے نیازی نہیں ہے — یہ بات گمراہی میں مبتلا کرتا ہے

چارہ نبوَد ہم جہاں را از چمیں — لیک نبوَد آں چمیں ماءِ مَعیں
دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے — لیکن وہ پیشاب، جاری پانی نہیں ہوتا ہے

باز گو احوال آں خستہ جگر — درمیانِ باغ با رشکِ قمر
اُس خستہ جگر کے احوال پھر بیان کر — باغ میں رشکِ قمر (محبوبہ) کے ساتھ

قصدِ خیانت کردنِ عاشق و بانگ زدنِ معشوق

عاشق کا خیانت کرنے کا ارادہ کرنا اور معشوق کا چیخ پڑنا

چونکہ تنہاش بدید آں سادہ مرد — زود اُو قصدِ کنار و بوسہ کرد
چونکہ اُس سادہ لوح انسان نے اُس کو اکیلا دیکھا — جلد اُس سے بغلگیر ہونے اور اُس کا بوسہ لینے کا ارادہ کیا

---

۵۱ ہشیار سر۔ عقلمند، ہستی۔ وجود صعب تر۔ زیادہ سخت۔ کہ ازاں۔ غضب خداوندی سے دوزخ بھی کانپتی ہے۔ گفت۔ خدا کے غضب سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ انسان اپنی قوتِ غضبیہ پر قابو پالے۔

۵۲ کظمِ غیظ۔ غصہ کو پی جانا خطِ اماں۔ امن کا حکمنامہ۔ درکش قرآن پاک میں مومنوں کی صفت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ "اور جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں" سبُع۔ درندہ۔ چہ امید۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ لَا یَرْحَمُ لَا یُرْحَمُ "جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا"۔

۵۳ گرچہ۔ انتظام قائم کرنے کیلئے سپاہیوں کا وجود ضروری اور یہی بات اُنکے لئے اور گمراہی کا سبب ہے کہ اپنے وجود کو ضروری سمجھکر ظلم پر جرأت کرتے ہیں لیکن اُن کی یہ ضرورت اُنکے لئے تعریف کا سبب نہیں ہو سکتی ہے۔ بہت سی گندی چیزوں کی بھی دنیا کو ضرورت ہے لیکن اس ضرورت کی وجہ سے اُنکو پاک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چمیں۔ پیشاب۔ ماءِ مَعیں۔ جاری پانی قصدِ خیانت یعنی اُس عاشق کا اُس محبوبہ سے بوسہ و کنار کا ارادہ کرنا۔ سادہ مرد یعنی بھولا عاشق۔

بانگ[1] بر وے زد بہیبت آں نگار
وہ معشوق کڑک کر اُس پر چیخی
کہ مرو گستاخ ادب را ہوش دار
گستاخی سے (آگے) نہ بڑھ، ادب کا خیال کر

گفت آخر خلوت ست و خلق نے
اُس نے کہا آخر تنہائی ہے اور کوئی نہیں ہے
آب حاضر تشنہ ہمچوں منے
پانی موجود ہے، پیاسا مجھ جیسا ہے

کس نمی جُنبد دریںجا جُز کہ باد
یہاں ہوا کے سوا کوئی نہیں چلتا ہے
کیست حاضر چیست مانع زیں گشاد
کون موجود ہے؟ اِس بے تکلّفی سے کون مانع ہے؟

گفت اے شیدا کہ اَبلہ بودۂ
اُس نے کہا اے دیوانے! تو بیوقوف ہوا ہے
اَبلہی وز عاقلاں نشنودۂ
تو احمق ہے، اور تو نے عقلمندوں سے (کچھ) نہیں سنا ہے

باد را دیدی کہ می جُنبد بداں
تو نے ہوا کو دیکھا ہے کہ وہ حرکت کرتی ہے، سمجھ لے
باد جُنبانیست اینجا بادِ راں[2]
یہاں کوئی ہوا کو چلانیوالا، ہوا کو حرکت دینے والا ہے

مِروَحہ تصریفِ صُنعِ ایزدش
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے تصرّف کو پنکھا
زد بریں باد و ہمی جُنباندش
اِس ہوا پر لگتا ہے اور اُس کو حرکت دیتا ہے

جزوِ بادے کہ بحکمِ ما درست
تھوڑی سی ہوا جو ہمارے ماتحت ہے
بادبیزن تا نجنبانی نجست
جب تک تو پنکھا نہ ہلائے وہ حرکت نہیں کرتی ہے

جُنبشِ ایں جزوِ بادے سادہ مرد
اے سادہ (مزاج) انسان! ہوا کے اِس جزو کی حرکت
بے تو و بے بادبیزن سر نکرد
تیرے بغیر اور پنکھے کے بغیر نہ ہوئی

جُنبشِ بادِ نفس کاندر لب است
سانس کی ہوا کی حرکت جو ہونٹ میں ہے
تابعِ تصریفِ جان و قالب است
(وہ) روح اور جسم کے تصرّف کے تابع ہے

گاہ[3] دم را مدح و پیغامے کُند
کبھی وہ (روح جسم) سانس کو مدح اور پیغام بناتا ہے
گاہ دم را ہجو و دشنامے کُند
کبھی سانس کو ہجو اور گالی بنا دیتا ہے

پس بداں احوالِ دیگر بادہا
تو دوسری ہواؤں کے احوال سمجھ لے
کز جزوے کُل ہمی بینند نُہٰی
کیونکہ عقلیں جزو سے کُل سمجھ لیتی ہیں

باد را حق گہ بہاری می کُند
اللہ (تعالیٰ) کبھی ہوا کو بہاری بنا دیتا ہے
در دَیش زیں لطف عاری می کُند
ماگھ کے مہینے میں اُس کو اِس لطف سے خالی کرتا ہے

بنا دیتے ہیں۔ نُہٰی۔ عقلیں۔ باد۔ عالم کی ہوا میں بھی اللہ کے تصرفات ہیں کبھی اُس کو بادِ بہاری بنا دیتا ہے کبھی بادِ سموم۔ عاری۔ ننگا، خالی۔

[1] بانگ۔ یعنی معشوق نے اُس عاشق کو اُس بیباکی پر ڈانٹا۔ گفت۔ عاشق نے کہا تنہائی ہے اور میں وصل کا پیاسا ہوں، صبر کی طاقت کہاں ہے۔ گشاد۔ خوشی، کامیابی۔ اے شیدا۔ معشوق نے کہا۔ باد را دیدی۔ جب تو ہوا کو چلتا دیکھ رہا ہے تو سمجھ لے کہ ہوا کو چلانیوالا موجود ہے۔

[2] بادِ راں۔ یعنی اللہ تعالےٰ قرآنِ پاک میں فرماتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ یعنی وہی قادرِ مطلق ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی آمد کی خوشخبری دیدیں۔ مروحہ۔ پنکھا۔ جزو۔ انسانوں کے پاس جو جزوی ہوا ہے وہ بغیر چلانے والے اور پنکھے کے حرکت نہیں کرتی ہے تو اِسی طرح کُل ہوا کو سمجھو وہ قدرت کے پنکھے کے بغیر کب حرکت کرے گی۔ بادِ نفس۔ یہ اِس بات کی دوسری مثال ہے کہ ہوا بغیر چلانے والے کے نہیں چلتی ہے۔ سانس کی ہوا کو بھی روح اور جسم حرکت میں لاتے ہیں۔

[3] گاہ۔ کبھی روح اور جسم سانس کی ہوا میں اچھائی اور بُرائی کا تصرّف کرتے ہیں کبھی اُس کو گالی بنا دیتے ہیں کبھی تعریف کے الفاظ

بر گروہِ عاد[1] صرصر می کند — باز بر ہودش معطر می کند
قوم عاد پر آندھی بنا دیتا ہے — پھر ہودؑ کے لئے اُس کو خوشبودار بنا دیتا ہے

می کند یک باد را زہر و سموم — مر صبا را می کند خرم قدوم
ایک ہوا کو وہ زہر اور لُو بنا دیتا ہے — پُروا کو با برکت آمد بنا دیتا ہے

بادِ دم را بر تو بنہاد او اساس — تا کنی ہر باد را بر وے قیاس
سانس کی ہوا کو اُس نے تیری بنیاد بنا دیا — تاکہ تو ہر ہوا کو اُس پر قیاس کرے

دم نمی گردد سخن بے لطف و قہر — بر گروہے شہد و بر قومے ست زہر
سانس مہربانی اور قہر کے بغیر کلام نہیں بنتا ہے — وہ ایک قوم پر شہد اور ایک قوم پر زہر ہے

مروحہ[2] جنباں پے انعامِ کس — وز برائے قہر بر پشہ و مگس
پنکھا کسی کی نعمت رسانی کیلئے ہلتا ہے — مچھر اور مکھی پر قہر کے لئے (ہلتا ہے)

مروحہ تقدیر ربانی چرا — پر نباشد زامتحان و ز ابتلا
خدائی تقدیر کا پنکھا کیوں — امتحان اور آزمائش سے پُر نہ ہوگا؟

چونکہ جزوِ بادِ دم یا مروحہ — نیست الا مفسدہ یا مصلحہ
چونکہ سانس یا پنکھے کی جزوی ہوا — نہیں ہے، مگر خراب کرنے والی یا ٹھیک کرنے والی

ایں شمال و ایں صبا و ایں دبور — کے بود از لطف و از انعام دور
یہ شمالی ہوا اور یہ پُروا اور یہ پچھوا — مہربانی اور انعام سے دور کب ہوگی؟

یک کفِ گندم ز انبارے ببیں — فہم کن کاں جملہ باشد ہمچنیں
ڈھیر میں سے ایک مٹھی گیہوں دیکھ لے — سمجھ لے کہ سب ایسے ہی ہوں گے

کلِ باد از برجِ بادِ آسماں — کے جہد بے مروحہ آں بادِ راں
آسمان کے ہوائی برج سے کُل ہوا — اُس ہوا چلانے والے کے پنکھے کے بغیر کب چلتی ہے؟

بر سرِ خرمن بوقتِ انتقاد[3] — نے کہ فلاحاں ز حق جویند باد
گاہنے کے وقت کھلیان پر — کیا کاشتکار خدا سے ہوا نہیں مانگتے ہیں؟

تا جدا گردد ز گندم کاہہا — تا بانبارے رود یا چاہہا
تاکہ گیہوں سے بھوسا جدا ہو جائے — تاکہ (گیہوں) ڈھیر میں جائے یا کھتّیوں میں

چوں بماند دیر آں بادِ وزاں — جملہ را بینی بحق لابہ کناں
جب چلنے والی ہوا میں دیر ہوتی ہے — تو سب کو خوشامد کرتے ہوئے دیکھتا ہے

ف۱ عاد۔ قوم عاد کے لئے وہ آندھی بنی اور اُس نے اُن کو ہلاک کیا، حضرت ہودؑ کے لئے وہ خوشگوار بنی۔ سموم۔ لُو۔ خرم۔ مبارک۔ بادِ دم۔ سانس کی ہوا سے تم دوسری ہوا کی باتیں سمجھ لو۔ قوم۔ انسان کے سانس کی ہوا میں بھی وہ موثر ہے کہ کسی کے لئے اُسکو شہد بنا دیتا ہے اور کسی کے لئے زہر، اسی طرح عام ہوا کو سمجھ لو کہ اُس کو کسی کے لئے انعام بنا دیتا ہے کسی کے لئے اُس کو قہر بنا دیتا ہے۔

ف۲ مروحہ۔ قدرت کا پنکھا جو اس ہوا کو حرکت دیتا ہے اُس میں بھی قوموں کا ابتلا اور امتحان ہے۔ چونکہ جبکہ سانس اور پنکھے کی ہوا میں راحت رسانی، یا ایذا رسانی ہے تو لامحالہ کُل ہوا میں بھی یہ تاثیر ہوگی اور اُس کی یہ تاثیریں اللہ کے پنکھے کی پیدا کردہ ہیں۔

ف۳ انتقاد یعنی دانوں کو بھوسے سے جدا کرنا۔ فلاحاں۔ کاشتکاراں۔ کاہہا۔ بھوسہ۔ چاہہا یعنی غلہ کی کھتیاں۔

ہمچنیں در طلقِ[1] آں بادِ ولاد — گر نیاید بانگِ درد آید کہ داد

اسی طرح دردِ زہ میں وہ پیدائش کی ہوا — اگر نہ آئے، درد کی آواز آئے کہ فریاد ہے

گر نمی دانند کش رانندہ اوست — باد را پس کردنِ زاری چہ خوست

اگر لوگ نہیں جانتے (کہ کوئی اس کا) چلانے والا ہے — تو ہوا کے سامنے عاجزی کا کیا مطلب؟

اہلِ کشتی ہمچناں جویائے باد — جملہ خواہانش ازاں ربّ العباد

اسی طرح کشتی والے ہوا کے طالب ہیں — اس رب العباد سے اس کے خواہاں ہیں

ہمچنیں بر دردِ دنداں ہا زباد — دفع میخواہی بسوز و اعتقاد

اسی طرح دانتوں کی ٹیس میں دم کے ذریعہ — سوز اور اعتقاد کے ساتھ تو مدافعت چاہتا ہے

از خدا لابہ کناں آں جندیاں — کہ بدہ بادِ ظفر اے کامراں

خدا سے لشکری خوشامد کرتے ہیں — کہ اے کارساز! کامیابی کی ہوا چلا دے

رقعۂ تعویذ می خواہند نیز — در شکنجہ طلق زن از ہر عزیز

نیز تعویذ کا کاغذ مانگتے ہیں — عورت کے دردِ زہ کی تکلیف کے وقت ہر عزیز سے

پس ہمہ[2] دانستہ اند ایں را یقیں — کہ فرستند باد ربّ العالمیں

تو اس کو یقین کے ساتھ سب جانتے ہیں — کہ دونوں جہان کا رب ہوا کو بھیجتا ہے

پس یقیں در عقلِ ہر دانندہ ہست — اینکہ با جنبندہ جنبانندہ ہست

پس ہر جانکار کی عقل کو یقین ہے — کہ چلنے والی (ہوا) کا کوئی چلانے والا ہے

گر تو او را می نہ بینی در نظر — فہم کن آں را بہ اظہارِ اثر

اگر تو اس کو نظر سے نہیں دیکھتا ہے — اثر کے ظاہر کرنے سے تو اس کو سمجھ لے

تن بجاں جنبد نمی بینی تو جاں — لیک از جنبیدنِ تن جاں بداں

جسم، روح کے ذریعہ حرکت کرتا ہے تو روح کو نہیں دیکھتا ہے — لیکن جسم کے ہلنے سے روح کو سمجھ لے

گفت[3] او گر ابلہم من در ادب — زیر کم اندر وفا و در طلب

اس نے کہا اگر میں ادب کے سلسلے میں بیوقوف ہوں — تو جستجو اور وفاداری میں عقلمند ہوں

گفت ادب ایں بود خود دیدہ شد — آں دگر را خود ہمیدانی تو لُد

اس نے کہا ادب تو یہ تھا جو دیکھ لیا گیا — دوسرے کو تو جھگڑالو خود جانتا ہے

میری وفاداری اور جستجو کی قدر کر کے مجھے مقرب بنا لیجئے۔ ادب ایں بود۔ محبوبہ نے کہا کہ تیرے ادب کی حالت تو یہی جو دیکھ لی گئی اب رہا تیرا وفا اور جستجو کا دعویٰ تو اس کو بھی اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لُد۔ اَلَدّ کی جمع ہے، جھگڑالو۔

[1] طلق۔ دردِ زہ، ولادت کے وقت اللہ تعالیٰ رحمِ مادر کو ہوا سے پھیلا دیتا ہے تب بآسانی ولادت ہوتی ہے۔ گر نمی دانند جبکہ یہ تصور ہوتا ہے کہ اس ہوا کا چلانے والا خدا ہے تو اس کے سامنے گریہ و زاری کی جاتی ہے، ورنہ محض ہوا کے سامنے کون گریہ و زاری کرے۔ اہلِ کشتی۔ کشتی والے بھی بادِ موافق کے لیے خدا سے دعا مانگتے ہیں۔ دردِ دنداں۔ دانتوں میں درد کے وقت لوگ بزرگوں سے دم کراتے ہیں جندیاں۔ فوج کامیابی کی ہوا کی دعا کرتی ہے۔

[2] پس ہمہ۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ سب لوگ ہوا کا چلانے والا خدا کو مانتے ہیں۔ پس یقیں۔ سب عقلمندوں کو یقین ہے کہ حرکت کرنے والے کے لئے کوئی ذات حرکت میں لانے والی ہے۔ گر تو۔ اگر تو حرکت دینے والے کو نہیں دیکھ سکتا ہے تو اس کے حرکت دینے سے اس کے موجود ہونے کو سمجھ لے۔ تن بجاں۔ انسان کے جسم کو روح حرکت دیتی ہے لیکن انسان اس روح کو نہیں دیکھ سکتا ہے۔

[3] گفت او۔ عاشق نے کہا کہ اگر ادب کے سلسلہ میں مجھ سے حماقت ہوئی ہے تو اس سے درگذر کیجئے اور

خود ادب ایں بود و آں دیگر دفیں — زیں بتر باشد کہ دیدیمش یقیں
خود ادب تو یہ تھا دوسری پوشیدہ (باتیں) — اس سے بدتر ہونگی کیونکہ ہم نے یقین کیساتھ اُنکو دیکھ لیا ہے

ہر چہ زیں کوزہ ترا ود بعد ازیں — یک نمط خواہد بُدن جُملہ چنیں
اس پیالے سے جو ٹپکتا ہے اس کے بعد — سب اسی طرح کا ہو گا

قصۂ۱ صوفی کہ بخانہ آمد و زن را با بیگانہ دید

اُس صوفی کا قصہ جو گھر پر آیا اور اُس نے بیوی کو ایک اجنبی کے ساتھ دیکھا

صوفیے آمد بسُوئے خانہ روز — خانہ یک دَر بود و زن با کفش دوز
دن میں ایک صوفی گھر میں آیا — گھر کا ایک دروازہ تھا اور بیوی موچی کیساتھ تھی

جُفت گشتہ با حریفِ خویش زن — اندراں یک حجرہ از وسواسِ تن
بیوی اپنے یار کے ساتھ ہمبستر تھی — اُس ایک حجرے میں بدن کی خواہش کی وجہ سے

چوں بزد صوفی بجدّ در چاشتگاہ — ہر دو درماندند نے حیلت نہ راہ
جبکہ چاشت کے وقت صوفی نے سختی سے دروازہ پیٹا — دونوں عاجز ہوگئے، نہ تدبیر تھی نہ راستہ

ہیچ معہودش نہ بُد کو آں زماں — سُوئے خانہ باز گردد از دُکاں
اُس کا یہ کبھی معمول نہ تھا کہ وہ اُس وقت — دُکان سے گھر کو لوٹ آئے

قاصدا۲ آں روز بیوقت آں مروع — از خیالے کرد با خانہ رُجوع
اُس روز اُس خوفزدہ نے قصداً بے وقت — کسی خیال سے گھر واپسی کر دی

اعتمادِ زن بر آں کو ہیچ بار — ایں زماں تا خانہ نامد اُو ز کار
بیوی کو اِس پر بھروسہ تھا کہ وہ کبھی بھی — اِس وقت کام سے (فارغ ہوکر) گھر نہیں آیا ہے

آں قیاسش راست نامد از قضا — گرچہ ستّارست ہم بدہد سزا
تقدیر سے اُس کا وہ قیاس دُرست نہ ہوا — اگرچہ وہ (خدا) پردہ پوش ہے، سزا بھی دیدیتا ہے

چونکہ بد کردی بترس ایمن مباش — زانکہ تخمست و برویاند خداش
جبکہ تو نے بدی کی تو ڈر، مطمئن نہ ہو — کیونکہ وہ بیج ہے اور خدا اُس کو اُگا دیتا ہے

چندگاہے۳ اُو بپوشاند کہ تا — آید آخر زاں پشیمانی حیا
بہت سی مرتبہ وہ پردہ پوشی کرتا ہے تاکہ — بالآخر اُس شرمندگی سے حیا پیدا ہوجائے

حکایت بر سبیلِ تمثیل

مثالاً حکایت

۱؎ قصۂ صوفی۔ اس عاشق نے جس طرح اپنے جرم کے باوجود ڈھٹائی کا ثبوت دیا اسی طرح صوفی کی اس بیوی کی حالت ہے۔ خانہ یعنی گھر کا ایک دروازہ تھا یہ ممکن نہ تھا کہ موچی کو وہ دوسرے دروازے سے نکال دیتی۔ کفش دوز۔ موچی۔ حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن۔ وسواس تن یعنی جسمانی شہوت۔ معہود یعنی صوفی کا اُس وقت گھر واپس آنے کا دستور نہ تھا۔

۲؎ قاصدا۔ صوفی جان بوجھ کر بے وقت گھر پر آیا۔ مروع۔ خوفزدہ۔ یعنی اُس کو بیوی کی بدچلنی کا اندیشہ تھا۔ اعتماد۔ بیوی کو اطمینان تھا کہ صوفی دکان سے شام کو ہی لوٹتا ہے۔ گرچہ۔ حضرتِ حق انسان کی پردہ پوشی کرتا ہے لیکن کبھی سزا کے طور پر رُسوا بھی کر دیتا ہے۔

۳؎ چندگاہے۔ خدا کی ستاری اس لئے ہوتی ہے کہ شاید بندہ شرما کر خود بُرائی کو چھوڑ دے۔ حکایت۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عموماً پہلی مرتبہ خطا پر پردہ پوشی کرتا ہے اور گناہ کے بار بار کرنے پر گرفت کرتا ہے۔

چوں عمرؓ آں شاہ و میرِ مومناں
جبکہ مومنوں کے شاہ اور امیر عمرؓ نے
دادِ دزدے را بجلّاد[1] و عَواں
ایک چور کو جلّاد اور سپاہی کے سپرد کیا

بانگ زد آں دُزد کاے میرِ دیار
وہ چور چیخا، کہ اے ملک کے حاکم!
اوّلیں بارست جُرمم زینہار
میری خطا پہلی بار ہے، معاف کیجیے

گفت امیرش حاش للہ کہ خدا
اُس سے امیر نے فرمایا، خدا بچائے کہ خدا
بارِ اوّل قہر راند در جزا
پہلی مرتبہ بدلے میں قہر فرمائے

بارہا پوشد پئے اظہارِ فضل
وہ فضل کے اظہار کے لئے بارہا پردہ پوشی کرتا ہے
باز گیرد از پئے اظہارِ عدل
پھر عدل ظاہر کرنے کیلئے گرفت کرتا ہے

تاکہ[2] ایں ہر دو صفت ظاہر شود
تاکہ یہ دونوں صفتیں ظاہر ہو جائیں
آں مُبشِّر گردد ایں مُنذِر شود
وہ خوشخبری دینے والی اور یہ ڈرانیوالی بنجائے

بارہا زن نیز آں بد کردہ بُود
صوفی کی بیوی نے بھی بارہا وہ بدی کی تھی
سہل بگذشت آن و سہلش می نمود
جو آسانی سے گذر گئی اور اُس کو آسان نظر آئی

آں نمی دانست عقلِ پائی سُست
وہ کمزور عقل والی یہ نہ جانتی تھی
کہ سبو دائم ز جُو ناید درست
کہ ٹھلیا نہر سے ہمیشہ سالم نہیں لوٹتی ہے

آنچنانش[3] تنگ آورد آں قضا
اُس کو قضا نے ایسا تنگ کیا
کہ منافق را کُند مرگ فجا
جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے

نے طریق و نے رفیق و نے اماں
نہ راستہ اور نہ ساتھی اور نہ امان
دست کردہ آں فرشتہ سوی جاں
فرشتہ نے جان کی طرف ہاتھ بڑھا دیا

آنچناں کہ زن دراں حجرہ خفا
جیسا کہ عورت اُس خلوت کے حجرے میں
خشک شُد اُو و حریفش ز ابتلا
وہ اور اُس کا یار مصیبت میں مبتلا ہونیسے خشک ہوگئے

گفت صوفی با دلِ خود کاے دو گبر
صوفی نے اپنے دل میں کہا کہ اے دو کافرو!
از شما کینہ کشم لیکن بصبر
میں تم سے بدلہ لوں گا لیکن صبر کے ساتھ

لیک نادانستہ آرم ایں نفس
لیکن اِس وقت ناواقف بن جاؤں گا
تا نگردد مُطّلع زیں حال کس
تاکہ اِس حالت سے کوئی واقف نہ ہو

از شما کینہ کَشد پنہاں مُحِق
حقدار تم سے خفیہ بدلہ لے گا
اندک اندک ہمچو بیماریِ دِق
آہستہ آہستہ جیساکہ دق کی بیماری

---

[1] جلّاد۔ وہ شخص جو مجرموں کو سزا دیتا ہے۔ دیار۔ یعنی ملک۔ اوّلیں۔ یہ میں نے پہلی بار چوری کی ہے معاف کر دیجئے۔ بارہا۔ اللہ تعالٰی اپنی صفتِ فضل کے اظہار کے لئے پردہ پوشی کرتا ہے اور پھر اظہارِ عدل کے لئے گرفت کرتا ہے۔

[2] تاکہ۔ اللہ تعالٰی کا یہ معاملہ اپنی دونوں صفتوں کے اظہار کے لئے ہے اللہ کا فضل انسان کو خوشخبری دینے والا ہے اور اُسکا عدل مجرم کو خوف دلانیوالا ہے۔ بارہا۔ بیوی اس سے پہلے بھی یہ گناہ کر چکی تھی اور اللہ کی ستاری نے اُس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن وہ یہ نہ سمجھی کہ غلطی ہر بار معاف نہیں کی جاتی ہے۔

[3] آنچنانش۔ اُس بیوی کو قضاء خداوندی نے اسطرح لاچار کر دیا جسطرح اچانک موت منافق کو کرتی ہے اور اُسکو توبہ کا موقع بھی نہیں دیتی ہے۔ فجا۔ فجاءۃ، اچانک۔ نے طریق۔ موت کے منافق کو لاچار کرنیکا بیان ہے۔ حجرہ خفا۔ وہی حجرہ جسمیں وہ چھپے ہوئے تھے۔ کینہ کشم۔ یعنی تم دونوں سے بدلہ لونگا لیکن صبر کے ساتھ لونگا۔ نادانستہ۔ یعنی تمہارے اس فعل کو اَن دیکھا بناؤں گا تاکہ شور و شر نہ ہو اور محلہ والوں کو اُس کا پتہ نہ چلے۔ از شما۔ دق کی بیماری مریض کو گھلا دیتی ہے اور مریض کو اُس کا احساس نہیں ہوتا ہے۔

مردِ دِق باشد چو یخ ہر لحظہ کم
مدقوق، برف کی طرح ہر لحظہ گھٹتا ہے

لیک پندارد بہر دم بہترم
لیکن ہر وقت سمجھتا ہے کہ میں اچھا ہوں

ہمچو کفتارے کہ می گیرندش اُو
بجّو کی طرح جس کو گرفتار کرتے ہیں ، وہ

غرّہٴ آں گفت کایں کفتار کو
وہ اِس بات سے دھوکے میں ہے کہ بجّو کہاں ہے؟

نیست در سُوراخ کفتار اے عمو
اے چچا! بھٹ میں بجّو نہیں ہے

گشتہ اُو مغرور تر زیں گفتگو
وہ اِس گفتگو سے (اور) زیادہ دھوکے میں پڑ گیا

ایں ہمی گویند و بندش می نہند
وہ یہ کہتے ہیں اور اُس کو پکڑ لیتے ہیں

اُو خوش و آسودہ کز من غافل اند
وہ خوش اور مطمئن ہے کہ مجھ سے غافل ہیں

ہیچ پنہاں خانہ آں زن را نبُود
اُس عورت کے چھپنے کی کوئی جگہ نہ تھی

سمّج و دہلیز و رہِ بالا نبُود
نہ خانہ اور ڈیوڑھی اور اوپر کا راستہ نہ تھا

نے تنورے کہ درو پنہاں شود
نہ کوئی تنور کہ اُس میں چھپ جائے

نے جوالے کہ حجابِ آں شود
نہ کوئی بورا کہ اُس کا پردہ بن جائے

ہمچو عرصہٴ پہن روزِ رستخیز
حشر کے دن میدان کی طرح سپاٹ

نے گو و نے پشتہ نے جائے گریز
نہ گڑھا اور نہ دیوار نہ بھاگنے کی جگہ

گفت یزداں وصفِ آں جا حرج[۳]
اُس تنگی کی جگہ کے لئے خدا نے فرمایا

بہرِ محشر لا تری فیہا عوج
محشر کے لئے "تو اُس میں کبھی نہ دیکھے گا"

معشوق را زیرِ چادر پنہاں کردن جہت تلبیس و بہانہ
تلبیس اور بہانہ اور مکر کے لئے معشوق کو چادر کے

و مکر کہ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ
نیچے چھپانا کیونکہ بیشک تمہارا مکر بڑا ہے

چادرِ خود را برو افگند زُود
اُس نے جلدی سے اُس پر چادر ڈال دی

مرد را زن کرد و در را بر کشُود
مرد کو عورت بنا یا اور دروازہ کھولدیا

زیرِ چادر مرد رسوا و عیاں
چادر میں مرد رُسوا اور کُھلا ہوا

سخت پیدا چوں شتر بر نردباں
پورا ظاہر، جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ

از تعجب گفت صوفی چیست ایں
صوفی نے تعجب سے کہا یہ کیا ہے؟

ہر گز ایں را من ندیدم کیست ایں
میں نے اِس کو کبھی نہیں دیکھا یہ کون ہے؟

---

۱ یخ ۔ برف آہستہ آہستہ گھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ کفتارے بجّو کے شکاری بجّو کے بھٹ کے پاس آپس میں زور زور سے کہنے لگتے ہیں کہ بجّو بھٹ میں نہیں ہے، بجّو انکی باتوں سے مطمئن ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ ہیچ۔ اُس گھر میں بیوی کے چھپنے کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

۲ سمّج ۔ پہاڑ کی کھوہ، خانہ۔ رہ بالا۔ زینہ۔ جوال۔ بورا۔ گو۔ گڑھا۔ پشتہ یعنی دیوار، گریز۔ قرآن پاک میں ہے۔ وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔ اور اے پیغمبر تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو کہدو میرا پروردگار انکو اڑا دیگا اور زمین کو ہموار میدان کر دیگا کہ جس میں تو نہ تو موڑ دیکھے گا اور نہ اونچ نیچ۔

۳ حرج ۔ تنگی، گناہ۔ عوج۔ ٹیڑھ۔ چادر یعنی بیوی نے اُس موچی کو چادر اوڑھادی تاکہ صوفی اسکو مرد کی بجائے عورت سمجھے اور دروازہ کھولکر اُسکو نکالدیا۔ زیرِ چادر۔ چادر میں وہ مرد نہ چھپ سکا اور اسطرح اُسکا مرد ہونا ظاہر تھا جیسا کہ سیڑھی پر اونٹ پوشیدہ نہیں بلکہ ظاہر ہوتا ہے۔ از تعجب چونکہ صوفی نے طے کر لیا تھا کہ اس واقعہ کو ان دیکھا بنا دیگا تو تعجب سے بیوی سے دریافت کیا یہ کون عورت تھی۔

گفت خاتونیست از اعیانِ شہر
اُس نے کہا شہر کے بڑے لوگوں میں سے ایک بی بی ہے
مرورا از مال و اقبال ست بہر
جس کا مال اور خوش نصیبی میں حصہ ہے

در بہ بستم تا کسے بیگانہ
میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ کوئی غیر
در نیاید زود نادانانہ
نادانستگی میں جلدی سے اندر نہ آجائے

گفت صوفی چیستش ہین خدمتے
صوفی نے کہا ہاں اُس کا کام کیا ہے؟
تا برآرم بے سپاس و منتے
تاکہ میں بغیر شکر گذاری اور احسان کے کر دوں

گفت میلش خویشی و پیوستگی ست
اُس نے کہا اُس کی خواہش اپنائیت اور رشتہ ہو
نیک خاتونے ست حق داند کہ کیست
بھلی بی بی ہے، خدا جانے کون ہے؟

یک پسر دارد کہ اندر شہر نیست
اُس کے ایک لڑکا ہے، جو شہر میں نہیں ہے
خوب و زیرک چابک و مکسب کنیست
خوبصورت اور عقلمند اور چست اور کماؤ ہے

خواست دختر را ببیند زیر دست
اُس نے چاہا کہ لڑکی کو چھپ کر دیکھ لے
اتفاقاً دختر اندر مکتب ست
اتفاقاً لڑکی مکتب میں ہے

باز گفت ار آرد باشد یا سبوس
پھر اُس نے کہا، وہ آٹا ہے یا بھوسی
می کنم اُورا بجان و دل عروس
میں اُس کو جان و دل سے دُلہن بنالونگی

گفت صوفی ما فقیر و زاد کم
صوفی نے کہا ہم فقیر ہیں، اور مال کم ہے
قوم خاتوں مالدار و محتشم
بی بی کی قوم مالدار اور باعزت ہے

کے بُود ایں کفوِ ایشاں در زواج
یہ لڑکی، نکاح میں اُن کا جوڑ کہاں ہے؟
یک درے از چوب و درِ دیگر ز عاج
ایک پٹ لکڑی کا اور دوسرا پٹ ہاتھی دانت کا

کفو باید ہر دو جفت اندر نکاح
نکاح میں دونوں کا جوڑ ہونا چاہیئے
ورنہ تنگ آید نماند ارتیاح
ورنہ شرم آئے گی، آسودگی نہ ہوگی

کے بُود ہمرنگ فقر و احتشام
دولتمندی اور فقر ہم رنگ کب ہوتے ہیں؟
چوں شود ہمجنس یاقوت و رخام
یاقوت اور سنگِ مرمر ہم جنس کہاں ہیں؟

جامہ نیمے اطلس و نیمے پلاس
آدھا کپڑا اطلس اور آدھا ٹاٹ
عیب باشد نزدِ اصحابِ شناس
پہچان والوں کے نزدیک عیب ہوتا ہے

باکبوتر باز کے شُد ہمنفس
باز، کبوتر کا ساتھی کب ہوا ہے؟
کے شود ہمراز عنقا با مگس
عنقا، مکھی کا ہمراز کب ہوا ہے؟

۱ اعیانِ شہر۔ شہر کے بڑے لوگ۔ مرورا۔ یعنی بہت مالدار اور باعزت عورت ہے۔ در۔ میں نے دروازہ بند کر دیا تھا تاکہ اچانک کوئی گھر میں نہ آجائے اور اُسکی بے پردگی اور بے عزتی نہ ہو۔ گفت۔ صوفی نے کہا ایسی معزز عورت ہے تو وہ کس کام کو آئی تھی مجھے بتا تاکہ جلد اُس کا کام کر دوں۔

۲ میلش۔ بیوی نے کہا وہ رشتہ لیکر آئی تھی۔ خواست۔ اُسکے آنیکا مقصد ہماری لڑکی کو دیکھنا تھا۔ باز گفت چونکہ لڑکی مدرسہ گئی تھی اور وہ لڑکی کو نہ دیکھ سکی تو کہنے لگی خواہ بچی کی صورت کیسی ہی ہو میں تو اُسکو اپنی دلہن بناؤں گی۔ گفت صوفی۔ صوفی نے بیوی سے کہا لڑکی بہت غریب گھرانے کی اور لڑکا رئیس گھرانے کا یہ بے جوڑ بات ہے یہ تو ایسا ہی ہے کہ دروازے کا ایک کواڑ... لکڑی کا اور ایک کواڑ ہاتھی دانت کا ہو۔

۳ ورنہ۔ اگر میاں، بیوی یکساں نہ ہوں تو اختلاف رہتا ہے۔ ارتیاح۔ راحت پانا۔ کے بُود۔ یہ جوڑ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ فقر اور دولتمندی کا جوڑ یا یاقوت اور سنگِ مرمر کا جوڑ۔ جامہ اطلس میں ٹاٹ کا پیوند عقلمندوں کے نزدیک بُرا ہے۔ باکبوتر۔ کبوتر اور باز کا، عنقا، اور مکھی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔

گفتنِ[1] زن کہ اُو در بندِ جہاز نیست مرادِ اُو ستر و صلاح ست

بیوی کا کہنا کہ وہ جہیز کی فکر میں نہیں ہے اُس کا مقصد پردہ پوشی اور نیکی ہے

و جوابِ گفتنِ صوفی آں سرِّ پوشیدہ را

اور صوفی کا اُس پوشیدہ راز کا جواب دینا

گفت گفتم من چنیں عذرے و اُو — گفت نے من نیستم اسباب جُو
اُس (بیوی) نے کہا، میں نے اِصلاح کا عذر کیا اور اُس نے — کہا، نہیں، میں سامان کی جُستجو میں نہیں ہوں

مالمولیم از قماش و زر و سیم — فارغیم و تخمہ از مالِ عظیم
ہم تو کپڑے اور سونے اور چاندی سے اُکتا گئے ہیں — ہم بے نیاز ہیں اور زیادہ دولت سے پیٹ بھرے ہیں

ما ز مال و زر ملول و تخمہ ایم — ما بحرص و جمع نے چوں عامہ ایم
ہم مال اور سونے سے اُکتائے ہوئے اور پیٹ بھرے ہیں — ہم عوام کی طرح لالچ اور جوڑنے میں نہیں ہیں

قصدِ[2] ما سترست و پاکی و صلاح — در دو عالم خود بداں باشد فلاح
ہمارا مقصد پردہ پوشی اور پاکی اور نیکی ہے — دونوں جہان میں اِسی سے نجات ہے

باز صوفی عذرِ درویشی بگفت — واں مکرّر کرد تا نہ بُود نہفت
صوفی نے پھر افلاس کا عذر کیا — اور اُس کو دُہرایا، تاکہ چھپا نہ رہے

گفت زن من ہم مکرّر کردہ ام — بے جہازی را مقرّر کردہ ام
بیوی نے کہا میں بھی دُہرا چکی ہوں — بے سروسامانی کو واضح کر چکی ہوں

اعتمادِ اُوست راسخ تر ز کوہ — کہ ز صد فقرش نمی آید شکوہ
اُس کا ارادہ پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوط ہے — سَو افلاس سے بھی اُس کو ڈر نہیں ہے

اُو ہمی گوید مرادم عفّت است — از شما مقصود صدق و ہمّت است
وہ یہی کہتی ہے کہ میرا مقصد پاکدامنی ہے — تم سے (میرا) مقصود سچائی اور باطنی توجّہ ہے

گفت[3] صوفی خود جہاز و مالِ ما — دید و می بیند ہویدا بے خفا
صوفی نے کہا اُس نے ہمارا سامان اور مال — دیکھ لیا ہے اور صاف بغیر کسی پوشیدگی کے دیکھتی ہے

خانۂ تنگے مقامِ یک تنے — کہ درو پنہاں نماند سوزنے
تنگ گھر، ایک شخص آتی جگہ — کہ جس میں ایک سوئی بھی نہ چھپ سکے

---

[1] گفتنِ زن۔ عورت نے کہا کہ وہ لوگ جہیز کے طالب نہیں ہیں وہ تو پردہ پوشی اور نیکی کے طلبگار ہیں۔ اور صوفی نے اُسکو طنزاً جواب دیا۔ مالمولیم۔ بیوی نے کہا وہ عورت کہتی تھی کہ ہم تو دولت سے عاجز آگئے ہیں ہمارے یہاں جو دولت ہے وہی بھاری پڑ رہی ہے۔ ما ز مال۔ بیوی نے کہا وہ عورت یہ بھی کہہ رہی تھی کہ ہم عوام کی طرح مال کے لالچی اور حریص نہیں ہیں۔ [2] قصدِ ما۔ ہم تو ایسی لڑکی چاہتے ہیں جو پردہ نشین اور نیک ہو دونوں جہانوں میں انہی چیزوں سے بھلائی حاصل ہوتی ہے۔ باز صوفی۔ صوفی نے پھر اپنی تنگدستی کا اظہار کیا تاکہ بات چھپی نہ رہے۔ گفت زن۔ بیوی نے صوفی سے کہا میں اپنی غربت خوب بیان کر چکی ہوں لیکن وہ اپنی بات پر جمی ہوئی ہے۔ اور ہماری غربت سے نہیں گھبراتی ہے۔ اُو ہمی گوید۔ وہ برابر یہی کہتی ہے کہ ہم تمہارے مال کے پیشِ نظر رشتہ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری سچائی اور دعاؤں کیوجہ سے کر رہے ہیں۔ [3] گفت صوفی۔ صوفی نے اب تک تو ایسا طرزِ کلام اختیار کر رکھا تھا جس سے بیوی یہ نہ سمجھے کہ وہ اُس کی خباثت سے باخبر ہو گیا ہے اب آئندہ گفتگو میں اُس

نے ایسے طنزیہ فقرے استعمال کئے جس سے یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ بیوی کی بدچلنی سے واقف ہو گیا ہے۔ خانہ۔ یعنی اُس نے یہ تو دیکھ ہی لیا ہے کہ ہمارا گھر ایسا مختصر ہے کہ اُس میں سوئی بھی نہیں چھپ سکتی ہے۔

بازِ[1] ستر و پاکی و زُہد و صلاح — اُو ز ما بہ داند اندر انتصاح

پھر پردہ پوشی اور پاکی اور زہد اور نیکی — نصیحت پکڑنے میں وہ ہم سے بہتر جانتی ہے

بہ ز ما می داند اُو احوالِ ستر — وز پس و پیش و سر و دُنبالِ ستر

پردہ پوشی کے احوال وہ ہم سے بہتر جانتی ہے — اور پردہ پوشی کا آگا پیچھا اور سر اور پیر

بے جہازی خود عیاں ہمچوں خور ست — وز صلاح و ستر اُو واقف تر ست

بے سروسامانی سورج کی طرح خود ظاہر ہے — نیکی اور پردہ پوشی سے وہ زیادہ واقف ہے

ظاہر اُو بے جہاز و خادم ست — وز صلاح و ستر اُو خود عالم ست

ظاہر ہے کہ وہ لڑکی بغیر جہیز اور خادم کے ہے — اور اسکی نیکی اور پردہ پوشی کو وہ (بی بی) خود جانتی ہے

شرحِ[2] مستوری ز بابا شرط نیست — چوں بر اُو پیدا چو روزِ روشن ست

(اُس لڑکی کی) پردہ پوشی کی تشریح باپ کیجانب سے ضروری نہیں — چونکہ اُس (بی بی) پر روزِ روشن کی طرح واضح ہے

ایں حکایت را بداں گفتم کہ تا — لافِ کم بافی چو رسوا شُد خطا

یہ قصہ میں نے اس لئے کہہ دیا ہے، تاکہ — جب غلط کاری رسوا ہوگئی ہو تو شیخی نہ بگھار

مر ترا ہم اے بدعویٰ مُستزاد — ایں بُد سنّت اجتہاد و اعتقاد

اے بلند بانگ دعوے والے! تیرا بھی — یہی اجتہاد اور اعتقاد تیرے پاس ہے

چوں زنِ صوفی تو خائن بودۂ — دامِ مکر اندر دغا بکشودۂ

صوفی کی بیوی کی طرح تو بھی خائن ہے — تو نے دغا بازی میں مکر کا جال پھیلایا ہے

کہ ز ہر ناشستہ روئی گپ زنی — شرم داری وز خدای خویش نی

کہ ہر بُرائی کے بارے میں تو گپیں مارتا ہے — تو شرم کرتا ہے اور اپنے خدا سے نہیں کرتا ہے

بیانِ[3] آنکہ غرض از بصیر و سمیع و علیم گفتن حق راچیست

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کو بصیر اور سمیع اور علیم کہنے کا مقصد کیا ہے

از پئے آں گفت حق خود را بصیر — کہ بُود دیدِ ویت ہر دم نذیر

اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو بصیر اسی لئے فرمایا ہے — تاکہ اُس کا تجھے دیکھنا ہر وقت نذیر ہے

از پئے آں گفت حق خود را سمیع — تا بہ بندی لب ز گفتارِ شنیع

اللہ (تعالیٰ) نے اپنے آپ کو سُننے والا اسلئے فرمایا ہے — تاکہ تو بُری گفتگو سے ہونٹ بند کرلے

---

[1] باز۔ اب رہی پاکی اور نیکی کی بات تو اگر اُس کو نصیحت حاصل کرنی ہے تو وہ ہم سے بھی زیادہ جانتی ہے۔ می داند اسکو ہمارے پردے کا حال تو بہت اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے بے جہازی۔ ہماری بے سروسامانی اور نیکی اور پردے سے اچھی طرح واقف ہوچکی ہے ظاہر لڑکی کا بے جہیز اور بغیر خادم کے ہونا تو ظاہر تھا ہی اب وہ نیکی اور پردہ پوشی سے بھی واقف ہوگئی۔

[2] شرحِ مستوری۔ لڑکی کی پردہ پوشی کو باپ کیا بیان کرے اُس سے وہ خود واقف ہوچکی ہے اور یہ بات روزِ روشن کی طرح اُس پر کھل گئی ہے۔ ایں حکایت باغ والی معشوق نے عاشق کو یہ قصہ سنا کر کہا کہ یہ قصہ میں نے تجھے اسلئے سنایا ہے کہ جب تیری بے ادبی کھل گئی ہے تو وفاداری وغیرہ کے دعوے نہ کر۔ مر ترا۔ اُس معشوق نے اُس عاشق سے کہا کہ تیری حالت اُسی صوفی کی بیوی کی سی ہے اور صوفی کی بیوی کیطرح تو بھی خائن ہوتے ہوئے مکر اور دغا کا جال بچھا رہا ہے اور ہر عیب سے اپنے آپ کو بری ظاہر کررہا ہے تو لوگوں سے شرماتا ہے اور خدا سے نہیں شرماتا ہے۔

[3] بیان۔ چونکہ عاشق نے معشوق کو تنہا قرار دیا اور اسکو یہ سبق سکھایا کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے اور وہ علیم ہے اُسکے احاطۂ علمی سے کوئی واقعہ باہر نہیں رہ سکتا، وہ بصیر ہے اُسکی بصارت سے کوئی چیز نہیں چھپ سکتی ہے تو اب اللہ تعالیٰ کے صفاتی اسماء کی بحث شروع کرکے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسماء صفاتی جن صفات سے بنے ہیں وہ صفت حضرتِ حق تعالیٰ میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ سمیع۔ اللہ کا نام سمیع ہے وہ سب کچھ سنتا ہے تو اسکا تقاضہ ہے کہ انسان اپنی زبان سے کوئی بُری بات نہ نکالے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو سنتا ہے۔

از پئے آں گفت حق خود را علیم — تا نیندیشی فسادے تو زبیم
اللہ (تعالےٰ) نے اپنے آپ کو جاننے والا اسی لئے فرمایا — تاکہ ڈر کر تو کوئی بُری بات نہ سوچے

نیست اینہا بر خدا اسم علم[۵۱] — کہ سیہ کافور دارد نام ہم
یہ نام خدا کی (محض) شناخت کے لئے نہیں ہیں — کیونکہ حبشی کا نام کافور بھی ہوتا ہے

اسم مشتق ست و اوصاف قدیم — نے مثالِ علتِ اولیٰ سقیم
یہ نام قدیم صفات سے بنے ہیں — (اللہ تعالےٰ) علتِ اول کی طرح ناقص نہیں ہے

ورنہ[۵۲] تسخر باشد و طنز و دہا — کر را سامع ضریراں را ضیا
ورنہ مذاق اور طنز اور مکر ہو گا — بہرے کو سننے والا اور اندھوں کو روشنی (والا کہنا)

یا علم باشد حیی نامِ وقیح — یا سیاہ و زشت را نامِ صبیح
یا کسی ایسے شرم کا نام، حیادار ہو — یا کالے اور بدصورت کا نام حسین (ہو)

طفلکِ نو زادہ را حاجی لقب — یا لقب غازی نہی بہر نسب
نئے پیدا ہوئے ننھے بچے کا حاجی لقب — یا غازی لقب نسب کی وجہ سے تو رکھدے (مناسب ہے)

گر بگویند ایں لقبہا در مدیح — چوں ندارد آں صفت نبود صحیح
(لیکن) اگر تعریف کے موقع پر یہ القاب بیان کئے گئے ہیں — جبکہ اُس میں وہ خوبی نہیں ہے تو درست نہیں ہے

تسخر و طنزے بود آں یا جنوں — پاک حق عما یقول الظالمون
مذاق اور طنز یا پاگل پن ہو گا — اللہ (تعالےٰ) اُس سے پاک ہے جو ظالم کہتے ہیں

من ہمی دانستمت پیش از وصال — کہ نکو روئی ولیکن بد خصال
میں ملنے سے پہلے ہی تجھے سمجھ گئی تھی — کہ تو اچھی صورت والا ہے لیکن بدعادت ہے

من ہمی[۵۳] دانستمت پیش از لقا — کز ستیزہ راسخی اندر شقا
میں تیرے بارے میں ملاقات سے پہلے جان گئی تھی — کہ تو جھگڑالو ہونے کی وجہ سے بدبختی میں پختہ ہے

چونکہ چشمم سرخ باشد در عمش — دانمش زاں درد گر کم بینمش
جب آنکھیں موکھنے میں میری آنکھیں سرخ ہوں — میں اُسکو اُس درد سے جان جاتی ہوں اگرچہ اُسکو نہیں دیکھتی ہوں

بے حیا۔ صبیح حسین۔ طفلک۔ باپ کے حاجی یا غازی ہونے کی وجہ سے کسی بچہ کا نام حاجی یا غازی محض پہچان کے لئے رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ گر بگویند۔ اگر یہی الفاظ اُس بچہ کی تعریف میں بولے جائیں جس میں وہ صفت نہیں ہے تو یہ محض ایک مذاق ہوگا ——— ۵۳ من ہمی معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا میں ملاقات سے پہلے سمجھ گئی تھی کہ تو بدبخت ہے۔ چونکہ۔ کسی چیز کا مشاہدہ ہی علم کے لئے ضروری نہیں ہے۔ اُس چیز کے آثار سے بھی علم حاصل ہو جاتا ہے، آنکھیں دُکھنے میں جب سُرخ ہو جاتی ہیں اگرچہ سرخی کو انسان نہیں دیکھتا ہے لیکن درد سے سمجھ جاتا ہے کہ آنکھیں سُرخ ہیں۔

۵۱ اسم علم۔ وہ نام ہوتا ہے جو محض مُسمّیٰ کی شناخت کیلئے رکھ دیا جاتا ہے قطع نظر اس سے کہ اُس مُسمّیٰ میں وہ صفت موجود ہے یا نہیں جس سے وہ اسم بنا ہے۔ جیسے حبش کے رہنے والے کا نام کافور رکھ دیا جاتا ہے حالانکہ اُس حبشی میں نہ کافور کی سی سفیدی ہے نہ خوشبو۔ اسم مشتق است۔ اللہ تعالےٰ کے اسمار اُس کی قدیم صفات سے بنے ہیں جن میں اُن صفات کے معانی موجود ہیں سمیع صفتِ سمع سے بنا ہے اور اُس میں قوتِ سماع موجود ہے اسی طرح علیم صفت علم سے بنا ہے اللہ تعالےٰ صفتِ علم سے متصف ہے۔ نے مثال۔ فلاسفہ حضرت حق سبحانہٗ کو علتِ اولیٰ قرار دیتے ہیں اور اُس سے صرف معلولِ اوّل کا ثبوت بطریقِ وجوب مانتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرتِ حق علتِ اولیٰ کی طرح نہیں ہے کہ اُس سے صرف معلولِ اوّل کا تعلق ہو اور وہ بھی بر سبیلِ وجوب بلکہ تمام اشیاء کا صرف وہی خالق ہے اور اپنی تمام صفات سے متصف ہے اور وہ تمام کائنات کی علت ہے اور اُسکی صفات کا تعلق بھی تمام کائنات سے ہے۔

۵۲ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے متصف نہ مانا جائے جس سے اسم وصفی بنا ہے تو یہ محض تمسخر ہوگا بہرے کو سمیع کہنا، اندھے کو ضیاء کہنا مذاق ہے۔ حیی حیادار۔ وقیح۔

تو مرا[1] چوں برّہ دیدی بے شُباں — تو گماں بُردی ندارم پاسباں
تو مجھے بلا گڈریے والی بکری کا بچہ سمجھا — تو نے خیال کیا کہ میرا کوئی نگہبان نہیں ہے

عاشقاں از درد زاں نالیدہ اَند — کہ نظر نا جائگہ مالیدہ اَند
عاشق درد میں اسی وجہ سے روتے ہیں — کہ بے موقع نظر بازی کرتے ہیں

بے شُباں دانستہ اند آں ظبی را — رائگاں دانستہ اند آں سَبی را
انھوں نے اُس ہرنی کو بے محافظ سمجھا — انھوں نے اُس قیدی کو مفت جانا

تا ز غیرت تیر آمد بَر جگر — کہ منم حارِس گزافہ کم نِگر
یہاں تک کہ غیرت (خداوندی) سے جگر پر تیر لگا — کہ میں نگہبان ہوں، بیہودہ نگاہ نہ ڈال

کے کم از برّہ کم از بُز غالہ ام — کہ نباشد حارِس از دُنبالہ ام
میں بکری اور بھیڑ کے بچے سے کم کب ہوں — کہ میرے پیچھے نگہبان نہ ہوگا

حارسے[2] دارم کہ مُلکش می سَزد — داند آں بادے کہ بر من می وزد
میں وہ نگہبان رکھتی ہوں جس کو حکومت سزاوار ہے — وہ اُس ہوا کو (بھی) جانتا ہے جو مجھ پر چلتی ہے

سَرد بُود آں باد یا گرم آں علیم — نیست غافل نیست غائب اے سقیم
وہ جانتا ہے، کہ وہ ہوا ٹھنڈی تھی یا گرم — اے بیمار! وہ نہ غافل ہے، نہ غائب ہے

نفسِ شہوانی ندارد نورِ جاں — من بدل کوریت می دیدم عیاں
شہوت والا نفس رُوح کا نور نہیں رکھتا ہے۔ — میں دل کے ذریعہ تیرے اندھے پن کا مشاہدہ کررہی

نفسِ شہوانی ز حق کر ست و کور — من بدل کوریت می دیدم ز دُور
شہوت والا نفس اللہ (تعالیٰ) سے بہرا اور اندھا ہے — میں نے دل کے ذریعہ دور سے تیرے اندھے پن کو دیکھ (لیا تھا)

ہشت[3] سالت زاں نپرسیدم بہیچ — کہ پُرت دیدم ز جہل و پیچ پیچ
اسی وجہ سے آٹھ سال سے میں نے تجھے نہیں پوچھا — کیونکہ میں نے تجھے نادانی اور اینچ پیچ سے پُر دیکھ لیا تھا

خود چہ پُرسم زانکہ او باشد تنوں — کہ تو چُونی چوں بُود او سرنگوں
جو بھٹی میں ہو اُس کے بارے میں کیا پوچھوں — کہ تو کیسا ہے؟ جبکہ وہ اوندھا ہے

مثلِ آنکہ گلخنِ دنیا و تقویٰ حمّام و توانگراں سرگیں کشانند

اِس کی مثال کہ دنیا بھٹی اور تقویٰ حمام اور مالدار اُپلے ڈالنے والے ہیں

کا میل کچیل صاف کر کے نکلتے ہیں تو دنیا کا مال بھٹی کے ایندھن کی طرح ہے اور دنیادار بھٹی روشن کرنے والوں کی طرح ہیں اور مُتقی حمام میں نہانے والوں کی طرح ہیں۔

---

[1] تو مرا- معشوقہ نے اُس عاشق سے کہا کہ تُو نے مجھے بے رکھوالا..... بکری کا بچہ سمجھا اور مجھے بغیر نگہبان کے جانا کہ نظر- نظر بازوں کا رونا دھونا اُنکے گناہ کی سزا ہے ظبی- یعنی معشوقہ سَبی- قیدی عورت- غیرت- یعنی غیرتِ خداوندی- حارِس- نگہبان- بَرّہ- بکری کا بچہ- بُز غالہ- پہاڑی بکری-

[2] حارسے- یعنی میرا محافظ وہ خدا ہے جو علیم و خبیر ہے وہ اُس ہوا کو بھی جان لیتا ہے جو میرے اوپر سے گذرتی ہے- نفسِ شہوانی- تیرا نفس شہوت پرست ہے جس میں روح کا کوئی نور نہیں ہوتا ہے اور وہ اللہ کے معاملہ میں اندھا بہرا ہوتا ہے-

[3] ہشت- تو آٹھ سال سے میرے فراق میں ہے چونکہ میں سمجھتی تھی کہ تو جہل اور نادانی سے پُر ہے لہٰذا میں نے تیری کوئی پروا نہیں کی- خود- جو شخص خود تباہی کی بھٹی میں گرا ہوا اُس کے احوال معلوم کرنا بے وقوفی ہے- تُون- بھٹی کا دُھندلکا- مثل- حمام میں پانی گرم کرنے کے لئے بھٹی بنائی جاتی ہے جس میں گوبر اور کوڑا کرکٹ جلایا جاتا ہے حمام کے خدمتگار اُس بھٹی میں گوبر وغیرہ لاکر ڈالتے ہیں اور گندے رہتے ہیں حمام میں نہانے والے اپنے بدن

شہوتِ دنیا مثالِ گُلخن ست — **کہ ازو حمامِ تقویٰ روشن ست**

دنیا کی شہوت بھٹی جیسی ہے — جس سے پرہیزگاری کا حمام روشن ہے

لیکؔ قسمِ مُتقی زیں تُوں صفاست — **زانکہ در گرمابہ است و در نقاست**

لیکن اِس بھٹی سے مُتقی کا حصّہ، صفائی ہے — کیونکہ وہ حمام میں ہے اور پرہیزگاری میں ہے

اَغنیا ر مانندۂ سرگیں کشاں — **بہرِ آتش کردنِ گرمابہ داں**

مالداروں کو، اُپلے لانے والوں کی طرح — حمام کو گرمانے کے لئے، سمجھ

اندر ایشاں حرص بنہادہ خدا — **تا بُود گرمابہ گرم و بانوا**

اللہ (تعالیٰ) نے اُن میں حرص رکھدی ہے — تاکہ حمام گرم اور پُررونق ہو

ترکِ ایں توں گیر و در گرمابہ راں — **ترکِ توں را عینِ آں گرمابہ داں**

اِس بھٹی کو چھوڑ اور حمام میں جا — بھٹی کو چھوڑنا، بعینہ حمام سمجھ

ہرؔ کہ در توں ست اُو چوں خادم ست — **مر وُرا کہ صابرست و حازم ست**

جو بھٹی میں ہے وہ خادم جیسا ہے — اُس شخص کے لئے جو صابر اور محتاط ہے

ہر کہ در حمام شد سیمائے اُو — **ہست پیدا بر رُخِ زیبائے اُو**

جو شخص حمام میں چلا گیا، اُس کی علامت — اُس کے حسین چہرے پر ظاہر ہے

تونیاں را نیز سیما آشکار — **از لباس و از دُخان و از غبار**

بھٹی والوں کی علامت بھی ظاہر ہے — کپڑوں اور دھوئیں اور غبار سے

ور نہ بینی رُوش بُویش را بگیر — **بُو عصا آمد برائے ہر ضریر**

اگر تو اُس کا چہرہ نہیں دیکھتا ہے اُسکی بُو لے لے — بُو، ہر اندھے کی لاٹھی ہے

گرؔ نداری بُو درآرش در سخن — **از حدیثِ نو بداں رازِ کہن**

اگر تجھے سونگھنا نہیں آتا، اُس سے بات کرا — نئی بات سے پُرانا راز سمجھ لے

پس بگوید تونی صاحب ذہب — **بست سلہ چرک بُردم تا بشب**

سونے کا مالک، بھٹی والا کہتا ہے — میں رات تک گوبر کے بیس ٹوکرے (گھر) لے گیا ہوں

حرصِ تو چوں آتش ست اندر جہاں — **باز کردہ ہر زبانہ صد دہاں**

دنیا میں تیری حرص آگ کی طرح ہے — ہر شعلہ نے سَو مُنھ پھیلا رکھے ہیں

پیشِ عقل ایں زر چو سرگیں ناخوش ست — **گرچہ چوں سرگیں فروغِ آتش ست**

عقل کے نزدیک یہ سونا گوبر کی طرح بُرا ہے — اگرچہ وہ گوبر کی طرح آگ کی چمک والا ہے

لہ لیک۔ مُتقی اِس دنیا کے حمام سے پاک و صاف بنکر نکلتا ہے۔ گرمابہ۔ حمام۔ اندر ایشاں۔ دنیاداروں میں دولت کی حرص نہ ہوتی تو یہ بھٹی گرم نہ ہوتی۔ ترک۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ وہ بھٹی کا رُخ نہ کرے حمام میں داخل ہو۔

لہ ہر کہ۔ دنیاداروں نے اہلِ تقویٰ کو دنیا کے کاموں سے فارغ کر دیا ہے ورنہ اُن کو خود مصروف ہونا پڑتا تو گویا دنیادار متقیوں کے خدمت گذار اور خادم ہیں۔ در حمام شد۔ تقوے کے آثار چہرے پر نمایاں ہوتے ہیں۔ تونیاں۔ دنیاداروں کے احوال اُن کی علامتوں سے پہچان لئے جاتے ہیں۔ ورنہ۔ اگر تم میں یہ استعداد نہیں ہے کہ دنیاداروں کے چہرے سے اُن کے احوال پڑھ لو تو بُویش یعنی اُنکی عادتوں سے اُن کے احوال سمجھ لو۔ بُو۔ اندھا چونکہ نہیں دیکھ سکتا ہے وہ خوشبو سے چیز کی حقیقت سمجھ لیتا ہے۔

لہ گر نداری بُو۔ اگر تم اُن کی عادتوں سے اُنکے احوال سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے ہو تو اُنکی گفتگو سے اُنکے احوال سمجھ لو۔ پس بگوید۔ مالدار، دنیادار کہے گا کہ آج میں نے بیس ٹوکرے گوبر کمایا۔ حرصِ تو۔ حرص سے بھی ایسے ہی شعلے پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ گوبر کے اُپلوں سے۔ پیشِ عقل۔ عقلمند گوبر اور سونے کو برابر سمجھتا ہے کیونکہ وہ بھی آتشِ حرص کو اسیطرح فروغ دیتا ہے جس طرح گوبر آگ کو فروغ دیتا

آفتابے کہ دم از آتش زند — چرکِ تر را لائقِ آتش کند
سورج جو آگ کا دم بھرتا ہے — تر گوبر کو آگ کے قابل بناتا ہے

آفتاب[1] آں سنگ را ہم کرد زر — تا بتونِ حرص افتد صد شرر
سورج نے پتھر کو بھی سونا بنایا ہے — تاکہ لالچ کی بھٹی میں سو چنگاریاں پیدا ہوں

آنکہ گوید مال گرد آوردہ ام — چیست یعنی چرک چندیں کردہ ام
جو یہ کہتا ہے کہ میں نے مال جمع کیا ہے — کیا ہے؟ یعنی اتنا گوبر حاصل کیا ہے

ایں سخن گرچہ رسوائی فزاست — در میانِ تونیاں زیں فخرہاست
یہ بات اگرچہ رسوائی میں اضافہ کرنے والی ہے — بھٹی والوں میں اس پر بڑا فخر کیا جاتا ہے

کہ تو شش سلہ کشیدی تا بشب — من کشیدم بست سلہ بے کرب
کہ تو نے رات تک چھ ٹوکرے حاصل کئے — میں نے آسانی سے بیس ٹوکرے کمائے

آنکہ[2] در توں زاد و پاکی را ندید — بوئے مشک آرد برو رنجے پدید
جو بھٹی میں پیدا ہوا اور اس نے پاکی نہیں دیکھی — مشک کی خوشبو اس میں مرض پیدا کردے گی

گر بتوں انباز خواہی بود تو — زیں زیاں ہرگز نہ بینی سود تو
اگر تو بھٹی کا شریک بنے گا — اس نقصان کی بجائے تو کبھی نفع نہ حاصل کریگا

قصہ[3] آں دبّاغ کہ در بازارِ عطّاراں از بوئے عطر بیہوش شد

اُس کھال رنگنے والے کا قصہ جو عطر فروشوں کے بازار میں عطر کی خوشبو سے بیہوش ہوگیا

آں یکے دبّاغ در بازار شد — تا خرد آنچہ ورا درکار بد
ایک چمڑا رنگنے والا بازار گیا — تاکہ جو اسے درکار تھا وہ خریدے

چونکہ در بازارِ عطّاراں رسید — ناگہاں افتاد بیہوش و خمید
جیسے ہی وہ عطر فروشوں کے بازار میں پہنچا — اچانک بے ہوش ہو کر گر گیا اور جھک گیا

بوئے عطرش زد ز عطّارانِ راد — تا بگردیدش سر و بر جا فتاد
سخی عطاروں کی طرف سے اسکو عطر کی خوشبو لگی — یہاں تک کہ اس کا سر چکرایا اور وہیں گر گیا

ہمچو مردار اوفتاد و بے خبر — نیم روز اندر میانِ راہگذر
مردے کی طرح گر گیا اور بیہوش — دوپہر میں سڑک کے درمیان

---

[1] آفتاب۔ سورج کی گرمی ہی تر گوبر کو خشک کر کے آگ سے جلنے والا بناتی ہو۔ سورج ہی پتھر کو گرما کر اس کی رگوں میں سونا پیدا کرتا ہے تاکہ وہ سونا حرص کی بھٹی میں پہنچ کر حرص کی چنگاریوں کو فروغ دے۔ آنکہ۔ جو دنیا دار یہ کر رہا ہے کہ اس نے مال جمع کیا ہے تو اس نے دراصل آتشِ حرص کے لئے گوبر جمع کیا ہے۔ ایں سخن۔ گوبر جمع کرنا اگرچہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن بھٹی والوں میں یہ فخر ہے۔ وہ فخریہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں کہتے ہیں کہ تو نے چھ ٹوکرے گوبر جمع کیا ہے تو میں نے بیس ٹوکرے جمع کئے ہیں، یہی دنیا داروں کی حالت ہے۔

[2] آنکہ جس شخص کا نشو و نما بھٹی کے ماحول میں ہوا ہے اس کیلئے گوبر کی بدبو خوش کن ہوگی اگر تم اس کو مشک سونگھاؤ گے تو اس سے اُسے تکلیف پہنچے گی اگر تم بھی اُس کے اِس بھٹی کے کاروبار میں شریک ہو جاؤ گے تو سوائے نقصان کے کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکو گے، دنیا داروں کی صحبت میں تمہاری بھی وہی حالت ہو جائے گی جو اُن دنیا داروں کی ہے۔

[3] قصہ۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جیسی صحبت ہوتی ہے اسی طرح کی عادتیں پڑجاتی ہیں۔ دَبّاغ۔ کچا چمڑا رنگنے والے۔ عطّار۔ عطر فروش۔ راد۔ حکیم، سخی، عقلمند۔ نیم روز۔ دوپہر۔

جمع آمد خلق بروے آں زماں ۔ جملگاں لاحول خواں درماں کناں[1]

اُسوقت لوگ اُس کے پاس جمع ہو گئے ۔ سب لاحول پڑھتے ہوئے، علاج کرتے ہوئے

آں یکے کف بر دلِ اُو می براند ۔ وز گلاب آں دیگرے بروے فشاند

ایک اُس کے دل پر ہاتھ پھیرتا تھا ۔ دوسرا اُس پر گلاب چھڑکتا تھا

اُو نمی دانست کاندر مرتعہ ۔ از گلاب آمد وُرا آں واقعہ

وہ یہ نہ جانتا تھا کہ چراگاہ میں ۔ یہ حادثہ اُس کو گلاب سے پیش آیا ہے

آں یکے دستش ہمی مالید و سر ۔ واں دگر کہگل ہمی آورد تر

ایک اُس کا ہاتھ اور سر ملتا تھا ۔ دوسرا مٹی تر کر کے لاتا تھا

آں بخور و عود و شکر زد بہم ۔ واں دگر از پوششش می کرد کم

ایک دھونی اور اگر اور شکر ملاتا تھا ۔ دوسرا اُس کے کپڑے کم کرتا تھا

واں شدہ خم تا نفس چوں می کشد ۔ واں دگر بُو از دہانش می شمد

دوسرا جھکا ہوا تھا کہ وہ سانس کیسے لے رہا ہے ۔ دوسرا اُس کے مُنہ کی خوشبو سونگھتا تھا

واں دگر[2] نبضش گرفتہ از خرد ۔ منتظر تا نبضِ اُو چوں می جہد

دوسرا عقلمندی سے اُس کی نبض پکڑے ہوئے ۔ منتظر تھا کہ اُس کی نبض کیسی چل رہی ہے

تا کہ مے خوردست یا بنگ و حشیش ۔ خلق درماندند اندر بیہشیش

تاکہ (معلوم کرے) اُس نے شراب پی ہے یا بھنگ حشیش ۔ لوگ اُس کی بیہوشی (کے سبب) میں عاجز آگئے

پس خبر بُردند خویشاں را شتاب ۔ کہ فلاں اُفتادہ است آنجا خراب

تو اُنھوں نے فوراً رشتہ داروں کو خبر دی ۔ کہ فلانہ اُس جگہ بے ہوش پڑا ہے

کس نمی داند کہ چوں مصروع گشت ۔ یا چہ شد کو را فتاد از بام طشت

کوئی نہیں سمجھ رہا ہے، کہ کیوں بیہوش ہوا ہے ۔ یا کیا ہوا ہے، کہ اُس کا راز فاش ہوگیا ہے

یک برادر داشت آں دبّاغ زفت ۔ گُربُز و دانا بیامد زود تفت

اُس چمڑا رنگنے والے کا ایک موٹا بھائی تھا ۔ چالاک اور سمجھدار، وہ جلد سرگرمی سے آیا

اندکے سرگینِ[3] سگ در آستیں ۔ خلق را بشگافت و آمد با حنیں

تھوڑا سا کُتّے کا پاخانہ آستین میں ۔ لوگوں کو چیرا، روتا ہوا آیا

گفت من رنجش ہمیدانم ز چیست ۔ چوں سبب دانی دوا کردن جلیست

بولا میں اُس کا مرض جانتا ہوں کس وجہ سے ہے؟ ۔ جب تو سبب جان لے دوا کرنا آسان ہے

---

[1] درماں۔ علاج۔ مرتعہ۔ چراگاہ، یہاں عطاروں کا بازار مُراد ہے۔ واقعہ۔ یعنی بے ہوشی۔ کہگل۔ کاہ اور گِل سے مرکّب ہے وہ مٹی جس میں بھوسہ یا کوئی گھاس ملا کر اُس سے دیواروں کو لیپا جاتا ہے۔ تر۔ تر مٹی ... سونگھانے سے بیہوش کو افاقہ ہو جاتا ہے۔ بخور۔ دھونی پوششش۔ کپڑے کم کر دینے سے فرحت کے سبب بیہوش ہوش میں آجاتا ہے۔ دہانش۔ تاکہ مُنہ کو سونگھ کر سمجھ لے کہ بیہوشی کسی نشہ آور چیز کی وجہ سے تو نہیں ہے۔

[2] واں دگر۔ نبض کے ذریعہ سے بیہوشی کے سبب کا علم ہو سکتا ہے۔ بنگ۔ بھنگ۔ حشیش۔ گھاس، بھنگ۔ خویشاں۔ یعنی دبّاغ کے رشتہ دار۔ مصروع۔ مرگی کا بیہوش، بے ہوش۔

[3] سرگینِ سگ۔ کُتّے کا پاخانہ۔ حنیں۔ رونے کی آواز۔ جلی۔ واضح، یعنی مرض کا سبب معلوم ہو جانے پر دوا آسان ہو جاتی ہے اور اگر مرض کی تشخیص نہ ہو تو علاج بہت مشکل ہوتا ہے۔

چوں سبب معلوم نبود مشکل ست
جب سبب معلوم نہ ہو، مشکل ہے

داروی رنج و در و صد محمل ست
مرض کی دوا اور اس میں سو احتمال ہیں

چوں بدانستی سبب اسہل شد
جب تو نے سبب جان لیا، آسان ہو گیا

دانشِ اسباب دفعِ جہل شد
اسباب کا جاننا، ناواقفیت کا دفعیہ ہوگیا

گفت[1] با خود ہستش اندر مغز و رگ
اس نے دل میں کہا اس کے دماغ اور رگ میں ہے

توے بر تو بوی آں سرگینِ سگ
کتے کے پاخانے کی بو تہ بہ تہ

تا میاں اندر حدث او تا بشب
یہاں تک کہ وہ بدبو میں رات تک

غرقِ دباغی ست او روزی طلب
چمڑے رنگنے میں ڈوبا ہوا ہے، روزی کمانے والا

با حدث کردست عادت سال و ماہ
اس نے سالوں اور مہینوں بدبو کی عادت ڈالی ہے

بوئے عطرش لاجرم سازد تباہ
اس کو عطر کی خوشبو لامحالہ تباہ کر دے گی

پس چنیں گفت ست جالینوس مہ
تو اسی لئے جالینوسِ اعظم نے کہا ہے

آنچہ عادت داشت بیمار آنش دہ
جس چیز کی بیمار کو عادت تھی وہ دے

کز[2] خلافِ عادتست آں رنجِ او
کیونکہ اس کا مرض عادت کے خلاف ہونے سے ہوا ہے

پس دوائے رنجش از معتاد جو
تو اس کے مرض کی دوا اس کی عادی چیزوں سے تلاش کر

چوں جعل گشت ست از سرگیں کشی
وہ گوبر جمع کرنے سے گبرونڈے کی طرح ہو گیا ہے

از گلاب آید جعل را بیہشی
تو گبرونڈے کو گلاب سے بے ہوشی ہو گی

ہم ازاں سرگینِ سگ داروی او
کتے کے پاخانے سے ہی اس کی دوا ہے

کہ بداں او را ہمی معتاد و خوست
کہ اسی کی اس کو عادت اور خو ہے

الخبیثات[3] الخبیثین را بخواں
الخبیثات (اور) الخبیثین کو پڑھ

رو و پشتِ ایں سخن را باز داں
اس بات کے ظاہر اور باطن کو خوب سمجھ لے

ناصحاں او را بعنبر یا گلاب
نصیحت کرنے والے عنبر یا گلاب سے اس کا

می دوا سازند بہرِ فتحِ باب
علاج کرتے ہیں (ہدایت کے) دروازے کی کشادگی کے لئے

---

[1] گفت۔ اس کے باغ کے بھائی نے سوچا کہ دراصل اس کا دماغ بدبو کا عادی ہے چونکہ یہ رات دن سڑے ہوئے چمڑے رنگتا ہے۔ باحدث جبکہ اس کو بدبو کی عادت ہے تو خوشبو اس کو لامحالہ تباہ کرے گی۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور طبیب ہے اس نے کہا ہے کہ مریض کے مزاج کے موافق دوا تجویز کرو۔

[2] کز۔ عموماً خلاف عادت حادثے سے مرض پیدا ہوتا ہے تو مزاج کے مطابق دوا دیدینے سے زائل ہو جائیگا۔ معتاد۔ جس چیز کی عادت ہو۔ جعل۔ گبرونڈا۔ گبرونڈے کو اگر گلاب سنگھاؤ گے وہ بیہوش ہو جائے گا.... داروی اوست۔ گبرونڈے کا علاج گوبر سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

[3] الخبیثات۔ قرآن میں ہے۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ عام طور پر مفسرین نے فرمایا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لئے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لئے، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لئے۔ مولانا نے الخبیثات سے بری عادتیں اور الطیبات سے پاکیزہ اخلاق مراد لئے ہیں۔ ناصحاں۔ بدطینت لوگوں کی نصیحت میں ناصح بھلی باتیں سُناتے ہیں جو اُن کی عادت کے مطابق نہیں ہیں لہٰذا اُن کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی ہے۔

مُرخبیثاں را نساز د طیّبات — در خور و لائق نباشد اے ثقات
بھلی باتیں خبیثوں کے موافق نہیں پڑتی ہیں — اے معتمدو! (یہ باتیں اُنکے) مناسب اور لائق نہیں ہوتی ہیں

چوں ز عطرِ وحی کژ گشتند و گم — بُد فغاں شاں کہ تطیّرنا بِکُم
وہ جب وحی کے عطر سے ٹیڑھے اور مبہوت ہوگئے — اُن کا نعرہ تھا "ہم تم سے بدفالی پکڑتے ہیں"

رنج و بیماریست مارا ایں مقال — نیست نیکو وعظِ تاں مارا الفال
ہمارے لئے یہ گفتگو مرض اور بیماری ہے — تمہارا وعظ ہمارے لئے اچھی فال نہیں ہے

گر بیاغازید نُصحے آشکار — ما کُنیم آں دم شمارا سنگسار
اگر تم نے عَلی الاعلان نصیحت شروع کی — تب ہم تمہیں سنگسار کردیں گے

ما بہ لہو و لعب فربہ گشتہ ایم — در نصیحت خویش را نسرشتہ ایم
ہم کھیل کود سے موٹے ہوئے ہیں — ہم نے اپنے آپ کو نصیحت سے وابستہ نہیں کیا ہے

ہست قوتِ ما دروغ و لاف و لاغ — شورشِ معدہ ست مارا زیں بلاغ
ہماری غذا جھوٹ اور شیخی اور مذاق ہے — ہمیں اِس تبلیغ سے مُتلی ہوتی ہے

رنج را صد تو و افزوں می کُنند — عقل را دارو بافیوں می کُنند
مرض سَو گُنا اور زیادہ کرتے ہیں — عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں

گندِ کفر و شرکِ ایشاں بیحد ست — ہیں کہ دبّاغ اُفتادہ بیخود ست
اُن کے شرک اور کفر کی گندگی بیحد ہے — خبردار! وہ چمڑا رنگنے والا بے ہوش ہے

معالجہ کردنِ برادرِ دبّاغ، دبّاغ را بخفیہ بوئے سرگیں

کُتّے کے پاخانہ کی بُو سے پوشیدہ طور پر چمڑا رنگنے والے کے بھائی کا چمڑا رنگنے والے کا علاج کرنا

خلق را می راند از وے آنجواں — تا علاجش را نبینند آں کساں
اُس نوجوان نے لوگوں کو اس سے بھگا دیا — تاکہ وہ لوگ اُس کا علاج نہ دیکھ سکیں

سر بگوشش بُرد ہمچوں راز گو — پس نہاد آں چیز بر بینیِ اُو
اُسنے راز کہنے والے کی طرح سر اُسکے کان کے قریب کیا — پھر اُس نے وہی چیز اُس کی ناک پر رکھ دی

کو بکف سرگینِ سگ سائیدہ بُود — داروی مغزِ پلیدآں دیدہ بُود
اسلئے کہ اُس نے ہتھیلی پر کُتّے کا پاخانہ مَلا تھا — ناپاک دماغ کا علاج اُس کو سمجھا تھا

چونکہ بُوی آں حدث را وا کشید — مغزِ زشتش بُوی ناخوش را سزید
جب اُس نے اِس ناپاکی کی بُو سونگھی — اُس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

لـه مُرخبیثاں۔ عمدہ نصیحتیں خبیثوں کے مزاج کے مطابق نہیں ہیں۔ چوں۔ جبکہ وحی کا عطر اُنکے دماغ کے موافق نہیں ہے تو وہ "اُشْ" برلاتے ہیں اور اُنکو وعظ و نصیحت گراں گذرتی ہے۔ گر بیاغازید۔ انبیاء کو دھمکیاں دینی شروع کردیتے ہیں۔

ـلـه ما۔ کفار نے انبیاء سے کہا کہ ہماری پرورش کھیل کود میں ہوئی ہے ہمارا مزاج نصیحت سے میل نہیں کھاتا ہے۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ شورش۔ یعنی اِس نصیحت سے ہمارا جی متلاتا ہے۔ رنج۔ اِن کفار پر افسوس ہے یہ اپنے مرض میں اور اضافے کرتے ہیں عقل کا علاج افیون سے کرتے ہیں جو خود عقل کو خراب کرتی ہے۔ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں اِن کفار کی حالت کو چھوڑو، دبّاغ بیہوش پڑا ہے اُسکے قصّہ کی تکمیل کرو۔

ـسـه خلق را۔ دبّاغ کے بھائی نے لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا تاکہ کوئی اُسکے معالجے سے واقف نہ ہوسکے۔ سر بگوشش۔ اُسنے اپنا سر کان کی طرف کیا تاکہ لوگ سمجھیں کہ کان میں کوئی دعا پڑھ رہا ہے اور چپکے سے اُس کی ناک پر کُتّے کا پاخانہ مل دیا۔

ساعتے[1] شد مُردہ جُنبیدن گرفت — خلق گفتند ایں فسونے بُد شگفت

تھوڑی دیر گذری کہ مُردے نے حرکت کرنی شروع کر دی — لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

کایں بخواند افسوں بگوشِ او دمید — مُردہ بود افسوں بفریادش رسید

کہ اُس نے منتر پڑھا اور اُس کے کان میں پُھونکا — وہ مُردہ تھا، منتر اُس کی مدد کو آ گیا

جُنبشِ اہلِ فساد آں سُو بُوَد — کہ زنا و غمزہ و ابرو بُوَد

مُفسدوں کی حرکت اُس جانب کو ہوتی ہے — جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

ہر کرا مُشک نصیحت سُود نیست — لاجرم بابُوی بد خُو کرد نیست

جس کو نصیحت کے مُشک سے فائدہ نہیں ہے — لامحالہ بدبو کی عادت ہے

مُشرکاں[2] را زاں نجس خواند ست حق — کاندرونِ پُشک زاداند از سبق

اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے — کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوگئے ہیں

کِرم کُو زادست از سرگیں اَبد — می نگرداند بعنبر خُوی خَود

وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے، کبھی — اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

چوں نزد بر وَے نثارِ رشِّ نور — اُو ہمہ جسم ست نے دل چوں قشور

کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے — وہ چھلکوں کی طرح مجسّم جسم ہے نہ کہ دل

ور زرشِّ نورِ حق قسمیش داد — ہمچو رسمِ[3] مصر سرگیں مُرغ زاد

اگر اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو نور کے چھڑکاؤ میں حصّہ دیا — تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

لیک نے مُرغِ خسیس خانگی — بلکہ مُرغِ دانش و فرزانگی

لیکن گھریلو کمینہ مرغ نہیں — بلکہ عقل و دانش کا مُرغ

تو بداں مانی کزاں نُورِ تہی — زانکہ بینی بر پلیدی می نہی

تو بھی اُس (دباغ) کیطرح ہو کہ اُس نور سے خالی ہے — کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

از فراقت زرد شد رُخسار و رُو — برگِ زردی میوۂ ناپختہ تُو

فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہوگیا ہے — تو پیلا پتہ ہے، تو کچا پھل ہے

---

[1] ساعتے ۔ جب اُس دباغ نے بدبو سونگھی تو اُسکو ہوش آنا شروع ہوگیا لوگ حیران ہوگئے کہ عجب منتر تھا کہ کان میں پھونکتے ہی اُس کو ہوش آنے لگا ۔ جُنبش ۔ بدکاروں کو بزرگوں کے قصّے سناؤ تو اُن کو مزا نہیں آتا ہے ہاں زنا اور عشق و محبّت کی داستان سے خوش ہوتے ہیں ۔ ہر کرا ۔ بھلی باتیں جس کے مزاج کے موافق نہ ہوں تو یقیناً اُس نے بُری باتوں کی عادت ڈال رکھی ہے۔

[2] مشرکاں ۔ قرآن پاک میں ہے ۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ "مشرک نجس ہیں" چونکہ اُن لوگوں کی نشو و نما گندے ماحول میں ہوئی ہے اسی لئے قرآن نے اُن کو نجس کہا ہے۔ کرم ۔ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوا ہے عنبر سونگھانے سے اُس کا مزاج نہ بدلے گا ۔ چوں ۔ حدیث شریف ہے اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْهِمْ مِنْ نُوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَ مِنْ ذٰلِكَ النُّوْرِ فَقَدِ اهْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَهٗ فَقَدْ غَوٰی ۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا ہے پھر اُن پر اپنا نور چھڑکا تو جس پر وہ نور پڑا اُس نے ہدایت پائی اور جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہوگیا۔

[3] رسمِ مصر ۔ مصری لوگ انڈے کو گوبر میں دبا کر اُس سے بچّہ نکال لیتے تھے ۔ یہ اُن کا ایک تعجب انگیز طریقہ تھا تو گندے ماحول میں کسی بھلے کا پیدا ہونا بھی ایسا ہی تعجب خیز ہے ۔ لیک ۔ گندے ماحول میں پیدا شدہ نیک انسان بڑا راسخ العمل ہوتا ہے ۔ تو بداں ۔ معشوق نے عاشق سے کہا تو بھی اُس دباغ کی طرح ہے اسی لئے گندے اخلاق کا عادی ہے ۔ از فراقت ۔ فراق کی گرمی سے تو زرد پتہ بن گیا لیکن پختہ پھل نہ بنا۔

ؔ دیگ ز آتش شد سیاہ و دود فام — گوشت از سختی چنیں ماندست خام
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہو گئی — گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

ہشت سالت جوش دادم در فراق — کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا — نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

خامی و ہرگز نخواہی پخت تو — گر ہزاراں بار جوشی اے عتو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا — اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام — غورہا اکنوں مویز ند و تو خام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا پتھرا گیا ہے — خوشے منقیٰ بن گئے اور تو کچا ہے

ؔ عذر خواستن عاشق گناہ خود را بتلبیس و روپوش و فہم
مکاری اور تلبیس سے عاشق کا خطا کی عذرخواہی کرنا اور معشوق کا

کردن معشوق آں را نیز
اس کو بھی سمجھ جانا

گفت عاشق امتحان کردم مگیر — تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر
عاشق نے کہا معاف کر، میں آزما رہا تھا — تاکہ سمجھ لوں کہ تو یارِ مجلس ہے یا پردہ نشین

ؔ من ہمی دانستمت بے امتحاں — لیک باشد کے خبر ہمچو عیاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا — لیکن خبر، مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

آفتابی نامِ تو مشہور و فاش — چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
تو سورج ہے، تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے — کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

تو منی من خویشتن را امتحاں — می کنم ہر روز در سود و زیاں
تو میں ہوں، میں اپنا امتحان — نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

انبیا را امتحاں کردہ عدات — تا شدہ ظاہر از ایشاں معجزات
دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے — حتّٰی کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

امتحانِ چشمِ خود کردم بہ نور — ایکہ چشمِ بد ز چشمانِ تو دور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا — اے وہ (محبوب)! کہ تیری آنکھوں سے چشمِ بد دور رہے

ؔ دیگ۔ تیری مثال تو یہ ہے کہ دھویں سے دیگ تو کالی پڑ گئی لیکن گوشت کچا رہا۔ ہشت سالت۔ میں نے تجھے آٹھ سال تک فراق سے جوش دیا لیکن تیری خامی میں کوئی پختگی نہ پیدا ہوئی۔ خامی۔ اگر ہزار مرتبہ بھی تجھے جوش دیا جائے گا پھر بھی تیری خامی دور نہ ہوگی۔ غورہ۔ انگور کا جو خوشہ پتھرا جائے پھر گرمی سے بھی نہیں پکتا ہے۔ مویز۔ انگور پختہ ہو جانے کے بعد منقیٰ بنتا ہے۔

ؔ عذر۔ اب عاشق نے مکاری سے عذرخواہی کی اور اپنے فعل کی غلط توجیہ شروع کر دی۔ گفت عاشق نے کہا میں نے بوسہ لینے کا ارادہ اس لئے کیا تھا کہ تجھے آزماؤں کہ تو برائی پر راضی ہوتی ہے یا پاک دامن ہے۔ حریف۔ یار۔ ستیر۔ مستور، پردہ نشین۔

ؔ من۔ اگرچہ میں تجھے نیک ہی سمجھتا تھا لیکن مزید طمانیت کے لئے ایسا کر رہا تھا۔ آفتابی۔ تیری نیکی روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے، آزمانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ انبیاء۔ دشمنوں نے انبیاء کو آزمایا اور ان سے معجزے طلب کئے تو ان کی نبوت اور پختہ ہو گئی۔ تو منی۔ تجھ اور مجھ میں اتحاد ہے، تیرا امتحان دراصل میرا امتحان ہے اس میں تیرے

بگڑنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ امتحان۔ میں نے دراصل اپنی آنکھ کو آزمایا اس میں تیری ناراضی بے موقع ہے۔

اینؔ جہاں ہمچو خرابہ است و تو گنج — گر تفحّص کردم از گنجت مرنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے — اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کرلی تو رنجیدہ نہ ہو

زاں چناں بے خردگی کردم گزاف — تا زنم با دشمناں ہر بار لاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی — تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

تا زبانم چوں ترا نامے نہد — چشم ازیں دیدہ گواہی ہا دہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے — آنکھ، اس چشم دید کی گواہیاں دے

گرؔ شدم در راہ حرمت راہزن — آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں — اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آگیا ہوں

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش — بیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر — اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے مار

جز بدستِ خود مبرّم پا و سر — کہ ازیں دستم نہ از دستِ دگر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹ — کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

از جدائی باز می رانی سخن — ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے — تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

در سخن آبادم ایندم راہ شد — گفت امکاں نیست چوں بیگاہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا — (لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بیوقت ہوگیا ہے

پوستؔہا گفتیم و مغز آمد دفیں — گر بمانیم ایں بماند ہمچنیں
ہم نے چھلکے بیان کردیئے اور مغز چھپا رہ گیا — اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائیگا

گر خطائے آمد از ما در وجود — چشم می داریم در عفوائے وُدود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے — اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

امتحاں کردم مرا معذور دار — چوں ز فعل خویش گشتم شرمسار
میں نے امتحان لیا، مجھے معذور سمجھ — جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

رد کردنِ معشوق عُذرِ عاشق را و تلبیس اُو را

معشوق کا عاشق کے عذر اور مکر کو رد کردینا

در جوابش بر گشاد آں ماہ لب — کہ سوئے ما روز و سوئے تست شب
اُس کے جواب میں اُس چاند نے لب کشائی کی — کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

لہ اینؔ جہاں۔ اِس عالم خراب میں تو خزانہ ہے اگر خزانہ کی جستجو کی جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ زاں۔ یہ میری بیہودگی اِس لئے تھی کہ امتحان کے بعد دشمنوں کے سامنے تیری نیکی کا اظہار کرسکوں۔ تا زبانم۔ یعنی جب میں زبان سے تیری تعریف کروں تو آنکھ چشم دید گواہی دے۔

ٓکہ گر شدم۔ اگر میں نے آپکی آبروریزی کی ہے تو تلوار حاضر ہے اور کفن پہنے ہوئے ہوں مجھے قتل کردیجئے۔ جز۔ تلوار سے قتل کردیجئے جدائی کے ذریعہ قتل نہ کیجئے۔ بدستِ خود۔ اور اپنے ہاتھ سے قتل کرنا دوسرے سے قتل نہ کرانا کیونکہ میں تمہارے ہاتھ کا مملوک ہوں دوسرے کے ہاتھ کا مملوک نہیں ہوں۔ از جدائی۔ خدا کے لئے جدائی کی بات نہ کر اور جو چاہے کر۔ در سخن۔ یعنی میں اپنے اور عُذر بھی بیان کرسکتا ہوں لیکن وقت تنگ ہے۔

ٓسہ پوستہا۔ عاشق کہتا ہے کہ معذرت میں کچھ ظاہری باتیں میں نے کہہ دی ہیں، لیکن ابھی حقیقت کا پورا اظہار نہیں کرسکا ہوں۔ گر خطائے۔ اگر یہ میری غلطی بھی ہے تو اب اُس کو معاف کردے۔ چوں۔ اب میں اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کرتا ہوں مجھے معاف کردے۔ کہ سوئے۔ یعنی ہماری میرے ساتھ

حیلہ[۱] ہائے تیرہ اندر داوری — پیشِ بینایاں چرا می آوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر — عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز — پیشِ ما رسوا و پیدا ہمچو روز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے — ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

گر بہ پوشیمش ز بندہ پروری — تو چرا بے روئی از حد می بری
اگر ہم انکو بندہ پروری کی وجہ سے چھپاتے ہیں — تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

از پدر آموز کادمؑ در گناہ — خوش فرود آمد بسوئے پائگاہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدمؑ گناہ کے بارے میں — خوشی سے جوتوں کی جگہ اُتر آئے

چوں[۲] بدید آں عالم الاسرار را — بر دو پا استاد استغفار را
جب اُنھوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا — تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہوگئے

بر سرِ خاکسترِ اندُہ نشست — وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے — اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و بس — چونکہ جانداراں بدید از پیش و پس
بس انھوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا — جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

دیدہ جاندارانِ پنہاں ہمچو جاں — دُور باشِ ہر یکے تا آسماں
انھوں نے روح کیطرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا — ہر ایک کا دوشاخہ نیزہ آسمان تک تھا

کہ[۳] ہلا پیشِ سلیمانؑ مور باش — تا نہ بشگافد ترا ایں دُور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا — تاکہ تجھے یہ دوشاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

جز مقامِ راستی یکدم مایست — ہیچ لالا مردرا چوں چشم نیست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر — انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

کور اگر از پند پالودہ شود — ہر دمے او باز آلودہ شود
اندھا، اگر نصیحت سے پاک صاف بنجائے — وہ پھر ہر وقت گندہ ہوجائے گا

آدما تو نیستی کور از نظر — لیک اِذَا جَاءَ الْقَضَا عَمِیَ الْبَصَر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو — لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہوجاتی ہے

عُمرہا باید بنادر گاہ گاہ — تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی — کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

---

[۱] حیلہ۔ عقلمندوں کے سامنے عقلی دلائل پیش کرنا بیوقوفی ہے۔ ہر چہ۔ تیرے ہر مکر سے ہم واقف ہیں۔ گر۔ اگر ہم بندہ نوازی کی وجہ سے چشم پوشی کر رہے ہیں تو تجھے بے حیائی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ از پدر۔ انسان کو اپنے باپ حضرت آدمؑ سے معافی کا طریقہ سیکھنا چاہیئے۔

[۲] چوں۔ حضرت آدمؑ سے جیسے ہی غلطی کا ارتکاب ہوا تو حیلہ بہانہ کرنے کی بجائے فوراً معافی کے لئے کھڑے ہو گئے اور غم کے خاکستر پر بیٹھ گئے۔ وز بہانہ۔ بہانہ بازی میں ایک بہانہ سے دوسرے بہانہ کی طرف منتقل نہ ہوئے۔

جانداراں۔ یعنی ملائکہ۔ دور باش دوشاخہ نیزا جو چاووش ہاتھ میں لے کر بادشاہ کے آگے آگے چلتا تھا۔

[۳] کہ ہلا۔ فرشتے کہتے تھے کہ سلیمان یعنی خدا کے سامنے چیونٹی یعنی حقیر بن جاؤ ورنہ یہ نیزہ ہلاک کردے گا۔ لالا۔ غلام۔ چوں چشم۔ جو نگاہ انجام پر نظر کرکے معافی کے لئے آمادہ کردے۔ کور۔ یعنی جسے چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اگر وہ توبہ بھی کرتا ہے تو اس پر قائم نہیں رہتا ہے۔ آدما۔ حضرت آدمؑ کو چشم بصیرت حاصل تھی لیکن قضاءِ خداوندی کے سامنے مجبور ہوگئے اور گناہ کر بیٹھے۔ عمرہا۔ چشم بصیرت والا گناہ میں بہت کم مبتلا ہوتا ہے۔

کورؔ را خود ایں قضا ہمراہِ اوست ۔۔۔ کہ مر اُو را اُوفتادن طبع و خُوست

اندھے کی یہ قضا خود اُس کے ساتھ ہے ۔۔۔ کیونکہ گرنا اُس کا مزاج اور عادت ہے

دَر حدث اُفتد نداند بُوی چیست ۔۔۔ از منست ایں بُوی یا از آلودگیست

وہ ناپاکی میں گرتا ہے، نہیں سمجھتا کہ بدبُو کس چیز کی ہے ۔۔۔ یہ بدبُو مجھ میں سے ہے یا سَننے کی وجہ سے ہے

وَر کسے بر وے کند مُشکے نثار ۔۔۔ ہم ز خود داند نہ از احسانِ یار

اگر کوئی اُس پر مُشک چھڑکے ۔۔۔ وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

پسؔ دو چشمِ روشن اے صاحب نظر ۔۔۔ بہتر از صد مادرست و صد پدر

اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں ۔۔۔ سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

خاصہ چشمِ دل کہ آں ہفتاد پوست ۔۔۔ وِیں دو چشمِ حس خوشہ چینِ اوست

خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستّر تہیں ہیں ۔۔۔ اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اُسکی خوشہ چین ہیں

اے دریغا رہزناں بنشستہ اند ۔۔۔ صد گرہ زیرِ زبانم بستہ اند

ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں ۔۔۔ جنھوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

پای بستہ چوں رَود خوش راہوار ۔۔۔ بس گراں بندیست ایں معذور دار

عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟ ۔۔۔ معذور رکھو! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

ایں سخن اشکستہ می آید دِلا ۔۔۔ کایں سخن دُرّست و غیرت آسیا

اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے ۔۔۔ کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکّی ہے

دُرؔ اگرچہ خُرد و اِشکستہ شود ۔۔۔ توتیای دیدۂ خستہ شود

موتی، خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو ۔۔۔ بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

اے دُر از اشکستِ خود بر سر مزن ۔۔۔ کز شکستن روشنی خواہی شدن

اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ ۔۔۔ اِس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی ست ۔۔۔ حق کُند آخر دُرستش کو غنی ست

اِسی طرح ٹوٹا ہوا، جوڑ کر کہنا ہے ۔۔۔ بالآخر اللہ (تعالیٰ) اُسکو دُرست کر دیگا وہ بے نیاز ہے

۳؎ دُر۔ موتی اگر ٹوٹ بھی جائے اور پس جائے تو بھی اُس کا سُرمہ آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے اِسی طرح اسرار و حکم اگر پورے طور پر بیان نہ ہوسکیں تو بھی فائدہ سے خالی نہیں ہیں۔ اے دُر۔ موتیوں کا ٹوٹ جانا زیادہ قابلِ افسوس نہیں ہے کیونکہ بہرحال وہ مُفید رہتے ہیں۔ ہمچنیں۔ مجھے ٹوٹے ہوئے اسرار و حکم کو جوڑ کر کہنا ہی ہے خدا اُن کو صحیح حالت میں کر دے گا۔

۱؎ کور۔ اگر چشمِ بصیرت نہیں ہے تو پھر اُس کا اندھاپن ہر وقت اُس کو معصیت میں مبتلا کرتا رہتا ہے۔ در حدث۔ پھر اُس کی یہ حالت ہوتی ہے یہ بھی نہیں سمجھتا کہ اِس معصیت کا سبب اندرونی ہے یا بیرونی۔ ور کسے۔ اندھے پر مُشک چھڑکو تو بھی یہی سمجھے گا کہ وہ میرے بدن کی خوشبو ہے کسی کا کوئی احسان نہیں ہے۔

۲؎ پس۔ خدا کسی کو آنکھیں عطا فرما دے تو وہ اُس کی تربیت کرنے میں سینکڑوں ماں باپ سے بھی بہتر ہیں ہر قصر اور بُرائی سے اُس کو بچا سکتی ہیں۔ خاصہ۔ دل کی آنکھیں جسمانی آنکھوں سے بدرجہا افضل ہیں۔ اے دریغا۔ یہاں پہنچ کر مولانا پر ایک کیفیت طاری ہوگئی ہے اور باوجود اسرار کے بیان کے اُس کو ناکافی سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ افسوس اسرار کے بیان کے لئے بہت سے موانع پیش آگئے ہیں۔ پائے بستہ۔ تیز رو گھوڑے کے اگر پاؤں باندھ دیئے جائیں تو اُس کی خوش رفتاری ختم ہو جاتی ہے۔ ایں سخن۔ اسرار و حکم بمنزلہ موتی کے ہیں اور اللہ کی غیرت اُن کے لئے بمنزلہ چکّی کے ہے، غیرتِ خداوندی اُن کو پیس ڈالتی ہے۔

گندم[1] ار بشکست و زہم در شکست ‌‌ بر دکاں آمد کہ نک نانِ درست

گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا ‌‌ دکان پر آیا کہ یہ اب نرم روٹی ہے

تو ہم اے عاشق چو جرمت گشت فاش ‌‌ آب و روغن ترک کن اشکستہ باش

اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی ‌‌ چکنی چپڑی (بات) چھوڑ، شکستہ بن

آنکہ فرزندانِ خاصِ آدمند ‌‌ نفخۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می دمند

جو (حضرت) آدم کی مخصوص اولاد ہیں ‌‌ وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

حاجتِ خود عرضہ کن حجت مجو ‌‌ ہمچو ابلیسِ لعینِ سخت رو

اپنی ضرورت پیش کر، دلیل نہ تلاش کر ‌‌ ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

سخت روئی گر ورا شد عیب پوش ‌‌ در ستیز و سخت روئی تو بکوش

اگر ڈھٹائی اُس کی عیب پوش بنی ہے ‌‌ تو جھگڑے اور ڈھٹائی میں کوشش کر

آں[2] بوجہل از پیمبر معجزے ‌‌ خواست ہمچوں کینہ ورتُرکِ غزے

اُس ابوجہل نے پیغمبر سے معجزہ ‌‌ کینہ ور، ترکِ غز کی طرح مانگا

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں ‌‌ معجزات از مصطفیٰ شاہِ مہیں

ملعون ابوجہل نے جھگڑے سے چاہے ‌‌ معجزے شاہِ اعظم مصطفیٰ سے

معجزہ جست از نبی بوجہل سگ ‌‌ دید و نفزودش ازاں اِلّا بہ شک

ابوجہل کتے نے نبی سے معجزہ طلب کیا ‌‌ اُس نے دیکھا اور اُس نے اُس میں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

لیک آں صدیق خود معجز نخواست ‌‌ گفت ایں رو خود نہ گوید جز کہ راست

لیکن صدیق رض نے کوئی معجزہ نہ مانگا ‌‌ اُس نے کہا، یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

کے[3] رسد ہمچوں توئی را کز منی ‌‌ امتحاں ہمچو من یارے کنی

تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟ ‌‌ کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

گفتنِ جہودے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ را کہ اگر اعتماد بر حفظ اللہ داری از سرایں کوشک خود را بیند از و جواب آں حضرت علی رضی اللہ عنہ اورا

ایک یہودی کا حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ اگر آپ کو اللہ کی حفاظت پر بھروسہ ہے تو اس اونچے قلعہ پر سے اپنے آپ کو گرا دیجئے اور اُس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا

---

[1] گندم۔ گیہوں پس جانے کے بعد بھی قیمتی ہے آٹا بن کر روٹی پکانے کے کام میں آ جاتا ہے۔ تو ہم۔ عاشق کا فرض ہے کہ وہ اپنی خطا پر ندامت کا اظہار کرے اور چکنی چپڑی باتیں نہ بنائے۔ آنکہ۔ صحیح اولاد کا فرض ہے کہ وہ باپ کی بہترین سیرت اختیار کرے۔ حضرت آدم نے اپنی خطا پر اِنَّا ظَلَمْنَا کہنا شروع کر دیا تھا یہی بنی آدم کے لئے بھی مناسب ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے اپنی غلطی پر اصرار شروع کر دیا تھا۔ سخت روئی۔ یعنی شیطان کا یہ کہنا خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُس کو مٹی سے۔ اگر تیرے نزدیک اس شیطان کا عیب چھپانے والا بنا ہے تو بھی ایسا کر پھر دیکھ لینا تیرا انجام بھی وہی ہوگا جو اُس کا ہوا ہے۔

[2] آں بوجہل۔ ابوجہل نے آنحضور سے معجزہ طلب کیا تھا اُس پر آنحضور سے شق القمر کا معجزہ رونما ہوا تھا۔ غز۔ ترکوں کی ایک خونریز قوم ہے۔ دید۔ ابوجہل کو معجزہ دیکھنا بھی مفید نہ ہوا۔ لیک۔ حضرت ابوبکر صدیق رض نے کبھی معجزہ طلب نہ کیا اور کہا کہ یہ منہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے اور تصدیق کر دی۔

[3] کے رسد۔ غرضیکہ امتحان لینا عاشقوں کا کام نہیں ہے یہ تو مخالفت کی دلیل ہے۔ گفتن۔ اس یہودی کی بات کا منشا بھی یہی تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کو آزمائیں تو انھوں نے یہی جواب دیا کہ ہمیں اللہ کو آزمانے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مرتضیٰؓ را گفت روزے یک عنود[1] — کوز تعظیمِ خدا آگہ نبود

ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا — جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

بر سرِ بامے و قصرے بس بلند — حفظِ حق را واقفی اے ہوشمند

بالا خانہ اور بہت بلند قلعہ پر — اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

گفت آرے اُو حفیظ ست و غنی — ہستیٔ ما را ز طفلی و منی

فرمایا، ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہو — بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

گفت خود را ہیں در افگن تو ز بام — اعتمادے کن بحفظِ حق تمام

اس نے کہا، ہاں اپنے آپ کو بالاخانہ سے گرا دیجئے — اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

تا یقیں گردد مرا ایقانِ تو — و اعتقادِ خوب با برہانِ تو

تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے — اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

پس امیرش[2] گفت خامش کن برو — تا نگردد جانت زیں جرأت گرو

تو امیرؓ نے اُس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا — تاکہ تیری جان اِس جرأت سے پھنس نہ جائے

کے رسد مر بندہ را کو با خدا — آزمایش پیش آرد ز ابتلا

بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی — امتحان کے ذریعہ آزمایش کرے؟

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول — امتحانِ حق کند اے گیج گول

بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے — اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

آں خدا[3] را می رسد کو امتحاں — پیش آرد ہر دمے با بندگاں

یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے — ہر وقت بندوں کو

تا بما ما را نماید آشکار — کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار

تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کرکے دکھائے — کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

ہیچ آدمؑ گفت حق را کہ ترا — امتحاں کردم دریں جرم و خطا

(حضرت) آدمؑ نے کبھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا — اِس غلطی اور خطا میں مَیں نے امتحان لیا ہے

تا بہ بینم غایتِ حلمت شہا — وہ کرا باشد مجالِ ایں کرا

اے شاہ! تاکہ میں تیری بُردباری کی انتہا دیکھ لوں — ہاں، یہ مجال کس کو ہے؟

عقلِ تو از بس کہ آمد خیرہ سر — ہست عذرت از گناہِ تو بتر

چونکہ تیری عقل گستاخ ہے — تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

۱ عنود۔ سرکش۔ برسرِ بامے۔ یعنی حضرت علی رضؓ سے کہا کہ اگر تمھیں یہ یقین ہے کہ اللہ تمھاری حفاظت کرتا ہے تو کسی بلند قلعہ یا مکان سے اپنے آپ کو گرا کر دکھیو۔ گفت۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہاں مجھے یقین ہے کہ وہ میرا محافظ ہے۔ منی۔ یعنی نطفہ۔ خود را۔ یہودی نے کہا کہ اپنے آپ کو بلند جگہ سے گرا دو تاکہ مجھے بھی اِس کا یقین آجائے کہ تمھیں اپنے اعتقاد پر بھروسہ ہے۔

۲ پس حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی ہے جو تباہی کا سبب بن جاتی ہے۔ ابتلا۔ آزمانا۔ گیج۔ کوڑمغز۔ گول۔ احمق۔

۳ آں خدا را۔ آزمانے کا حق خدا کو ہے تاکہ وہ بندوں کو یہ دکھا دے کہ تمہارا عقیدہ دراصل کیا ہے۔ حضرت آدمؑ نے جب غلطی کی تو یہ نہیں فرمایا کہ میں نے تو اے خدا تیرے حلم کو آزمانے کیلئے غلطی کی ہے۔ تا بہ بینم۔ حضرت آدمؑ نے غلطی کرکے یہ نہیں کہا کہ میں نے تو غلطی اِس لئے کی ہے کہ تیری بُردباری کو آزماؤں۔ خیرہ سر۔ بیہودہ۔

آنکہ[۱] اُو افراشت سقفِ آسماں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے
تو چہ دانی کردن اُورا امتحاں
تو اُس کا امتحان لینا کیا جانے؟

اے ندانستہ تو شرّ و خیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے
امتحاں خود را کُن آنگہ غیر را
(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

امتحانِ خود چو کردی اے فلاں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا
فارغ آئی ز امتحانِ دیگراں
تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہوجائیگا

چوں[۲] بدانستی کہ شکّر دانۂ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے
پس بدانی کاہلِ شکّر خانۂ
تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنّت) کا اہل ہے

پس بداں بے امتحانے کہ آلہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا
شکّرے نفرستدت ناجایگاہ؟
بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

ایں بداں بے امتحاں از علمِ شاہ؟
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے، جبکہ تو اللہ کے علم میں
چوں سری نفرستدت در پایگاہ؟
سردار ہے، تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

ہیچ[۳] عاقل افگند دُرِّ ثمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے
در میانِ مُستراحِ پُر چمیں
نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟

زانکہ گندم را حکیمے آگہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو
ہیچ نفرستد بانبارِ کہے
کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

شیخ را کہ پیشوا و رہبر ست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے
گر مُریدے امتحاں کرد اُو خر ست
اگر مُرید اس کو آزمائے تو وہ (مُرید) گدھا ہے

امتحانش گر کُنی در راہِ دیں
اگر تو دین کے راستہ میں اُس کا امتحان کریگا
ہم تو گردی ممتحَن اے بے یقیں
اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

جرأت و جہلت شود عریان و فاش
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہوجائیگی
اُو برہنہ کے شود زیں افتتاش
وہ اِس تفتیش سے ننگا کب ہوگا؟

گر بیاید ذرّہ سنجد کوہ را
اگر ذرّہ، پہاڑ کو تولے
بر دَرَد زاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اے نوجوان! اُس پہاڑ سے اُسکی ترازو ٹوٹ جائیگی

کز قیاسے خود ترازو می تند
کیونکہ وہ اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے
مردِ حق را در ترازو می کُند
اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

---

۱ آنکہ۔ ایک عاجز بندہ اللہ کا کیا امتحان لے سکتا ہے۔ اے ندانستہ۔ انسان کو خود اپنے بارے میں کچھ معلوم نہیں پہلے خود اُس کو اپنا امتحان لینا چاہیے۔ امتحانِ خود۔ جب انسان خود اپنا امتحان لے گا تو اُس کو دوسروں کے امتحان لینے کی فرصت نہ ملے گی۔

۲ چوں بدانستی۔ جب تو جان لیگا کہ تو جنّت کے قابل ہے تو سمجھ جائیگا کہ تو جنّتی ہے۔ پس بداں۔ اللہ تعالیٰ امتحان کے بعد انعام کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ایں بداں۔ اللہ تعالیٰ بغیر امتحان کے کسی باعزت کو ذلیل نہیں کرتا ہے۔

۳ ہیچ عاقل۔ قیمتی موتی کو کوئی عقلمند بھی پاخانہ میں نہیں پھینکتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نیکوں کو دوزخ میں کیسے بھیجدے گا۔ مُستراح۔ بیتُ الخلاء۔ زانکہ۔ گیہوں کو کوئی عقلمند بھوسے میں نہیں ڈالتا ہے۔ شیخ۔ جبکہ بڑوں کا امتحان لینا بُری بات ہے تو مرید کا شیخ کا امتحان لینا گدھا پن ہے۔ امتحانش۔ شیخ کا امتحان لیگا تو مُرید خود ذلیل ہوجائیگا۔ افتتاش۔ تفتیش کرنا۔ گر بیاید۔ مُرید شیخ کے سامنے ایک ذرہ ہے۔ کز قیاسے۔ مُرید اپنے اندازے سے ترازو بناتا ہے شیخ اس ترازو میں کیسے سما سکتا ہے لامحالہ وہ ترازو ٹوٹ جائیگی۔

چوں نگنجد اُو بمیزانِ خرد ‌‌ | ‌‌ پس ترازوئے خرد را بر دَرد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے ‌‌ | ‌‌ تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

امتحاں[1] ہمچوں تصرف داں درو ‌‌ | ‌‌ رَو تصرف بر چناں شاہے مجو
امتحان لینا، اُس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ ‌‌ | ‌‌ جا، ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

چہ تصرف کرد خواہد نقشہا ‌‌ | ‌‌ بر چناں نقاش بہرِ ابتلا
نقوش، کیا تصرف کر سکیں گے ‌‌ | ‌‌ ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

امتحانے گر بدانست و بدید ‌‌ | ‌‌ نے کہ ہم نقاش آں بر وے کشید
اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے ‌‌ | ‌‌ کیا نقاش ہی نے اُن کو اُس پر نقش نہیں کیا ہے؟

چہ[2] قدر باشد خود ایں صورت کہ بست ‌‌ | ‌‌ پیشِ صورتہا کہ در علمِ ویست
یہ صورت جو اُس نے قائم کی ہے خود کیسی ہوگی ‌‌ | ‌‌ ان صورتوں کے بالمقابل جو اُسکے علم میں ہیں

وسوسہ ایں امتحاں چوں آمدت ‌‌ | ‌‌ بختِ بد داں کامد و گردن زدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا ‌‌ | ‌‌ تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اُس نے تیری گردن مار دی ہے

چوں چنیں وسواس دیدی زود زود ‌‌ | ‌‌ با خدا گرد و در آ اندر سجود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد ‌‌ | ‌‌ خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

سجدہ گہ را تر کن از اشکِ رواں ‌‌ | ‌‌ کہ خدایا وارہانم زیں گماں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے ‌‌ | ‌‌ کہ اے خدا مجھے اِس گمان سے نجات دیدے

آں[3] زماں کت امتحاں مطلوب شد ‌‌ | ‌‌ مسجدِ دینِ تو پُر خرّوب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا ‌‌ | ‌‌ تیرے دین کی مسجد خرّوب (گھاس) سے بھر گئی

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں ‌‌ | ‌‌ باز گرد و رُو بحق آر آں زماں
خبردار! جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں ‌‌ | ‌‌ پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالےٰ) کی طرف رُخ کرے

تا نگہ دارد ترا آں ممتحن ‌‌ | ‌‌ از گمان و امتحانِ انس و جن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے ‌‌ | ‌‌ انس و جن کے گمان اور امتحان سے

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیا ‌‌ | ‌‌ قصۂ داؤدؑ بر گو و بنا
اے ضیاء الحق حسام الدین آ جا ‌‌ | ‌‌ (حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سُنا

---

[1] امتحان۔ شیخ کا امتحان لینا گویا شیخ پر تصرف کرنا ہے، شیخ نے ہی اس کو کشف و تصرف سکھایا ہے اور اُس میں قوتِ تصرف اور کشف شیخ کے نقوش ہیں نقوش، نقاش کا کیا امتحان لے سکتے ہیں۔ امتحانے۔ اگر کشف کے ذریعہ اُس کے مقام کو آزماتا ہے تو یہ کشف بھی شیخ ہی کا عطا کردہ ہے۔

[2] چہ قدر۔ یہ کشف شیخ کے کشف کے بالمقابل ہیچ ہے۔ وسوسہ۔ شیخ کو آزمانے کا وسوسہ بھی دل میں آنا مُرید کی تباہی کا سبب ہے۔ چوں چنیں۔ جب مُرید کے دل میں اِس قسم کے وساوس پیدا ہوں تو مُرید کو فوراً توبہ کرنی چاہیئے اور اللہ تعالےٰ سے اپنی اِس گستاخی کی معافی مانگنی چاہیئے۔

[3] آں زماں۔ جب مُرید میں ایسے وساوس آئیں تو وہ سمجھ لے کہ اُس کے دین پر تباہی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں۔ خرّوب۔ ایک گھاس ہے جس کا مکان پر اُگنا مکان کی بربادی کی علامت ہے۔ اے ضیاء الحق۔ چونکہ پہلے اشعار میں مولانا نے فرمایا تھا کہ تیرے دین کی مسجد میں خرّوب گھاس اُگ آئی ہے تو اب مولانا کا ذہن مسجدِ اقصیٰ کی طرف منتقل ہو گیا جس میں خرّوب گھاس اُگ آئی تھی۔ بِنا۔ یعنی حضرت داؤدؑ کا مسجدِ اقصیٰ تعمیر کرنے کا قصّہ۔

قصۂ مسجدِ اقصیٰ و خرّوب رُستن و عزم کردنِ داوٗد علیہ السّلام
مسجدِ اقصیٰ اور خرّوب اُگنے کا بیان اور حضرت داوٗد علیہ السّلام کا حضرت سلیمانؑ

پیش از سلیمانؑ بر بنائے آں مسجد و موقوف شُدنِ آں
سے پہلے اُس مسجد کو تعمیر کرنے کا قصد اور اُس کا رُک جانا

چوں[1] در آمد عزمِ داوٗدی بہ تنگ — کہ بسازد مسجدِ اقصیٰ بسنگ
جب داوٗدی ارادہ سخت ہو گیا — کہ مسجدِ اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

وحی کردش حق کہ ترکِ ایں بخواں — کہ زدستت بر نیاید ایں مکاں
اللہ نے اُن کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ — کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

نیست در تقدیرِ ما آنکہ تو ایں — مسجدِ اقصیٰ برآری اے گزیں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس — مسجدِ اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

گفت[2] جرمم چیست اے دانائے راز — کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز
اُنھوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے! میری خطا — کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

گفت بے جرمے تو خونہا کردہٗ — خونِ مظلوماں بگردن بُردہٗ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کئے ہیں — مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

کہ ز آوازِ تو خلقے بے شمار — جاں بدادند و شُدند آں را شکار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے — جان دیدی اور وہ اُس کے شکار بنگئے

خوں بسے رفتست بر آوازِ تو — بر صدائے خوب جاں پردازِ تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں — تیری حسین جان کو مشغول کرنیوالی آواز کی وجہ سے

گفت[3] مغلوبِ تو بُودم مستِ تو — دستِ من بربستہ بُود از دستِ تو
اُنھوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا — میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

نے کہ ہر مغلوبِ شہ مرحوم بُود — نے کہ اَلْمَغْلُوْبُ کَالْمَعْدُوْمِ بُود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابلِ رحم ہوتا ہے؟ — کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

گفت اے مغلوب معدومیست کو — جز بہ نسبت نیست معدوم اَنْصِتُوْا
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟ — معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے، سنو

اینچنیں معدوم کو از خویش رفت — بہترین ہستہا افتاد و زفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو — وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

---

[1] چوں۔ حضرت سلیمانؑ سے پہلے حضرت داوٗدؑ نے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ وحی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داوٗدؑ کو مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر سے روکدیا اور فرمایا کہ ہماری تقدیر میں تم اُس کو تعمیر نہ کر سکوگے۔

[2] گفت۔ حضرت داوٗدؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری کیا خطا ہے کہ مجھے مسجد کی تعمیر سے روکا جا رہا ہے۔ بے جرمے۔ حضرت داوٗدؑ جب خوش الحانی سے زبور پڑھتے تھے تو بہت سے سننے والے جاں بحق ہو جاتے تھے۔

[3] گفت مغلوب۔ حضرت داوٗدؑ نے فرمایا کہ میں زبور پڑھتے وقت جوش اور عشقِ خداوندی میں مغلوب ہوتا ہوں اور دستِ قدرت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ نے۔ جو شاہ کا مجنون ہوتا ہے وہ قابلِ رحم اور فانی ہوتا ہے اُس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے مغلوب تم بالکلیہ معدوم نہیں ہے صرف اپنے اوصاف کو اللہ کے اوصاف میں گم کر دینے کے اعتبار سے معدوم ہے۔ اَنْصِتُوْا۔ یعنی سن لے۔ اینچنیں۔ جو اس طرح کا معدوم ہو وہ تو اشرف الموجودات ہے۔

اُو بہ نسبت با صفاتِ حق فناست (۱) — در حقیقت در فنا اُو را بقاست
اُس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا (حاصل) ہے — حقیقتاً فنا میں اُس کی بقا ہے

جملۂ ارواح در تدبیرِ اوست — جملۂ اَشباح ہم در تیرِ اوست
تمام روحیں اُس کے انتظام میں ہیں — تمام اجسام بھی اُس کی قدرت میں ہیں

آنکہ اُو مغلوب اندر لطفِ ماست — نیست مُضطر بلکہ مختارِ ولاست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے — وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے بااختیار ہے

منتہائے اختیار آنست خود (۲) — کاختیارش گردد اینجا مُفتقد
خود اختیار کا اخیر یہ ہے — کہ اُس کا اختیار اِس جگہ گم ہوجائے

اختیارش گر نبودے چاشنی — کے بگشتے آخر اُو محو از منی
اگر اُس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا — تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

در جہاں گر لقمہ و گر شربت است — لذّت اُو فرعِ محوِ لذّت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے — اُس کی لذّت محو کی لذّت کی شاخ ہے

گرچہ از لذّات بے تاثیر شُد — لذّتے بُود اُو و لذّت گیر شُد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہوگیا ہے — وہ (بھی) ایک لذّت تھی جس لذّت کو اُسنے حاصل کرلیا

ہر کہ اُو مغلوب شُد مرحوم گشت (۳) — در بحارِ رحمتش معدوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہوگیا — وہ اُسکی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہوگیا

نے چُناں معدوم کز اہلِ وجود — ہیچ بر وے چیر بد اندر گاہِ جُود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے — کوئی سخاوت کے وقت اُس پر غالب آسکے

بلکہ والی گشت موجودات را — بے گمان و بے نفاق و بے ریا
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے — بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

بے مثال و بے مکان و بے نشاں — بے زمان و بے چنین و بے چناں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے — بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

بے شکال و بے سوال و بے جواب — دم مزن واللہ اعلم بالصّواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے — دم نہ مار، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

بے مثال۔ اب نہ اُسکی کوئی مثال ہے نہ اُس کا مکان ہے اور نہ نشان وہ لازمانی ہے اور کم و کیف سے بھی جدا ہے۔ اِس معاملہ میں نہ کوئی اِشکال اور نہ سوال و جواب کا موقع ہے بس خاموشی اختیار کرلے۔

(۱) آو۔ اُس نے اپنے آپکو اللہ کی صفات میں فنا کردیا ہے تو اُس کی فنا تو دراصل بقا ہے۔ جملہ۔ اب اِس فانی فی اللہ اور باقی باللہ کو وہ مقام حاصل ہے کہ تمام روحیں اُس کے زیرِ تصرف ہیں اور تمام اجسام اُس کے زیرِ نگیں ہیں۔ اشباح۔ یعنی اجسام۔ آنکہ۔ جو ہم میں فنا ہوگیا وہ مُضطر نہیں ہے بلکہ وہ محبوب ہونے کی وجہ سے بااختیار ہے۔ وِلا۔ دوستی۔

(۲) منتہائے۔ بندہ کا اعلیٰ درجہ کا اختیار تو یہی ہے کہ وہ ہماری مرضیات میں گم ہو جائے۔ اِختیارش۔ اُس کو اگر اِس اختیار میں لطف نہ آتا تو اپنے آپ کو کیوں فنا کرتا بنی۔ خودی۔ در جہاں۔ دنیا کی تمام تر لذتیں خواہ کھانے کی ہوں یا پینے کی وہ اِس پر ہی مبنی ہیں کہ اُس چیز کی لذت کو مٹا دیا جائے۔ گرچہ۔ فانی فی اللہ اگرچہ دنیاوی لذتوں کو مٹا دیتا ہے لیکن یہ ترکِ لذات اُسکے لئے لذت بن جاتی ہے۔

(۳) ہر کہ اُو۔ جو صفاتِ باری سے مغلوب ہوگیا وہ اللہ کی رحمتوں کے سمندر میں غرق ہوکر رحمتوں کا مستحق ہوگیا ہے۔ نے چناں معدوم لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہے کہ کوئی بھی موجود اُس پر غالب آسکے۔ بلکہ۔ ایسا فانی فی اللہ موجودات پر حکمراں بنجاتا ہے۔

شرح اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ وَالْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ خَاصَّۃً

اس کی شرح کہ مومنین، بھائی بھائی ہیں اور علماء ایک جان کی طرح ہیں

اتحادِ داؤد و سلیمان و سائرِ انبیاء علیہم السّلام کہ اگر یکے
خصوصاً حضرت داؤدؑ اور سلیمانؑ اور بقیہ انبیاء کا اتحاد اُن پر سلام ہو کہ اگر تو اُنہیں سے ایک کا منکر ہو

از ایشاں را مُنکر شوی ایمانِ تو بہیچ نبی درست نباشد و
تو تیرا کسی نبیؐ پر ایمان دُرست نہ ہوگا اور یہ اتحاد کی علامت

ایں علامتِ اتحاد ست کہ اگر یکے خانہ ازاں ہزار خانہ ویران کنی
ہے کہ اگر ہزار گھروں میں سے تو ایک کو ویران کرے گا تو سب ویران

ہمہ ویران شود و یک دیوار قائم نماند کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ
ہوجائیں گے اور ایک دیوار بھی قائم نہ رہیگی کیونکہ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں

مِّنْ رُّسُلِہٖ وَالْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ وایں خود از اشارت گذشت
تفریق نہیں کرتے ہیں" عقلمند کیلئے اشارہ کافی ہے اور یہ تو اشارہ سے بڑھ گیا ہے

پس خطاب آمد بداؤدؑ از خدا
تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا

کاے گزیں پیغمبرِ نیکو لقا
کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

دل مدار اندر تفکر زیں خبر ٢؎
اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر

رہ مدہ در خود ملال و غم مخور
رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

گرچہ بر ناید بجہد و زورِ تو
اگر (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی

لیک مسجد را بر آرد پورِ تو
لیکن تیرا لڑکا اُس کو بنائے گا

گرچہ بر ناید بجہدت ایں مقام
اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی

لیک پورِ تو کُند آں را تمام
لیکن تیرا لڑکا اُس کو مکمل کرے گا

کردۂ اُو کردۂ تُست اے حکیم
اے دانا! اُس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے

مؤمناں را اتّصالے داں قدیم
مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

مؤمناں معدود لیک ایماں یکے
مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے

جسمِ شاں معدود لیکن جاں یکے
اُنکے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

٣؎ غیرِ فہم و جاں کہ در گاو و خر ست
عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اُسکے علاوہ

آدمی را عقل و جانِ دیگر ست
انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

ا؎ اِنَّمَا۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ یعنی مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں اور مشہور مقولہ ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی علماء ایک جان ہیں، یہ اُخوۃ اور اتحاد ایمان کی وحدت کی بنیاد پر ہے، قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے۔ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ہم اُس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں، اسی بناء پر یہ حکم ہے کہ ایک نبی کا کفر تمام انبیاء کا کفر ہے۔

٢؎ زیں خبر۔ یعنی اس خبر سے کہ تم مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر نہ کرسکوگے۔ پور۔ حضرت سلیمانؑ مومناں۔ یعنی مومنین اگرچہ گنتی میں متعدد ہیں لیکن اُن میں وحدتِ ایمانی ہے۔ جاں یکے۔ روحِ انسانی جو ایک لطیفہ ربانی ہے اور وہ روحِ حیوانی کے علاوہ ہے۔

٣؎ غیرِ فہم۔ حیوانات میں صرف روحِ حیوانی ہے جو اطباء کے نزدیک ایک جسم لطیف بخاری ہے جو غذاؤں سے پیدا ہوتی ہے چونکہ یہ بخار ہے اسی لئے مولانا نے اُس کو روحِ باد کہا ہے۔

بازِ غیرِ عقل و جانِ آدمی ‏/ ہست جانے در ولیؔ و در نبی[۱]

پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ ‏/ ولی اور نبی میں اور جان ہے

جانِ حیوانی ندارد اتحاد ‏/ تو مجو ایں اتحاد از روحِ باد

حیوانی جان، اتحاد نہیں رکھتی ہے ‏/ تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

گر خورد ایں ناں نگردد سیر آں ‏/ ور کشد بار ایں نگردد آں گراں

اگر یہ روٹی کھائے اُس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا ‏/ اگر یہ بوجھ اُٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

بلکہ ایں شادی کند از مرگِ اُو ‏/ از حسد میرد چو بیند برگِ اُو

بلکہ یہ اُس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے ‏/ اگر اُس کا ساز و سامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

جانِ گرگان و سگاں ہر یک جدا است ‏/ متحد جانہائے شیرانِ خدا است

بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے ‏/ خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

جمع[۲] گفتم جانہاشاں من بہ اسم ‏/ کاں یکے جاں صد بُود نسبت بجسم

میں نے اُن کی جانوں کیلئے اسمِ جمع (کا لفظ) بولا ‏/ کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سَو بن جاتی ہے

ہمچو آں یک نورِ خورشیدِ سما ‏/ صد بُود نسبت بصحنِ خانہا

جیساکہ آسمان کے سورج کا ایک نور ‏/ گھروں کے صحن کے اعتبار سے سَو بن جاتا ہے

لیک یک باشد ہمہ انوارِ شاں ‏/ چونکہ بر گیری تو دیوار از میاں

لیکن اُن سب کا نور ایک بن جاتا ہے ‏/ جبکہ تو درمیان سے دیوار اُٹھا دے

چوں نماند جانہا را قاعدہ ‏/ مؤمناں باشند نفسِ واحدہ

جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی ‏/ مومن ایک جان بن جائیں گے

فرق و اشکالات آید زیں مقال ‏/ زانکہ نبود مثل[۳] باشد ایں مثال

اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں ‏/ کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

فرقہا بیحد بود از شخصِ شیر ‏/ تا بہ شخصِ آدمی زادِ دلیر

شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں ‏/ بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

لیک در وقتِ مثال اے خوش نظر ‏/ اتحاد از روی جانبازی نگر

لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت ‏/ بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

---

[۱] در نبی۔ انبیاء اور اولیا کی روحِ انسانی ایک قوی تر لطیفۂ ربانی ہے۔ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی ہر حیوان میں جداگانہ ہے یہی وجہ ہے کہ ایک روحِ حیوانی اگر غذا حاصل کرتی ہے تو دوسری روح کو وہ غذا نہیں پہنچتی ہے اُن میں سے اگر ایک گراں بار ہوتی ہے تو دوسری کو اُس سے گرانی نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ۔ ایک روحِ حیوانی کی خوشی دوسری کے رنج کا سبب ہے۔ شیرانِ خدا یعنی اولیاء اور انبیاء۔

[۲] جمع گفتم۔ ہم نے انبیاءؑ اور اولیاء کی روح کے لئے جمع کا صیغہ بولا ہے حالانکہ وہ ایک ہے اُس کا تعدّد محض جسموں کے تعدّد کی نسبت سے ہے۔ ہمچو سورج کی دُھوپ جبکہ مختلف صحنوں اور مکانوں پر پڑتی ہے تو اُس میں تعدّد ہے ورنہ وہ ایک چیز ہے۔ قاعدہ۔ بنیاد یعنی جسم۔ زیں مقال یعنی روحِ انسانی کو سورج کے نور سے تشبیہ دینے سے بہت سے اشکالات پیدا ہو جائیں گے۔

[۳] مثل۔ مثل اور مثال میں یہ فرق ہے کہ مثلِ شئ وہ کہلاتی ہے جو اُس شے سے ہر بات میں متحد ہو اور مثال کا ہر صفت میں یکساں ہونا ضروری نہیں ہے اگر ایک وصف میں بھی اتحاد ہے تو اُس کو اُس شئ کی مثال کہہ سکتے ہیں۔ فرقہا۔ بہادر شخص کی شیر مثال ہے حالانکہ دونوں میں بہت سی باتوں میں فرق ہے صرف بہادری میں یکسانیت ہے۔

کاں دلیر آخر مثالِ شیر بُود — نیست[1] مثلِ شیر در جملہ حُدود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے — تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

مُتّحِد نقشے ندارد ایں سرا — تا کہ مِثلے وا نمایم مر ترا
یہ دنیا، کوئی چیز (روح کیساتھ) مُتحد نہیں رکھتی ہے — تاکہ تجھے مثل دکھا دوں

ہم مِثالِ ناقصے دست آورم — تا ز حیرانی خرد را وا خرم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں — تاکہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

شب بہر خانہ چراغے می نہند — تا بنورِ آں ز ظلمت می رہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں — تاکہ اُسکی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کرلیں

آں چراغ ایں تن بُود نورش چو جاں — نیست محتاجِ فتیل و این و آں
وہ چراغ یہ جسم ہے، اُس کی روشنی جان کیطرح ہو — جو بتّی اور اِس اور اُس کا محتاج نہیں ہے

واں فتیلہ پنج دارد از حواس — جُملگی بر خواب و خور دارد اساس
وہ بتّی پانچ حواس رکھتی ہے — اِن سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

بے[2] خور و بے خواب نزید نیم دم — با خور و با خواب نزید نیز ہم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا — کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

بے فتیل و روغنش نبود بقا — با فتیل و روغن اُو ہم بیوفا
اُس کی بغیر بتّی اور تیل کے بقا نہیں ہو — بتّی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

زانکہ نورِ علّتی اش مرگ جوست — چوں زید کہ روزِ روشن مرگِ اوست
کیونکہ اُس کی بیمار روشنی موت کی متقضی ہے — کیسے جیئے کیونکہ روشن دن اُسکی موت ہے

جُملہ[3] حِسہائے بشر ہم بے بقاست — زانکہ پیشِ نورِ روزِ حشر لاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں — کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

نورِ حِس و جانِ باباپانِ ما — نیست کُلّی فانی ولا چوں گیا
ہمارے فانی حس اور جان کا نُور — گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

لیک مانندِ ستارہ و ماہتاب — جُملہ محو اند از شعاعِ آفتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح — سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

اسی طرح روحِ انسانی کا بھی بقا نہیں ہے حشر میں تجلّی رب کے سامنے اِس کا بھی بقا نہ رہیگا۔ لا۔ یعنی معدوم۔ چوں گیا۔ اِس روحِ انسانی کی فنا گھاس پھونس کی فنا کی طرح کی نہیں ہے۔ لیک۔ روحِ انسانی کی فنا ایسی ہے جیسی کہ ستارہ کی فنا سورج کی موجودگی میں ہوتی ہے۔

[1] نیست مثل۔ بہادر شیر کی مثل نہیں ہے مثال ہے۔ متحد۔ اِس دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو روح کی مثل ہو تاکہ اُس کے ذریعہ روح کو سمجھایا جاسکے۔ ہم مثال۔ اگرچہ کوئی چیز روح کی مثل نہیں ہے جس کے ذریعہ اس کو سمجھایا جائے لیکن ایک ناقص مثال پیش کی جاتی ہے۔ آں چراغ۔ جسم کو بمنزلہ چراغ کے اور روح کو اُس کی روشنی جیسا سمجھو روشنی جب ہوسکے گی جبکہ چراغ میں بتّی ہو تیل ہو اسی طرح جسم غذا وغیرہ کا محتاج ہے۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتّی۔ حواس یعنی حواسِ خمسہ۔ اساس بنیاد یعنی حواسِ خمسہ جب کام کرتے ہیں جبکہ حوائج ضروری پورے ہوتے رہیں۔

[2] بے خور۔ حواس کا بقا حوائج ضروری کے پورے ہونے پر بھی موقوف ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ حوائج بھی پورے ہوتے رہیں تب بھی وہ فنا ہوجاتے ہیں۔ زانکہ۔ جس طرح چراغ باوجود بتّی اور روغن کے سورج نکلنے پر اپنے وجود کو گویا معدوم کردیتا ہے اسی طرح جب موت کا وقت آتا ہے تو یہ روحِ حیوانی اور حواس معدوم ہوجاتے ہیں اُن کیلئے موت کا وقت ایسا ہی ہے جیسا کہ چراغ کے لئے دن کا نکلنا۔

[3] جملہ حسہائے۔ جس طرح روحِ حیوانی کا بقا نہیں ہے

ا؎ آنچنانکہ سوز و دردِ زخمِ کیک
جیسا کہ پِسُّو کے زخم کی سوزش اور درد
محو گردد چوں درآید مار الیک
محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آجائے

آنچنانکہ عُور اندر آب جَست
جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے
تا در آب از زخمِ زنبوراں برَست
تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پالے

میکنند زنبور بَر بالا طواف
شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں
چوں برآرد سَر ندارندش معاف
وہ جب سر اُبھارتا ہے اُس کو معاف نہیں کرتی ہیں

آب ٢؎ ذکرِ حق و زنبور ایں زماں
اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت
ہست یادِ ایں فلان و آں فلاں
اِس فلاں اور اُس فلاں کی یاد ہے

دَم بخور در آبِ ذکر و صبر کُن
ذکرِ حق کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر
تا رہی از فکر و وسواسِ کُہن
تاکہ تو فکر اور پُرانے خیالات سے نجات پالے

بعد ازاں تو طبعِ آں آبِ صفا
اُس کے بعد اُس صاف پانی کی طبیعت
خود بگیری جُملگی سَر تا بپا
سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کر لے گا

آنچناں کز آب آں زنبورِ شَر
جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے
میگریزد از تو ہم گیرد حذر
بھاگتی ہے تجھ سے بھی ڈرے گی

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش
اُس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا۔
کہ بسِر ہم طبعِ آبی خواجہ تاش
کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہے

٣؎ بس کسانے کز جہاں بگذشتہ اند
بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں
لا نیند و در صفات آغشتہ اند
معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہو گئے ہیں

در صفاتِ حق صفاتِ جملہ شاں
اُن سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں
ہمچو اختر پیشِ آں خور بے نشاں
ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں
اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے
خواں جَمِیْعٌ هُمْ لَدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ
پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

مُحْضَرُوْنَ معدوم نبود نیک بیں
اچھی طرح سمجھ لے "حاضر کئے ہوئے" معدوم نہیں ہوتے
تا بقائے روحہا دانی یقیں
تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

ا؎ آنچنانکہ۔ روحِ انسانی کی فنا کی دوسری مثال ہے کہ پِسُّو کے کاٹنے کا درد سانپ کے حملہ کے وقت محو ہو جاتا ہے۔ الیک۔ تیری جانب۔ عُور۔ تیسری مثال یہ ہے کہ روحِ انسانی کی محویت ایسی ہے جیسا کہ ننگا شہد کی مکھیوں کے ڈر سے پانی میں محو ہو جاتا ہے۔ میکنند۔ شہد کے محال کی بڑی مکھیاں اس قدر تعاقب کرتی ہیں کہ پانی میں اگر غوطہ لگایا جائے تو وہ انتظار کرتی ہیں کہ باہر نکلے تو پھر کاٹیں۔

٢؎ آب۔ اب مولانا ارشاد کی بات کی طرف منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ وساوس کا حال شہد کی مکھیوں کا سا ہے اور اُن سے بچاؤ ذکرِ اللہ کے پانی کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ بعد ازاں۔ جب انسان ترقی کرتا ہے تو خود اُسکی طبیعت ذکر اللہ کی صفائی حاصل کر لیتی ہے اور طبیعت وساوس کو دُور کرنے لگتی ہے اور اُس کو حبسِ دم اور ذکرِ خفی وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ کہ بسِر۔ اب خود سالک کی طبیعت میں وہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں جو اذکار میں تھے۔

٣؎ بس کسانے۔ جس طرح روحِ انسانی بالکل فانی نہیں ہے اسی طرح بہت سے بزرگ وہ ہیں جن کی موت فنائے محض نہیں ہے بلکہ اُن کیلئے موت کے معنی یہ ہیں کہ وہ صفاتِ باری میں مُستغرق ہیں۔ در صفات۔ اللہ کی صفات میں وہ اسی طرح معدوم ہیں جس طرح ستارہ سورج کے سامنے معدوم ہوتا ہے۔ گر ز قرآں۔ قرآن پاک میں ہے اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ بس ایک زور کی آواز ہوگی تو ایکدم سے سب لوگ ہمارے حضور میں لا حاضر کئے جائینگے "محضرون" حاضر کئے جائینگے کا لفظ اِس بات کو بتاتا ہے کہ روحیں موجود تھیں معدوم نہ تھیں۔

رُوحِ محجوب[۵۱] از بقا ایش در عذاب
اُس کی بقا سے رُکی ہوئی روح عذاب میں ہے

رُوحِ وصل در بقا پاک از حجاب
جو روح بقا (باللہ) میں وصل (ذاتِ حق) ہو وہ پردے سے پاک ہے

زیں چراغِ حسِّ حیواں المراد
خلاصہ یہ ہے کہ اِس حیوانی حس کے چراغ سے

گفتمت ہاں تا نجوئی اتحاد
میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

رُوحِ خود را متصل کن اے فلاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کردے

زود با ارواحِ قدسِ سالکاں
بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

صد چراغت ار مُرند ار بیستند
تیرے سَو چراغ خواہ وہ مَریں یا قائم رہیں

بس جدا یند و یگانہ نیستند
(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

زاں[۵۲] ہمہ جنگند ایں اصحابِ ما
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں

جنگ کس نشنید اندر انبیا
کسی نے انبیاء میں لڑائی (کی بات) نہیں سُنی

زانکہ نورِ انبیا خورشید بُود
کیونکہ انبیا کا نور سورج (سے) تھا

نورِ حسِّ ما چراغ و شمع و دُود
ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

یک بمیرد یک بماند تا بروز
ایک بجھ جاتا ہے، ایک دن تک رہتا ہے

یک بُود پژمردہ دیگر با فروز
ایک ٹمٹماتا ہے، دوسرا روشن ہے

جانِ[۵۳] حیوانی بُود حیّ از غذے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے

ہم بمیرد اُو بہر نیک و بدے
وہ اچھائی اور بُرائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپیٹ جائے

خانۂ ہمسایہ مُظلم کے شود
پڑوسی کا گھر تاریک کب ہوگا؟

نورِ آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست
جب اِس گھر کی روشنی اُسکے بغیر بھی قائم ہے

پس چراغِ حسِّ ہر خانہ جداست
تو حس کا چراغ ہر گھر کا جدا ہے

ایں مثالِ جانِ حیوانی بُود
یہ رُوحِ حیوانی کی مثال ہے

نے مثالِ جانِ ربّانی بُود
نہ کہ ربّانی روح کی مثال

باز از ہندوی شب چوں ماہ زاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا

در سرِ ہر روزنے نورے فتاد
ہر سوراخ پر روشنی پڑی

۵۱ روحِ محجوب۔ روحِ حیوانی کو بقا باللہ حاصل نہیں ہے لہٰذا وہ عذاب میں ہوگی۔ جو روحِ انسانی بقا باللہ حاصل کریگی اُس کو رویتِ باری حاصل ہوگی۔ زیں چراغِ حس۔ روحِ حیوانی سے اتصال اور اتحاد، عذاب کا سبب ہے۔ روحِ خود۔ اپنی رُوح کو سالکوں کی روح سے وابستہ کرلو تو دیدارِ رب حاصل ہوگا۔ صد چراغت۔ ارواحِ حیوانی سے قطع نظر کرو اِن روحوں میں کوئی یگانگت نہیں ہوتی ہے

۵۲ زاں۔ چونکہ عوام روحِ انسانی سے محروم ہیں اُن میں صرف روحِ حیوانی ہے جس میں یگانگت نہیں ہے اسی لئے باہمی مختلف اور جنگ و جدل میں رہتے ہیں۔ انبیاء کی روح، روحِ انسانی ہے جس میں وحدت ہے۔ زانکہ۔ انبیاء کی روحیں خورشیدِ وحدت کا نور ہیں جو باہمی متحد ہیں۔ نورِ حسِ ما۔ روحِ حیوانی وہی چراغ والی روشنی ہے۔ یک بمیرد۔ چونکہ ان میں اتحاد نہیں ہے اس لئے کوئی انسان دوسرے انسان کے احوال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔

۵۳ جانِ حیوانی۔ روحِ حیوانی غذاؤں سے زندہ ہے اور پھر اُس کے لئے فنا ہے۔ گر بمیرد۔ روحِ حیوانی کی مثال چراغ کی روشنی کی سی ہے اگر ایک چراغ بجھ جائے تو دوسرے گھر کا چراغ جلتا رہتا ہے۔ نورِ آں خانہ۔ جب ایک گھر کے چراغ کے بجھنے سے دوسرے گھر پر اندھیرا نہیں ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ دونوں جدا گانہ ہیں۔ الخ۔ یعنی چراغ کی مثال۔ باز۔ روح انسانی کی مثال چاند کی روشنی کی سی ہے جب چاند طلوع کرتا ہے تو سب گھروں میں نور پھیلتا ہے تو اُن سب گھروں کے نور میں وحدت ہے۔

نورِ آں صد خانہ را تو یک شمر — کہ نماند نورِ ایں بے آں دگر

اُن سَو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ — کیونکہ اس کا نور اُس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

تا بُوَد^1^ خورشیدِ تاباں بر اُفق — ہست در ہر خانہ نورِ اُو قنق

جب تک سورج افق پر روشن ہے — ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

باز چوں خورشیدِ جاں آفل شود — نورِ جملہ جانہا زایل شود

پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے — تمام جانوں کا نور زایل ہو جاتا ہے

ایں مثالِ نور آمد مثل نے — مر ترا ہادی عدو را رہزنے

یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے — تیرے لئے ہادی ہے، دشمن کیلئے رہزن ہے

بر مثالِ عنکبوت آں زشت خُو — پردہائے گندہ را بر بافد اُو

وہ بدخو، مکڑی کی طرح — گندے پردے بُنتا ہے

از لعاب^2^ خویشتن پردہ نور کرد — دیدۂ ادراکِ خود را کور کرد

اپنے لعاب سے اُس نے نور پر پردہ ڈال دیا — اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

گردنِ اسپ ار بگیرد برخورد — ور بگیرد پایش بستاند لکد

اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لیگا فائدہ اٹھائیگا — اور اگر اُس کے پاؤں پکڑیگا لاتیں کھائے گا

کم نشیں بر اسپِ توسن^3^ بے لگام — عقل و دیں را پیشوا کن والسلام

سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ — عقل اور دین کو پیشرو بنالے والسلام

اندریں آہنگ منگر سست و پست — کاندریں رہ صبر و شقِ انفس ست

اِس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ — کیونکہ اِس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

باز گرد و قصۂ مسجد بگو — با سلیمانِ نبی نیک خُو

واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ — نیک خصلت سلیمان نبی کے ساتھ (جو ہوا)

بقیۂ قصۂ بنائے مسجدِ اقصیٰ از دستِ سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ سے مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ

چوں سلیمانؑ کرد آغازِ بنا — پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ

جب حضرت سلیمانؑ نے تعمیر ابتداء کی — جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

---

^1^ تا بُوَد - روحِ انسانی میں چونکہ وحدت ہے اس لئے شیخ کامل اپنی زندگی میں چاند کی طرح ہر مُرید کو روشنی عطا کرتا رہتا ہے۔ باز - جب وہ شیخ اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے تو مُریدوں میں استفاضہ کی وہ پہلی سی کیفیت نہیں رہتی ہے۔ ایں مثال - میں نے ذاتِ مقدس اور اُس کے نور کی مثال سورج اور اسکی روشنی سے دی ہے یہ مثال ہے جو تمام حیثیتوں سے مثل اُن کی طرح نہیں ہوتی ہے تیرے لئے یہ مثال ہدایت کا کام کریگی اور دشمن یعنی فلسفی کے لئے جو اسرارِ معرفت میں قیاس کو دخیل بناتا ہے رہزن بنے گی اور اُس کو مزید گمراہ کردے گی عنکبوت فلسفی کی مثال مکڑی کی سی ہے جو خود اپنے اوپر اپنے لعاب سے نور کو مخفی کر لیتی ہے۔

^2^ از لعاب - مکڑی اپنے لعاب سے اپنے اوپر جالا تن کر اپنے آپ کو روشنی سے محروم کرتی ہے اسیطرح منکر اور معترض اپنے اعتراضات کے ذریعہ اپنے ادراک کو نور سے محروم کر دیتا ہے۔ گردنِ اسپ - گھوڑے پر قاعدہ سے سوار ہوگا تو فائدہ اٹھائیگا اور اگر اسکے پاؤں پکڑنے کی کوشش کریگا تو لات کھائے گا یہی مثال کلامِ حق اور اسرارِ معرفت کی ہے کہ اسے صحیح طریقہ سے غور کروگے تو فائدہ اٹھاؤ گے اور معترضانہ نگاہ ڈالوگے تو تباہی ہوگی۔

^3^ اسپِ توسن، سرکش گھوڑا یعنی نفس۔ آہنگ - راہِ حق، راہِ سلوک کو آسان اور حقیر نہ سمجھ اِس راستہ میں بہت صبر و استقلال کی ضرورت ہے۔ جو نفس پر بہت شاق و گراں ہے۔ بِنا یعنی مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر۔ منیٰ - وہ مقامِ پاک ہے جہاں حاجی رمی جمار کرتے ہیں۔

در بنایش دیدہ می شُد کرّ و فر
اُس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی
نے فسُردہ چوں بناہائے دگر
دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

در بنا ہر سنگ کز کُہ می شکست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا
فاش سِیئرُوا بی[1] ہمی گفت از نخست
وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

ہمچو از آب و گلِ آدمؑ کدہ
آدمؑ کے مجسمہ کے پانی اور مٹی کی طرح
نور زاں کُہ پارہا تاباں شُدہ
پہاڑ کے اُن ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

سنگ[2] بے حمّال آئندہ شُدہ
پتھر اُٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے
واں در و دیوارہا زندہ شُدہ
وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

حق ہمی گوید کہ دیوارِ بہشت
اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں
نیست چوں دیوارہا بیجان و زشت
(اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

چوں در و دیوارِ تن با آگہی ست
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حسّاس ہیں
زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی ست
چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

ہم درخت[3] و میوہ ہم آبِ زُلال
درخت بھی اور پھل بھی، صاف پانی بھی
با بہشتی در حدیث و در مقال
بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہونگے

زانکہ جنّت را نہ زآلت بستہ اند
کیونکہ جنّت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے
بلکہ از اعمال و نیّت بستہ اند
بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے

ایں بنا ز آب و گلِ مُردہ بُدست
یہ عمارت مُردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے
آں بنا از طاعتِ زندہ شُدست
وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

ایں با صلِ خویش ماند پُر خلل
یہ اپنی اصل کی طرح پُر خلل ہے
واں با صلِ خود کہ علم ست و عمل
وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی
با بہشتی در سوال و در جواب
بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

فرش بے فرّاش پیچیدہ شُدہ
فرش بغیر فرّاش کے لپٹا ہوا ہوگا
خانہ بے کنّاس روبیدہ شُدہ
گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہوگا

ین بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود بچھے گا اور لپٹ جائے گا۔ خانہ۔ چونکہ گھر میں بھی زندگی ہوگی لہٰذا وہ خود اپنے آپ کو صاف کرے گا۔

[1] سِیئرُوا بی۔ مجھے لے چلو یعنی وہ پہاڑ کا پتھر خود بول پڑتا تھا کہ مجھے لے جا کر تعمیر میں لگاؤ۔ ہمچو۔ جس طرح آدمؑ کے مجسمہ کی مٹی اور پانی پُر نور تھا اسی طرح اُس مسجدِ اقصیٰ کے پتھر پانی اور مٹی پُر نور تھے۔

[2] سنگ۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے وہ پتھر خود بخود تعمیر میں لگنے کے لئے آنے لگے اور اُس مسجد کے در و دیوار میں زندگی پیدا ہوگئی۔ بہشت۔ بہشتی در و دیوار میں بھی زندگی ہوگی قرآن پاک میں ہے.... اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۔ بے شک آخرت کا گھر زندہ ہے"۔ چوں۔ انسان کا جسم پانی مٹی سے بنا ہے اور اُس میں زندگی ہے تو جنّت کے در و دیوار میں زندگی کیوں نہ ہوگی۔

[3] ہم درخت۔ جنّت کی ہر چیز میں حیات اور زندگی ہوگی اور وہ جنّتیوں سے گفتگو کرے گی۔ زآلت۔ جنّت کی تعمیر انسانوں کے نیک عملوں سے ہوگی۔ ایں بنا۔ دنیاوی مکانات مُردہ مٹی پانی سے بنتے ہیں لہٰذا وہ مُردہ ہوتے ہیں۔ جنّت زندہ عبادتوں سے تعمیر ہوگی تو اُس میں زندگی ہوگی۔ ہم سریر۔ جنّت کے تخت و قلعے اور لباس اور تاج سب زندہ ہوں گے۔ فرّاش۔ چونکہ وہاں کے فرش

تختِ[1] اُو سیّار بے حمّال شُد — حلقہ و در مُطرب و قوّال شُد

اُس کا تخت بغیر کسی اٹھانیوالے کے چلنے والا ہو گیا — حلقہ اور در، مُطرب اور قوّال ہو گیا

خانۂ دل بیں زغم ژولیدہ شُد — بے کناس از توبہ روبیدہ شُد

دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہ ہو کر) غم سے اُلجھا ہوا ہے — بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

ہست در دل زندگی دار الخلود — در زبانم چوں نمی آید چہ سُود

دل میں جنّت کی زندگی ہے — جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

چونکہ گشت آں مسجدِ اقصیٰ تمام — ز اہتمامات سلیمانؑ والسّلام

جب مسجدِ اقصیٰ مکمّل ہو گئی — (حضرت) سلیمانؑ کے اہتمام سے اور سلام ہو

چوں[2] سلیمانؑ در شُدے ہر بامداد — مسجد اندر بہرِ ارشادِ عباد

جب (حضرت) سلیمانؑ ہر صبح کو آتے — مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

پند دادے گہ بگفت و لحن و ساز — گہ بفعل اعنی رکوعِ پُر نیاز

کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے — کبھی فعل یعنی پُر نیاز رکوع کے ذریعہ

پندِ فعلی خلق را جذّاب تر — کہ رسد در جانِ ہر باگوش و کر

عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے — کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

و اندراں[3] وہمِ امیری کم بُود — در حشم تاثیرِ آں محکم بُود

اور اُس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے — ماتحتوں میں اُس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

قصّۂ آغازِ خلافتِ عثمانؓ و خطبۂ وے در بیان آنکہ ناصحِ فعّال بفعل بہ از ناصحِ قوّال بقول

حضرت عثمان رضہ کی خلافت کی ابتداء کا قصّہ اور اُن کا خطبہ اِس بیان میں کہ عامل اپنے عمل سے نصیحت کرنے والا، زبانی بات کے ذریعہ نصیحت کرنیوالے سے بہتر ہے

قصّۂ عثمانؓ کہ بر منبر برفت — چوں خلافت یافت بشتابید تفت

(حضرت) عثمان رضہ کا قصّہ کہ منبر پر پہنچے — جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

منبرِ مہتر کہ سہ پایہ بُدست — رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست

سردار ؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا — ابوبکر رضہ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

بر سوم پایہ عمرؓ در دورِ خویش — از برائے حرمتِ اسلام و کیش

(حضرت) عمر رضہ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر — اسلام اور مذہب کی حرمت کے لئے (بیٹھے)

---

[1] تخت۔ جنّت کا تخت خود بخود چلے گا۔ حلقہ۔ جنّتی کی خواہش کے مطابق دروازہ کی زنجیریں اور دروازہ خود مُطرب اور قوّال کا کام کرنے لگیں گے۔ خانۂ دل۔ جھاڑو دینے والے کے بغیر جنّتی گھر کے صاف ہو جانے پر تعجب نہ کرو خود اپنے دل کو دیکھو گناہوں سے آلودہ ہوتا ہے اور توبہ سے خود بخود صاف ہو جاتا ہے۔ در زبانم۔ دل کی زندگی کی پوری کیفیت سمجھانے سے زبان قاصر ہے۔

[2] چوں سلیمانؑ۔ مسجد اقصیٰ کے مکمّل ہو جانے پر حضرت سلیمانؑ روزانہ صبح کو مسجد میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو راہِ حق کی ہدایت کرتے۔ پند دادے۔ حضرت سلیمانؑ لوگوں کو کبھی زبان سے نصیحت فرماتے اور کبھی عملی طور پر عبادت کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت کرتے۔ پندِ فعلی۔ عملی نصیحت زیادہ کارگر ہوتی ہے۔

[3] و اندراں۔ عملی نصیحت میں لہجہ کا تحکّم بھی نہیں ہوتا ہے لہٰذا وہ ماتحتوں پر زیادہ اثر کرتی ہے۔ ناصحِ فعّال۔ وہ ناصح جس کا عمل دوسروں کی نصیحت کا سبب بنے۔ قوّال۔ جو شخص زبانی نصیحت کرے۔ مہتر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کے تین درجے تھے۔ ابوبکر رضہ خطبہ کے دوران میں آنحضور ؐ سے اوپر کے درجے پر بیٹھتے تھے حضرت ابوبکر رضہ نے دوسرے درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔ بر سوم۔ حضرت عمر رضہ نے اپنے دور میں اس منبر کے تیسرے آخری درجہ پر بیٹھنا شروع کر دیا تھا۔

دورِ۱ عثمانؓ آمد و بالائے تخت — **بر شُد و بنشست آں محمود بخت**

(حضرت) عثمان رضؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر — چڑھے، اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

پس سُوالش کرد شخصے بُو الفضول — **کاں دو ننشستند برجای رسولؐ**

اُن سے ایک بیہودہ گو شخص نے دریافت کیا — کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

پس تو چوں جُستی از ایشاں برتری — **چوں بُرتبت تو از ایشاں کمتری**

تو آپ نے اُن سے برتری کیوں چاہی؟ — جبکہ آپ رتبے میں اُن سے کم ہیں

گفت اگر پایہ سُوم را بسپرم — **وہم آید کہ مثالِ عمرؓ ام**

اُنھوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھیروں — شبہ ہوگا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

ور دُوم پایہ شوم من جائے جُو — **گوئیم مثلِ ابوبکرؓ ست اُو**

اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں — لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

ہست۲ ایں بالا مقامِ مصطفےٰؐ — **وہمِ مثلی نیست باآں شہ مرا**

یہ اونچا درجہ مصطفےٰؐ کی جگہ ہے — میرے متعلق اُن شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہوسکتا

بعد ازاں برجائے خطبہ آں وُدود — **تا بقربِ عصر لب خاموش بُود**

اُس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ — عصر کے قریب تک خاموش تھے

زہرہ نے کس را کہ گوید ہین بخواں — **یا بروں آید ز مسجد آں زماں**

کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھیے — یا اُس وقت مسجد سے باہر نکل آئیے

ہیبتے۳ بنشستہ بُد بر خاص و عام — **پُر شُد از نُورِ خدا آں صحن و بام**

ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی — اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالاخانہ پُر تھا

ہر کہ بینا ناظرِ نورش بُدے — **کور زاں خورشید ہم گرم آمدے**

جو بینا تھا وہ اُس کے نور کو دیکھنے والا تھا — اندھا بھی اُس نور سے گرم ہو رہا تھا

پس ز گرمی فہم کردے چشمِ کور — **کہ برآمد آفتابے بے فتور**

گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا — کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را — **تا بہ بیند عینِ ہر بشنیدہ را**

لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے — تاکہ آنکھ، ہر سُنی ہوئی بات کو دیکھ لے

گرمیش را ضجرتے و حالتے — **زاں تپش دل را کشادے فسحتے**

اُس کی گرمی میں ایک تنگدلی اور ایک حالت ہے — اُس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

۱ دورِ عثمانؓ۔ حضرت عثمانؓ نے پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم والے درجہ پر بیٹھنا شروع کیا۔ دو۔ یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ۔ کمتری۔ صحابہ کے مراتب میں حضرت عثمانؓ کا تیسرا مرتبہ ہے۔ گفت۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ سمجھیں گے کہ میں عمرؓ جیسا ہوں۔ ور دُوم۔ دوسرے درجہ پر بیٹھوں گا تو لوگ حضرت ابوبکرؓ جیسا سمجھیں گے۔

۲ ہست۔ اب میں نے آنحضورؐ کے درجہ پر اس لئے بیٹھنا شروع کر دیا کہ مجھے اُن جیسا کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا ہے۔ وَدود۔ یعنی حضرت عثمانؓ۔ خاموش۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے رہے اور پھر یہ کہہ کر نیچے اُتر آئے تھے کہ تمہارا امیر فعال ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قوّال ہو۔

۳ ہیبتے۔ حضرت عثمانؓ منبر پر خاموش بیٹھے تھے اور کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ اُنسے خطبہ دینے کو کہے یا اُٹھ کر چلا جائے اور اُس وقت وہ مظہرِ نورِ خداوندی بنے ہوئے تھے۔ ہر کہ بینا۔ وہ لوگ جنہیں اُس نور کے مشاہدہ کی صلاحیت تھی وہ اُس کا مشاہدہ کر رہے تھے بقیہ لوگ بھی اُسکے اثرات محسوس کر رہے تھے۔ پس۔ اندھا، سورج کی گرمی سے سورج کے طلوع کو سمجھتا ہے۔ لیک۔ لیکن اُس نور کی گرمی انسان کو بینا بنا دیتی ہے۔ گرمیش۔ اُس نور کی گرمی سے اُن کے دل میں ایک تنگی پیدا ہوئی اور وسعت پیدا ہوئی۔

کور[۵۱] چوں شُد گرم از نورِ قِدَم — از فَرَح گوید کہ من بینا شُدم

جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے — وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

سخت خوش مستی ولے اے بوالحسن — پارہَ راہ است تا بینا شُدن

تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس! — بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

ایں نصیبِ کور باشد ز آفتاب — صد چنیں واللّٰہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

سورج سے نابینا کا یہ حصّہ ہے — اس سے سو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

وآنکہ[۵۲] اُو آں نُور را بینا بُود — شرح اُو کے کارِ بو سینا بُود

وہ شخص جو اُس نور کو دیکھنے والا ہے — اُس کی تشریح کرنا (شیخ) بو علی سینا کا کام کہاں ہے؟

گر شوَد صد تو کہ باشد ایں زباں — کہ بجنباند بکف پردہ عیاں

اگر زبان سو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟ — کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

وائے بر وَے گر بساید پردہ را — تیغ اللّٰہی کُند دستش جُدا

اُس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے — خدائی تلوار اُس کے ہاتھ کو جُدا کر دیگی

دست چہ بُود خود سرش را بر کند — آں سرے کز جہل شر ہا می کُند

ہاتھ کیا ہوتا ہے، خود اُسکے سر کو کاٹ دیگی — اُس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

ایں بتقدیرِ سخن گفتم تُرا — ورنہ خود دستش کجا وآں کجا

یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی — ورنہ اُس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

خالہ[۵۳] را خایہ بُدے خالو بُدے — ایں بتقدیرست یعنی گر بُدے

خالہ کے اگر خصیہ ہوتا، وہ خالو ہوتی — یہ فرضی بات ہے، یعنی اگر ہوتا

از زباں تا چشم کُو پاک از شکست — صد ہزاراں سال گویم اندکست

زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے پاک ہے — اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

ہیں مشو نومید نور از آسماں — حق چو خواہد می رسد دریک زماں

خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور — جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

صد اثر در کانہا از اختراں — می رساند قدرتش در ہر زماں

ستاروں کے سینکڑوں اثرات، کانوں میں — اُس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

فاصلہ بتاؤں تو وہ بھی کم ہے۔ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشاہدہ کی دوری سے گھبرا کر اُسکی کوشش نہ چھوڑ بیٹھنا جب اللہ تعالیٰ اس فاصلہ کو کم کرنا چاہیں گے تو فوراً کم ہو جائیگا، چاند ستاروں کا زمین سے فاصلہ کروڑوں سال کی مسافت کا ہے لیکن قدرت انکی روشنی فوراً زمین تک پہنچا دیتی ہے۔ صد اثر۔ سورج اور چاند کی شعاعیں کانوں میں ہیرے جواہر بناتی ہیں اور وہ اثرات اُن سے کانوں تک فوراً پہنچ جاتے ہیں۔

۵۱ کور۔ جس میں مشاہدہ کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ بھی جس وقت اُس نور سے متاثر ہوتا ہے تو اپنے آپ کو بینا سمجھنے لگتا ہے۔ سخت۔ جس کو مشاہدہ حاصل نہیں ہے وہ خوشی میں مست ہو کر سمجھتا ہے کہ مشاہدہ حاصل ہو گیا۔ اُس کو خطاب ہے کہ تھوڑی سی اور محنت کر لے تب اِس مقام پر پہنچے گا۔ ایں نصیب۔ یہ تو اُس شخص کی حالت تھی جس کو مشاہدہ حاصل نہیں، جس کو حاصل ہوتا ہے اُس کی حالت اِس سے سَو گُنی ہوگی۔

۵۲ وآنکہ۔ اُس نور کے مشاہدہ سے جو کیفیت حاصل ہوگی اُس کی تشریح شیخ بو علی سینا بھی اپنی عقل اور فلسفہ کے زور سے نہیں کر سکتا۔ گر شود۔ مقامِ مشاہدہ، مجاہدہ سے حاصل ہوگا مشاہدہ کا پردہ دلائل سے نہ ہٹے گا۔ وائے۔ جو شخص نبوّت کے واسطے کے بغیر محض عقلی دلائل سے وصول الی اللہ کی کوشش کریگا اُس کیلئے ہلاکت ہے۔ ایں۔ یہ بات کہ اگر کوئی محض عقل کے ہاتھ سے پردے کو ہٹانے کی کوشش کریگا تو خدائی تلوار اُسکا ہاتھ کاٹ دیگی یہ بات میں نے بطورِ فرض کے کہہ دی ہو ورنہ یہ ہاتھ سے پردہ ہٹانے کی کوشش ممکن ہی نہیں ہے۔

۵۳ خالہ۔ یہ اسی طرح کی فرضی بات ہے جیسے لوگ کہتے ہیں کہ اگر خالہ کے خصیہ ہوتا تو وہ خالو بنجاتی۔ از زبان۔ زبانی دلائل سے مشاہدہ تک پہنچنے میں اگر میں لاکھوں سال کا

لہ اخترِ گردوں ظُلَم را ناسخ ست | اخترِ حق در صفاتش راسخ ست

آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دُور کرتا ہے | اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

چرخِ پانصد سالہ راہ اے مُستعیں | در اثر نزدیک آمد با زمیں

اے مدد کے طالب! آسمان پانچسو سال کی مسافت پر | اثر کرنے میں، زمین کے نزدیک ہے

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل | دمبدم خاصیتش آرد عمل

زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال کا راستہ ہے | اُس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

در ہمش آرد چو سایہ در ایاب | طول سایہ چیست پیشِ آفتاب

آنے میں اُس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے | سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

٢ہ وز نفوسِ پاک اختر وشں مدد | سوئے اخترہائے گردوں می رسد

پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح | آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

ظاہر آں اختراں قوامِ ما | باطنِ ما گشتہ قوامِ سما

بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں | ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانیوالا ہے

در بیانِ آنکہ حکمائے طبیعی گویند آدمی عالمِ صغیرست و حکمای الٰہی گویند آدمی عالمِ کبیرست زیراکہ علمِ آں حکما بر صورتِ آدمی مقصور بود و علمِ اینہا بر باطنِ آدمی موصول

اِس بیان میں کہ حکمارِ فلسفہ کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ صغیر ہے اور خدائی حکمار کہتے ہیں کہ آدمی عالمِ کبیر ہے کیونکہ اُن حکمار کا علم آدمی کی صورت پر منحصر تھا اور اِن کا علم آدمی کے باطن سے وابستہ ہے

٣ہ پس بصورت عالمِ صُغریٰ توئی | پس بمعنیٰ عالمِ کُبریٰ توئی

صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے | باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

ظاہراً آں شاخ اصلِ میوہ ست | باطناً بہرِ ثمر شد شاخ ہست

بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے | حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

گر نبودے میل و اُمیدِ ثمر | کے نشاندے باغباں بیخِ شجر

اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی | تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

لہ اخترِ گردوں- جب چاند سورج وغیرہ اپنی روشنی سے زمین کی تاریکیوں کو مٹاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں اُن سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ چرخ- آسمان کا زمین سے پانچسو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن زمین پر اثر انداز ہونے میں وہ فاصلہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سہ ہزاراں۔ زحل ستارہ جو کہ ساتویں آسمان پر ہے اُسمیں اور زمین میں ساڑھے تین ہزار سال کی مسافت کا فاصلہ ہے لیکن ہر وقت زمین پر اثر انداز ہے۔ در ہمش۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ اُس زحل کے اثرات کو جبکہ وہ زمین کی طرف لوٹ رہے ہوں درہم برہم کردے، آفتابِ حق کے سامنے ان اثرات کی جو سایہ کیطرح ہیں کیا حقیقت ہے؟
٢ہ وز نفوس- پہلے یہ کہا تھا کہ آسمان کے ستارے ہم پر اثر ڈال رہے ہیں اب فرماتے ہیں کہ جس طرح ستارے اثر انداز ہیں اسیطرح انبیاء اور اولیاء کا وجود ستاروں پر اثر انداز ہے۔ قوام- وہ چیز جو کسی چیز کی ماہیت بنائے۔ در بیان- حکماءِ فلاسفہ انسان کو چھوٹا جہان اور دنیا کو بڑا جہان مانتے ہیں اور صوفیاء انسان کو بڑا عالم اور دنیا کو چھوٹا عالم مانتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ فلاسفہ کی نظر انسان کے ظاہر پر ہے۔
٣ہ پس بصورت- یعنی انسان تمام کائناتِ عالم کے نمونوں کا ایک چھوٹا سا مجموعہ ہے۔ عالمِ کبریٰ- چونکہ حقیقتِ اسماءِ الٰہیہ اور حقائقِ کونیہ کا جامع ہے۔ شاخ- یعنی عالم- ثمر- یعنی انسان- گر نبودے- اگر انسان کی تخلیق، قدرت کا منشا نہ ہوتی تو عالم کو نہ پیدا کیا جاتا۔

پس بمعنیٰ آں شجر[1] از میوہ زاد — گر بصورت از شجر بودش وِلاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے — اگرچہ بظاہر درخت سے اُس کی پیدائش ہے.

مُصطفیٰؐ زیں گفت کادمؑ وانبیا — خَلفِ من باشند در زیرِ لوا
مصطفیٰؐ نے اِسی لئے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدمؑ اور انبیاؑ — میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

بہرِ ایں[2] فرمودہ است آں ذوفنون — رمزِ نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْن
اسی لئے اُن جامعِ کمالات نے فرمایا ہے — "ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

گر بصورت من ز آدمؑ زادہ ام — من بمعنیٰ جدّ جدّ افتادہ ام
اگرچہ بظاہر میں آدمؑ سے پیدا ہوا ہوں — میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

کز برائے من بُدش سجدۂ ملک — وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
کیونکہ فرشتوں کا اُنکو سجدہ میرے لئے ہی تھا — اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

پس زمن زائید در معنیٰ پدر — پس ز میوہ زاد در معنیٰ شجر
پس حقیقتاً باپ مجھ سے پیدا ہوا — اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

اوّلِ[3] فکر آخر آمد در عَمَل — خاصہ فکرے کو بود وصفِ ازل
ابتدائی فکر (عمل) وجود میں آخر میں آتا ہے — خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

حاصل اندر یک زماں از آسماں — میرود می آید ایدر کارواں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں — اب قافلہ آتا جاتا ہے

نیست بر ایں کارواں ایں رہ دراز — کے مفازہ زفت آید بامفاز
اِس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے — کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

دل بکعبہ میرود در ہر زماں — جسمِ طبع دل بگیرد ز امتناں
ہر وقفہ میں، دل کعبہ کو جاتا ہے — جسم احسانِ (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کرلیتا ہے

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست — چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے — جہاں خدا ہے وہاں دراز و کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

---

[1] آں شجر. تو گویا عالم انسان سے پیدا ہوا ہے. مصطفیٰؐ حدیث شریف وَاَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَحْتَهٗ اٰدَمُ وَ مَنْ دُوْنَهٗ وَلَا فَخْرَ یعنی میں قیامت کے روز لوائے حمد اُٹھانیوالا ہوں جس کے نیچے حضرت آدمؑ اور اُنکے علاوہ تمام انبیاء ہونگے اور اس پر کوئی فخر نہیں ہے. یہ اسی لئے فرمایا ہے کہ آدمؑ اور اُنکی اولاد کی تخلیق سے مقصود آنحضورؐ کی ذات ہے. لوا. جھنڈا.

[2] بہرِ ایں. چونکہ مقصود آنحضورؐ کی تخلیق تھی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اگرچہ آخر میں بھیجا گیا ہوں لیکن چونکہ مقصودِ اصلی میں ہوں لہٰذا میں پہلے ہوں کسی چیز کی علّتِ غائی وجودِ خارجی میں اگرچہ موخر ہوتی ہے لیکن وجودِ ذہنی میں وہ اس چیز سے پہلے موجود ہوتی ہے. جدِّ جد. چونکہ حقیقتِ آدمؑ کا ظہور حقیقتِ محمدیہؐ سے ہوا ہے. کز برائے. حضرت آدمؑ مسجودِ ملائکہ اسی لئے بنے کہ اُن کی پشت میں نورِ محمدیؐ تھا. رفت. اُن کو معراج اسی لئے کرائی گئی تاکہ وہ نورِ محمدیؐ سے فیض حاصل کرسکیں. پدر. حضرت آدمؑ.

[3] اوّلِ فکر. ہونیوالی ہر چیز کا فکر اور تصور اس کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتا ہے گھر رہنے کیلئے اور درخت پھل کیلئے وجود میں آتا ہے تو اُنکے تصورات اُن کے وجودِ خارجی سے پہلے ہوتے ہیں. حاصل. یہاں سے مولانا نے پھر اصل مضمون کیطرف رجوع کیا ہے کہ ذکر اور مشاہدہ کے فاصلہ سے سالک کو گھبرانا نہ چاہیئے، قدرت اِن فاصلوں کو کم کردیتی ہے. ایدر. اب. کے مفازہ. اگر کامیابی ہوتی ہے تو راہ کا فاصلہ اور دشواری معدوم ہوجاتی ہے. دل. انسان کا دل ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کعبہ میں پہنچ جاتا ہے. جسم. اللہ کا کرم ہو تو جسم بھی دل کی رفتار اختیار کرلیتا ہے اور بزرگوں سے طیّ الارض کی کرامت ظاہر ہوجاتی ہے. ایں دراز. راستہ کی درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے روح کے لئے نہیں ہے.

چوں[1] خدا مر جسم را تبدیل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا
رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
اس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

صد امید ست ایں زماں بردار گام
اب سینکڑوں امیدیں ہیں، قدم بڑھا
عاشقانہ اے فتیٰ خلِّ الکلام
عاشقوں کی طرح اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

گرچہ پیلہ چشم برہم می زنی
اگرچہ تو پلکیں جھپکا رہا ہے
در سفینہ خفتہ رہ میکنی
تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

تفسیر ایں حدیث کہ مَثَلُ اُمَّتِی کَمَثَلِ سَفِینَۃِ نُوحٍ مَنْ تَمَسَّکَ بِھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ

اس حدیث کی تفسیر کہ میری امت کی مثال (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی سی ہے جو اس سے وابستہ ہوا وہ بچا اور جو اس سے بچھڑا وہ ڈوبا

بہر[2] ایں فرمود پیغمبر کہ من
اسی لئے پیغمبر نے فرمایا ہے کہ میں
ہمچو کشتی ام بطوفانِ زمن
زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

ما و اصحابیم چوں کشتیِ نوح
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوحؑ کی کشتی کی طرح ہیں
ہر کہ دست اندر زند یابد فتوح
جو سہارا پکڑے گا، نجات پا جائے گا

چونکہ با شیخی تو دور از زشتی
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے، برائی سے دور ہے
روز و شب سیاری و در کشتیٔ
تو دن رات چل رہا ہے اور تو کشتی میں ہے

در پناہِ جانِ جاں بخشے توئی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے
کشتی اندر خفتہ رہ میروی
تو کشتی میں سویا ہوا ہے، راستہ طے کر رہا ہے

مگسل از پیغمبرِ ایامِ خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جدا نہ ہو
تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش
اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

گرچہ[3] شیری چوں روی رہ بے دلیل
اگرچہ تو شیر ہے، جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کرے گا
ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل
تو لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

ہیں مپر الا کہ با پرہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر
تا ببینی عونِ لشکرہائے شیخ
تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یک زمانے موجِ لطفش بالِ تست
ایک وقت اس کی مہربانی کی موج تیرا بازو ہے
آتشِ قہرش دمے حمالِ تست
کسی وقت اس کے قہر کی آگ تیری بار بردار ہے

---

۱ چوں۔ خدا معراج میں انبیاء کے لئے یہی صورت پیش آتی ہے۔ فرسخ۔ تین میل کا فاصلہ۔ صد امید ست۔ مجاہدہ کرنے والے کو قیل و قال کو ترک کر کے عمل میں لگ جانا چاہیے خدا سے امید ہے کہ وہ مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دیگا۔ گرچہ۔ سالک بھی آنکھیں بند کر کے عمل کرے تو منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ پیلہ چشم۔ پلکیں۔ سفینہ۔ کشتی۔ انسان کشتی میں بیٹھا ہوا ہو تو اگر وہ سو بھی جائے تب بھی منزل تک پہنچ جائیگا۔

۲ بہر ایں۔ آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کی سیرت پر عمل کر کے ایک انسان نجات حاصل کر سکتا ہے۔ فتوح۔ کامیابی۔ چونکہ۔ سالک کیلئے شیخ کی صحبت حضرت نوحؑ کی کشتی کا کام کرتی ہے۔ سیار۔ چلنے والا۔ جان بخشے۔ یعنی شیخ۔ پیغمبر۔ یعنی اس زمانہ کا شیخ۔

۳ گرچہ۔ سالک خواہ کیسا ہی ہو سلوک بغیر شیخ کے مشکل ہے۔ پرہائے شیخ۔ یعنی شیخ کی توجہ۔ عونِ شیخ کی توجہات سے منزل طے ہوگی۔ یک زمانے۔ شیخ کبھی اپنی صفتِ جمال کے ساتھ تربیت کرتا ہے کبھی صفتِ جلال کے ساتھ، تو شیخ کی نرمی اور سختی دونوں مدارج کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

قہرِ[1] اُو را ضدِّ لطفش کم شمر
اُس کے قہر کو، اُس کی مہر کی ضد نہ سمجھ
اتّحادِ ہر دو بیں اندر اثر
اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یک زماں چوں خاک سبزت می کُند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کیطرح سرسبز کر دیتا ہے
یک زماں پُر باد و گبزت می کُند
ایک وقت میں پُر شوکت اور عالیقدر بنا دیتا ہے

جسمِ عارف را دہد وصفِ جماد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے
تا بر و روید گل و نسرین شاد
تاکہ اُس پر پھول اور عمدہ گلِ سیوتی اُگے

لیک اُو بیند نہ بیند غیرِ اُو
لیکن وہی اُس کو دیکھتا ہے اُس کا غیر نہیں دیکھتا ہے
جُز بمغزِ پاک ندہد خُلد بُو
بہشت پاک مغز (والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

مغز را خالی کُن از انکارِ یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے
تا کہ ریحاں یابی از گلزارِ یار
تاکہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

تا بیابی بُوی خُلد از یارِ من
تاکہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے
چوں[2] محمدؐ بُوی رحماں از یمن
جیساکہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی،

در صفِ معراجیاں گر بیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا
چوں بُراقت بر کُشاید نیستی
فنا تیرے لئے بُراق کی طرح پر پھیلا دے گی

نے چو معراجِ زمینے تا قمر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں
بلکہ چوں معراجِ کلکے تا شکر
بلکہ نَے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

نے چو معراجِ بُخارے تا سما
دھویں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں
بل چو معراجِ جنینے تا نُہیٰ
بلکہ پیٹ کے بچہ کی عقل تک معراج کی طرح

خوش[3] بُراقے گشت خنگِ نیستی
فنا کا گھوڑا، بہت اچھا براق بنا
سُوئے ہستی آردت گر نیستی
اگر تو فانی ہے، تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

کوہ و دریا ہا سُمش مَس می کُند
اُس کے سُم، پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں
تا جہانِ حسّ را پس می کُند
یہانتک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

پا بکش در کشتی و می رو رواں
کشتی میں قدم رکھ، اور چلا چل
چوں سُوئے معشوق جان جانِ رواں
جیساکہ جان معشوق کیطرف جاتی ہو جو روح کی روح ہے

ایسا ہے کہ اگر تم فنا کا مقام حاصل کر چکو گے تو تمہیں بقا کی طرف لے آئے گا یعنی سیر عروجی کے بعد سیر نزولی ہوگی اور تم پھر اپنی ہستی میں آجاؤ گے۔ کوہ۔ فنا کا مقام حاصل ہو جانے پر سالک دنیا سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ پابکش۔ شیخ کی صحبت میں جو سیر ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہوتی ہو جس طرح جان معشوق کیطرف کھنچتی ہے۔

[1] قہر اُو۔ شیخ کی محبت اور غصہ دونوں کے اثرات مُرید کے لئے مفید ہیں لہٰذا اثر کے اعتبار سے ایک دوسری کی ضد نہیں ہیں۔ چوں خاک۔ یعنی شیخ اپنے قہر سے مُرید کو متواضع بناتا ہے اور اُس میں اخلاقِ حسنہ کا سبزہ اُگاتا ہے۔ پُر باد۔ یعنی شان و شوکت والا۔ گبز۔ موٹا، فربہ۔ وصفِ جماد یعنی خاکساری۔ لیک۔ مُرید کی اِس روحانی شادابی کو شیخ دیکھتا ہے۔ مغز۔ شیخ کے ساتھ بے اعتقادی فیض سے مانع ہے۔

[2] چوں۔ یہ حضرت اویسؓ قرنی کے قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت اویسؓ یمن میں رہتے تھے اور بڑے عاشقِ رسول تھے لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے تھے آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا۔ اِنّی لَاَجِدُ رِیْحَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَن میں یمن کی جانب سے خدا کی خوشبو سونگھتا ہوں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان حضرت اویسؓ کی خوشبو کے بارے میں تھا۔ نیستی۔ یعنی مقامِ فنا۔ نے چو معراج۔ بزرگوں کی صحبت میں جو معراج ہوگی وہ ایسی معراج نہ ہوگی جیسی کہ دھویں یا غبار کی معراج آسمان تک ہے بلکہ ایسی بامعنیٰ معراج ہوگی جیسی کہ نے کو معراج حاصل ہو کر اُس میں شکر پیدا ہو جاتی ہے۔

[3] خوش۔ یعنی یہ فنا کا بُراق

دستِ نے وپائے نے رَو تا قِدم ۱ه | آنچناں کہ تاخت جانہا از عدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل | جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

بر دریدے در سخن پردہ قیاس | گر نبودے سمعِ سامع را نعاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی | اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

اے فلک بر گفتِ اُو گوہر ببار | از جہانِ اُو جہانا شرم دار
اے آسمان! اُس کی گفتگو پر موتی برسا | اے دنیا! تو اُس کے جہان سے شرم کر

گر بباری گوہرت شش تا شود ۲ه | جامدت گوئندہ و بینا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گُنا ہو جائینگے | تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائیگا

پس نثارے کردہ باشی بہرِ خود | چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود
تو تیرا نچھاور خود تیرے لئے ہوگا | جبکہ تیرا ہر سرمایہ سَو گُنا ہو جائے گا

ہمچوآں ہدیہ کہ بلقیس از سبا ۳ه | بر سلیمانؑ می فرستاد اے کیا
اُس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے | (حضرت) سلیمانؑ کے پاس بھیجا اے عقلمند!

قصۂ ہدیہ فرستادنِ بلقیسؑ از شہرِ سبا بسوئے

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمانؑ کو ہدیہ بھیجنے کا قصہ

سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ السلام

اُن پر اور ہمارے نبی پر سلام ہو

ہدیۂ بلقیس چل اُشتر بُدست ۴ه | بارِ آنہا جملہ خشتِ زر بُدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے | جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

چوں بصحرائے سلیمانی رسید | فرشِ آں را جملہ زرِ پُختہ دید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا | اُس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

بر سرِ زر تا چہل منزل براند | تاکہ زر را در نظر آبے نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا | یہانتک کہ (اُسکی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

بارہا گفتند زر را وا بریم ۵ه | سوئے مخزن ما چہ بیکار اندریم
اُنھوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لیجائیں | خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

عرصہ کش خاک زرِ دہ دہی ست | زر بہدیہ بُردن آنجا ابلہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے | وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

۱ه دست نے۔ اِس سیر میں ہاتھ پاؤں کام میں نہیں آتے اور یہ سیر ایسی ہے جیسے روح کی سیر عدم سے وجود کی طرف ہوتی ہے۔ بردریدے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ عروج و نزول اور فنا و بقا کی تقریر اس درجہ کی ہے کہ اس کے بعد کسی عقلی دلیل کی ضرورت نہ ہو اگر سننے والا ہوش و حواس سے اُس کو سُن لے۔ نُعاس۔ اُونگھ۔ اے فلک۔ یہ اس قدر پُرحقائق تقریر ہے کہ اس پر آسمان کو موتی برسانے چاہئیں اور عالمِ ظاہر کو اس عالمِ معنیٰ سے شرم آنی چاہیئے۔

۲ه گر بباری۔ گوہر نثاری میں خود آسمان کا فائدہ ہے اُس کے موتی چھ گُنا ہو جائینگے اور اُس کی بے جان مخلوق گویا اور بینا بن جائیگی پس۔ مرید جس قدر بھی اعتقاد کے موتی برسائے گا اُس میں خود اُس کا فائدہ ہے اب اسی مناسبت سے مولانا بلقیس کا قصہ نقل کرتے ہیں۔

۳ه بلقیس۔ یہ یمن میں شہر سبا کی ملکہ تھیں حضرت سلیمانؑ کو اُنھوں نے ہدیہ بھیجا تھا۔ چل۔ چالیس۔ خشتِ زر۔ سونے کی اینٹیں۔ زرِ پختہ۔ خالص سونا۔ بر سرِ زر۔ حضرت سلیمانؑ کے معجزے سے ایسا ہوا تھا۔ آب۔ رونق۔ گفتند۔ یعنی ہدیہ لانیوالوں نے کہا۔ مخزن۔ یعنی حضرت بلقیس کا خزانہ۔ زرِ دہ دہی۔ خالص سونا۔ ابلہی۔ بیوقوفی۔

اے بَرُدہ عَقل[1] ہدیہ تا اِلٰہ	عَقل آنجا کمترست از خاکِ راہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لیجانے والے	وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے
چوں کسادِ ہدیہ آنجا شُد پدید	شرمساری شاں ہمی واپس کشید
جب تحفہ کا گھٹیاپن وہاں کُھل گیا	شرمندگی نے اُن کو واپس لوٹایا
باز گفتند از کساد واز روا	چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
پھر انھوں نے کہا گھٹیاپن اور بڑھیاپن سے	ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں
گر زر و گر خاک مارا بُردنی ست	امرِ فرمانِدہ بجا آوردنیست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے	حاکم کا حکم بجا لانا ہے
گر بفرمایند کیں واپس بُرید	ہم بفرماں تحفہ را باز آورید
اگر وہ حکم دیں کہ اِس کو واپس لے جاؤ	حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ
امر و فرماں راہمی باید شُنید	تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
حکم اور فرمان کو سُننا چاہیئے	وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیئے
خوش رَواں گشتند با ہدیہ رَوا	تا بتختِ آں سلیمانِ جہاں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہوگئے	اُس شاہِ جہاں کے تخت کی جانب
خندہ[2] اش آمد چوں سلیماں آں بدید	کز شما من کے طلب کردم مزید
جب (حضرت) سلیمانؑ نے وہ دیکھا اُنکو ہنسی آئی	میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا!
من نمی گویم مرا ہدیہ دہید	بلکہ گفتم لائقِ ہدیہ شوید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو	بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق بنو
کہ مرا از غیب نادر ہدیہاست	کہ بشر آں رانیارد نیز خواست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں	کہ انسان اُن کی تمنا بھی نہیں کرسکتا
می[3] پرستید اخترے کو زر کُند	رُو باُو آرید کو اختر کُند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے	تم اُس کی طرف رُخ کرو جو ستارہ بناتا ہے
می پرستید آفتابِ چرخ را	خوار کردہ جانِ عالی نرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو	تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کردیا

[1] عقل ہدیہ۔ یعنی اللہ کے معاملہ میں عقلی باتیں ایسی ہی بیکار ہیں جیسا کہ حضرت بلقیس کا ہدیہ۔ واپس کشید۔ یعنی ہدیہ لانے والے شرمندہ ہوئے اور انھوں نے ہدیہ واپس لے جانا چاہا۔ باز گفتند۔ یعنی پھر انھوں نے آپس میں کہا کہ ہمیں ہدیہ کے اچھے اور بُرے ہونے سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیئے ہم تو حکم کے تابع ہیں فرمانِدہ۔ حاکم۔ گر بفرمایند۔ یعنی اگر حضرت سلیمانؑ قبول نہ کریں گے۔ رَوا۔ دوسرا لفظ پہلے لفظ کی تاکید ہے۔ سلیمانِ جہاں۔ یعنی شاہِ جہاں۔

[2] خندہ۔ حضرت سلیمانؑ اس مال کو دیکھ کر ہنسے اور فرمایا میں نے صرف ایمان طلب کیا ہے مال طلب نہیں کیا ہے۔ مزید۔ یعنی مال۔ من نمی گویم۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا آتُونِی مُسلِمِین۔ میرے پاس مسلمان ہو کر آجاؤ۔ لائقِ ہدیہ۔ یعنی مسلمان ہوجاؤ گے تو ہدیہ دینے کے قابل بن جاؤ گے۔ کہ۔ میں دنیا کی دولت کے ہدیوں سے بے نیاز ہوں خدا نے مجھے ایسی دولتیں عنایت کردی ہیں کہ کوئی انسان حاصل کرنا تو درکنار اُن کی آرزو بھی نہیں کرسکتا۔

[3] می پرستید۔ چونکہ سورج کی شعاعوں سے کانوں میں سونا بنتا ہے اسلئے تم سورج کی پرستش کرتے ہو، تمھیں تو اُس خدا کو پوجنا چاہیئے جس نے سورج کو بنایا ہے۔ خوار کردہ۔ تمام کائنات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے بنائی ہے تو وہ انسان کی خادم ہے نہ کہ معبود ایسی چیزوں کو پوجنا انسان کا اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے۔

آفتاب از امرِ حق طبّاخِ ماست[1]
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے
ابلہی باشد کہ گویم اُو خداست
میں اُس کو خدا کہوں تو حماقت ہوگی

آفتابت گر بگیرد چوں کُنی
تیرا سورج گہن میں آگیا تو تو کیا کریگا؟
آں سیاہی زو تو چوں بیروں کُنی
تو اُس کالک کو اُس سے کیسے ہٹائے گا!

نے بدرگاہِ خدا آری صُداع
کیا خدا کے دربار میں (اس) دردِ سر کو پیش کریگا؟
ایں سیاہی را ببر وادِہ شعاع
(کہ) اِس کالک کو دور کر دے شعاع واپس کردے

گر کُشندت[2] نیم شب خورشید کُو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں سورج کہاں ہے؟
تا بنالی یا اماں خواہی ازو
تاکہ تو اُس سے فریاد کرے یا امان چاہے

حادثات اغلب بشب واقع شود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں
واں زماں معبودِ تو غائب بُود
اُس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

سُوئے حق گر راستانہ خم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جُھکے
وا رہی از اختراں محرم شوی
تو ستاروں سے نجات پا جائے، محرمِ راز بنجائے

چوں شوی محرم کشایم با تو لب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کرونگا
تا بہ بینی آفتابے نیم شب
تاکہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

جز روانِ پاک اُو را شرق نے
پاک روح کے سوا اُس کا مشرق نہیں ہے
در طلوعش روز و شب را فرق نے
اُس کے طلوع کے لئے دن رات کا فرق نہیں ہے

روز[3] آں باشد کہ اُو شارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے
شب نماند شب چو اُو بارق شود
جب وہ چمکتا ہے رات، رات نہیں رہتی ہے

چوں نماید ذرّہ پیشِ آفتاب
جس طرح ذرّہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے
خور چُناں باشد دراں انوارِ پاک
اُن پاک تجلّیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

آفتابے را کہ رخشاں می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے
دیدہ پیشش کند و حیراں می شود
آنکھیں اُس کے سامنے خیرہ اور حیران ہوجاتی ہیں

ہمچو ذرّہ بینیش در نورِ عرش
تو عرش کے نور میں اُس کو ذرّہ جیسا دیکھے گا
پیشِ نورِ بیحدِ موفورِ عرش
عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

آفتابے۔ یہ دنیاوی سورج جو نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے نورِ عرش کے مقابلہ میں ذرہ اور خوار و مسکین اور ناپائیدار ہے۔

[1] طبّاخ۔ پکانیوالا، سورج کی شعاعوں سے کھیتیاں اور تمام پھل پکتے ہیں۔ گر بگیرد۔ سورج گرہن میں آجاتا ہے تو ایسی ناقص اور مجبور چیز کو پوجنا کیا عقلمندی ہے۔ نے بدرگاہ۔ گرہن کے دور کرنے کیلئے تو خدا سے دعا کرتا ہے تو ایسی بے بس مخلوق کو پوجنے سے کیا فائدہ۔

[2] گر کُشندت۔ رات کو سورج غائب ہوتا ہے تو رات میں اگر مصیبت آئی تو کس کو پکارے گا، رات ہی میں عموماً حوادث پیش آتے ہیں۔ سُوئے حق۔ مخلوق کو چھوڑ کر اگر تو خالق کے سامنے سجدہ ریز ہوگا تو مصائب سے نجات پالیگا اور کائنات کا محرمِ راز بن جائیگا۔ چوں شوی۔ جب تو محرمِ راز بن جائیگا تو میں تجھے اسرار بتاؤں گا پھر تجھے اُس سورج کا مشاہدہ ہوگا جو آدھی رات میں بھی موجود ہے۔ جز۔ اُس کا مظہر صرف پاک روح ہے اور وہ ہر وقت موجود ہے۔

[3] روز۔ دنیاوی دن کوئی چیز نہیں، دن تو وہ ہے جب وہ آفتابِ حقیقت طلوع کرے اگر وہ رات میں بھی تجلّی ڈال دے تو رات، رات نہیں رہتی۔ چوں۔ جس طرح دنیاوی سورج کے مقابلہ میں ذرہ بے حقیقت ہے اسی طرح آفتابِ حقیقت کے مقابلہ میں یہ سورج بے حقیقت ہے۔

خوار و مسکیں بینی اُو را بے قرار	دیدہ را قوّت شُدہ از کردگار
تو اُس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا	آنکھ کو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہوگئی ہو

کیمیائے کہ از و یک ماثرے | بر دُخاں افتاد و گشت آں اختر ے

وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ | دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

نادر اکسیرے کہ از وَے نیم تاب | بر ظلامے زد بگردش آفتاب

وہ عجیب اکسیر کہ اُس کی آدھی چمک | تاریکی پر پڑی اُس کو سورج بنا دیا

بُوالعجب میناگرے کز یک عمل | بست چندیں خاصیت را بر زُحل

وہ کیمیاگر عجیب ہے کہ ایک عمل سے | زُحل (ستارے) میں اس قدر خاصیتیں پیدا کردیں

باقی اخترہائے و گوہرہائے جاں ۲؎ | ہم بریں مقیاس اے طالب بداں

بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو | اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے

دیدۂ حسّی زبونِ آفتاب | دیدۂ ربّانی جُوی و بیاب

حِسّی آنکھ سورج سے مغلوب ہے | خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کرلے

تا زبوں گردد بہ پیشِ آں نظر | شعشعاتِ آفتاب با شرر

تاکہ اُس نظر کے سامنے مغلوب ہوجائیں | چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

کاں نظر نوری و ایں ناری بُوَد | نار پیشِ نور بس تاری بُوَد

کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے | آگ، نور کے سامنے بہت تاریک ہوجاتی ہے

کراماتؑ و نورِ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرّہٗ

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرّہٗ کا نور اور کرامات

گفت عبداللہ شیخ مغربی | شصت سال از شب ندیدم من شبی

شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا | ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

من ندیدم ظلمتے در شصت سال | نے بروز و نے بہ شب از اعتدال

میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی | اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

صوفیاں گفتند صدقِ قالِ اُو | شب ہمی رفتیم در دُنبالِ اُو

صوفیوں نے کہا ہے کہ اُن کی بات کی تصدیق کیلئے | ہم رات کو اُن کے پیچھے چلے

کی اِس کرامت سے ربانی آنکھ کے حالات بیان کئے ہیں۔ شبی یعنی رات پنا اور اندھیرا۔ اعتدال یعنی روحانی اعتدال۔ صوفیاں۔ صوفیوں نے بیان کیا ہے کہ اُن کو آزمانے کے لئے ہم آدھی رات میں اُن کے پیچھے چل پڑے۔ دُنبال۔ پیچھے

۱؎ دیدہ۔ اِس قدر شدید نور کو دیکھنے کی خدا طاقت عطا فرما دیتا ہے اور انسان اُس کا مشاہدہ کرلیتا ہے کیمیائے۔ وہ آفتاب حقیقت ایسی کیمیا ہے کہ اُس کے اثر سے دھواں سورج بن گیا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ایک مادہ دھوئیں کی شکل میں تھا جس سے آسمان بنا یا گیا ہے تو ظاہر ہے اسی سے آسمانی کائنات بھی بنی ہے۔ نادر۔ یہ خدا کی کیمیاگری ہے کہ اُس نے دھوئیں سے سورج بنا دیا۔ میناگر۔ کانچ بنانے والا چونکہ آسمان کانچ کی طرح صاف و شفاف ہے اِس لئے یہاں لفظ میناگر سے اللہ تعالیٰ کا استعارہ کیا ہے۔ زحل۔ یہ ستارہ سب ستاروں سے بلند ساتویں آسمان پر ہے۔

۲؎ باقی۔ جس طرح آسمان اور سورج اللہ تعالیٰ کی کاریگری سے بنے ہیں اِسی طرح روح کے موتیوں کو بھی سمجھ لو۔ دیدۂ حِسّی۔ جسمانی آنکھ تو اِس سورج کو بھی نہیں دیکھ پاتی ہے، مشاہدۂ حق کے لئے ربانی آنکھ کی ضرورت ہے۔ تا زبوں۔ جسمانی آنکھ سورج سے مغلوب ہے ربانی آنکھ سے سورج مغلوب ہوجاتا ہے۔ شعشعات۔ شعاعیں۔ کاں نظر۔ ربانی آنکھ نورانی ہے اور جسمانی آنکھ ناری ہے، نار، نور کے بالمقابل تاریک ہوجاتی ہے۔

۳؎ کرامات۔ شیخ عبداللہ مغربیؒ

در بیابانہائے پُر از خار و گو[1]
گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں
اُو چو ماہِ بدر مارا پیش رو
وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

رُوی پس ناکردہ میگفتے بشب
رات میں، مُنھ موڑے بغیر کہتے تھے
ہین گو آمد مَیل کُن در سُوی چپ
خبردار! گڑھا آگیا بائیں جانب مُڑ جا

باز گفتے بعد یکدم سُوی راست
پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب
مَیل کُن زیرا کہ خارے پیش پاست
مُڑ جا، کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

روز گشتہ پایِ بوسش گشتہ ما
دن نکلے ہم اُن کے پاؤں چومنے والے ہوگئے؟
زانکہ بُودش پاک از گِل ہر دو پا[2]
کیونکہ اُن کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

روز گشتہ پاش را با پائے بوس
دن نکلے اُن کے پاؤں چومنے کی وجہ سے
گشتہ پاہائش چو پاہائے عُروس
اُن کے پاؤں دُلھن کے پاؤں کی طرح تھے

نے[2] زخاک و نے زگِل بر وَے اثر
اُن پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان
نز خراشِ خار و آسیبِ حجر
نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

مغربی را مشرقی کردہ خدای
اللہ تعالیٰ نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا
کردہ مغرب را چو مشرق نورزای
مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنیوالا بنایا تھا

نورِ ایں شمسِ شموس فارس ست
ستاروں کے اِس سورج کا نور تیز رَو ہے
روزِ خاص و عام را اُو حارس ست
عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

چوں نباشد حارسِ آں نورِ مجید
وہ نورِ اعظم کیوں نگہبان نہ ہوگا؟
کہ ہزاراں آفتاب آرد پدید
جو ہزاروں سورج پیدا کردے

تو بنورِ اُو ہمی رَو در اماں
تو اطمینان سے اُس کے نور کیساتھ چلا جا
درمیانِ اژدہا و کژدُماں
اژدھوں اور بچھوؤں میں

پیشِ[3] پیشت می رَود آں نورِ پاک
وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا
می کُند ہر رہزنے را چاک چاک
وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے

یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ را راست دان
یَوْمَ لَا یُخْزِی النَّبِیَّ کو سچ سمجھ
نُورُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ بخواں
نُورُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ پڑھ لے

---

[1] گو۔ گڑھا۔ بدر۔ چودھویں کا چاند۔ رُوی۔ یعنی وہ تاریک رات میں آگے آگے چل رہے تھے۔ اور بغیر مُنھ موڑے پیچھے چلنے والوں کو گڑھے اور کانٹے سے بچنے کی ہدایت کر رہے تھے یعنی اُن کو نیچے کی چیزیں بھی اندھیرے میں نظر آرہی تھیں۔ روز گشتہ۔ یعنی دن نکلنے پر ہم نے اُن کی مزید کرامت یہ دیکھی کہ اُن کے پاؤں پر مٹی بھی نہ لگی تھی تو ہم نے ازراہِ عقیدت اُنکے پاؤں چومے۔

[2] نے زخاک۔ اُنکے پاؤں پر کانٹے اور پتھر کا کوئی نشان نہ تھا حالانکہ وہ کانٹوں اور پتھروں پر چلے تھے۔ مغربی یعنی مغرب کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی نہیں ہے مشرقی یعنی مشرق کا رہنے والا جہاں سورج کی روشنی پھیلی ہوئی ہو۔ مغرب۔ غروبِ آفتاب کے بعد اندھیرا ہوجاتا ہے مشرق۔ طلوعِ آفتاب کے بعد روشنی پھیل جاتی ہے۔ شموس یعنی ستارے۔ فارس۔ تیز رو۔ حارس۔ نگہبان۔ نورِ مجید۔ ذاتِ حق۔ بنورِ اُو۔ یعنی نورِ حق۔

[3] پیش۔ خدائی نور سالک کے آگے آگے چلتا ہے اور اُس کو مہلکات سے بچاتا ہے۔ یوم۔ قرآن پاک میں ہے یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُہُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ وَبِاَیْمَانِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یہ وہ دن ہوگا جبکہ اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رُسوا نہ کرے گا اُن کے ایمان کی روشنی اُن کے آگے آگے اور اُن کے دائیں جانب چل رہی ہوگی، دعائیں کرتے جاتے ہوں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہماری اِس روشنی کو ہمارے لئے آخر دم تک قائم رکھ۔

گرچہ[۱] گردد در قیامت آں فزوں — از خدا اینجا بخواہید آزموں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا — آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

کو بہ بخشد ہم بمیغ و ہم بماغ[۵] — نورِ جاں واللہُ اعلمُ بالبلاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے — جان کا نور، اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

باز گردانیدنِ سلیمان علیہ السلام رسولانِ بلقیس را با آں ہدیہا کہ آوردہ بودند سوئے بلقیس و دعوتِ سلیمان بلقیس را بایمان و ترکِ آفتاب پرستی

حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اُن ہدیوں کے جو وہ لائے تھے واپس کر دینا بلقیس کی جانب، اور حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان لانے اور سورج پرستی کے چھوڑنے کی دعوت دینا

باز گردید اے رسولانِ خجل — زر شما را، دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ — سونا تمہارا ہے، ہمارے لئے دل لاؤ دل

ایں[۲] زرِ من بر سرِ آں زر نہید — کوریِ تن فرجِ استر را دہید
میرے اس سونے کو اُس سونے پر رکھدو — جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالہ کردو

فرجِ استر لائقِ حلقہ زرست — زرِّ عاشق رُوئیِ زرد و اصفر ست
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے — عاشق کا سونا، زرد اور پیلا چہرہ ہے

کہ نظر گاہِ خداوند ست آں — کہ نظر اندازِ خورشید ست کاں
کیونکہ وہ خدا کی نظرگاہ ہے — کان، سورج کی نظرگاہ ہے

کو نظر گاہِ شعاعِ آفتاب — کو نظر گاہِ خداوندِ لُباب
کجا سورج کی شعاع کی نظرگاہ؟ — کجا عقلوں کے آقا کی نظرگاہ؟

از گرفتِ[۳] من زجاں اسپر کنید — گرچہ اکنوں ہم گرفتارِ منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو — اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

مُرغِ فتنہ دانہ بر بام ست اُو — پر گشادہ بستہ دام ست اُو
دانہ کا عاشق پرندہ، بالاخانہ پر ہے — پر کھولے ہوئے، وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

معنیٰ کے اعتبار سے شعر کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ فتنہ دانہ۔ دانہ کا دیوانہ، یعنی وہ پرندہ جو دانہ کے لالچ میں ہے اگرچہ وہ بالاخانہ پر پَر کھولا بیٹھا ہے لیکن انجام کے اعتبار سے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے یہ شعر پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ کی تشریح ہے۔

[۱] گرچہ۔ اگرچہ اُس نور میں قیامت میں اضافہ ہوگا لیکن یہاں بھی اس کے اضافہ کی دعا کرکے دیکھو۔ کو۔ کیونکہ جب وہ غیر جاندار چیزوں کو نور عنایت کر دیتا ہے تو اشرف المخلوقات کو کیوں عطا نہ کریگا۔ خجل۔ شرمندہ، ہدیہ لانیوالے حضرت سلیمانؑ کے یہاں سونے کی ارزانی کو دیکھکر سونے کا ہدیہ دینے پر شرمندہ ہو رہے تھے۔ دل۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں سونے اور چاندی سے کام نہ چلے گا دل کی سلامتی کام آئے گی۔

[۲] ایں زرِ من۔ یعنی یہاں سے اور سونا لے جاؤ تاکہ تمہاری حرص کو تسکین ہو۔ کوریِ تن۔ جسم کی بے بصری کو اپنے آپ سے دور کرکے کسی گندی جگہ پھینک دو۔ فرجِ استر۔ خچری اگر حاملہ ہو جائے تو بچہ کی پیدائش میں عموماً مر جاتی ہے لہٰذا اُس کی شرمگاہ پر سونے کا حلقہ ڈال دیا جاتا تھا تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکے۔ عاشق۔ عاشق کی کمزوری اور چہرے کی زردی اُس کی زینت ہے۔ کو۔ عاشق کے چہرے کی زردی خدا کی نظرگاہ ہے اور سونے کی کان سورج کی نظرگاہ ہے جس کی وجہ سے کان میں سونا تیار ہوتا ہے لہٰذا عاشق کے چہرے کی زردی بدرجہا افضل ہے۔

[۳] گرفتِ من۔ ایمان کی پابندی، جہاد کا حملہ اِن دونوں

[۵] ماغ۔ کہر، وہ بخارات جو جاڑوں میں زمین سے دُھویں کی طرح اُٹھتے ہیں۔

چوں بدانہ داد اُو دل را بجاں ‌‌ ‌ ناگرفتہ مرُ و را بگرفتہ داں

چونکہ اُس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے ‌ ‌ بغیر گرفتاری اُس کو گرفتار سمجھ

آں نظر[۱] کہ سُوئے دانہ می کُند ‌ ‌ آں گرہ داں کو بپا بر میزند

وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے ‌ ‌ اُس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

دانہ گوید گر تو می دُزدی نظر ‌ ‌ من ہمی دُزدم زتو صبر و مقر

دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظر یں چُراتا ہے ‌ ‌ میں تجھ سے صبر و قرار چُرا رہا ہوں

چوں کشانید آں نظر ایں سُو ترا ‌ ‌ پس مداں از خویشتن غافل مرا

جب تجھے اُس نظر نے اِس جانب کھینچ لیا ‌ ‌ تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

چوں کشیدت آں نظر اندر پیَم ‌ ‌ پس بدانی کز تو من غافل نیَم

جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے ‌ ‌ تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

قصۂ[۲] عطّارے کہ سنگِ ترازوئے اُو ازِ گل سرشوی بُود و

اُس عطار کا قصہ کہ جس کی ترازو کا باٹ ملتانی مٹی کا تھا اور

دُزدیدنِ مشتریِ گل خوار ازاں گِل ہنگامِ سنجیدنِ شکرو

شکر تولنے کے وقت مٹی کھانے والے خریدار کا اُس مٹی میں سے چوری کرنا

دیدنِ عطّار آں را و نادیدہ کردن

اور عطار کا اُس کو دیکھنا اور اَن دیکھا کر دینا

پیشِ عطّارے یکے گلخوار رفت ‌ ‌ تا خرد اَبلوج و قندِ خاص و زفت

ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا ‌ ‌ تاکہ سفید، خاص قند، عمدہ خریدے

پس بَرِ عطّار طرّارِ[۳] دو دل ‌ ‌ موضعِ سنگِ ترازو بُود گِل

اُس منافق چالاک عطار کے پاس ‌ ‌ باٹ کی بجائے مٹی تھی

گفت عطّار اے جواں اَبلوج من ‌ ‌ ہست نیکو نے تکلّف بے سخن

عطار نے کہا اے جوان! میری شکر ‌ ‌ بلا مبالغہ، لا کلام عمدہ ہے

لیک گِل سنگِ ترازوئے منست ‌ ‌ گر ترا میلِ شکر بخریدن ست

لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں ‌ ‌ اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

گفت ہستم در مُہمے قند جُو ‌ ‌ سنگِ میزاں ہر چہ خواہی باش گو

اُس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں ‌ ‌ ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

---

[۱] آں نظر۔ اُس کی للچائی ہوئی نظر دراصل اُس کے پاؤں کی گرہ ہے۔ دانہ۔ وہ دانہ کو دزدیدہ نظروں سے دیکھ رہا ہے اور وہ دانہ اُس کے صبر و قرار کو چرا رہا ہے۔ چوں۔ جب لالچی نظر پرند کو دانہ کی جانب کھینچ لائی ہے تو پرند کو سمجھنا چاہیے کہ شکاری اُس سے غافل نہیں ہے وہ اُس کو پھانس لے گا۔

[۲] قصہ۔ پرند جس طرح یہ سمجھتا ہے کہ وہ شکاری کی غفلت سے فائدہ اُٹھا کر دانہ کھا جائے گا اور خود پھنس جاتا ہے اسی طرح اِس قصہ میں خریدار یہ سمجھ رہا ہے کہ وہ دُکاندار کی غفلت سے فائدہ اُٹھا رہا ہے حالانکہ وہ خود اپنا نقصان کر رہا ہے۔ گِل سرشوی۔ وہ مٹی جسے مل کر سر دھویا جاتا ہے جیسا کہ ہندوستان میں ملتانی مٹی ہے۔ گِل خوارہ۔ مٹی کھانے والا۔ اَبلوج۔ سفید شکر۔

[۳] طرّار۔ زبان دراز، جیب تراش، ٹھگ۔ دو دل۔ منافق چونکہ وہ مٹی کے باٹوں کے ذریعہ کم تولتا تھا۔ گفت عطّار نے کہا ترازو کے بٹے پتھر کی بجائے مٹی کے ہیں۔ در مُہمے۔ خریدار نے کہا مجھے قند کی ضرورت ہے مجھے بٹوں سے کیا بحث ہے جیسے بھی ہوں۔

گفت با خود پیش آنکہ گِل[1] خورست
(پھر) اُس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانیوالے کے آگے

سنگ چہ بُود گِل ز شکر بہترست
پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

ہمچو آں دلّالہ کو گفت اے پسر
اُس دلّال کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!

نو عروسے یافتم بس خوب فر
میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈلی ہے

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات بھی ہے

کاں ستیرہ دخترِ حلواگرست
کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

گفت بہتر اینچنیں خود گر بُوَد
اُس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے

دخترِ اُو چرب و شیریں تر بُوَد
اُس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

گر نداری سنگ و سنگت از گِل ست
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے

ایں بہ و بہ گِل مرا میوہ دل ست
یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

اندراں کفۂ[2] ترازو ز اعتداد
ترازو کے پلڑے میں اعتماد کے ساتھ

اُو بجائے سنگ آں گِل را نہاد
اُس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

پس برائے کفۂ دیگر بدست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے

ہم بقدرِ آں شکر را می شکست
اُس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

چوں نبودش تیشہ اُو دیر ماند
چونکہ اُس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا

مُشتری را منتظر آنجا نشاند
اُس نے خریدار کو اُس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

رُویش آں سُو بُود گِل خور ناشگفت
اُس کا رخ اُس طرف تھا، بے صبر مٹی خور نے

گِل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت
اُس سے چھپ کر مٹی چرانی شروع کردی

ترس[3] ترساں کہ نیاید ناگہاں
ڈرتے ڈرتے، کہ وہ اچانک نہ آجائے

چشمِ اُو بر من فتد از امتحاں
اور اُس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑجائے

دید عطار آن و خود مشغول کرد
عطار نے اُس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کرلیا

کہ فزوں تر دزد ہیں اے رُوئے زرد
کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرالے

گر بدزدی از گِلِ من می بری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جارہا ہے

رَو کہ ہم از پہلوئے خود می خوری
جا کہ تو اپنا ہی نقصان کررہا ہے

تو ہمی ترسی زمن لیک از خری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے

من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

[1] گِل۔ مٹی کھانیوالے کے لئے تو مٹی شکر سے بھی زیادہ مزیدار ہوتی ہے۔ ہمچو۔ عطار کا مٹی کی خرابی کو ظاہر کرنا ایسا ہی تھا جیسا کہ دلّالہ نے لڑکی میں خرابی ظاہر کی جو اُس نوجوان کے لئے اور زیادہ دلچسپی کا باعث بنی۔ حلواگر۔ حلوائی۔ چرب۔ چونکہ حلوائی کے یہاں گھی اور شکر کی کثرت ہوتی ہے بیہودہ مٹی کھانے والے کے لئے مٹی دلپسند چیز ہے۔

[2] کفہ۔ ترازو کا پلڑا۔ اعتداد۔ تیاری کرنا۔ بقدرِ آں یعنی مٹی کے وزن کی۔ تیشہ۔ شکر جم گئی ہوگی جس کے توڑنے کے لئے تیشہ کی ضرورت ہوئی۔ آنجا۔ یعنی دکان کے اگلے حصہ میں۔ رُویش یعنی دکاندار کا رُخ۔

[3] ترس ترساں۔ یعنی مٹی خور دکاندار سے ڈرتا ہوا مٹی چرا رہا تھا۔ دید۔ دکان دار نے اُس کو دیکھ لیا لیکن خود کو اور زیادہ مشغول کرلیا تاکہ وہ مٹی زیادہ چرا سکے کیونکہ وہ جس قدر مٹی چرائے گا اسی قدر شکر کم چڑھے گی۔ از پہلوئے خود۔ یعنی اپنا ہی نقصان کررہا ہے اُس کو شکر کم ملے گی۔

گرچہ[۱] مشغولم چناں احمق نیم — کہ شکر افزوں کشی تو از بیم

اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں — کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

چوں بہ بینی مر شکر را آزمود — پس بدانی احمق و غافل کہ بود

جب تو آزماکر شکر کو دیکھے گا — تو سمجھ لے گا احمق اور غافل کون تھا؟

مرغ ازاں دانہ نظر خوش می کند — دانہ ہم از دور راہش می زند

پرند اس دانہ سے نظر کو خوش کر رہا ہے — دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

گر زنائے چشم حظّے می بری — نے کباب از پہلوئے خود میخوری

اگرچہ تو آنکھ کے گلگے سے مزا اٹھا رہا ہے — کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

ایں[۲] نظر از دور چوں تیرست و سم — عشقت افزوں می شود صبر تو کم

یہ نظر بازی دور سے ہی تیر اور زہر ہے — تیرا عشق بڑھتا ہے، صبر کم ہوتا ہے

مالِ دنیا دامِ مرغانِ ضعیف — مُلکِ عقبیٰ دامِ مرغانِ شریف

دنیا کا مال، کمزور پرندوں کا جال ہے — آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

تا بدیں مُلکے کہ او دامے ست ژرف — در شکار آیند مرغانِ شگرف

یہانتک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے — عجیب پرندے شکار میں آتے ہیں

من[۳] سلیمانؑ می نخواہم مُلکِ تاں — بلکہ من برہانم از ہر ہُلک تاں

میں سلیمانؑ تمہارا مُلک نہیں چاہتا ہوں — بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

کایں زماں ہستید خود مملوکِ مُلک — مالک المُلک آنکہ او بجہد ز ہُلک

کیونکہ تم اس وقت خود مُلک کے غلام ہو — مُلک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

باز گونہ اے اسیرِ ایں جہاں — نام خود کردی امیرِ ایں جہاں

اے اس دنیا کے قیدی! الٹا — تو نے اپنا نام شاہِ جہاں رکھ لیا ہے

اے تو بندہ ایں جہاں محبوسِ جاں — چند گوئی خویش را خواجہ جہاں

اے تو اس جہان کا غلام، جان کا قیدی ہے — تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہیگا؟

دلداری کردن و نواختنِ سلیمانؑ مر آں رسولاں را و دفعِ وحشت و آزار از دلِ ایشاں و عُذر قبول ناکردنِ ہدیہ و شرح کردن با ایشاں

حضرت سلیمانؑ کا ان قاصدوں کی دلداری کرنا اور نوازنا اور انکے دل سے تکلیف اور دہشت کو دور کرنا ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر اور اس کی ان سے تشریح کرنا

---

۱ گرچہ۔ یعنی میرا دیر کرنا میری بیوقوفی نہیں ہے بلکہ فائدہ مند ہے۔ چوں۔ جب تو گھر جاکر شکر تولے گا تو پتہ چلے گا کہ بیوقوف کون تھا۔ مرغ۔ پرند دانہ چگنے میں اپنا فائدہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہی اس کی ہلاکت ہے۔ ناحی۔ گلا۔ چونکہ دوسرے مصرع میں کباب کا ذکر ہے اس لئے اس مصرع میں آنکھ کے لئے گلگے کا استعمال کیا ہے یعنی ایک شخص کسی حسین کے ساتھ نظر بازی کرتا ہے تو بظاہر وہ لطف اندوز ہے لیکن ہمیشہ کے لئے اپنے لئے پریشانی مول لے لیتا ہے۔

۲ ایں نظر۔ نظر بازی کا تیر خود نظر باز کے لئے تیر ستم ہے۔ اور وہ بھی زہریلا۔ حدیث ہے۔ اَلنَّظَرُ سَہْمٌ مَّسْمُوْمٌ مِّنْ سِہَامِ اِبْلِیْسَ۔ نظر بازی شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے۔ مالِ دنیا۔ دنیا کی زیب و زینت ضعیف الایمان لوگوں کا جال ہے مومنین آخرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مرغانِ شگرف۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔

۳ من سلیمانؑ۔ یہ حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو خطاب ہے۔ از ہر ہلک۔ چونکہ ستارہ پرستی میں ہلاکت ہے۔ کایں زماں۔ دنیا دار اپنی دولت کا غلام ہوتا ہے، شاہ تو وہ ہے جو اس کی ہلاکت سے بچ نکلے۔ باز گونہ۔ دنیا دار اپنے آپکو حاکم اور شاہ کہتا ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ برعکس نہند نام زنگی کافور"

اے رسولاں می فرستم تاں رسول [1] ॥ ردِّ من بہتر شمارا از قبول

اے قاصدو! میں تمھیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں ॥ میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

پیشِ بلقیس آنچہ دیدید از عجب ॥ باز گوئید از بیابانِ ذہب

بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی ॥ سونے کے جنگل کی بابت کہو

کہ چہل منزل بروئے زر بدید ॥ وز چنیں ہدیہ خجل چوں می شدید

کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے ॥ اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم ॥ ما زر از زر آفریں آوردہ ایم

تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں ॥ ہم سونا پیدا کرنیوالے سے سونا لے آئے ہیں

آنکہ گر خواہد ہمہ خاکِ زمیں ॥ سر بسر زر گردد و دُرِّ ثمیں

وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی ॥ پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

حق [2] برائے آں کند اے زر گزیں ॥ روزِ محشر ایں زمیں را نقرہ گیں

اے سونے کو پسند کرنیوالے، اللہ (تعالیٰ) اسی لئے ॥ اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

فارغیم از زر کہ ما بس پُر فنیم ॥ خاکیاں را سر بسر زرّیں کنیم

ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیوں کہ ہم ماہرِ فن ہیں ॥ ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

از شما کے کدیۂ زر می کنیم ॥ ما شمارا کیمیا گر می کنیم

ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟ ॥ ہم تمہیں کیمیاگر بناتے ہیں

ترک آں گیرید گر مُلکِ سباست ॥ کہ برونِ آب و گِل بس مُلکہاست

اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو ॥ کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

تختہ بندست [3] آنکہ تختش خواندہ ॥ صدر پنداری و بر در ماندہ

جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے ॥ تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

پادشاہی نیستت بر ریشِ خود ॥ پادشاہی چوں کنی بر نیک و بد

تیری اپنی داڑھی پر بھی حکومت نہیں ہے ॥ ہر اچھے اور برے پر تو بادشاہی کا دعویٰ کیوں کرتا ہے!

بے مرادِ تو شود ریشت سفید ॥ شرم دار از ریشِ خود اے کژ امید

تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے ॥ اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

مالک الملک ست ہر کش سر نہد ॥ بے جہانِ خاک صد ملکش دہد

جو اُس (خدا) کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہو ॥ خاکی دنیا کے علاوہ وہ اسکو سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

---

[1] تاں رسول یعنی اب تم میری جانب سے قاصد بنکر جاؤ۔ ردِّ من یعنی میرا ہدیہ کو واپس کرنا تمہارے لئے مفید ہے تم ایمان لے آؤگے۔ پیشِ بلقیس۔ تم اپنے واقعات جاکر بلقیس کو سناؤ اور بتاؤ کہ چالیس منزل تک تم سونے کی زمین پر چل کر میرے پاس پہنچے تھے۔ وز چنیں۔ اور یہ بھی کہو کہ ہمیں سونے کا ہدیہ پیش کرنے میں شرمندگی ہوتی تھی۔ تا بداند۔ تاکہ بلقیس یہ سمجھ جائے کہ ہم اسکی دولت کے طالب نہیں ہیں۔

[2] حق۔ محشر کے دن زمین چاندی جیسی کر دی جائیگی اور یہ اس وجہ سے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ظاہر فرمائینگے کہ اُن کے یہاں سونے چاندی کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ فارغیم۔ ہم سونے سے بے نیاز ہیں ہم تو انسانوں کو ایمان عطا کرکے زرّیں بنا دیتے ہیں۔ کیمیاگر۔ مؤمن مخلص بن جاؤگے تو کیمیاگر بن جاؤگے۔ شعر

کیمیا و سیمیا و ریمیا

کس نداند جز بذاتِ اولیاء

ترک۔ آخرت کے ملکوں کی خاطر دنیا کی سلطنت کو خیرباد کہدو۔

[3] تختہ بند۔ قیدخانہ، لکڑی کا وہ کندا جسمیں پاؤں پھنسا کر قید کر دیتے تھے۔ صدر۔ جس مقام کو تو صدر مقام سمجھا ہے وہ دربان کی جگہ ہے۔ ریش۔ تیرا حکم تو خود تیری داڑھی پر نہیں چلتا ہے ورنہ وہ تیری منشا کے خلاف سفید نہ ہوتی۔ مالک الملک اہل بادشاہت اسکی ہے جو اللہ کے دربار میں سرِ نیاز جھکادے وہ اسکو اس دنیا کی حکومت کے علاوہ اور حکومتیں عطا فرما دیتا ہے۔

لیک[1] ذوقِ سجدۂ پیشِ خدا　　خوشتر آید از دو صد دولت ترا

لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق　　تجھے دو سَو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہوگا

پس بنالی کہ نخواہم مُلکہا　　مُلکِ آں سجدہ مُسلّم کُن مرا

پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں　　اُس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرمادے

بادشاہانِ جہاں از بدرگی　　بُو نبُردند از شرابِ بندگی

دنیا کے بادشاہوں نے بد طینتی کی وجہ سے　　بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

ورنہ ادہمؒ وار سرگردان و دنگ　　مُلک را برہم زدندے بے درنگ

ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہوکر　　فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

لیک حق بہرِ ثباتِ ایں جہاں　　مُہر شاں بنہاد بر چشم و دہاں

لیکن اللہ (تعالےٰ) نے اِس جہان کے بقا کے لئے　　اُن کی آنکھ اور منھ پر مُہر لگادی ہے

تا شود شیریں براِیشاں تخت و تاج　　کہ ستانیم از جہانداراں خراج

تاکہ اُن کے لئے تخت و تاج شیریں ہوجائے　　کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ　　آخر آں از تو بماند مُردہ ریگ

اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کریگا　　بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

ہمرہِ[2] جانت نگردد مُلک و زر　　زر بدہ سُرمہ سِتاں بہرِ نظر

سلطنت اور سونا تیری رُوح کا ساتھی نہ بنے گا　　سونا دیدے، نگاہ کے لئے سُرمہ لے لے

تا ببینی کایں جہاں چاہیست تنگ　　یُوسفانہ آں رسن آری بچنگ

تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے　　یوسف وار وہ رسّی ہاتھ میں پکڑ لے

تابگوید[3] چوں زچاہ آئی ببام　　جان کہ یا بُشرایٰ لِی ھٰذا غلام

تاکہ جب تو کنوئیں سے بالا خانہ پر آئے کہے　　روح، میرے لئے بشارت ہے، یہ لڑکا ہے

ہست در چہ انعکاساتِ نظر　　کمتریں آنکہ نماید سنگ زر

کنوئیں میں نظر کے عکس ہیں　　سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

وقتِ بازی کودکاں را ز اختلال　　می نماید آں خزفہا زر و مال

خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو　　وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

---

۱ لیک۔ لیکن جب سجدہ کا ذوق پیدا ہوجائیگا تو... سلطنتوں سے بیزار ہوجائیگا اور خدا سے دعا کرے گا کہ بس یہی دولت کافی ہے۔ بادشاہاں۔ دنیاوی بادشاہ چونکہ بندگی کی مستی سے ناواقف ہیں اس لئے وہ سلطنت کے شوق میں مبتلا ہیں اگر وہ واقف ہو جائیں تو حضرت ادہمؒ کی طرح سلطنت پر لات ماردیں۔ لیک حق۔ لیکن چونکہ اللہ تعالےٰ کو دنیا کا نظام چلانا ہے اس لئے اُن کو اس لذت سے محروم کردیا ہے اور وہ مگن ہیں کہ ہم دنیا سے خراج وصول کرتے ہیں خراج۔ ٹیکس۔ مُردہ ریگ۔ وہ مال جو ورثہ میں ملے۔

۲ ہمرہ۔ دنیا کی دولت دنیا میں رہ جاتی ہے روح پرواز کرجاتی ہے۔ سُرمہ۔ وہ سرمہ حاصل کرلے جس سے یہ چیزیں بے حقیقت نظر آئیں۔ یوسفانہ۔ حضرت یوسفؑ رسّی کے ذریعہ کنوئیں سے باہر آئے تھے، تو بھی عبادات کی رسّی کے ذریعہ سے دنیا کے اِس کنوئیں سے باہر نکل آ۔

۳ تابگوید۔ جس وقت حضرت یوسفؑ کنوئیں سے برآمد ہوئے تھے تو ڈول نکالنے والا چیخ اُٹھا تھا کہ خوشخبری ہے یہ تو لڑکا ہے اِسی طرح تیری روح تیرے کنوئیں سے نکل آنے پر خوش خبری دے گی۔ در چہ۔ دنیا میں نظر کا فریب ہے کہ دنیا کی بے حقیقت دولت کو قیمتی دکھا دیتی ہے۔ وقتِ بازی۔ بچے کھیل کود میں ٹھیکریوں کو روپیہ پیسہ تصور کرلیتے ہیں۔

عارفانش[1] کیمیاگر گشتہ اند — تا کہ شد کانہا بر ایشاں ریشخند

اُس (خدا) کو پہچان جانیوالے کیمیا گر بن گئے ہیں — حتیٰ کہ اُن کے لئے کانیں حقیر ہوگئی ہیں

دیدنِ درویشے جماعتِ مشایخ را در خواب و درخواست کردنِ روزیِ حلال از ایشاں بے مشغول شُدن بکسب کہ از عبادت می مانم و ارشاد کردنِ ایشاں اُورا بمیوہائے تلخ و ترش کوہی و بروے شیریں شُدنِ آں میوہا بدلالتِ آں مشایخ

ایک درویش کا بزرگوں کے گروہ کو خواب میں دیکھنا اور اُن سے بغیر کمائی کی مشغولیت کے حلال روزی کی درخواست کرنا کہ میں عبادت کرنے سے رہ جاتا ہوں اور اُنکی اُس کو کڑوے اور کھٹے پہاڑی پھلوں کی جانب رہنمائی کرنا اور اُن بزرگوں کی رہنمائی سے اُس کے لئے اُن پھلوں کا شیریں بن جانا

آں یکے درویش گفت اندر سَمَر — خضریاں را من بدیدم خواب در

ایک درویش نے قصہ میں بتایا — کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

گفتم[3] ایشاں را کہ روزیِ حلال — از کجا نوشم کہ نبُود آں وبال

میں نے اُن سے کہا کہ حلال روزی — جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

مر[2] مرا سوئے کہستاں راندند — میوہا زاں بیشہ می افشاندند

وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے — اُس جنگل سے اُنھوں نے پھل جھاڑے

کہ خدا شیریں بکرد آں میوہ را — در دہانِ تو بہمتہائے ما

کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کردیئے ہیں — تیرے مُنہ میں ہماری توجہات سے

ہیں بخور پاک و حلال و بے حسیب — بے صُداع و نقلِ بالا و نشیب

ہاں، پاک اور حلال اور بے حساب کھا — بغیر دردِ سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

پس مرا زاں رزق نُطقے رُو نمود — ذوقِ گفتِ من خرد ہا می رَبُود

پھر اُس رزق سے مجھ میں ایسی قوتِ گویائی رونما ہوئی — کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کردیتا تھا

گفتم[3] ایں فتنہ است اے ربِّ جہاں — بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں

میں نے کہا، اے دنیا کے پالنہار! یہ فتنہ ہے — وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہو

شد سخن از من، دلِ خوش یافتم — چوں انار از ذوق می بشگافتم

میری قوتِ گویائی جاتی رہی، میں نے مطمئن دل پالیا — ذوقِ لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

---

[1] عارفانش۔ جو عارف باللہ ہیں وہ خود کیمیاگر ہیں اُنکی نگاہ میں سونے کی کوئی وقعت نہیں ہے ؎

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بُود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

دیدن۔ اِس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اہلُ اللہ کی نظر میں دنیا کا مال ہیچ ہے اور اُن کی ہمت کیمیا کا کام کرتی ہے۔ سَمَر۔ قصہ۔ خضریاں۔ وہ اَبدال جو حضرت خضرؑ کی طرح نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ گفتم۔ میں نے اُن اَبدال سے کہا کہ کمانا کھانا تو وبال ہے ایسی تدبیر بتادیجئے کہ مجھے بِلا کمائے حلال روزی حاصل ہوجائے۔

[2] مر مرا۔ وہ لوگ مجھے جنگل میں لیگئے اور انھوں نے جنگلی پھل جھاڑے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ میرے لئے وہ کڑوے کسیلے پھل میٹھے ہوجائیں۔ صُداع۔ دردِ سر یعنی۔ اُن پھلوں کے کھانے سے میرے کلام میں وہ شیرینی پیدا ہوگئی کہ لوگ اُس پر فریفتہ ہونے لگے۔

[3] گفتم۔ اولیاء اللہ کو اپنی شہرت اور عوام میں مقبولیت ناگوار ہوتی ہے۔ شد سخن۔ یعنی وہ لطف کلام کی کیفیت زائل ہوگئی جو عوام کی گرویدگی کا سبب تھی اور دل میں ایک جذبۂ مسرت پیدا ہوگیا۔

گفتم ار چیزے نباشد در بہشتؒ [1]
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی
غیر ایں شادی کہ دارم در سرشت
اِس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

ہیچ نعمت آرزو ناید دِگر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہوگی
زیں نپردازم بجوز و نیشکر
اسکو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کیطرف توجہ نہ کرونگا

ماندہ بُود از کسب یک دو حبہ اَم
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی
دوختہ در آستینِ جُبہ اَم
جس کو میں نے جُبہ کی آستین میں سی لیا تھا

نیّت کردنِ اُو کہ ایں زر بدیں ہیزم کش دہم چوں من روزیِ حلال یافتم بکراماتِ مشائخ و رنجیدنِ آں ولی ہیزم کش از ضمیر و نیّت اُو

اُس کا سوچنا کہ یہ سونا میں اِس لکڑہارے کو دیدوں جبکہ میں نے بزرگوں کی کرامات سے حلال روزی پالی ہے اور اُس لکڑہارے ولی کا اُس کے دل کی بات اور نیت سے رنجیدہ ہونا

آں یکے درویش ہیزم می کشیدؒ [2]
ایک درویش لکڑیاں لا رہا تھا
خستہ و ماندہ زبیشہ در رسید
تھکا ہارا جنگل سے آیا

پس بگفتم من ز روزی فارغم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں
زیں سپس از بہر رزقم نیست غم
اِس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

میوۂ مکروہ بر من خوش شدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہو گئے ہیں
رزقِ خاصہ جسم را آمد بدست
خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے

چونکہ من فارغ شدستم از گلو
چونکہ میں حلق (کے معاملہ) سے فارغ ہو گیا ہوں
حبہ چندست ایں بدہم بدو
چند رتیاں ہیں یہ میں اُس کو دیدوں

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش
اِس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں
تا دو سہ روزک شود از قوت خوشؒ [3]
تاکہ دو تین دن (کیلئے) وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

خود ضمیرم را ہمی دانست اُو
اُس نے خود میرے دل کی بات جان لی
زانکہ شمعش داشت نور از شمعِ ہُو
کیونکہ اُسکی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نُور تھا

بُود پیشش سِرِّ ہر اندیشہ
اُس کے لئے ہر خیال کا راز
چوں چراغے در درونِ شیشہ
آئینہ کے اندر کے چراغ کی طرح تھا

---

[1] در بہشت۔ وہ قلبی کیفیت اِس قدر پُر مسرت تھی کہ اگر جنت میں صرف وہی حاصل ہو تو اور کسی چیز کی تمنا کی ضرورت نہیں ہے۔ در آستین جیب آستین میں بنائی جاتی تھی۔

[2] ہیزم۔ سوختہ، جلانے کی لکڑیاں۔ بیشہ جنگل۔ فارغم۔ میں تو جنگلی پھلوں پر گذارہ کر لیتا ہوں لہٰذا مجھے اب کھانے پینے کی کوئی فکر نہیں ہے۔ رزقِ خاصہ۔ شاہی دسترخوان کی خوراک چونکہ۔ اب مجھے اپنے حلق اور کھانے کی فکر نہیں ہے حبہ۔ ایک رتی کا وزن۔ تکلیف کش یعنی لکڑہارا۔

[3] تا دو سہ روزک۔ وہ دو تین دن میرے اِس عطیہ سے اپنا کام چلائے گا۔ ضمیر۔ دل کی پوشیدہ بات۔ زانکہ اُس کے قلب کو اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی حاصل تھی۔ بود۔ وہ لکڑہارا روشن ضمیر تھا دل کی بات اُس پر اِس طرح ظاہر ہو جاتی تھی جس طرح چراغ شیشہ کے لیمپ میں سے نظر آجاتا ہے۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر
دل کی کوئی بات اُس سے نہ چھپتی تھی

بُود بر مضمونِ دِلہا اُو خبیر
وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

پس ہمی مُنکبید[1] با خود زیرِ لب
تو وہ خود بخود آہستہ بڑبڑایا

در جوابِ فکرتم آں بُوالعجب
وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

کہ چنیں اندیشی از بہرِ مُلوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے

کَیفَ تَلقَی الرِّزقَ اِن لَّم یَرزُقُوک
اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

من نمی کردم سخُن را فہم لیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا

بر دِلم میزد عتابش نیک نیک
(لیکن) اُس کے غصّہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

سُوئے[2] من آمد بہیبت ہمچو شیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا

تنگِ ہیزم را نہاد از پشتِ زیر
ایندھن کا گٹھّر کمر سے نیچے رکھ دیا

پرتوِ حالے کہ اُو ہیزم نہاد
اِس حالت کے اثر سے کہ اُسنے ایندھن کا گٹھّر رکھا

لرزہ بر ہفت عضوِ من فتاد
میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا

گفت یا رب گر ترا خاصاں حَی اند
اُسنے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں

کہ مبارک دعوت و فرّخ پے اند
جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

لُطفِ تو خواہم کہ مینا گر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بنجائے

ایں زماں ایں تنگِ ہیزم زر شود
اِسی وقت یہ ایندھن کا گٹھّر سونا بن جائے

در زماں[3] دیدم کہ زر شد ہیزمش
میں نے اُسی وقت دیکھا کہ ایندھن سونا ہوگیا

ہمچو آتش بر زمیں می تافت خوش
عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

من دراں بیخود شدم تا دیر گہ
میں اُس اثناء میں دیر تک بیہوش رہا

چونکہ با خویش آمدم من از وَلہ
جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

بعد ازاں گفت اے خدا اگر آں کبار
اُسکے بعد اُسنے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ

بس غیور اند و گریزاں ز اشتہار
بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

باز ایں را بندِ ہیزم ساز زُود
اِس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھّر بنا دے

بے توقّف ہم براں حالے کہ بُود
بلا تاخیر اِسی حالت پر جیسا کہ تھا

در زماں ہیزم شد آں اغصانِ زر
اُسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھّر بنگئیں

مست شد در کارِ اُو عقل و نظر
اُس کے معاملہ میں عقل و نظر مست ہوگئی

---

[1] مُنکبید۔ وہ بڑبڑایا۔۔۔۔ بُوالعجب۔ چونکہ اُس سے کرامات ظاہر ہو رہی تھیں۔ ملوک۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کیف۔ رزقوں کا انتظام اَبدال کے سپرد ہوتا ہے۔ من۔ میں اُنکی بات نہ سمجھا لیکن اُن کے غصّہ کا اثر میرے قلب پر ظاہر ہوا۔

[2] سوئے من۔ وہ لکڑہارا بزرگ لکڑیوں کا گٹھر زمین پر ڈال کر شیر کی طرح میری طرف آیا تو میں اُس کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ ہفت عضو۔ ہفت اندام، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں، سینہ، پشت، سر۔ گفت۔ اُس لکڑہارے نے کہا اے خدا اگر تیرے مقربانِ بارگاہ زندہ ہیں جن کی دعا مقبول ہوتی ہے تو میں تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جس سے یہ سب لکڑیاں سونے کی بن جائیں۔

[3] درزماں۔ اُس کی دعا سے وہ لکڑیاں سونے کی ہوگئیں۔ وَلہ۔ حیرانی۔ بعد ازاں۔ لکڑیوں کا سونا بن جانے کے بعد اُس نے دعا شروع کردی کہ تیرے مقبول بندے چونکہ شہرت سے بھاگتے ہیں اور میری کرامت شہرت کا باعث بنجائیگی لہٰذا تو اُن لکڑیوں کو اصل حالت پر کردے تاکہ میری شہرت نہ ہو چنانچہ وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر ہوگئیں۔ درزماں۔ اُنکی دعا سے وہ لکڑیاں پھر اصل حالت پر آگئیں۔ اغصان غصن کی جمع، ٹہنی، شاخ۔

بعد ازاں[1] برداشت ہیزم را و رفت — سوی شہر از پیش من او تیز و تفت

اُس کے بعد اُس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چل دیا — شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

خواستم تا در پئے آں شہ روم — پرسم از وے مشکلات و بشنوم

میں نے چاہا کہ اُس شاہ کے پیچھے جاؤں — اُس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

بستہ کرد آں ہیبتِ اُو مر مرا — پیش خاصاں رہ نباشد عامہ را

اُس کی اُس ہیبت نے مجھے باندھ دیا — عوام کیلئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہو

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں — کاں بود از رحمت و از جذبِ شاں

اور اگر کسی کیلئے راستہ ہو کہہ دو وہ سر قربان کرے — کیونکہ وہ اُن کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

پس غنیمت دار آں توفیق را — چوں بیابی صحبتِ صدیق را

اُس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ — جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کرے

نے چو آں ابلہ کہ یابد قربِ شاہ — سہل و آساں در فتد آں دم ز راہ

نہ کہ اُس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو — اُسی وقت آہستگی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

چوں ز قربانی دہندش بیشتر — پس بگوید[2] رانِ گاؤ ست ایں مگر

جب وہ اُس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں — تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

نیست ایں از رانِ گاؤ اے مفتری — رانِ گاؤ ت می نماید از خری

اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے — تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

بذلِ شاہاں ست ایں بے رشوتے — بخششِ محض ست ایں از رحمتے

یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے — یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

تحریض[3] کردنِ سلیمانؑ رسولاں را بر تعجیل کردن

حضرت سلیمانؑ کا قاصدوں کو ایمان لانے کے لئے بلقیس کی

بہجرتِ بلقیس بہر ایماں

ہجرت میں جلدی کرنے کی ترغیب دینا

ہمچناں کہ شہ سلیمانؑ در نبرد — جذبِ خیل و لشکرِ بلقیس کرد

جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں — بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

کہ بیائید اے عزیزاں زود زود — کہ برآمد موجہا از بحرِ جود

کہ اے عزیزو! جلد جلد آجاؤ — کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

---

[1] بعد ازاں۔ جب لکڑیاں اصل حالت پر ہوگئیں تو وہ اُن کو لیکر چل دیا۔ مشکلات۔ یعنی سلوک کے مشکل مسائل۔ بستہ۔ میرا اسقدر مرعوب ہوا کہ میرے پاؤں نہ اٹھے۔ جو اللہ تعالٰی کے مخصوص بندے ہوتے ہیں عوام کی وہاں تک رسائی نہیں ہوتی ہے اگر ہوتی بھی ہو تو یہ ان بزرگوں کی کشش ہوتی ہے لہٰذا اُس پر قربان ہو جانا چاہیئے۔ صدیق۔ وہ شخص جو ولایت کے آخری مراتب پر ہو۔ نے۔ یہ نہ ہونا چاہیے کہ قرب حاصل ہوتے ہی گمراہی اختیار کرے۔

[2] پس بگوید۔ مشہور ہے کہ کسی بادشاہ نے اعلیٰ درجہ کے دُنبوں کی قربانی کی اور فقراء میں تقسیم کی ایک فقیر کو ایک ران ملی اُس نے دُنبہ کی ران اسقدر فربہ کبھی نہ دیکھی تھی تو بولا یہ گائے کی ران ہے یعنی اُسنے انعام کو نہ پہچانا اور قدر نہ کی نیست۔ وہ فقیر جھوٹا تھا وہ ران اعلیٰ قسم کے دُنبہ کی تھی یعنی اُس صحبت کی قدر و قیمت کو پہچاننا چاہیئے اور اُس کی ناقدری نہ کرنی چاہیئے۔ خری۔ گدھا پن۔

[3] تحریض۔ پہلے بتایا تھا کہ بزرگوں کی صحبت اُنکی کشش سے حاصل ہوتی ہے اب حضرت سلیمانؑ کے واقعہ سے سمجھاتے ہیں کہ بلقیس اور اُس کی قوم کا حضرت سلیمانؑ تک پہنچنا یہ حضرت سلیمانؑ کی کشش سے تھا۔ جذب۔ کشش۔ کہ برآمد۔ اسوقت رحمت خداوندی کا سمندر جوش میں ہے

سُوئے[1] ساحل می فشاند بے خطر — جوشِ موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے — ہر وقت اُس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

الصلا گفتیم اے اہلِ رشاد — کایں زماں رضواں درِ جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی — کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

پس سلیمانؑ گفت اے پیکاں روید — سُوئے بلقیس و بدیں دیں بگروید
پھر سلیمانؑ نے کہا اے قاصدو! جاؤ — بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہوجاؤ

پس[2] بگوئیدش بیا اینجا تمام — زود کان اللہ یدعوا بالسلام
پھر اُس سے کہو، مکمل طور پر یہاں آجائے — جلد، کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

ہیں بیا اے طالبِ دولت شتاب — کہ فتوح است ایں زمان و فتحِ باب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا — کیونکہ اسوقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

اے کہ تو طالب نۂ تو ہم بیا — تا طلب یابی ازاں یارِ وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا — تاکہ تو اُس باوفا دوست سے طلب حاصل کرلے

مُلک برہم زن تو ادہمؒ وار زود — تا بیابی ہمچو او مُلکِ خلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد مُلک کو خیرباد کہدے — تاکہ تو اُس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلے

سببِ ہجرتِ سلطان ابراہیم ادہمؒ و ترک کردنِ مُلکِ خراسان

حضرت ابراہیم ادہم رح کی ہجرت کا سبب اور خراسان کی سلطنت کو چھوڑ دینا

خُفتہ بُود آں شہ شبانہ بر سریر[3] — حارِساں بر بام اندر دار و گیر
وہ شاہ، رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے — محافظ بالاخانہ پر نگرانی میں تھے

قصدِ شہ از حارِساں آنہم نبود — کہ کُنند زاں دفعِ دُزداں و رُنود
شاہ کا مقصد، محافظوں سے یہ بھی نہ تھا — کہ اُن کے ذریعہ رِندوں اور چوروں کو دفع کریں

اُو ہمی دانست کاں کو عادلست — فارغ ست از واقعہ آمِن دل ست
وہ جانتا تھا کہ وہ مُنصِف ہے — حادثہ سے بے نیاز ہے، مطمئن دل ہے

عدل باشد پاسبانِ کامہا — نے بشب چوبک زناں بر بامہا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے — نہ کہ رات کو بالاخانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

لیک بُد مقصودش از بانگِ رَباب — ہمچو مُشتاقاں خیالِ آں خطاب
لیکن رَباب کی آواز سے اُن کا مقصد (وہ تھا) — جو اُس خطاب کے خیال کے مشتاق کا ہوتا ہے

---

[1] سوئے ساحل۔ وہ سمندر جوش میں ہے اور کنارے پر سینکڑوں موتی پھینک رہا ہے جلد آکر اُن کو حاصل کرلو۔ الصلا۔ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس وقت جنت کے دروازے کھل گئے ہیں اور دعوتِ عام ہے۔ رضوان۔ داروغہ جنت۔ دیں بگروید یعنی میرا پیش کردہ دین اختیار کرلو اور ستارہ پرستی چھوڑ دو۔

[2] پس۔ حضرت سلیمانؑ نے قاصدوں سے کہا کہ تم بلقیس سے جاکر کہو کہ سب یہاں آجائیں اور سلامتی اختیار کرلیں۔ دولت یعنی آخرت۔ فتوح یعنی انعامات۔ فتح باب یعنی رحمت کے دروازے کی کشادگی۔ اے کہ۔ جو اب طالب بھی نہیں ہے وہ بھی آجائے یہاں آکر طلب صادق پیدا ہوجائیگی۔ ادہم وار۔ حضرت ابراہیم ادہمؒ نے خراسان کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی تھی۔

[3] سریر۔ تخت۔ حارِساں۔ حارِس کی جمع ہے، نگہبان۔ دار و گیر یعنی فرائض۔ رُنود۔ رِند کی جمع ہے، مُفسد، بدمعاش۔ عادلست۔ عادل بادشاہ کو پہرہ داروں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ کامہا یعنی مقاصد۔ چوبک زن۔ نقارچی، کوتوال۔ ہمچو۔ صوفیاء کو رباب کی آواز اُس عہد کی یاد دلاتی ہے جو ازل میں بنی آدمؑ سے لیا گیا تھا جس کو عہدِ الست کہا جاتا ہے۔

نالۂ[1] سرنا و تہدیدِ دُہل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک

چیزکے مانَد بداں ناقورِ کُل
اُس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ

از دُوارِ چرخ بگرفتیم ما
ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

بانگِ گردشہائے چرخ ست ایں کہ خلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جسکو لوگ

می سرایندش بطنبور و بحَلق
طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

مؤمناں گویند کاثارِ بہشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے

نغز گردانید ہر آوازِ زشت
ہر بھدی آواز کو حسین بنادیا ہے

ما ہمہ اجزائے آدمؑ بودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدمؑ کے اجزاء تھے

در بہشت آں لحنہا بشنودہ ایم
ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

گرچہ[2] برما ریخت آب و گِل شکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈالدیا ہے

یادِ ماں آید از آنہا اندکے
ان سے ہمیں اُن کی کچھ یاد آجاتی ہے

لیک چوں آمیخت با خاکِ کُرَب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں ملگئے ہیں

کے دہد ایں زیر و ایں بم آں طرب
تو یہ نیچے اونچے سُر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

آب چوں آمیخت با بول و کمیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا

گشت زامیزش مزاجش تلخ و تیز
ملاوٹ سے اُس کا مزاج تلخ و تیز ہوگیا

چیزکے[3] از آب ہستش در جسد
اُس کے وجود میں کچھ پانی ہے

بول از اں رُو آتشے را می کُشد
پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

گر نجس شد آب ایں طبعش بماند
پانی اگرچہ ناپاک ہوگیا اُس کا مزاج باقی رہگیا

کآتشِ غم را بطبعِ خود نشاند
کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

پس غذائے عاشقاں آمد سماع
سماع، عاشقوں کی غذا بن گئی

کہ درو باشد خیالِ اجتماع
کیونکہ اُس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

[1] نالہ۔ یعنی نفیری اور ڈھول کی آواز حضرت اسرافیلؑ کے نفخِ صور کی آواز سے مشابہ ہے۔ سرنا۔ نفیری۔ دُہل۔ ڈھول۔ ناقورِ کُل۔ صور جو قیامت میں پھونکا جائیگا۔ حکیماں۔ حکیم فیثا غورث نے کہا ہے کہ موسیقی کے بارہ مقام آسمان کے بارہ برجوں سے، سات آوازیں سات سیاروں سے، چوبیس شعبے دن رات کے چوبیس گھنٹوں سے، اور اڑتالیس ترکیبیں سال کے اڑتالیس ہفتوں سے بنائے گئے ہیں۔ بانگ۔ ان حکماء کے نزدیک آسمانوں کے درمیان ہوا ہے اور اُس سے آوازیں پیدا ہوتی ہیں اسی کی نقل طنبورے اور گلے کے ذریعہ کی گئی ہے۔ مؤمناں۔ مومن کہتے ہیں کہ یہ سارے الاپ اور نغمے حورانِ بہشتی کے گانے اور جنت کی نہروں کے چلنے کی آوازوں اور جنت کے درختوں کے ہلنے کی آوازوں سے بنے ہیں۔ ما ہمہ۔ ہم اگرچہ براہِ راست جنت میں نہ تھے کہ وہاں سے اُن کو سُنتے لیکن چونکہ ہمارے باوا آدمؑ وہاں تھے اور ہم انہیں کے اجزاء ہیں لہٰذا ہم نے بھی وہاں سُنے تھے۔

[2] گرچہ۔ اِس آب وگِل کی دنیا نے ہمیں جنت کی پوری باتیں بھلادی ہیں پھر بھی کچھ یاد باقی ہے۔ لیک۔ چونکہ اب وہ نغمے ہمارے جسم سے پیدا ہوتے ہیں جو آب وگِل سے بنا ہے اِس لئے اب اِس زیر و بم سے وہ مستی پیدا نہیں ہوتی جو جنت میں طاری ہوتی تھی۔ کُرَب۔ کربۃ کی جمع ہے، مصیبت۔ طرب۔ مستی۔ آب۔ جنت کے لحن جب انسان ادا کرتا ہے تو اُن کی مثال یہ ہے کہ پاک پانی پیشاب میں مل جائے تو ظاہر ہے کہ اُس کی پاکیزگی اور لطافت ختم ہوجائیگی۔ کمیز۔ پیشاب ——

[3] چیزکے۔ پیشاب میں ملے ہوئے پانی میں بھی پانی کے خواص کچھ نہ کچھ باقی رہ جاتے ہیں اُس کو آگ پر ڈالا جائے تو وہ آگ کو بجھادے گا اِسی طرح اِن لحنوں میں کچھ نہ کچھ اثرات باقی ہیں اور یہ لحن آتشِ غم کو بجھا دیتے ہیں۔ پس۔ اُن نغموں کا سماع چونکہ وصلِ محبوب کا تصور پیدا کرتا ہے اِس لئے یہ عاشقوں کی غذا ہے۔

قُوتے گیرد خیالاتِ ضمیر | بلکہ صورت گردد از بانگ و صفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں | بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

آتشِ عشق از نوا ہا گشت تیز | آنچنانکہ آتشِ آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے | جس طرح سے اس اخروٹ گرانیوالے کی آگ

حکایتِ آں مردِ تشنہ کہ از سرِ جوز بن جوز در آب می ریخت کہ

اُس پیاسے کی حکایت جو اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گراتا تھا جو پانی

در گو بُود و در آب نمی رسید تا بافتادنِ جوز بانگِ آب بشنود و

گڑھے میں تھا اور وہ پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا تاکہ اخروٹ کے گرنے سے پانی کی آواز سُن لے

اُو را چوں سماع بانگِ آب در طرب می آورد

اور اُس کو پانی کی آواز کا سُننا مستی میں لاتا تھا

در تغولے بُود آب آں تشنہ راند | در درختِ جوز جوزے می فشاند
پانی گہرے گڑھے میں تھا، وہ تشنہ چڑھ گیا | اخروٹ کے درخت پر، اخروٹ گراتا تھا

می فتاد از جوز بن جوز اندر آب | بانگ می آمد ہمی دید اُو حباب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتا تھا | آواز آتی تھی، وہ بلبلے دیکھتا تھا

عاقلے گفتش کہ بگذار اے فتا | جوز ہا خود تشنگی آرد ترا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے | خود اخروٹ تجھے پیاسا کردیں گے

بیشتر در آب می افتد ثمر | آب در پستی ست از تو دُور تر
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں | پانی گہرائی میں تجھ سے دُور ہے

بیشتر در آب می اُفتد بہیں | می بَرد آبش ترا چہ سُود زیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں | اُن کو پانی لے جاتا ہے، تجھے اِس کیا فائدہ!

تا تو از بالا فرود آئی بزیر | آب جوزت بُردہ باشد اے دلیر
جب تک تو اوپر سے نیچے آئے گا | اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کرچکا ہوگا

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست | تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
اُس نے کہا اِس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے | غور سے دیکھ، اِس ظاہر پر نہ ٹھہر

اُس عقلمند سے کہا کہ میرا مقصد اخروٹ توڑنا نہیں ہے، غور کر مقصد دوسرا ہی ہے۔

۱؎ قوتے۔ اگر سامع میں عالی جذبات ہوتے ہیں تو اُن میں اُبھار پیدا ہوتا ہے اور خیال مجسم اختیار کرلیتا ہے۔ آتشِ عشق۔ عشق کی آگ اِن نغموں سے تیزی پکڑ لیتی ہے جس طرح اِس پیاسے شخص کی پیاس اُن اخروٹوں کے گرنے سے تیز ہو رہی تھی جو پانی میں گر کر آواز پیدا کر رہے تھے۔ آئندہ حکایت میں مولانا اس کی تفصیل کرتے ہیں۔

۲؎ حکایت۔ یہ شخص پیاسا تھا پانی گہرے گڑھے میں تھا یہ پانی تک پہنچ نہ سکتا تھا تو اُس نے اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ توڑ کر پانی میں پھینکنے شروع کردیئے اخروٹ کے پانی میں گرنے سے جو آواز پیدا ہو رہی تھی یہ اُس سے لُطف اندوز ہو رہا تھا۔ تغول۔ گڑھا۔ جوز۔ اخروٹ۔ حباب۔ بلبلہ۔ جوزہا۔ عاقل اِس پیاسے کا منشا نہ سمجھا اور اُس نے دیکھ کر اخروٹ پانی میں ضائع ہو رہے ہیں تو کہنے لگا کہ اخروٹوں کا ضائع ہونا تیری خواہش کو بڑھا دے گا۔

۳؎ ثمر۔ یعنی اخروٹ۔ می برد۔ پانی اُن اخروٹوں کو اپنے اندر لے لیتا ہے۔ آب۔ تیرے اخروٹ پانی کے اندر ڈوب کر غائب ہو جائیں گے۔ گفت۔ اخروٹ پھینکنے والے پیاسے نے

قصدِ[1] من آنست کاید بانگِ آب — ہم بہ بینم بر سرِ آب ایں حُباب

میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے — میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

تِشنہ را خود شُغل چہ بُوَد در جہاں — گِرد پائے حوض گشتن جاوداں

دنیا میں پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے! — ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

گِردِ جُوی و گردِ آب و بانگِ آب — ہمچو حاجی طائفِ کعبہ صواب

نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز کے گرد — اُس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنیوالا ہے

ہمچناں مقصودِ من زیں مثنوی — اے ضیاء الحق حُسام الدیں توئی

اسی طرح اِس مثنوی سے میرا مقصود — اے ضیاء الحق حُسام الدین تو ہی ہے

مثنوی[2] اندر اُصول و ابتدا — جُملہ بہرِ تست و بر تُست انتہا

مثنوی بنیادوں میں اور ابتدا میں — سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (اسکی) انتہا ہے

اِلتجا بر تُست و بر اِمدادِ تو — تکیہ بر اشفاق و بر اِسعادِ تو

تجھ سے اور تیری اِمداد سے درخواست ہے — تیری مہربانیوں اور مدد پر بھروسہ ہے

مثنوی اندر اُصول و در فُروع — میکند زیرِ لوایِ تو رُجوع

مثنوی اصول اور فروع میں — تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

مثنوی در اِستواو در اُفول — جُملہ آنِ تُست و کردستی قبول

مثنوی عروج اور غروب میں — پوری تیری ملکیت میں ہے اور تونے قبول کرلیا ہے

در قبولِ تُست عزّ و مُقبلی — زانکہ شاہِ جان و سلطانِ دلی

تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہو — کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

در قبول آرند شاہاں نیک و بد — چوں قبول آرند نبُوَد ہیچ رَد

بادشاہ اچھے اور بُرے کو قبول کر لیتے ہیں — جب قبول کر لیتے ہیں پھر کبھی رد نہیں ہوتا

چوں[3] نہالے کاشتی آبش بدہ — چوں کُشادش دادہ بکُشا گرہ

جب تونے پودا لگایا ہے اُس کو پانی دے — جب تونے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

قصدم از الفاظِ او رازِ تو است — قصدم از انشائش آوازِ تو است

میرا مقصد اُس کے الفاظ سے تیرا راز ہے — میرا مقصد اُس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

---

[1] قصدِ من۔ اخروٹ توڑ کر اس لئے پھینک رہا ہوں کہ اس کے گرنے سے پانی کی آواز سُن سکوں اور پانی کے بُلبلوں کو دیکھ سکوں۔ حُباب۔ پانی کا بُلبلہ۔ تِشنہ۔ پیاسے کا یہی شغل ہوتا ہے کہ وہ حوض کے چکر کاٹے پانی اور نہر کے چکر لگائے اور پانی کی آواز سُنے اور یہ اُس کا گھومنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حاجی کعبہ کا یا مُرید شیخ کا طواف کرتا رہتا ہے۔ ہمچناں جس طرح پیاسے کا مقصود پانی کا طواف اور حاجی کا مقصود کعبہ کا طواف ہے اسی طرح مثنوی سے میرا مقصود اے حُسام الدین تم ہو۔

[2] مثنوی۔ میری اِس مثنوی کی ابتدا اور انتہا اور سب کچھ تمہارے لئے ہے۔ اِلتجا۔ اِس میں تمہاری مدد شاملِ حال ہے اور مجھے اِس کی تکمیل میں تمہاری مہربانیوں اور امداد پر بھروسہ ہے۔ اصول۔ اصل کی جمع ہے، جڑ۔ فروع۔ فرع کی جمع ہے، شاخ۔ لوا۔ جھنڈا۔ اِستوا۔ یعنی سورج کی سی بلندی۔ افول۔ غروب۔ آن۔ ملکیت۔ در قبول۔ اگر تم نے یہ مثنوی پسند کر لی تو میری نصیبہ وری اور عزت افزائی ہوگی کیونکہ تم میرے دل و جان کے سلطان اور شاہ ہو۔ در قبول۔ بڑے لوگ ہر اچھی بُری چیز قبول کر لیتے ہیں اور پھر کبھی اُس کو رد نہیں کرتے ہیں۔

[3] چوں۔ اے حُسام الدین جب تم نے مثنوی کا پودا لگایا ہے تو اب اُس کی آبیاری کرتے رہو۔ قصدم۔ میں مثنوی کے الفاظ میں تمہارے راز اور احوال بیان کر رہا ہوں اور اُس کے بولنے میں میری آواز نہیں بلکہ تمہاری آواز کام کر رہی ہے۔

پیشِ[1] من آوازت آوازِ خداست
میرے نزدیک تیری آواز، خدا کی آواز ہے

عاشق از معشوق حاشا کے جداست
توبہ توبہ، عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

اتّصالے[2] بے تکیّف بے قیاس
ناقابلِ بیان، عقل میں نہ آنے والا اتّصال ہے

ہست ربُّ النّاس را با جانِ ناس
لوگوں کے ربّ کا لوگوں کی جان سے

لیک گفتم ناس من نسناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے، بن مانس نہیں کہا،

ناس غیرِ جانِ جاں اشناس نے
انسان جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

ناس[3] مردم باشد و کو مردمے
انسان، انسان ہوتا ہے لیکن انسان کہاں ہے؟

تو سرِ مردم ندیدستی دمے
تو نے تھوڑی دیر کیلئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

مارمیت اِذ رمیت خواندۂ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے

لیک جسمی در تحرّی ماندۂ
لیکن تو ایک مجسّمہ ہے، اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

مُلکِ جسمت را چو بلقیس اے غبی
اے بیوقوف اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح

ترک کن بہرِ سلیمانِ نبی
سلیمان نبی کے لئے چھوڑ دے

میکنم لاحول نے از گفتِ خویش
میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں

بلکہ از وسواسِ آں اندیشہ کیش
بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

کو خیالے می کند در گفتِ من
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے

در دل از وسواس و انکارات و ظن
دل میں، وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

می کنم لاحول یعنی چارہ[4] نیست
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے

چوں ترا در دل بضدّم گفتنی ست
جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

چونکہ گفتِ من گرفتت در گلو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے

من خمش کردم تو آں را خود بگو
میں چپ ہو گیا تو اسکو خود کہہ

دربیانِ نائی کہ از مقعدش بادے بجست نے را بر زمیں نہاد
اس نے نواد کے بیان میں جس کی مقعد سے گوز نکلا اس نے بانسری زمین

کہ اگر تو از من بہتر می زنی بگیر
پر رکھ دی کہ اگر تو مجھ سے بہتر بجانا جانتی ہے تو لے

[1] پیشِ من۔ یہ آواز اگرچہ تمہارے حلقوم سے نکل رہی ہے لیکن یہ دراصل خدائی آواز ہے تم عاشقِ خدا ہو لہٰذا خدا سے کب جدا ہو۔ اتصالے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے نیک بندوں سے وہ اتّصال ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے اور وہ اتّصال کسی قیاس میں نہیں آسکتا ہے۔ لیک۔ یہ خدائی اتّصال انسانوں کے ساتھ ہے بن مانسوں کے ساتھ نہیں اور انسان وہی ہے جو اپنے خالق کو پہچان لے۔

[3] ناس۔ بہت سے انسان بشکلِ انسان ہیں لیکن ان میں انسانیت نہیں ہے۔ مارمیت۔ جنگِ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس سے وہ مبہوت ہو گئے قرآنِ پاک نے اُس کے بارے میں فرمایا وہ خاک تم نے نہیں پھینکی ہم نے پھینکی یہ وہ اتّصال ہے جو میں سمجھا رہا ہوں۔ لیک جسمی۔ لیکن تو صرف جسم بلا روح ہے اور مرتبۂ یقین کو نہیں پہنچ سکا ہے۔ مُلک۔ تو اپنے جسم کی سلطنت کو اسی طرح خیرباد کہہ دے جس طرح بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کی خاطر سلطنت کو خیرباد کہہ دیا تھا۔ میکنم۔ یہاں اگر مولانا کو مثنوی کے معترضین کا خیال آگیا فرماتے ہیں میں اپنی گفتگو پر لاحول نہیں پڑھتا ہوں بلکہ اُن لوگوں پر پڑھتا ہوں جن کے دلوں میں مثنوی کا انکار اور اسکے متعلق بدگمانیاں ہیں۔

[4] چارہ نیست جبکہ مخالفت کی ٹھان لی ہے تو بجز لاحول کے اور کوئی تدبیر نہیں ہے۔ چونکہ۔ اچھا اگر میری گفتگو تم لوگوں کے گلے سے نہیں اترتی ہو تو پھر تم اس جیسی مثنوی کہہ ڈالو۔ اس پر ایک قصہ سناتے ہیں کہ ایک نے نواز کا نے بجاتے ہوئے گوز خارج ہو گیا تو اسنے بانسری اپنی مقعد کے حوالہ کر دی اور کہا کہ اگر

آں یکے نائیؔ[1] کہ خوش نے میزدست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا

ناگہاں از مَقعدش بادے بجست
اچانک اُس کی مقعد سے گوز خارج ہوگیا

نائے را بر کُون نہاد اُو کہ زمن
اُس نے بانسری مقعد پر رکھدی کہ مجھ سے

گر تو بہتر می زنی بستاں بزن
اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

دربیانِ تحمّل کردن از ہر بے ادبے وطریقِ رفق و مدارات سپردن

ہر بے ادب کی برداشت اور نرمی اور خاطر تواضع کی راہ اختیار کرنے کا بیان

اے مسلماں خود ادب اندر طلب
اے مسلمان! راہِ طلب میں خود ادب

نیست اِلّا حمل از ہر بے ادب
نہیں ہے، ہر بے ادب کو برداشت کرنے کے علاوہ

ہر کرا بینی شکایت می کُند
تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے

کاں فلاں کس را طبع و خوئے بد ست
کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بُری ہے

ایں شکایت گو یداں کہ بد خو یست
یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بد عادت ہے

کہ مر آں بد خوی را اُو بد گو یست
کیونکہ وہ اُس بد خو کی بدگوئی کرتا ہے

زانکہ خوشخو آں بُود کُو در خمول[2]
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشۂ تنہائی میں

باشد از بد خوی و بد طبعاں حمول
بد عادت اور بد طبیعت والوں کی برداشت کرنیوالا ہو

لیک در شیخ آں گلہ زامرِ خداست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے

نے پئے خشم و مُمارات و ہواست
نہ کہ غصّہ اور لڑائی اور خواہشِ نفسانی کی وجہ سے

آں شکایت نیست ہست اصلاحِ جاں
یہ شکوہ نہیں ہے، روح کی اصلاح ہے

چوں شکایت کردنِ پیغمبراں
جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

ناحمولی[3] انبیا از امرِ داں
نبیوں کی عدمِ برداشت حکم سے سمجھ

ورنہ حمّال ست بد را حلمِ شاں
ورنہ اُن کی بُردباری بُرے کو برداشت کرنیوالی ہے

طبع را کُشتند در حملِ بدی
انھوں نے بُرائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے

ناحمولی گر بُود ہست ایزدی
اگر عدمِ برداشت ہے تو خدائی ہے

اے سلیماںؑ درمیانِ زاغ و باز
اے سلیمانؑ! کوّے اور باز میں

حلمِ حق شو با ہمہ مُرغاں بساز
اللہ (تعالیٰ) کا حلم بنجا، تمام پرندوں سے نبھا

بُلبلِ بسیار گو را پَر مکن
بہت بولنے والی بُلبل کے پَر نہ نوچ

باز را و کبک را بر ہم مزن
باز اور چکور کو نہ پٹخ

---

[1] نائی۔ بانسری بجانے والا۔ باد یعنی گوز۔ کُون۔ مبرز۔ تحمل۔ برداشت۔ مدارات خاطر تواضع۔ اے مسلماں۔ چونکہ مثنوی کے معترضین نے راہِ بے ادبی اختیار کی اسپر برداشت کا مضمون شروع کیا ہے۔ طلب یعنی ایک طالب اور سالک کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر ناگواری کو برداشت کرے۔ ہر کرا۔ جسکو تو دیکھے کہ وہ دوسرے کی بُرائی اور شکایت کر رہا ہے تو سمجھ لے کہ وہ خود بد عادت ہے کیونکہ بدگوئی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ خوشخو۔ اچھی عادت تو اُس شخص کی ہے جو بُروں کو برداشت کرلے۔

[2] خمول گمنامی۔ حمول۔ برداشت کرنیوالا۔ لیک۔ شیخ بھی مُرید کا شکوہ کرتا ہے لیکن اُس کا شکوہ لڑائی دنگے اور نفس کے تقاضے کی بنیاد پر نہیں ہوتا ہے بلکہ خداوندی حکم سے مُرید کی اصلاح کیلئے ہوتا ہے اور شیخ کا شکوہ ایسا ہی ہے جیسا کہ انبیاء نے قوموں کا شکوہ کیا ہے۔

[3] ناحمولی۔ انبیاء کا غصّہ اور شکوہ خداوندی حکم سے ہوتا ہے۔ طبع را۔ وہ تو نفسِ امّارہ کو مار چکے ہیں لہٰذا اُن کا غصّہ نفس کی وجہ سے نہیں ہے حکمِ ایزدی سے ہوتا ہے۔ سلیماں۔ یعنی شیخ، حضرت سلیمانؑ چونکہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے اسلئے اُس مناسبت سے اچھے اور بُرے انسانوں کو پرندوں کے ناموں سے ذکر کیا گیا ہے۔ زاغ و باز یعنی اچھے اور بُرے انسان۔ بُلبل۔ پُرگو

اے دُو صد[۱] بلقیس حلمت را زبوں ۔۔۔ کاھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

اے وہ کہ دو سو بلقیس تیری بُردباری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں ۔۔۔ کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتی ہے

تہدید فرستادن سلیمانؑ پیش بلقیس کہ اصرار مَیندیش بر شرک و

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کی جانب دھمکی بھیجنا کہ شرک پر اصرار نہ کر اور ایمان

تاخیر مکُن در ہجرت بہرِ ایمان

لانے کے لئے وطن چھوڑنے میں تاخیر نہ کر

ہیں بیا بلقیس وَرنہ بد شود ۔۔۔ لشکرت خصمت شود مُرتد شود

خبردار! بلقیس آجا، ورنہ بُرا ہوگا ۔۔۔ تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائیگا، باغی ہو جائے گا

پَردہ دارِ تو دَرت را بر کَنَد ۔۔۔ جانِ تو با تو بجاں خصمی کُند

تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اُکھاڑ دے گا ۔۔۔ تیری جان، جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کریگی

جُملہ ذراتِ زمین و آسماں ۔۔۔ لشکرِ حق اند گاہِ امتحاں

زمین اور آسمان کے سارے ذرّے ۔۔۔ آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں

بادْ[۲] را دیدی کہ با عاد آں چہ کرد ۔۔۔ آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد

تو نے ہوا کو دیکھا اُس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟ ۔۔۔ تو نے پانی کو دیکھا اُس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

آنچہ بر فرعون زد آں بحرِ کیں ۔۔۔ وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں

جو اُس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا ۔۔۔ اور وہ جو اِس زمین نے قارون کو دکھایا

وانچہ آں بابیل با آں پیل کرد ۔۔۔ وانچہ پَشّہ کَلّۂ نمرود خورد

اور وہ جو ابابیل نے اُس ہاتھی کے ساتھ کیا ۔۔۔ اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

وانکہ سنگ انداخت داؤدے بدست ۔۔۔ گشت سہ[۳] صد پارہ و لشکر شکست

اور وہ کہ (حضرت) داؤدؑ نے ہاتھ سے پتھر پھینکا ۔۔۔ تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

سنگ[۴] می بارید بر اعدائے لوطؑ ۔۔۔ تا کہ در آبِ سیاہ خوردند غوط

(حضرت) لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے ۔۔۔ حتیٰ کہ انھوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

ما بگویم از جمادات جہاں ۔۔۔ عاقلانہ یاریِ پیغمبراں

(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں ۔۔۔ سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

---

[۱] دو صد بلقیس۔ یعنی وہ مریدین جو ابھی راہِ سلوک پر نہیں لگے ہیں۔ اَہْدِ۔ جس وقت جنگِ اُحد میں آنحضورؐ کو مشرکین نے زخمی کر دیا تو آپ نے یہ دعا کی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے وہ میرے مرتبہ کو نہیں جانتے ہیں۔ تہدید۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو پیغام بھیجا کہ جلد آکر مسلمان ہو جا ورنہ خرابی پیدا ہو جائیگی۔ لشکرت۔ یعنی تیرا لشکر خود تیرا دشمن ہو جائیگا۔ مُرتد یعنی اطاعت سے پھر جائیگا۔ پردہ دار۔ چوکیدار خود دروازہ توڑ ڈالیگا۔ جانِ تو۔ تیری جان خود تیری دشمن ہو جائیگی۔ جملہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی کو تباہ کرنا چاہتا ہے تو کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کا دشمن ہو جاتا ہے۔

[۲] باد۔ قرآن میں ہے۔ اَمَّا عَادٌ فَاُھْلِکُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ قوم عاد آندھی سے ہلاک کر دی گئی۔ آب۔ قرآن میں ہے۔ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تکذیب کی اُنکو ہم نے پانی میں ڈبو دیا۔ فرعون۔ قرآن میں ہے فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ پس اُن کو سمندر نے ڈھانپ لیا۔ قارون۔ قرآن میں ہے فَخَسَفْنَا بِہٖ وَبِدَارِہِ الْاَرْضَ ہم نے اُس کو اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ بابیل۔ قرآن پاک میں ہے فَجَعَلَھُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ۔ داؤد۔ حضرت

[۳] داؤدؑ نے تین پتھر دشمنوں کیطرف پھینکے تو اُنکے صد ہا ٹکڑے ہو کر دشمنوں کے لگے اور وہ ہلاک ہو گئے۔

[۴] سنگ۔ قوم لوطؑ سنگسار کیگئی قرآن پاک میں ہے لِنُرْسِلَ عَلَیْھِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِیْنٍ تاکہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں۔ ما بگویم۔ اگر تشریح کیجائے کہ جمادات نے انبیاء کی کیا کیا مدد کی ہو تو مثنوی کی ضخامت چالیس اونٹوں کے بوجھ کی ہو جائیگی۔

مثنوی چنداں شود کہ چل شُتر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ

گر کَشد عاجز شود از بارِ پُر
اگر اُٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آجائیں گے

دستِ[1] بر کافر گواہی می دہد
ہاتھ، کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے

لشکرِ حق می شود سَر می نہد
اللہ کا لشکر بن جاتا ہے، اطاعت کرتا ہے

اے نمودہ ضدِّ حق در فعل و درس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے

درمیانِ لشکرِ اُوئی بترس
تو اُس کے لشکر کے درمیان ہے خوف کھا

جُزوِ[2] جُزوت لشکرِ حق در وفاق
تیرا جوڑ جوڑ بالاتفاق اللہ کا لشکر ہے

مر تُرا اکنوں مُطیع اند از نفاق
اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

گر بگوید چشم را کُو را فَشار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اُس کو تنگ کر

دردِ چشم از تو بر آرد صَد دِمار
آنکھ کا درد تیری تنو ہلاکتیں پیدا کردے گا

ور بدنداں گوید اُو بنما وبال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ

پس بہ بینی تو ز دنداں گوشمال
تو تُو دانتوں سے سزا پائے گا

باز کُن طبّ را بخواں بابُ العِلَل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے

تا بہ بینی لشکرِ تن را عمل
تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

چونکہ جانِ جانِ ہر چیزے ویست
چونکہ ہر چیز کی جان کی جان وہی ہے

دشمنی با جانِ جاں آساں کے ست
جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

خود رہا کُن لشکرِ دیو و پری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے

کز میانِ جاں کُنندم صفدری
کیونکہ جان کے اندر دشمن میری جانب سے صف شکنی کردیتے ہیں

مُلک[3] را بگذار بلقیس از نخُست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے

چوں مرا یابی ہمہ مُلک آنِ تست
جب تو مجھے حاصل کرلیگی سب مُلک تیری ملکیت ہیں

خود بدانی چوں برِ من آمدی
جب تو میرے پاس آجائے گی خود جان لیگی

کہ تو بے من نقشِ گرمابہ بُدی
کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

نقش اگر خود نقشِ سلطاں یا غنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی

صورتیست از جانِ خود بے چاشنی ست
تصویر ہے، اپنی جان سے بے لذت ہے

زینتِ اُو از برائے دیگراں
اُس کی رونق دوسروں کے لئے ہے

باز کردہ بیہُدہ چشم و دہاں
خواہ مخواہ اُس نے آنکھ اور منھ کھول رکھا ہے

---

[1] دست۔ قرآن میں ہے۔ وَتُکَلِّمُنَا اَیْدِیْہِمْ وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ "اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کرینگے اور انکے پاؤں گواہی دینگے اُن کاموں کی جو انھوں نے کیے۔" اے نمودہ۔ اللہ تعالیٰ کے مخالف کو ڈرنا چاہیے وہ اُسکی کائنات کے لشکروں میں گھرا ہوا ہے۔ درس۔ یعنی قول۔

[2] جزو۔ انسان کا ہر ہر جزو اللہ کا لشکر ہے فی الحال نفاق سے منکروں کا ساتھ دے رہا ہے۔ دِمار۔ ہلاکت۔ دنداں۔ دانتوں کا درد انسان کو مصیبت میں مبتلا کردیتا ہے۔ بابُ العِلَل۔ طب کی کتابوں کا وہ باب جس میں بیماریوں کا ذکر ہے اُس سے معلوم ہوجائیگا کہ انسان کے بدن میں کسقدر امراض چھپے ہوئے ہیں۔ دشمنی۔ جان کی جان سے دشمنی آسان نہیں ہے۔ خود۔ اللہ کے بیرونی لشکروں کے ذکر کو چھوڑو خود انسان کے اندر ایسے امراض ہیں جو مخالفوں کے صف شکن ہیں۔

[3] مُلک را۔ بلقیس کو خطاب ہے کہ ظاہری سلطنت کو چھوڑ کر آ جا جب تو ایمان لے آئے گی تمام کائنات تیری محکوم ہوگی۔ نقشِ گرمابہ۔ حماموں میں تصویریں بنانے کا رواج تھا جو بے جان ہوتی ہیں۔ نقش۔ تصویر خواہ شاہ کی ہو یا مالدار کی، بہرحال بے جان چیز ہے۔

اے[1] تو در پیکار خود را باختہ
خبردار! تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے

دیگراں را تو ز خود نشناختہ
تو دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانتا ہے

تو بہر صورت کہ آئی بیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے، جم جاتا ہے

کہ منم ایں واللہ آں تو نیستی
کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یک زماں تنہا بمانی تو ز خلق
(اگر) تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے

در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی
تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہرِ) وحدت ہے

کہ خوش و زیبا و سرمست خودی
جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

مرغ[2] خویشی صیدِ خویشی دامِ خویش
تو اپنا پرندہ ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے

صدرِ خویشی فرشِ خویشی بامِ خویش
تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالاخانہ ہے

جوہر آں باشد کہ قائم با خود ست
جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو

واں عرض باشد کہ فرعِ او شدست
جو اس کی فرع ہے، وہ عرض ہوتا ہے

گر تو آدمؑ زادۂ چوں او نشیں
اگر تو آدمؑ کی اولاد ہے، اس کی طرح بیٹھ

جملۂ ذرات را در خود بیں
تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

چیست[3] اندر خم کہ اندر نہر نیست
مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟

چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست
گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

ایں جہاں خم ست و دل چوں جوئے آب
یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے

ایں جہاں حجرہ است و دل شہرِ عجاب
یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

پیدا کردنِ سلیمانؑ بر بلقیس کہ خالصاً لامر اللہ ست جہد در ایمانِ تو
(حضرت) سلیمانؑ کا بلقیس پر واضح کرنا کہ تیرے ایمان کے بارے میں کوشش خالصۃً اللہ کے حکم سے ہے

یکذرہ غرضے نیست مرا نہ در نقشِ تو و نہ در حسنِ تو و نہ در ملکِ تو
میری ایک ذرہ غرض نہیں ہے نہ تیرے نقش و نگار میں نہ تیرے حسن میں اور نہ تیری سلطنت میں

خود ببینی چوں چشمِ جانت باز شود بنور اللہ تعالیٰ کہ بے غرضی ست
جب تیری روح کی آنکھ اللہ کے نور سے کھلے گی تو خود جان لے گی کہ بے غرضی سے ہے

[1] اے تو۔ انسان اپنے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا رہتا ہے اور دوسروں سے اپنے آپ کو ممتاز سمجھنے لگتا ہے حالانکہ اس کے وہ تصورات بالکل خلافِ واقعہ ہوتے ہیں۔ یک زماں۔ انسان اپنے آپ کو مقرب بارگاہ اور مخلوق کو دور سمجھتا ہے لیکن ذرا تھوڑی دیر کیلئے مخلوق سے علیحدہ ہو کر دیکھے پھر اسکو معلوم ہو جائیگا کہ مخلوق سے اس کو کیسا انس ہے۔ ایں تو یعنی تو نے یہ سمجھا ہے کہ تو عابد اور وہ معبود ہے اور دونوں جدا گانہ چیزیں ہیں یہ غلط خیال ہے۔ اوحدی۔ تو ذاتِ باری کا مظہر ہے اور حق تعالیٰ اپنی وحدت کے ساتھ تجھ میں ظاہر ہے اور ان مظاہر اور تعینات کی کثرت اس کی وحدت کے منافی نہیں ہے۔

[2] مرغ خویشی۔ ؎
خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گِلِ کوزہ
خود بر سرِ آں کوزہ خریدار برآمد
جوہر۔ حضرت حق تعالیٰ قائم بنفسہ ہے وہی عین موجود ہے باقی موجودات اس کی شئون ہیں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدمؑ تمام ذراتِ عالم کو اپنی ذات میں مشاہدہ کرتے تھے کیونکہ ان کی حقیقت تمام حقائقِ الٰہیہ اور کونیہ کی جامع تھی ان کی اولاد کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے۔

[3] چیست۔ اِس شعر میں عالم کو خم اور خانہ سے تعبیر کیا ہے اور قلبِ انسانی کو نہر اور شہر سے تعبیر کیا ہے یعنی جو کچھ عالم میں ہے وہ قلبِ انسانی میں اس کی وسعت کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ ہے انسان عالمِ کبیر ہے اور دنیا عالمِ صغیر ہے۔ پیدا کردن۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس پر واضح کیا کہ اس کو طلب کرنے میں ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہے محض لوجہ اللہ اس کو طلب کر رہے ہیں۔

هین بیا که من رسولم دعوتی[1] — چون اجل شهوت کُشم نے شهوتی

خبردار! آجا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں — موت کی طرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت والا نہیں ہوں

ور بُوَد شهوت امیرِ شهوتم — نے اسیرِ شهوت و رُوی بُتم

اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں — نہ کہ شہوت اور بُت کے چہرے کا قیدی

بُت شکن بُودست اصلِ اصلِ ما — چون خلیلِ حقؑ و جملہ انبیا

ہماری اصل کی اصل بُت شکن تھی — مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

گر در آیم از رہے در بتکدہ — بُت سجود آرد بمن در معبدہ

اگر میں کسی راستے سے بُتخانہ میں جاؤں — عبادت خانہ میں بُت مجھے سجدہ کریں

احمدؐ و بُوجہل در بتخانہ رفت — زیں شدن تا آں شدن فرقیست زفت

محمدؐ اور ابوجہل بُت خانہ میں گئے — اِس جانے میں اور اُس جانے میں بھاری فرق ہے

ایں در آمد سر نہند اُو را بتاں — آں در آید سر نہد چون اُمّتاں

یہ اندر آئے، بتوں نے اُن کے سامنے سر رکھ دیا — وہ آتا ہے تو اُمّتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

ایں جہانِ[2] شهوتی بتخانہ ایست — انبیا و کافراں را لانہ ایست

یہ شہوت کی دنیا ایک بُت خانہ ہے — نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

لیک شهوت بندۂ پاکاں بُوَد — زر نسوزد زانکہ نقدِ کاں بُوَد

لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے — سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

کافراں قلب اند و پاکاں ہمچو زر — اندریں بُوتہ در اند ایں دو نفر

کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں — دونوں شخص اِس بھٹی میں ہیں

قلب[3] چون آمد سیہ شد در زماں — زر در آمد شد زریِ اُو عیاں

کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا — سونا داخل ہوا اُس کا سونا پن واضح ہو گیا

دست و پا انداخت اندر بُوتہ زر — در رُخِ آتش ہمی خندد چو خور

سونے نے ہاتھ پاؤں کٹھالی میں ڈال دیے — وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

جسمِ ما روپوش باشد در جہاں — ما چو دریا زیرِ ایں کہ در نہاں

دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے — ہم اِس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

شاہِ دیں را منگر اے نادان بطیں — کیں نظر کردہ است ابلیسِ لعیں

اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ — کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

---

[1] دعوتی۔ یعنی میں ایسا رسول ہوں جو لوگوں کو اپنے دین کی دعوت دے۔ اجل ترا قاطعِ شہوت ہے نے شہوتی۔ میں شہوت کی بنیاد پر تجھے آنے کی دعوت نہیں دے رہا ہوں۔ ور بُوَد۔ رسول میں اگرچہ عورتوں کی شہوت ہوتی ہے لیکن وہ شہوت سے مغلوب نہیں ہوتا ہے بلکہ شہوت پر غالب رہتا ہے۔ رُوی بُتم۔ یعنی میں کسی حسین کی محبت کا قیدی نہیں ہوں۔ بُت شکن۔ حضرت خلیلؑ اور دوسرے نبیوں کا کام بُت شکنی تھا۔ گر در آیم۔ رسول اگر بُت کدہ میں جاتا ہے تو بُت سرنگوں ہو جاتے ہیں۔ احمدؐ۔ آنحضورؐ خانہ کعبہ میں گئے تو بُت سرنگوں ہو گئے ابوجہل جاتا تھا تو خود اُن کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا شہوت کا گھر ہے اور نبی اور کافر دونوں اُس میں مقیم ہیں۔ لیک۔ شہوت، پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے اُن کی مثال سونے کی سی ہے سونا بھٹی میں جا کر اور کھرا بنجاتا ہے۔ کافراں۔ کافروں کی مثال ملمع شدہ چیز کی سی ہے جو بھٹی میں جا کر کالی اور رسوا ہو جاتی ہے۔

[3] قلب۔ کھرا امتحان میں پڑ کر اور کھرا بنجاتا ہے کھوٹے کا کھوٹ پن نمایاں ہو جاتا ہے۔ بُوتہ۔ سنار کی کٹھالی۔ خور۔ خورشید۔ جسم۔ نبیوں کا مادی جسم اُن کا حجاب بن جاتا ہے۔ شاہِ دیں۔ مومن کا کام نبیوں کی روحانی طاقت کو دیکھنا۔ شیطان نے صرف ان کا مادی جسم دیکھا اور ان کی روحانی قوت کو نہ دیکھا

کے تواں اندود ایں خورشید را (۱)
اِس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟

باکفِ گِل تو بگو آخر مرا
ایک مٹھی مٹی سے، آخر تو مجھے بتا

گر بریزی خاک و صد خاکسترش
اگر تو اُس پر مٹی اور سَو راکھیں ڈالے

بر سرِ نورش، او برآید بر سرش
اُس کے نور پر، وہ نور اُس خاک کے اوپر آجائیگا

کہ کہ باشد کو بپوشد روی آب
تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟

طین کہ باشد کو بپوشد آفتاب
مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

خیز بلقیسا چو ادہم رح شاہ وار
اے بلقیس! شاہ ادہم رح کی طرح اٹھ کھڑی ہو

دود از یں مُلکِ دو سہ روزہ برآر
اِس دو تین روز کی حکومت میں سے دُھواں اٹھا دے

باز گو احوالِ ابراہیم رح زود
ابراہیم رح کے احوال پھر جلد کہہ

ترکِ مُلکش را بگو موجب چہ بود
بتا اُن کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

بقیۂ قصۂ سلطان ابراہیم ادہم روّح اللہ روحہٗ

حضرت شاہ ابراہیم ادہم رح کے قصہ کا بقیہ خدا اُن کی روح کو تازہ کرے

بر سرِ تختے شنید آں نیک نام (۲)
اُس نیک نام نے تخت پر سے سُنا

طقطقے و ہای و ہوی شب ز بام
رات کو بالاخانہ پر کھٹکا اور شور و غل

گامہای تند بر بامِ سرا
محل کی چھت پر بھاری قدم

گفت با خود اینچنیں زہرہ کرا
دل میں کہا، ایسا پِتّہ کس کا ہے؟

بانگ زد بر روزنِ قصر او کہ کیست
اُنھوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟

ایں نباشد آدمی مانا پری ست
یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے، بھوت ہے

سر فرو کردند قومے بو العجب (۳)
کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا)

ما ہمی گردیم شب بہرِ طلب
ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

ہیں چہ می جوئید؟ گفتند اشتراں
ہاں کیا تلاش کر رہے ہو؟ اُنھوں نے کہا اونٹ

گفت اُشتر بام بر کہ جست ہاں
اُن (ابراہیم ادہم رح) نے کہا، ہاں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ
پھر اُنھوں نے اُنسے کہا آپ تخت اور رتبہ میں

چوں ہمی جوئی ملاقاتِ اِلٰہ
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

خود ہماں بُد دیگر او را کس ندید
یہ واقعہ ہوا، پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا

چوں پری از آدمی شد ناپدید
پری کی طرح انسانوں سے غائب ہوگئے

---

۱ کے تواں۔ انبیاء کی روحانی طاقت اور اوصاف خاکی جسم میں نہیں چھپ سکتے ہیں۔ گر بریزی۔ سورج پر خاک ڈالنے سے وہ نہیں چھپ سکتا۔ کہ۔ دریا کی سطح پر اگر گھاس آجائے تو دریا کب چھپ سکتا ہے۔ خیز بلقیسا۔ مولانا کا بلقیس کو خطاب ہے کہ ابراہیم ادہم رح کی طرح تو بھی مُلک اور سلطنت کو خیر باد کہہ دے۔ دود۔ یعنی اِس دنیاوی سلطنت کو پھونک ڈال۔

۲ بر سر۔ حضرت ابراہیم ادہم رح رات کے وقت اپنے تختِ شاہی پر سو رہے تھے کہ چھت پر سے چلنے پھرنے کی آوازیں آئیں۔ طقطق۔ کھٹ کھٹ۔ بامِ سرا۔ قلعہ کا بالاخانہ۔ زہرہ۔ پِتّہ، ہمت۔ روزنِ قصر۔ کھڑکی۔ مانا پریست۔ انسان کی تو یہ مجال نہیں کہ شاہی بالاخانہ پر رات میں چڑھ آئے یقیناً کوئی بھوت پریت ہے۔

۳ سر فرو۔ اوپر سے اُن لوگوں نے جھانک کر کہا ہم تلاش میں پھر رہے ہیں۔ ہیں۔ حضرت ابراہیم رح نے کہا کیا ڈھونڈ رہے ہو اُنھوں نے کہا اونٹ ڈھونڈ رہے ہیں۔ کہ جست یعنی اونٹ کو بالاخانہ پر آجتک کسی نے نہیں تلاش کیا ہے۔ پس۔ اُن لوگوں نے حضرت ابراہیم رح سے کہا کہ اگر اونٹ چھت پر تلاش کرنا غلط ہے تو خدا کو تخت و تاج پر تلاش کرنا کونسی دُرست بات ہے۔ خود ہماں۔ بس اِس واقعہ کے بعد اُنکے حالات بدل گئے اور

وہ لوگوں کی نظروں سے غائب ہوگئے

مغنیش[1] پنہاں و او در پیش خلق — خلق کے بینند غیر ریش و دلق
اُن کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے — لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

چوں ز چشمِ خویش و خلقاں دور شد — ہمچو عنقا در جہاں مشہور شد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دور ہو گئے — عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

جانِ سیمرغے کہ آمد سوئے قاف — جملۂ عالم ازو لافند لاف
سیمرغ کی جان جو کوہ، قاف کی طرف چلی آئی — تمام لوگ اناپ شناپ اسکی باتیں کرتے ہیں

چوں رسید اندر سبا ایں نورِ شرق — غلغلے افتاد در بلقیس و خلق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی — لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

روحہائے مردہ جملہ پر زدند — مردگاں از گورِ تن سر بر زدند
سب مُردہ روحیں اُڑنے لگیں — مُردوں نے جسم کی قبر سے سر اُبھارا

یکدِگر[2] را مژدہ می دادند ہاں — نک ندائے می رسد از آسماں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں — یہ آواز آسمان سے آرہی ہے

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز — شاخ و برگِ دل ہمی گردند سبز
اس آواز سے سب دین قوی ہوتے ہیں — دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

از سلیمانؑ آں نفس چوں نفخِ صور — مُردگاں را وا رہانید از قبور
حضرت، سلیمانؑ کے اُس سانس نے صور پھونکنے کی طرح — مُردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

مر ترا بادا سعادت بعد ازیں — ایں گذشت واللہ اعلم بالیقیں
اس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو — یہ گذر گیا، یقیناً اللہ زیادہ جانتا ہے

بقیۂ[3] قصۂ اہلِ سبا و نصیحت و ارشادِ سلیمان علیہ السلام مر

سبا والوں کے قصہ کا بقیہ اور حضرت سلیمانؑ کی نصیحت اور راہنمائی بلقیس کی رعایا کو

آں بلقیس را ہر یکے اندر خورِ خود و مشکلاتِ دین و دلِ او
ہر ایک کو اُس کے اور اُس کے دل اور دین کی مشکلات کے مناسب اور ہر شخص کے

و صید کردنِ ہر جنسِ مرغِ ضمیرے بصفیرانِ آں جنسِ مرغ و طعمۂ او
دل کے پرندے کی جنس کو اُس کی جنس کے پرندوں کی آواز اور خوراک سے شکار کرنا

کے مطابق راہنمائی کی۔ صید کردن۔ شکاری جس قسم کے پرندوں کا شکار کرتا ہے اُسی قسم کی سیٹی بجا کر اُن کو جمع کرتا ہے اور اُن کے مناسب دانہ ڈالتا ہے۔

---

۱ مغنیش۔ حضرت ابراہیمؒ کا لوگوں کی نظروں سے غائب ہونا یہ ہے کہ اُن کے اوصافِ باطنی اور مدارج کو لوگ نہ سمجھ سکے اگرچہ وہ انکے سامنے تھے اس لئے کہ ظاہر بینوں کی نگاہ تو محض ظاہر پر ہوتی ہے۔ چوں ز چشم۔ اپنی آنکھوں سے استغراق کی وجہ سے دور ہو گئے اور دوسرے لوگوں کی نگاہوں سے بھی دور ہو گئے تو عنقا کی طرح اُنکی شہرت ہو گئی۔ سیمرغ۔ یہ جانور بھی لوگوں کی نگاہوں سے دور ہے لہٰذا اُس کا بھی بہت چرچا ہے۔ نورِ شرق یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ خلق یعنی بلقیس کی رعایا۔ روحہائے۔ مُردہ روحیں زندہ ہو گئیں جسم میں دبی ہوئی رُوح نے سر اُبھارا۔

۲ یکدگر۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے تھے اور کہتے تھے کہ آسمانی دعوت ہے۔ زاں۔ اس دعوت کا تو خاصہ یہی ہے کہ اُس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے اور تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔ نفس یعنی حضرت سلیمانؑ کی دعوت۔ مُردگاں۔ یعنی مردہ دل۔ قبور یعنی دُنیاوی زندگی۔ ایں گذشت۔ حضرت سلیمانؑ کا واقعہ جو ہم نے بیان کیا ہے اُسکی یقینی باتیں خدا کو معلوم ہیں جو کچھ مشہور تھا وہ کہہ دیا گیا ہے بہرحال اس قصہ کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

۳ بقیۂ۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو اُسکے مناسب اور اُس کے ملک والوں کو ہر ایک کی استعداد

قصہ گویم از سبا مشتاق وار — **چوں صبا آمد بسوئے لالہ زار**

میں مشتاقانہ، سبا کا قصہ سُناتا ہوں — جب لالہ زار کی جانب (باد) صبا پہنچی

لاقت الاشباح یوم وصلہا — **عادت الاولاد صوب اصلہا**

جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہوگئے — اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

امۃ العشق خفی فی الامم — **مثل جود حولہ یوم السقم**

عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے — اُس سخاوت کیطرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

ذلۃ الارواح من اشباحہا — **عزۃ الاشباح من ارواحہا**

روحوں کی ذلت اُن کے جسموں سے ہے — جسموں کی عزت اُن کی روحوں سے ہے

ایہا العشاق السقیا لکم — **انتم الباقون والبقیا لکم**

اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے — تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

ایہا السالون قوموا واعشقوا — **ذاک ریح یوسف فاستنشقوا**

اے بے فکرو! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو — یہ (حضرت) یوسفؑ کی خوشبو ہے سونگھ لو

منطق الطیر سلیمانی بیا — **بانگ ہر مرغے کہ می آید سرا**

اے سلیمانی منطق الطیر! آجا — جو مرغ آئے اُس کی بولی بول

چوں بمرغانت فرستاد ست حق — **لحن ہر مرغے بداد ستت سبق**

جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کیجانب بھیجا ہے — تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

مرغ جبری را زبان جبر گو — **مرغ پر اشکستہ را از صبر گو**

جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا — پَر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

مرغ صابر را تو خوش دار و معاف — **مرغ عنقا را بخواں اوصاف قاف**

صابر پرند کو تو اچھا رکھ اور معاف کر — عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

مر کبوتر را حذر فرما ز باز — **باز را از حلم گوی و احتراز**

کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے — باز کو بُردباری اور پرہیزگاری سکھا

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا — **می کُنش بانور جفت و آشنا**

اُس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے — اُس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

کبک جنگی را بیاموزاں تو صلح — **مر خروساں را نما اشراط صبح**

لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا — مرغوں کو صبح کی علامات بتا

لہ صبا۔ یعنی دعوت سلیمانی۔ لالہ زار ملک سبا۔ لاقت۔ یعنی جو اجسام روحوں سے محروم تھے وہ اُن سے مل گئے۔ عادت۔ یعنی اجسام روحانیت کے غلبے ارواح بن گئے۔ اُمّۃ۔ عاشق عوام میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ جود۔ لوگ سخی کو فضول خرچ کہتے ہیں اور اُس کی سخاوت سے اُس کو طرح طرح سے ڈراتے ہیں اس طرح اُن کی نظروں سے اُس کی سخاوت پوشیدہ ہوجاتی ہے۔ السقم۔ یعنی سخاوت پر ملامت اور افلاس وغیرہ کا خوف دلانا۔

ٹہ ذلۃ۔ جب تک رُوح جسم میں دبی ہوئی ہے وہ ذلیل ہے جب رُوح کا غلبہ ہوجاتا ہے تو جسم میں بھی شرافت پیدا ہوجاتی ہے۔ العشاق۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق۔ السالون۔ جو عشق سے خالی ہیں۔ ذٰلک۔ یہ پیغام سلیمانی۔ منطق الطیر۔ حضرت سلیمان تمام پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ بانگ۔ یعنی ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور استعداد کے مطابق تعلیم دے۔ مرغ جبری۔ جو لوگ جبر کے قائل ہیں وہ ترکِ عمل کر بیٹھے ہیں اُن کو اُس عقیدہ کا نقصان سمجھا دے۔

سہ پر اشکستہ۔ وہ لوگ جو ناقص اختیار کے قائل ہیں اُن کو صبر عن المعاصی کی تعلیم دے۔ مرغ صابر۔ جو لوگ معصیت سے رُکے ہوئے ہیں۔ مرغ عنقا۔ جو لوگ عالمِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں اُنکو عالمِ غیب کی باتیں بتا کبوتر

ہمچنیں[۵۱] میرو زہُدہُد تا عُقاب | رہ نما واللہُ اَعلَمُ بالصَّواب
اسی طرح چلا چل ، ہُدہُد سے عقاب تک | راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

آزاد شدنِ بلقیس از مُلک و مست شدنِ اُو از شوقِ ایمان و التفاتِ همّتِ اُو از همه مُلک مُنقطع شُدن بوقتِ ہجرت اِلّا از تخت

بلقیس کا مُلک سے آزاد ہوجانا اور ایمان کے شوق سے اُس کا مست ہوجانا اور ہجرت کے وقت تمام مُلک سے بجز تخت کے اُس کی باطنی توجہ کا مُنقطع ہوجانا

چوں سلیمانؑ سُوی مُرغانِ سَبا | یک صفیرے کرد و بست آں جُملہ را
جب سلیمانؑ نے سَبا کے پرندوں کے لئے | ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

جُز مگر مرغے کہ بُد بے جان و پَر | یا چو ماہی گنگ بُود از اصل و کَر
سوائے اُس پرندکے جو بے جان اور بے پر تھا | یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

نے[۵۲] غلط گفتم کہ گر کر سر نہد | پیشِ وحیِ کبریا سمعش دہد
نہیں میں نے غلط کہہ دیا ، اگر بہرا سر رکھدے | خدا کی وحی کے سامنے ، وہ اسکو سننے کی طاقت دیدے

چونکہ بلقیس از دل و جاں عزم کرد | بر زمانِ رفتہ ہم افسوس خورد
چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا | گذشتہ دنوں پر بھی اُس نے افسوس کیا

ترکِ مال و مُلک کرد او آنچناں | کہ بترکِ نام و ننگ آں عاشقاں
اُس نے مال اور مُلک کو اس طرح چھوڑ دیا | جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

آں[۵۳] غلامان و کنیزانِ بناز | پیشِ چشمش ہمچو پوسیدہ پیاز
وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں | اُسکی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کیطرح تھے

باغہا و قصرہا و آبِ رُود | پیشِ چشم از عشق گلخن می نمود
باغات اور قلعے اور نہر کا پانی | عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

عشق در ہنگامِ استیلا و خشم | زشت گرداند لطیفاں را بچشم
عشق اور غصہ غلبہ کے وقت | عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے بُرا بنا دیتا ہے

مر زمرّد را نماید گندنا | غیرتِ عشق ایں بُود معنیِ لا
زمرّد کو گندنا دکھا دیتی ہے | عشق کی غیرت ، یہی لا کے معنیٰ ہیں

لا اِلٰہَ اِلّا ھُو اینست اے پناہ | کہ نماید مہ ترا دیگِ سیاہ
اے پناہ (کے طالب)" نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ" | کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

---

۵۱ ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر آدمی کی اُس کے مناسب حال اصلاح کردے۔ اِلّا از تخت یعنی دعوتِ سلیمانی پر بلقیس ایمان کے شوق سے مست ہوگئی اور اپنے مُلک و سلطنت کی ہر چیز کی محبت دل سے نکالدی البتہ اسکو اپنے تختِ شاہی سے جو بہت قیمتی تھا تعلقِ خاطر رہا۔ صفیر یعنی پیغامِ حق۔ جز یعنی سب لوگ حضرت سلیمانؑ پر ایمان لائے البتہ وہ لوگ جنھیں استعداد اور قابلیت ہی نہ تھی وہ محروم رہے۔

۵۲ نے غلط یعنی میرے کلام سے یہ شبہ نہ ہو کر حق میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ بدفطرت کو متاثر کر سکے بلکہ وہ بھی اگر توجہ کرے اور طلب پیدا کرلے تو خدا اسکی مدد کر دیتا ہے اور اسمیں صلاحیت پیدا فرما دیتا ہے۔ بر زمانِ رفتہ۔ جو وقت ستارہ پرستی میں گزرا تھا۔ ترک۔ بلقیس مال و دولت سے ایسی بے نیاز ہوئی جسطرح عاشق نام و ننگ سے بے نیاز ہوتا ہے۔

۵۳ آں غلاماں جن غلاموں اور کنیزوں کو ناز سے پالا تھا وہ اس کیلئے سڑی ہوئی پیاز بن گئے۔ باغہا یعنی تفریح کے اسباب اُس کیلئے باعثِ تکلیف بنگئے۔ عشق۔ عشق اور غصہ کی خاصیت یہی ہے کہ جو چیزیں محبوب ہوتی ہیں اس حالت میں وہ مردود بنجاتی ہیں۔ معنی لا یعنی جب انسان لا الٰہ کا قائل ہوجاتا ہے تو اُس کیلئے غیر اللہ ہیچ ہو جاتا ہے۔ لا الٰہ کلمہ طیبہ کا حقیقی

اور غیر اللہ کی نفی ہو کر اللہ کا اثبات ہو جاتا ہے

هیچ[1] مال و هیچ مخزن هیچ رخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر

می دریغش نامد الّا جز کہ تخت
بجز تخت کے اُس کو افسوس نہ ہوا

پس سلیمانؑ از دلش آگاه شد
سلیمانؑ اُس کے دل کے خیال سے واقف ہو گئے

کز دلِ او تا دلِ او راه بُد
کیونکہ اُن کے دل سے اُسکے دل تک راستہ تھا

آں کسے کو بانگ موراں بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سُن لے

ہم ز دوراں سرِّ دوراں بشنود
دُور سے دُور رہنے والوں کا راز سُن لے

آنکہ گوید رازِ قالت نملۃٌ
جو "چیونٹی نے کہا" کا راز بتا دے

ہم بداند رازِ ایں طاقِ کہن
اس پُرانی محراب کا راز بھی جان لے

دید از دُورش کہ آں تسلیم کیش[2]
اُس نے دُور سے دیکھ لیا کہ اُس تسلیم (و رضا) والی کو

تلخش آمد فرقتِ آں تختِ خویش
اپنے تخت کی جُدائی گراں ہوئی ہے

گر بگویم آں سبب گردد دراز
اگر میں اُس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا

کہ چرا بودش بتخت آں عشق و ساز
کہ اُس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

گرچہ ایں کلک و قلم خود بیحس است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حِس ہے

نیست جنسِ کاتب او را مونس است
وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اُس کیلئے مونس ہے

ہمچنیں[3] ہر آلتِ پیشہ ورے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار

ہست بیجاں مونسِ ہر جانورے
بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

آلتِ ہر پیشہ کارے ہمچناں
اسی طرح سے ہر پیشہ ور کا اوزار

ہست بیجاں لیک مونس شد بجاں
بے جان ہے، لیکن جاندار کے لئے مونس ہے

ایں سبب را من معیّن گفتمے
اِس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا

گر نبودے چشمِ فہمت را نمے
اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

از بزرگی تخت کز حدّ می فزود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی

نقل کردن ہیچ نوعِ امکاں نبود
(اُس کا) منتقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

خُردہ کاری بود تفریقش خطر
باریک کام تھا، اُس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا

ہمچو اوصالِ بدن باہمدگر
جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

لے ہیچ۔ بلقیس کو سلطنت کی کسی چیز کے چھوڑنے پر افسوس نہ تھا البتہ تخت کے چھوڑنے کا افسوس تھا۔ پس۔ حضرت سلیمانؑ بلقیس کی اس قلبی کیفیت سے باخبر ہو گئے چونکہ دل سے دل تک راہ پیدا ہو چکی تھی اور باہمی تعلق استوار ہو چکا تھا۔ آں کسے۔ حضرت سلیمانؑ چیونٹی کی بات سُن لیتے تھے اور دور کے انسانوں کے دلی راز سمجھ لیتے تھے۔ قالت۔ قرآن پاک میں ہے کہ جب سلیمانؑ چیونٹیوں کے جنگل میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا کہ اے چیونٹیوں اپنے بلوں میں گھس جاؤ تمہیں سلیمانؑ اور اُس کا لشکر پامال نہ کر دے تو حضرت سلیمانؑ اس کی بات سُن کر ہنس پڑے۔ طاقِ کہن۔ آسمان۔

ﷺ تسلیم کیش۔ وہ جس نے تسلیم و رضا کا راستہ اختیار کر لیا ہے یعنی بلقیس۔ گر بگویم۔ اگر میں اس کی تفصیل کروں کہ بلقیس کو تخت سے کیوں محبت تھی تو گفتگو دراز ہو جائے گی پھر بھی مجملاً بیان کرتا ہوں۔ گرچہ۔ قلم کاتب کا آلہ اور وہ اُس کیلئے باعثِ محبت ہوتا ہے۔

ﷺ ہمچنیں۔ غرضیکہ ہر کاریگر کا آلہ اُس کے لئے مونس ہوتا ہے۔ مونس۔ محبت پیدا کرنے والا۔ نمے۔ یعنی آنکھیں دیکھنے کی نمی۔ از بزرگی۔ محبت کا تقاضہ تو تھا کہ بلقیس تخت کو ساتھ لے آتی لیکن چونکہ اُس کی لمبائی چوڑائی بہت تھی اُس کو منتقل کرنا ممکن نہ تھا۔ خردہ کاری۔ اُس کو توڑ کر اس وجہ سے نہ لا سکتی تھی کہ اُس پر بہت نازک اور باریک کام تھا وہ خراب ہو جاتا۔ اوصال۔ وصل کی جمع، جوڑ۔

پس سلیمانؑ گفت گرچہ فی الاخیر ۱
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں
سرد خواہد شد برو تاج و سریر
اُس کے لئے تاج و تخت بے وقعت ہو جائیگا

چوں ز وحدت جاں برون آرد سرے
جب وحدت سے جان برآمد ہوگی
جسم را با فرّ او نبود فرے
اُس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہیگی

چوں برآید گوہر از قعرِ بحار
جب موتی سمندروں کی گہرائی سے باہر آئیگا
ننگری اندر خس و خاشاک و خار
تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرف نظر نہ کریگا

سر برآرد آفتابِ باشرر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے
دُمِّ عقرب را کہ سازد مستقر
دُمِ عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

لیک خود با ایں ہمہ بر نقدِ حال
لیکن با ایں ہمہ اِس وقت
جست باید تختِ اُو را انتقال
اُس کے تخت کو مُنتقل کرانا چاہیئے

تا نگردد خستہ ہنگامِ لقا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہو
کودکانہ حاجتش گردد روا ۲
اُس کی بچکانہ خواہش پوری ہو جائے

ہست بر ما سہل و اُو را بس عزیز
ہمارے لئے آسان اور اُس کو بہت پیارا ہے
تا بُود بر خوانِ حُوراں دیو نیز
تاکہ پریوں کے دسترخوان پر دیو بھی ہو

عبرتِ جانش شود آں تختِ باز
پھر وہ تخت اُس کی جان کیلئے باعثِ عبرت بنے
ہمچو دلق و چارقے پیشِ ایاز
جیسا کہ ایاز کے لئے گدڑی اور چپل

تا بداند در چہ بُود آں مبتلا
تاکہ اُسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟
از کجا ہا در رسید اُو تا کجا
وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

خاک را و نطفہ را و مضغہ را ۳
خاک اور نطفہ کو اور مُضغہ کو
پیشِ چشمِ ما ہمی دارد خدا
خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

از کجا آوردمت اے بدنیت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟
کہ ازاں آید ہمی خفریقیت
کہ اُس سے تجھے شرم آتی ہے

تو بداں عاشق بُدی در دورِ آں
تو اُس کے زمانہ میں اُس کا عاشق تھا
منکرِ ایں فضل بُودی آں زماں
اُس وقت اِس فضیلت کا مُنکر تھا

---

۱ پس سلیمانؑ۔ جب حضرت سلیمانؑ پر بلقیس کے قلب کی حالت واضح ہو گئی تو انھوں نے سوچا کہ روحانی عروج کے بعد اگرچہ تخت وغیرہ کی محبت مٹ جائیگی لیکن فی الحال چونکہ اُس کو تخت کے رہ جانے کا رنج ہے لہٰذا اُس کو منگوانا چاہیئے۔ چوں ز وحدت۔ فنا کے بعد جب بقا حاصل ہو جاتی ہے تو تمام مادیات بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ چوں۔ جب سمندر سے موتی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر انسان اسکے خس و خاشاک کی طرف نظر نہیں کرتا ہے۔ سر برآمد۔ جب سورج طلوع کرتا ہے تو وہ ستارے جو برجِ عقرب میں دُمِ عقرب کی طرح جمع ہو جاتے ہیں اُن کی طرف کوئی نگاہ نہیں کرتا ہے۔ مستقر۔ ٹھکانا۔ انتقال یعنی اپنے یہاں اُس کو منتقل کرا لینا چاہیئے۔

۲ کودکانہ۔ بلقیس کی تخت سے محبت بچکانہ فعل تھا۔ سہل۔ جنوں کے ذریعہ اُسکو بآسانی منتقل کیا جاسکتا ہے یا وہ ہمارے نزدیک بے وقعت ہے۔ تا بُود۔ اُخروی نعمتوں کے ساتھ یہ دنیاوی نعمت بھی موجود رہے۔ عبرت۔ مشہور ہے کہ ایاز نے اپنی اصلی گدڑی اور جنگلی چپل خزانہ میں محفوظ کر رکھے تھے اور انکو جاکر دیکھ کر وہ اپنی اصلی حالت یاد کرتا تھا اسی طرح تختِ بلقیس کے لئے باعثِ عبرت ہوگا کہ اُسکی پہلی حالت کسقدر خراب تھی کہ وہ تخت جیسی چیزوں سے محبت کرتی تھی۔ از کجا۔ پہلے دنیا کی مزخرفات میں پھنسی ہوئی تھی اب روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گی۔ ۳ خاک را۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی خلقت کے مراتب بیان فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ انسان کو اللہ نے اپنے فضل سے کہاں سے کہاں پہنچا دیا اسکی ابتداء ان چیزوں سے ہے جنکے ذکر سے بھی اسکو شرم آتی ہو قرآن میں ہے کہ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا پھر اسکو نطفہ کیا پھر ہمنے نطفہ سے علقہ پھر علقہ سے مضغہ بنایا پھر ہمنے اسکو ایک نئی صورت عطا کر دی۔ مضغہ۔ گوشت کا لوتھڑا۔ تو بداں۔ انسان زبانِ حال سے اپنی ابتدائی حالت ترقی کرنیکا منکر تھا۔

اینؐ کرم چوں دفعِ آں انکار تُست — **کہ میانِ خاک می کردی نخست**

یہ کرم گویا اُس انکار کا رَد ہے — جو تُونے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

حجتِ انکار شُد انشارِ تو — **از دوا بدتر شُد ایں بیمارِ تو**

تیری پیدائش تیرے اِنکار کے خلاف دلیل ہوگئی — تیرا یہ بیمار دَوا سے اور بگڑ گیا

خاک را تصویرِ ایں کار از کجا — **نُطفہ را خصمی و اِنکار از کجا**

مٹی سے اِس کام کا تصور کہاں؟ — نُطفہ میں جھگڑالوپن اور انکار کہاں؟

چوں در آں دم بیدل و بے سَر بُدی — **فکرت و انکار را مُنکر بُدی**

چونکہ تو اُس وقت بغیر دل اور سَر کے تھا — تو فکر اور اِنکار کا مُنکر تھا

از جمادیؐ چونکہ اِنکارت بُرست — **ہم ازیں انکار حشرت شد درست**

مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تونے انکار کیا — تیرے اِسی اِنکار سے تیرا حشر ثابت ہوگیا

پس مثالِ تو چو آں حلقہ زنے ست — **کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست**

پس تیری مثال اُس زنجیر ہلانے والے کی سی ہے — کہ اُس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست — **پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست**

زنجیر ہلانے والا اِس انکار سے سمجھ لیگا کہ وہ ہے — تو حلقہ سے کبھی دست بردار نہ ہوگا

پس ہم اِنکارت مُبیّن می کُند — **کز جماد اُو حشرِ صد فن می کُند**

تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے — کہ وہ مٹی سے سَو طرح حشر کردے گا

چندؐ صنعت رفت اے انکار تا — **آب و گِل انکار زاد از ھَل اَتیٰ**

چند کاریگریاں ہوچکیں اے! کب تک انکار؟ — مٹی اور پانی سے "ھل اَتیٰ" کا انکار پیدا ہوا

آب و گِل می گفت خود انکار نیست — **بانگ می زد بے خبر کا خبار نیست**

پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ اِنکار نہیں ہے — بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

من بگویم شرحِ ایں از صد طریق — **لیک خاطر لغزد از گفتِ دقیق**

میں اِس کی تنو طرح سے تشریح کردیتا — لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھاجاتی ہے

لہ ایں کرم۔ انسان کو اِس قدر فضیلت دینا اُس انکار کا دفعیہ ہے جو اُس کی فطرت کر رہی تھی۔ حجتِ انکار یعنی انکار کے خلاف دلیل۔ انشار۔ نشر کرنا، پیدا کرنا۔ از دوا۔ جس انکار کو تو اپنے مدعیٰ کی تائید سمجھتا تھا وہی انکار تیرے مدعیٰ کی تردید بن گیا یعنی جس چیز کو تو اپنے موافق سمجھے ہوئے تھا وہی مخالف پڑی۔ خاک۔ مٹی میں یہ حیات اور استعداد فقط اللہ کی قدرت سے آئی ہے۔ نُطفہ۔ یہ انسان نُطفہ تھا آج وہ اِس حالت میں ہے کہ حشر و نشر کا انکار کردیتا ہے یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے تو دوبارہ اُس کا حشر و نشر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیسے خارج ہوسکتا ہے۔ در آں دم۔ یعنی نُطفہ ہونے کی حالت میں تجھ میں اِس اِنکار کی صلاحیت نہ تھی۔

لہ از جمادی۔ جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ تو جمادیت سے اِس مرتبہ پر پہنچا ہے کہ تجھ میں انکار کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے تو تیری یہ اِنکار کی صلاحیت اِس بات کی دلیل ہوگئی کہ تیرا دوبارہ حشر ہوسکتا ہے۔ حلقہ زن۔ تیرا یہ اِنکار خود حشر کا اِقرار اسی طور پر ہے کہ جیسا کوئی زید کو بُلانے اُس کے گھر پر جائے اور خود زید اندر سے یہ کہے کہ زید یہاں نہیں ہے تو اُس کا یہ اپنے ہونے کا اِنکار خود ہونے کا اقرار ہے۔ پس انکار۔ جمادیت سے ترقی کر کے اِس مرتبہ تک پہنچا کہ حشر کا انکار کرتا ہے خود حشر کو تنو دلائل سے ثابت کر رہا ہے۔

سلہ چند۔ انسان بننے تک مختلف مراتب میں اللہ کی کسقدر کاریگریاں ہیں انکے ہوتے ہوئے حشر کا انکار کب تک ہوسکیگا۔ مٹی اور پانی میں یہ استعداد آگئی کہ اُسنے سورۂ ھل اَتیٰ کے مضمون کا جو کہ حشر و نشر سے متعلق ہے انکار کیا تو آب و گِل کا مرتبۂ انکار تک ترقی کرنا خود حشر کے انکار کی نفی کرتا ہو، گھر کے اندر سے خود اپنے نہ ہونے کی خبر دینے کو خبر دینا نہیں سمجھ رہا ہے۔ من بگویم۔ میں اِس مضمون کو کہ انکار خود اقرار ہوجاتا ہے مختلف طریقوں سے سمجھا سکتا ہوں لیکن دقائق کا سمجھانا بعض کم فہموں کیلئے لغزش کا سبب بنجاتا ہے لہٰذا میں خاموشی اختیار کرتا ہوں اور بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کی بات شروع کرتا ہوں۔

شرحِ آں رالب بہ بستم اے کیا | بہرِ نقلِ تختِ بلقیس از سبا
اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کرلی | سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے (قصہ) کیلئے

چارہ کردنِ سلیمانؑ در احضارِ تختِ بلقیس از سبا پیش از قدومِ بلقیس

حضرت سلیمانؑ کا تدبیر کرنا بلقیس کے تخت کو حاضر کرنے کے لئے بلقیس کے آنے سے پہلے

پس سلیمانؑ گفت با لشکر عیاں | تخت اُو را حاضر آرید ایں زماں
پھر (حضرت) سلیمانؑ نے صاف طور پر لشکر سے کہا | اُس کے تخت کو فوراً حاضر کرو

گفت عفریتے[1] کہ تختش را بفن | حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن
ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے | آپکے اس مجلس سے اُٹھنے سے پہلے حاضر کردونگا

گفت آصف من باسمِ اعظمش | حاضر آرم پیشِ تو در یک دمش
آصف نے کہا میں اس کو اسمِ اعظم کے ذریعہ | اس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کردونگا

گرچہ عفریت اُوستادِ سحر بود | لیک آں از نفخِ آصف رُو نمود
اگرچہ جن جادو کا اُستاد تھا | لیکن وہ آصف کے دم کرنے سے آیا

حاضر آمد تختِ بلقیس آں زماں | لیک آصف نز فنِ عفریتیاں
بلقیس کا تخت فوراً آگیا | لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

گفت[2] حمد اللہ بریں و صد چنیں | کہ بدید ستم ز ربُّ العالمیں
حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اس پر اور اس جیسی سینکڑوں نعمتوں پر اللہ کی تعریف ہے | جو میں نے ربّ العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

پس نظر کرد آں سلیمانؑ سوئے تخت | گفت آرے گول گیری اے درخت
پھر حضرت سلیمانؑ نے تخت کی جانب دیکھا | فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

پیشِ چوب و پیشِ سنگِ نقش کند | اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند
لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے | بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

ساجد[3] و مسجود از جاں بے خبر | دیدہ از جاں جُنبشے و اندک اثر
سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں | اس نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

دیدہ در وقتیکہ شُد حیران و دنگ | کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ
جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا | کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

نردِ خدمت چوں بنا موضع بباخت | شیرِ سنگی را شقی شیرے شناخت
چونکہ اس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی | پتھر کے شیر کو بدبخت، شیر سمجھا

---

[1] عفریتے۔ جنوں میں سے ایک بہت سرکش جن نے کہا کہ مجلس ختم ہونے سے پہلے حاضر کردونگا۔ آصف۔ ابن برخیا جو حضرت سلیمانؑ کے وزیر تھے انھوں نے کہا میں اسم اعظم کی برکت سے فوراً حاضر کردونگا۔ اگرچہ۔ اگرچہ وہ جن بھی جادو کا اُستاد تھا لیکن تخت کی آمد حضرت آصف کے دم کرنے کی برکت سے ہوئی۔

[2] گفت۔ حضرت سلیمانؑ نے اُس نعمت اور دوسری نعمتوں کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی۔ اے درخت۔ چونکہ تخت لکڑی کا بنا ہوا تھا اُس کو درخت کے لفظ سے خطاب کرکے فرمایا کہ تو احمقوں کو اپنی محبت میں پھنساتا ہے۔ پیشِ چوب۔ احمق لوگ تراشیدہ لکڑی اور پتھر کے بتوں کو سجدے کرتے ہیں۔

[3] ساجد۔ یہ بُت کے پجاری اور بُت دونوں روح سے بے خبر ہیں اِن بتوں میں روح کا تھوڑا سا اثر آجاتا ہے جس کی وجہ سے کبھی اُنسے حرکت یا بات کا صدور ہوجاتا ہے۔ نردِ خدمت۔ یہ لوگ عبادت کی بازی بے موقع کھیلتے ہیں پتھر کے بُت کو حقیقی شیر سمجھ بیٹھتے ہیں۔

از کرم شیرِ حقیقی[1] کرد جود | استخوانے سوی سگ انداخت زود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی | فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام | لیک ما را استخواں لطفے ست عام
کہا اگرچہ وہ کتا راہِ راست پر نہیں ہے | لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

قصہ یاری خواستنِ حلیمہ[2] رضی اللہ عنہا از بتاں چوں عقیبِ فطام
حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ دودھ چھڑانے کے بعد

مصطفیٰ را صلی اللہ علیہ وسلم را گم کردہ بود و لرزیدن و سجدہ بتاں
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گم کر دیا تھا اور لرزنا اور بتوں کا سجدہ کرنا

و گواہی دادنِ ایشاں بر عظمت کارِ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کی بڑائی پر گواہی دینا

قصہ راز حلیمہ رض گویمت | تا زداید داستانِ او غمت
میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں | تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

مصطفیٰ را چوں ز شیر او باز کرد | برکفش برداشت چوں ریحان و ورد
حضرت مصطفیٰ کا جب انہوں نے دودھ چھڑایا | ان کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

می گریزانیدش[3] از ہر نیک و بد | تا سپارد آں شہنشہ را بجد
وہ ان کو ہر اچھے برے سے بچاتی تھی | تاکہ ان شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے

چوں ہمی آورد امانت را ز بیم | شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم
جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی | کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم | تافت بر تو آفتابے بس عظیم
ہوا کی جانب سے آواز سنی کہ اے حطیم! | تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

اے حطیم امروز آید بر تو زود | صد ہزاراں نور از خورشیدِ جود
اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیں گے | لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

اے حطیم امروز آرد در تو رخت | محتشم شاہے کہ پیکِ اوست بخت
اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے | وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

اے حطیم امروز بے شک از نوی | منزلِ جانہائے بالا می شوی
اے حطیم! بے شک آج از سرِ نو | تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

لہ از کرم شیرِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ اُن کے اِستدراج کے لئے بتوں سے اِس طرح کی کرامات ظاہر کرا دیتا ہے یعنی کتے کو ہڈی ڈال دیتا ہے۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ ربّ العالمین ہے لہٰذا کتے جیسے بدنظر کو بھی غذا مہیا فرما دیتا ہے۔ قصہ۔ چونکہ اس قصہ میں بھی بتوں کی گفتگو کا ذکر ہے اس لئے اس قصہ کو ذکر کیا ہے۔ فطام۔ دودھ چھڑانا۔

۲ہ حلیمہ۔ سعدیہ جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں ہیں۔ راز۔ یعنی بتوں کی زبانی آنحضورؐ کے فضائل سننا۔ برکفش۔ چونکہ اس سے پہلے شقِ صدر کا واقعہ ہو چکا تھا اُس سے خائف تھیں اور آنحضورؐ کی بہت زیادہ نگرانی کرتی تھیں۔

۳ہ می گریزانیدش۔ آنحضورؐ کی بہت حفاظت کرتی تھیں تاکہ آنحضورؐ کو صحیح حالت پر ان کے دادا کے سپرد کر آئیں۔ جد۔ دادا یعنی خواجہ عبدالمطلب۔ حطیم۔ بیت اللہ کی زمین کا وہ حصہ جو تعمیر سے باہر ہے۔ از ہوا۔ حضرت حلیمہؓ نے غیب سے یہ آواز سنی۔ نور۔ یعنی آسمانی برکتیں۔ رخت۔ سامان۔ محتشم۔ ذی شان۔ از نوی۔ فترت کے زمانہ میں حضرت جبرئیلؑ وغیرہ کے نزول کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا اب از سرِ نو شروع ہوگا۔

جانِ پاکاں طُلب[۱] طَلب جُوق جُوق
پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ

آیدت از ہر نواحی مستِ شوق
شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئیگی

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا
حلیمہ اُس آواز سے حیران ہو گئی

نے کسے در پیش نے سوئے قفا
نہ کوئی سامنے تھا نہ گُدّی کی جانب

شش جہت خالی ز صورت ویں ندا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز

شُد پیاپے آں ندا را جاں فِدا
پے درپے آئی، اُس آواز پر جان قربان ہے

مُصطفیٰؐ را بر زمیں بنہاد اُو
اُس نے (حضرت) مُصطفیٰؐ کو زمین پر بٹھا دیا

تا کُند آں بانگِ خوش را جستجو
تاکہ وہ اُس اچھی آواز کی جستجو کرے

چشم می انداخت آں دم سُو بسُو
وہ اُس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی

کہ کجا است آں شہِ اسرار گو
کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

کاینچنیں بانگِ بُلند از چپ و راست
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے

می رسد یارب رسانندہ[۲] کجاست
آرہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

چوں ندید اُو خیرہ و نومید شُد
جب انھوں نے نہ دیکھا حیران اور نا اُمید ہوگئیں

جسمِ لرزاں ہمچو شاخِ بید شُد
بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

باز آمد سُوئے آں طفلِ رشید
وہ اُس بھلے بچّے کی طرف لوٹ آئیں

مُصطفیٰؐ را بر مکانِ خود نہ دید
مُصطفیٰؐ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

حیرت اندر حیرت آمد بر دلش
اُس کے دل پر حیرانی درحیرانی آگئی

گشت بس تاریک از غم منزلش
غم سے اُس کی جگہ بہت تاریک ہوگئی

سُوئے منزلہا[۳] دوید و بانگ داشت
مکانات کی جانب دوڑیں اور چیخیں

کہ کہ بر دُردانہ ام غارت گماشت
کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

مکّیاں گفتند مارا علم نیست
مکّہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے

ما ندانستیم کانجا کُودکے ست
ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

ریخت چنداں اشک و کرد اُو بس فغاں
اُس نے اِس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی

کہ ازو گریاں شُدند آں دیگراں
کہ اُس سے دوسرے رونے لگے

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی

کاخراں گریاں شُدند از گریہ اش
کہ اُس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

---

۱ طلب۔ تُلب جماعت۔ جوق۔ گروہ۔ نواحی۔ اطراف۔ صدا یعنی غیبی آواز۔ مُصطفیٰ۔ آواز کی جستجو میں حضرت حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گود سے اتار کر زمین پر بٹھا دیا۔ آں شہ جس کی آواز آرہی ہے جس سے آنحضورؐ کی بعثت کے اسرار کُھل رہے ہیں۔

۲ رسانندہ۔ یعنی آواز دینے والا۔ خیرہ حیران۔ شاخِ بید۔ بید کے درخت کی شاخ لچک میں مشہور ہے۔ طفلِ رشید۔ یعنی آنحضورؐ۔ از غم یعنی آنحضورؐ کے گم کرنے سے۔

۳ منزلہا۔ یعنی مکّہ کے مکانات۔ دُردانہ۔ موتی۔ گفتند ہمیں تو اِس بچہ کے ہونے کا بھی علم نہیں چہ جائیکہ یہ معلوم ہو کہ اُس کو کون لے گیا۔ ریخت۔ حضرت حلیمہ اِس رنج میں اِس قدر پھوٹ پھوٹ کر روئیں کہ سب کو رُلا دیا۔

حکایتِ آں پیرِ عرب کہ دلالت کرد حلیمہؓ را با ستعانت[۱] از بُتاں

اُس بوڑھے عرب کی حکایت جس نے حلیمہؓ کی بُتوں سے مدد مانگنے کی طرف راہنمائی کی

پیرِ مَردے پیشش آمد با عصا ۔۔۔ کاے حلیمہؓ چہ فتاد آخر ترا
ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا ۔۔۔ کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

کہ چنیں آتش ز دل افروختی ۔۔۔ ویں جگر ہا را ز ماتم سوختی
کہ تونے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے ۔۔۔ اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

گفت احمدؐ را رضیعم معتمدؔ[۲] ۔۔۔ پس بیاوردم کہ بسپارم بجد
اُس نے کہا میں احمدؐ کی معتمد دایہ ہوں ۔۔۔ میں اُن کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کردوں

چوں رسیدم در حطیم آوازہا ۔۔۔ می رسید و می شُنیدم از ہوا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں ۔۔۔ آئیں اور میں نے ہوا میں سے سُنیں

من چو آں الحاں شُنیدم از ہوا ۔۔۔ طِفل را بنہادم آنجا زاں صدا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سُنیں ۔۔۔ اُس آواز کی وجہ سے میں نے بچّہ کو زمین پر بٹھایا

تا بہ بینم ایں ندا آواز کیست ۔۔۔ کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟ ۔۔۔ کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

نز[۳] کسے دیدم بگردِ خود نشاں ۔۔۔ نہ ندای منقطع شُد یک زماں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا ۔۔۔ نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل ۔۔۔ طِفل را آنجا ندیدم وائے دل
جب میں دلی حیرانیوں کے ساتھ واپس لوٹی ۔۔۔ میں نے بچّہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

گفتش اے فرزند تو اندُہ مدار ۔۔۔ کہ نمایم مر ترا یک شہر یار
اُس نے اُس سے کہا اے بیٹیا! غم نہ کر ۔۔۔ میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

کہ بگوید گر بخواہد حالِ طِفل ۔۔۔ اُو بداند منزل و ترحالِ طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچّہ کا حال بتادے گا ۔۔۔ کیونکہ وہ بچّہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

پس حلیمہؓ گفت اے جانم فدا ۔۔۔ مر ترا اے شیخ خوب خوش ندا
تو حلیمہ نے کہا، میری جان قربان ہو ۔۔۔ تجھ پر، اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

ہیں مرا بنمای آں شاہِ نظر ۔۔۔ کِش بود از حالِ طِفلِ من خبر
ہاں اُس شاہِ نظر کو مجھے دکھادے ۔۔۔ جس کو میرے بچّہ کے حال کی خبر ہو

[۱] اِستعانت - مدد۔ باعصا۔ بوڑھا لاٹھی کے سہارے چل رہا تھا۔ کہ چنیں۔ تیرے اس غم سے دوسروں کے جگر کباب ہو رہے ہیں۔ ماتم۔ سوگ۔ رَضیع یعنی مُرضعہ۔ دودھ پلانے والی، اَنّا۔

[۲] مُعتمد۔ افسوس ہے کہ آج اس اعتماد کو ٹھیس لگ رہی ہے۔ اِلحان۔ نغمۂ طفل۔ یعنی آنحضورؐ۔ آنجا۔ یعنی حطیم کہ ندا۔ کیونکہ وہ پُر لطف اور دلکش آواز تھی۔

[۳] نز کسے۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی لہٰذا پکارنے والا نظروں سے غائب تھا۔ گفتش۔ اُس بوڑھے نے حضرت حلیمہ سے کہا۔ شہریار۔ شاہ۔ ترحال سفر۔

بُرد اُو را پیشِ عُزّیٰ[1] کایں صنم — ہست در اخبارِ غیبی مُغتنم
وہ اُس کو عُزّیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بُت — غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

ما ہزاراں گُم شُدہ زو یافتیم — چوں بخدمت سُوی اُو بشتافتیم
ہم نے ہزاروں گُم شدہ اُس کی وجہ سے پائے ہیں — جب ہم عقیدت سے اُس کی طرف دوڑے ہیں

پیر کرد اُو را سجُود و گفت زُود — اے خداوندِ عرب وے بحرِ جُود
بوڑھے نے اُس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا — اے عرب کے خدا، اے سخاوت کے دریا!

گفت اے عُزّیٰ تو بس اکراہا — کردۂ تا رستہ ایم از دامہا
اُس نے کہا اے عُزّیٰ! تو نے بہت سے کرم — کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہو

بر عرب حق ست از اکرامِ تو — فرض گشتہ تا عرب شُد رامِ تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے — جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

ایں حلیمہ سعدی از اُمیدِ تو — آمد اندر ظلِّ شاخِ بیدِ تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر — تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

کہ ازو فرزند طفلے گُم شُدہ ست — نامِ آں کودک محمدؐ آمدہ ست
کہ اُس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے — اُس بچے کا نام محمدؐ ہے

چوں[2] محمدؐ گفت آں جملہ بُتاں — سرنگوں گشتند و ساجد آں زماں
جب اُس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بُت — فوراً اوندھے مُنہ اور سجدہ کرنیوالے ہو گئے

کہ برو اے پیر ایں چہ جستجُوست — آں محمدؐ را کہ عزلِ ما ازوست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟ — اُس محمدؐ کی کہ اُس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

ما نگون و سنگسار آئیم ازو — ما کساد و بے عیار آئیم ازو
ہم اُس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں — ہم اُس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

آں خیالاتے[3] کہ دیدندے زما — وقتِ فترت گاہ گاہ اہلِ ہوا
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں — اہلِ ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

گُم شود چوں بارگاہِ اُو رسید — آب آمد مر تیمم را درید
گم ہو جائیں گی کیونکہ اُن کا دربار (کا وقت) آگیا ہے — پانی آگیا، اُس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز — ہیں ز رشکِ احمدیؐ ما را مسوز
او بوڑھے! دُور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا — خبردار! احمدیؐ رشک سے ہمیں نہ جلا

---

[1] عُزّیٰ۔ مکہ کا مشہور بُت تھا۔ اخبارِ غیبی۔ غیبی باتیں۔ ما ہزاراں۔ ہم نے اُسکے بتانے سے بہت سی گمشدہ چیزیں پائی ہیں۔ اے یعنی عُزّیٰ تا رستہ تیرے بتانے سے بہت سی ہلاکتوں سے نجات پائی ہو۔ فرض گشتہ۔ تیرا حق ادا کرنا عرب پر فرض ہو گیا ہے اسی لئے تمام عرب تیرا مُطیع ہے۔

[2] چوں۔ یعنی بوڑھے کی زبان پر لفظ محمدؐ آیا۔ جملہ بُتاں۔ عُزّیٰ اور اُس کے ماحول میں جو بُت تھے۔ کہ برو۔ اُن بُتوں نے کہا کہ اس بچہ کی تلاش کیوں کرتا ہے جس کی بعثت ہماری معزولی کا سبب ہے۔ ما نگوں۔ اُس کے ظہور کے بعد ہماری کوئی عزت اور وقعت نہ رہے گی۔

[3] آں خیالاتے۔ بُت پرستوں نے جو کچھ ہمارے حیرت انگیز واقعات دیکھے ہیں وہ سب ختم ہو جائیں گے۔ فترت۔ وہ زمانہ جو حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اُٹھانے کے بعد سے آنحضورؐ کی بعثت تک کا ہے۔ آب۔ آب آمد تیمم برخاست۔ دور شو۔ اُس عُزّیٰ بت نے بوڑھے سے کہا۔ ز رشک آنحضورؐ کی بعثت سے اُن کی شان و شوکت ختم ہو گئی تھی۔

دُور شو بہرِ خدا اے پیر تو — تا[1] نسوزی ز آتشِ تقدیر تو
اُو بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو — تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

اینچہ دُمِّ اژدہا افشردن است — ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
یہ کیا اژدہے کی دُم دبانا ہے؟ — تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

زیں خبر خوں شُد دلِ دریا و کاں — زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اِس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہوگیا ہے — اِس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

چوں[2] شنید از سنگہا پیر ایں سخن — پس عصا انداخت آں پیرِ کہن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سُنیں — اُس پُرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

پس ز لرزہ و خوف و بیم آں ندے — پیر دندانہا بہم برمی زدے
اُس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے — بوڑھے کے دانت بجنے لگے

آنچناں کاندر زمستاں مردِ عُور — اُو ہمی لرزید و می گفت اے ثبور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان — وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

چوں در آں حالت بدید آں پیر را — زاں عجب گُم کرد زن تدبیر را
جب اُس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا — اُس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

گفت پیرا اگرچہ من در محنتم — حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں — (لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

ساعتے بادم خطیبی می کُند — ساعتے سنگم ادیبی می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے — کسی وقت پتھر مجھے ادب سِکھاتے ہیں

باد با حرفم سخنہا می دہد — سنگ و کوہم فہمِ اشیا می دہد
ہوا، حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے — مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

گاہ[3] طفلم را ربودہ غیبیاں — غیبیانِ سبز پوشِ آسماں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں — آسمان کے سبز پوش غیبی

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ — من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟ — میں اب دیوانی اور پریشان ہوگئی ہوں

غیرتش از شرحِ غیبم لب ببست — ایں قدر گویم کہ طفلم گم شُدست
اُکی غیرت نے غیب کی تشریح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیئے ہیں — (بس)، اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہوگیا ہے

---

[1] تا نسوزی۔ ہم تو جل گئے ہیں۔ تو بھی نہ جل جائے۔ ...دمِّ اژدہا۔ کوئی انسان اژدہے کی دُم کو مسلے تو یہ انتہائی خطرناک کام ہے۔ دریا و کاں۔ چونکہ اب آنحضورؐ کی آب و تاب کے سامنے اُن کی آب و تاب ماند پڑجائیگی۔ ہفت۔ چونکہ مہر و ماہ ماند پڑجائیں گے۔

[2] چوں شنید۔ بوڑھے نے بُت کی یہ باتیں سُن کر گھبرا کر اپنی لاٹھی پھینک دی۔ ندے۔ آواز۔ دندانہا۔ خوف میں دانت بجنے لگتے ہیں۔ عور۔ ننگا۔ زاں عجب یعنی بُت کی باتیں۔ گفت حضرت حلیمہؓ نے فرمایا اے بوڑھے اگرچہ آنحضورؐ کے معاملہ میں میں پریشان ہوں لیکن عجائب کے ظہور سے حیرت میں ہوں۔ بادم۔ حضرت حلیمہؓ نے ہوا سے باتیں سُنی تھیں۔

[3] گاہ۔ بچپن میں شقِ صدر کے واقعہ میں آنحضورؐ کو فرشتے اُٹھا کر لے گئے تھے۔ صد دلہ۔ پریشان۔ غیرتش۔ یعنی غیبی حالات اور اشارات کو میں راز میں رکھنا چاہتی ہوں۔

گر بگویم[1] چیزِ دیگر من کنوں — خلق بندندم بزنجیرِ جنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں — لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

گفت پیرش اے حلیمہ شاد باش — سجدۂ شکر آر و رُو را کم خراش
بوڑھے نے اُن سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا — شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ اُو — بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو
تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہوگا — بلکہ عالم اُس میں گم ہو جائے گا

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس — صد ہزاراں[2] پاسبانست و حرس
ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اُس کے آگے اور پیچھے — لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

آں ندیدی کاں بُتانِ ذوفنوں — چوں شدند از نامِ طفلت سرنگوں
تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنرمند بُت — تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہوگئے

ایں عجب قرنے ست بر روئے زمیں — پیر گشتم من ندیدم جنسِ ایں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے — میں بوڑھا ہوگیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

زیں رسالت[3] سنگہا چوں نالہ داشت — تا چہ خواہد بر گنہگاراں گماشت
اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے — گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی!

سنگ[4] بے جرم ست در معبودیش — تو نہ مضطر کہ بندہ بودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں — تو مجبور نہیں ہے کہ اُس کا بندہ ہے

آنکہ مضطر این چنیں ترساں شدست — تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے — تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہونگی!

خبر یافتنِ جدِّ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عبد المطلب از گم کردنِ حلیمہ رضؓ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را و طالب شدنِ اُو گردِ شہر و نالیدنِ اُو بر درِ کعبہ و از حق درخواست کردن و آواز از درونِ کعبہ شنودن و یافتنِ اُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم را

آنحضورؐ کے دادا عبد المطلب کو حلیمہؓ سعدیہ کے آنحضورؐ کو گم کر دینے کی خبر ملنا اور اُن کا شہر کے چاروں طرف ڈھونڈنا اور کعبہ کے دروازہ پر رونا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اور کعبہ کے اندر سے آواز کا سُننا اور اُن کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پالینا

[1] گر بگویم۔ اگر وہ غیبی باتیں لوگوں سے کہوں گی وہ مجھے دیوانہ سمجھیں گے۔ رُو۔ عورتیں ماتم میں اپنا چہرے کو پیٹتی ہیں۔ تو مخور۔ آنحضورؐ کی طرف سے فکر نہ کر وہ گم نہ ہونگے بلکہ عالم اُن کی عظمت میں گم ہو جائیگا۔

[2] صد ہزاراں۔ فرشتے آنحضورؐ کی حفاظت کرتے تھے۔ آں ندیدی۔ عُزّیٰ بُت سرنگوں ہوگیا تھا۔ زیں رسالت۔ رسالت کو تسلیم نہ کرنے والوں کا انجام بُرا ہوگا۔

[3] سنگ۔ بُت غیر اختیاری طور پر معبود بنے ہیں جب اُن کا یہ حال ہے تو اُن کے پجاری جو با اختیار ہیں اور پوجنے میں مضطر نہیں اُن کا انجام تو بہت ہی بُرا ہوگا۔ مضطر یعنی بُت۔ جدِ مصطفیٰ۔ جناب عبد المطلب۔

چوں خبر یابید جدِّ مصطفیٰؐ
جب مصطفیٰؐ کے دادا نے خبر پائی
از حلیمہؓ وز فغانش برملا
حلیمہؓ اور اُن کے برملا رونے کی

وزچناں[1] بانگِ بلند و نعرہا
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے
کہ بہ میلے می رسید از وے صدا
کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

زود عبدالمطلب دانست چیست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے
دست بر سینہ ہمی زد می گریست
سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

آمد از غم بر درِ کعبہ بسوز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کیساتھ آئے
کاے خبیر از سرِّ شب و ز راز روز
کہ اے رات کے راز اور دن کے بھیدکے جاننے والے

خویشتن را من نمی بینم فنے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں
تا بُوَد ہمرازِ تو ہمچوں منے
کہ (جس میں)، مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

خویشتن را من نمی بینم ہنر
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں
تا شوم مقبولِ ایں مسعود در
کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

یا سر و سجدہ مرا قدرے بُوَد
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو
یا بہ اشکم دولتے خنداں شود
یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اُٹھے

لیک[2] در سیمائے آں دُرِّ یتیم
لیکن اُس دُرِّ یتیم کی پیشانی میں
دیدہ ام آثارِ لطفت اے کریم
اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے، اگرچہ ہم میں سے ہے
ما ہمہ مسیم و احمدؐ کیمیاست
ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

آں عجائبہا کہ من دیدم ازو
وہ عجائب جو میں نے اُس میں دیکھے ہیں
من ندیدم بر ولی و بر عدو
میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

آنچہ[3] فضلِ تو دریں طفلیش داد
تیری مہربانی نے جو اُس کو بچپن میں عطا کیا ہے
کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اُنکی شان اور شان نہیں پائی

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں
بر وے او دُرّیست از دریائے تو
اُس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

من ہمورا می شفیع آرم بتو
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں
حالِ اُو اے حال داں با ما بگو
اے حال کے جاننے والے! اُسکا حال ہمیں بتا دے

---

[1] وزچناں۔ حضرت حلیمہؓ کے رونے کی آواز ایک میل تک جا رہی تھی۔ زود عبدالمطلب فوراً سمجھ گئے کہ حلیمہؓ نے آنحضورؐ کو گم کر دیا ہے ... خویشتن۔ عبدالمطلب نے کہا کہ مجھ میں کوئی ایسی خوبی نہیں ہے جس کی وجہ سے تیرا ہمراز بنوں۔ مسعود در یعنی درِ کعبہ۔

[2] لیک۔ میں نے آنحضورؐ کے چہرے پر تیری مہربانی کے آثار دیکھے ہیں۔ کہ نمی ماند اگرچہ وہ ہم میں سے ہیں لیکن یہ آثار ہم میں سے کسی کے اندر نہیں ہیں۔

[3] آنچہ۔ اُن کے بچپن میں جو فضیلت تو نے اُن کو عطا کر دی ہے سو سال کے مجاہدہ سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہو سکی۔ من ہمورا۔ میں اُن کو سفارشی بناتا ہوں اُن کے طفیل اُن کا حال ہمیں بتا دے وہ کہاں ہیں۔

ازدرونِ[1] کعبہ آمد بانگ زود — کہ ہم اکنوں رُخ بتو خواہد نمود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی — کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دیگا

با دو صد اقبال اُو محظوظِ ماست — با دو صد طلب مَلَک محفوظِ ماست
وہ دو سو اقبالمندیوں کیساتھ ہماری جانب سے نصیب ور ہے — دو سو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کُنیم — باطنش را از ہمہ پنہاں کُنیم
ہم اُس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے — اُس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

زرِ[2] کاں بُود آب و گِل ما زرگریم — گہ کُنِش خلخال و گہ خاتم بُریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں — ہم کبھی اُسکو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

گہ حمائلہائے شمشیرش کُنیم — گاہ بندِ گردنِ شیرش کُنیم
کبھی ہم اُس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں — کبھی اُس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

گہ ترنجِ تختِ برسازیم ازو — گاہ تاجِ فرقہائے مُلک جُو
ہم کبھی اُس سے تخت کے پھول بناتے ہیں — کبھی کشورکشا سروں کے تاج

عشقہا داریم با ایں خاکِ ما — زانکہ اُفتاد ست در قعدہ رضا
ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں — کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

گہ چنیں شاہے ازو پیدا کُنیم — گہ ہم اُورا پیشِ شہ شیدا کُنیم
کبھی ہم اُس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں — کبھی ہم اُس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

صد[3] ہزاراں عاشق و معشوق ازو — در فغان و در نفیر و جستجو
اُس سے لاکھوں عاشق اور معشوق — نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

کارِ ما اینست بر کوریٔ آں — کُو بکارِ ما ندارد میلِ جاں
ہمارا یہ کام ہے اُس شخص کے اندھے پن کیخلاف — جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

ایں فضیلت خاک را زاں رُو دہیم — زانکہ نعمت پیشِ بے برگاں نہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اِس لئے دیتے ہیں — کیونکہ ہم بے سروسامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

زانکہ دارد خاک شکلِ اَغبری — وز دروں دارد صفاتِ انوری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے — اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ — باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اُسکا ظاہر اُسکے باطن کیساتھ جنگ میں مصروف ہے — اُسکا باطن موتی کیطرح ہے اور ظاہر پتھر کیطرح ہو

---

[1] ازدرونِ کعبہ۔ خواجہ عبدالمطلب کو کعبہ کے اندر سے جواب ملا تم عنقریب اُنکا چہرہ دیکھو گے۔ محظوظ۔ نصیب ور۔ طلب۔ جماعت۔ ظاہرش۔ حضورؐ کے ظاہری احوال عالم پر کھلے۔ باطنی احوال کہ اللہ سے اُن کو کونسا قرب حاصل ہے اُس تک رسائی نہیں ہوسکی۔ گیہاں۔ جہاں۔

[2] زر۔ پانی اور مٹی سے اللہ نے جو مخلوق بنائی ہے اُسکے مختلف مراتب ہیں۔ خلخال۔ پازیب۔ ترنج۔ لیموں، مصر میں کپڑوں کی چھپائی اور کڑھائی میں لیموں کی شکل بنائی جاتی تھی۔ در قعدہ۔ سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ہیئت۔ چنیں شاہے یعنی آنحضورؐ۔ گہ ہم۔ یعنی کبھی اُس جیسے شاہ کو خدا کا عاشق بنا دیتے ہیں۔

[3] صد ہزاراں۔ اسی خاک سے لاکھوں عاشق و معشوق پیدا ہوتے ہیں جو عشق کی وجہ سے نالہ و فریاد میں مصروف ہیں۔ کارِ ما۔ ہمارے یہ کارنامے منکروں کے انکار کے باوجود جاری ہیں۔ ایں فضیلت۔ مٹی کو فروتنی کی وجہ سے یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے کہ اُس سے اِس طرح لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ زانکہ۔ زمین کا ظاہر غبار آلود ہے لیکن اُس کا باطن پُرانوار ہے جس سے لالہ و گل رونما ہوتے ہیں۔ باطنش۔ زمین کا باطن موتی اور ظاہر پتھر ہے۔

ظاہرش[1] گوید کہ ما اینیم و بس — باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اُس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں — اُس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

ظاہرش مُنکر کہ باطن ہیچ نیست — باطنش گوید کہ بنمایم بایست
اُس کا ظاہر مُنکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے — اُس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں، ٹھہر

ظاہرش با باطنش در چالش اند — لاجرم زیں صبر نصرت می کنند
اُس کا ظاہر اُس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہیں — لامحالہ اِس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

زیں تُرش رُو خاک صورتہا کنیم — خندہ پنہانش را پیدا کنیم
اِس تُرش رو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں — ہم اُس کی چھُپی مُسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

زانکہ[2] ظاہر خاک اندوہ و بُکاست — در درونش صد ہزاراں خندہاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے — اُس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

کاشف السِّریم و کارِ ما ہمیں — کایں نہانہا را برآریم از کمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے — کہ اِن رازوں کو پوشیدگی سے باہر لائیں

گرچہ دُزد از مُنکری تن میزند — شحنہ آں از عصر پیدا می کند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہو — کوتوال دبا کر، ظاہر کر دیتا ہے

فضلہا دُزدیدہ اند ایں خاکہا — ما مُقر آریم شاں از ابتلا
اِن مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چُرا رکھی ہیں — ہم آزمائش کے ذریعہ اُنکو اقرار کرنیوالا کر دیتے ہیں

بس[3] عجب فرزند کو را بودہ است — لیک احمدؐ بر ہمہ افزودہ است
اُس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں — لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

شُد زمین و آسماں خنداں و شاد — کایں چنیں شاہے ز ما دو جفت زاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے — کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

شُد زمیں چوں آسماں از شادیش — خاک چوں سوسن شدہ ز آزادیش
اُن کی خوشی سے زمین آسمان کیطرح ہو گئی — اُن کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

ظاہرت با باطنت اے خاکِ خوش — چونکہ در جنگ ست و اندر کشمکش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر، باطن کے ساتھ — چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

ہر کہ با خود بہرِ حق باشد بجنگ — تا شود معنیش خصمِ بُو و رنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں مصروف ہو — حتیٰ کہ اُس کا باطن بُو اور رنگ کا مخالف ہو

[1] ظاہرش۔ اُسکی ظاہری صورت کمالاتِ باطنی کو چھپائے ہوئے اور مُنکر ہے باطن پُر کمالات ہے۔ ظاہرش۔ ظاہر اور باطن کی یہ جنگ جاری ہے کبھی ظاہر کا غلبہ ہوتا ہے کبھی باطن کو فتح حاصل ہو جاتی ہے۔ زیں ترشرو۔ بد صورت مٹی، حسین و جمیل مخلوق کا پیدا کرنا اسکے باطنی حُسن کا اظہار ہے۔

[2] زانکہ۔ زمین بظاہر روتی صورت ہے لیکن اُس کے باطن میں مسرتیں موجزن ہیں۔ کاشف السریم۔ اللہ تعالیٰ چھپے رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور زمین کی چھپی ہوئی خوبیاں ظاہر کر دیتا ہے۔ گرچہ۔ چور چرا کر چرانے کا منکر ہو جاتا ہے اور خاموشی اختیار کرتا ہے کوتوال اُس کو دبا کر اقرار کرا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی آزمائش میں ڈال کر انسانوں کی باطنی خوبیاں واضح کر دیتا ہے۔

[3] بس عجب۔ زمین نے بہت سے باکمال فرزند جنے لیکن سیدالانبیاءؐ جیسا کوئی نہ جنا۔ شد۔ زمین اور آسمان کے ملاپ سے جب سیدالکونینؐ کا ظہور ہوا تو دونوں نے مسرت کا اظہار کیا۔ شد زمین۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے زمین کو عروج حاصل ہوا۔ خاک۔ زمین نے آنحضورؐ کو جنا تو سوسن کی طرح سو زبان بنکر اظہارِ مسرت کیا۔ آزادیش یعنی آنحضورؐ کی پیدائش۔ ظاہرت جس کا ظاہر اور باطن خدا کیلئے باہمی جنگ میں ہو اُسکی روح پُرنور ہوتی ہے اور اُسکا نور ناقابلِ زوال ہوتا ہو۔

ظُلمتش با نورِ اُو شد در قتال — آفتابِ جانش را نبوَد زوال

اُس کی تاریکی اُس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی — اُس کے جان کے سورج کیلئے زوال نہیں ہے

ہر کہ[۵۱] کوشد بہرِ ما در امتحاں — پُشت زیرِ پایش آرد آسماں

جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے — آسمان کمر اُس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

ظاہرت از تیرگی افغاں کُناں — باطنِ تو گلستاں در گلستاں

تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے — تیرا باطن باغ باغ ہے

قاصدا[۵۲] چوں صوفیانِ رُو تُرش — تا نیامیزند با ہر نور کُش

وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ تُرش رو ہے — تاکہ وہ کسی نُور بُجھانے والے سے میل جول نہ کریں

عارفانِ رُو تُرش چوں خار پُشت — عیش پنہاں کردہ در خارِ دُرشت

تُرش رو عارف سیہی کی طرح ہیں — سخت خاروں میں عیش کو چُھپائے ہوئے ہیں

باغ پنہاں کرد و رُوداں آں خارفش — کاے عدوِ دُزد ازیں دَر دُور باش

باغ نے پھول کو چُھپالیا ہے، کانٹا کھلا ہوا ہے — کہ اے چور دشمن! اِس دروازہ سے دُور رہ

خار پُشتا خار حارس کردۂ — سر چو صوفی در گریباں بُردۂ

اے سیہی! تونے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے — صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

تا کسے در چار دانگِ عیشِ تو — گُم شود زیں گُلرخانِ خار خُو

تاکہ کوئی تیرے وسیع عیش میں — داخل نہ ہو ان پھول چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

طفلِ[۵۳] تو گرچہ کہ کودک خُو بُدست — ہر دو عالم خود طفیلِ اُو بُدست

تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے — دو جہان اُس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

ما جہانے را بدُو زندہ کُنیم — چرخ را در خدمتش بندہ کُنیم

ہم دنیا کو اُس کے ذریعہ حیات بخشیں گے — آسمان کو اُس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

نشان خواستنِ عبد المطلب از موضعِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

خواجہ عبد المطلب کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کے بارے میں پتہ معلوم کرنا

کہ کجایش یابم و جواب آمدن از درونِ کعبہ و نشان یافتن

کہ اُن کو میں کہاں پاؤں گا؟ اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا اور پتہ معلوم ہونا

گفت عبد المطلب کایں دم کجاست — اے علیمُ السِّر نشاں دہ راہِ راست

(خواجہ) عبد المطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟ — اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتا دے

---

۵۱ ہر کہ۔ جو شخص بارگاہِ خداوندی میں امتحان دینے کے معاملے میں کوشاں ہے اُس کا مرتبہ آسمان سے بلند ہے۔ ظاہرت۔ بظاہر پراگندگی ہو لیکن باطن باغ باغ ہے۔

۵۲ قاصدا۔ یہ شخص اپنے ظاہر کو اس لئے پراگندہ رکھتا ہے کہ دنیا دار اُس سے میل جول نہ پیدا کریں۔ عارفاں۔ بزرگوں کی ترشروئی اس لئے ہوتی ہے کہ عوام سے اپنی روحانی لذت کو بچائے رکھیں۔ باغ۔ اُن کی مثال اُس باغ کی ہے جس نے پھولوں کو چھپا لیا ہو اور کانٹوں کو ظاہر کر رکھا ہو تاکہ پھول دشمن کی دست بُرد سے محفوظ رہیں۔ گلرخاں یعنی دنیا دار۔

۵۳ طفلِ تو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم وجہ تخلیق عالم ہیں۔ زندہ کنیم۔ یعنی ہم روحانی زندگی عطا کریں گے۔ کُجاست۔ یعنی آنحضورؐ اس وقت کہاں ہیں اُن کا سیدھا راستہ بتا دے۔

از درونِ کعبہ آوازش[1] رسید — گفت اے جویندۂ طفلِ رشید

کعبہ کے اندر سے اُن کو آواز آئی — اُس نے کہا اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنیوالے

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں — با تو زاں شاہِ جہاں بدہم نشاں

غیبی آواز نے اُن سے کہا غم نہ کر ابھی — میں تجھے اُس شاہجہاں کا پتہ بتاتا ہوں

در فلاں وادیست زیرِ آں درخت — پس رواں شد زود پیرِ نیکبخت

فلاں میدان میں، درخت کے نیچے ہے — تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہوگئے

در رکاب اُو امیرانِ قریش — زانکہ جدّش بود ز اعیانِ قریش

قریش کے سردار اُن کی ہمراہی میں تھے — کیونکہ اُن کے دادا قریش کے سرداروں میں تھے

تا بہ پشتِ آدمؑ اسلافش ہمہ — مہترانِ رزم و بزم و ملحمہ

اُن کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک — رزم و بزم اور میدانِ جنگ کے سردار ہوئے ہیں

ایں نسب[2] خود پوست اُو را بودہ است — کز شہنشاہانِ مہ پالودہ است

یہ نسب بھی اُن کے لئے چھلکا ہے — کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

مغزِ اُو خود از نسب دور ست و پاک — نیست جنسش از سمک کس تا سماک

اُن کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے — سمک سے سماک تک کوئی اُن جیسا نہیں ہے

نورِ حق را کس نجوید زاد و بود — خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود

اللہ کے نور کیلئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے — اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

کمتریں[3] خلعت کہ بدہد در ثواب — بر فزاید بر طراز آفتاب

وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے — وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

بقیۂ قصۂ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را بایمان

حضرت سلیمانؑ کا بلقیس کو ایمان کی دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیا و ملک بیں — بر لبِ دریای یزداں دُر بچیں

اے بلقیس! اُٹھ، آجا سلطنت کو دیکھ — اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چُن لے

خواہرانت ساکنِ چرخِ سنی — تو بمردارے چہ سلطانی کنی

تیری بہنیں، بلند آسمان پر مقیم ہیں — تو مُردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

خیز بلقیسا بیا دولت نگر — جاوداں از دولتِ ما بر بخور

اے بلقیس! اُٹھ، آجا اِس بادشاہی کو دیکھ — ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

---

[1] آوازش۔ یعنی عبدالمطلب کو آواز آئی۔ پیرِ نیکبخت۔ خواجہ عبدالمطلب۔ در رکاب۔ یعنی عبدالمطلب کے ساتھ قریش کے دوسرے سردار بھی آنحضورؐ کو تلاش کرنے چلے۔ اعیان۔ عین کی جمع، سردار۔ رزم میدانِ جنگ۔ بزم محفلِ نشاط۔ ملحمہ۔ میدانِ قتال۔

[2] ایں نسب۔ آنحضورؐ کے ذاتی فضائل کے مقابلہ میں نسبی فضیلت ہیچ ہے۔ مغزِ آنحضورؐ کا اصلی جوہر نسب سے بے نیاز ہے۔ آنحضورؐ خیر الخلائق ہیں۔ سمک۔ مچھلی یعنی تحت الثریٰ، عوام کا خیال ہے کہ زمین مچھلی کی پشت پر قائم ہے۔ سماک۔ یعنی آسمان کی انتہائی بلندی۔ سماکِ اعزل اور سماکِ رامح دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں۔ زاد یعنی نسب۔ خلعت۔ لباس کا شاہی جوڑا جو کسی کو انعام میں دیا جائے۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔

[3] کمتریں۔ اللہ کی جانب سے جو معمولی جوڑا ثواب میں ملتا ہے وہ نقش و نگار میں سورج سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ طراز نقش و نگار۔ ملک۔ یعنی روحانی سلطنت۔ خواہرانت۔ وہ عورتیں جو مقربات بارگاہِ خداوندی ہیں جیسے حضرت آسیا فرعون کی بیوی وغیرہ۔ سنی۔ بلند۔ مُردار۔ حدیث میں ہے "اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ" دنیا مُردار ہے۔

خواہرانت را ز بخششہای راد ہیچ میدانی کہ آں سلطان چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے تو کچھ جانتی ہے کہ اُس شاہ نے (انکو) کیا دیا ہو؟

خیز بلقیسا بیا در بحرِ جُود ہر دمے بردار بے سرمایہ سُود
اے بلقیس! اُٹھ سخاوت کے سمندر میں آجا ہر وقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

خواہرانت جملہ در عیش و طرب بر تو چوں خوش گشت ایں[۱] رنج و تعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بنگئی

خیز بلقیسا سعادت یار شو وز ہمہ مُلکِ سبا بیزار شو
اے بلقیس! اُٹھ نیک بختی کی یار بنجا اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہوجا

تو ز شادی چوں گدائے طبل زن کہ منم شاہ و رئیس گولخن
تو خوشی میں اُس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

مثلِ قانع شدنِ آدمی بدنیا و حرصِ اُو در طلبِ دنیا و غفلتِ اُو از دولتِ رُوحانیاں کہ ابنائے جنسِ وے اند و نعرہ زناں کہ یا لَیتَ قومی یعلمون

انسان کے دنیا میں قانع ہونے اور دنیا کی طلب میں اُسکی حرص اور روحانیوں کی دولت سے اُس کی غفلت کی مثال جو روحانی اُسی جیسے ہیں اور نعرہ لگا رہے ہیں کہ کاش میری قوم جان لیتی

آں سگے[۲] در کو گدائے کُور دید حملہ می آورد و دلقش می درید
ایک کُتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا اُس پر حملہ کردیا اور اُس کی گدڑی پھاڑ دی

گفتہ ایم ایں را و لے بارِ دگر شُد مکرر بہرِ تاکیدِ خبر
ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

کور[۳] گفتش آخر آں یارانِ تو بر کُہ اندایندم شکار و صید جُو
اندھے نے اُس سے کہا آخر تیرے دوست اِس وقت صید (شکار) کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

قومِ تو در کوہ می گیرند گور در میانِ کوی می گیری تو کُور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے تو کوچے میں اندھے کو پکڑتا ہے

ترکِ ایں تزویر کن شیخِ نفور آبِ شوری جمع کردہ چند کُور
اے متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے تو کھاری پانی ہے، تونے چند اندھے جمع کئے ہیں

[۱] ایں رنج۔ یہ دنیاوی سلطنت۔ چوں گدائی چونکہ تیری یہ سلطنت بے حقیقت ہے لہٰذا تو شاہ نہیں گدا ہے اور اس خس و خاشاک کی بھٹی کو سلطنت سمجھ کر اُس پر اپنی شاہی کا اعلان کرتی ہے۔ یَا لَیتَ قَومِی۔ جنتی خوش ہو کر کہے گا کہ کاش میری قوم جان لیتی کہ مجھ پر کیا کرم ہو رہا ہے۔

[۲] آں سگے۔ دنیا دار کی مثال گلی کے اُس کُتے کی سی ہے جو اچھے شکاروں کو چھوڑ کر گدا اور فقیر پر لپکتا ہے۔ گفتہ ایم۔ اندھے اور کوچے کے کُتے کا قصہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، لیکن بات کو مضبوط کرنے کیلئے مکرر کہہ رہے ہیں۔

[۳] کور۔ اندھے نے کُتے سے کہا دوسرے کُتے تو پہاڑ پر گورخر کا شکار کر رہے ہیں تو اندھے کو چپٹ رہا ہے۔ ترک۔ کُتے کے قصے سے مولانا نے بناوٹی پیروں کو غیرت دلائی ہے۔ آبِ شوری۔ تو کھاری پانی ہے تو نے اپنے اندھے مُریدوں کو اپنے چاروں طرف جمع کر لیا ہے۔

کایں مریدانِ من و من آبِ شور
کہ یہ میرے مُرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں

می خورند از من ہمی گردند کور
وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

آبِ[1] خود شیریں کُن از بحرِ لدُن
لدُن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے

آبِ بد را دامِ ایں کوراں مکن
بُرے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

خیز شیرانِ خدا بیں گورگیر
اُٹھ، خدا کے شیروں کو، گورخر پکڑنے والا دیکھ

تو چو سگ چونی بزرقی کور گیر
تو کُتے کی طرح مکّاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے

گور چہ از صیدِ غیرِ دوست دُور
گورخر کیا ہوتا ہے، وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں

جملہ شیر و شیرگیر و مستِ نُور
مجسّم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نُور کے مست ہیں

در نظارۂ صید و صیّادیِ شہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظّارے میں

کردہ ترکِ صید و مُردہ در وَلَہ
شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

ہمچو[2] مُرغِ مُردہ شاں بگرفتہ یار
اُن کو دوست نے مُردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے

تا کند او جنسِ ایشاں را شکار
تاکہ وہ (دوست) اُن کے ہم جنسوں کو شکار کرے

مُرغِ مُردہ مُضطر اندر وصل و بین
مُردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے

خواندہ اَلْقَلْبُ بَیْنَ الْاِصْبَعَیْن
تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

مُرغِ مُردہ اش کہ را آں کو شُد شکار
اُس کے مُردہ پرند کو جو شکار ہوا

چوں بہ بیند شُد شکارِ شہریار
جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

ہر کہ او زیں مُرغِ مُردہ سر بتافت
جس نے اس مُردہ پرند سے رُوگردانی کی

دستِ آں صیّاد را ہرگز نیافت
اُس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہ پایا

گوید[3] او منگر بمُرداریِ من
وہ کہتا ہے میری مُرداری پر نظر نہ کر

عشقِ شہ بیں در نگہداریِ من
میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

من نہ مُردارم مرا شہ کُشتہ است
میں مُردار نہیں ہوں، مجھے شاہ نے مارا ہے

صورتِ من شبہِ مُردہ گشتہ است
میری صورت مُردے کے مشابہ ہوگئی ہے

جنبشم زیں پیش بود از بال و پر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی

جنبشم اکنوں ز دستِ دادگر
اب میری حرکت مُنصف کے ہاتھ سے ہے

---

[1] آبِ خود۔ باطنی کمال حاصل کر اور اُس کے ذریعہ مُریدوں کو فیض پہنچا۔ بحرِ لدُن یعنی خدائی فیض۔ خیز۔ مردانِ حق غیبی فیوض سے بہرہ مند ہیں تو صرف مُریدوں کو لُوٹنے پر لگا ہے۔ گور چہ۔ مردانِ حق کو گورگیر کہا تھا اب کہتے ہیں کہ حقیقی مشائخ تو صرف طالبِ خدا ہیں وہ مجسّم شیر ہیں اور صرف شیر کا شکار کرتے ہیں۔ در نظارہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ میں مُستغرق رہتے ہیں اور اُن کو عشق میں فنا کا درجہ حاصل ہے۔

[2] ہمچو مرغ۔ شکاری جس طرح کا شکار کھیلتے ہیں اُس قسم کے مُردہ جانور کو بھُس وغیرہ بھر کر اپنے ساتھ رکھتے ہیں تاکہ اُسکے ذریعہ اُس کے ہم جنسوں کا شکار کریں اِسی طرح یہ بزرگ گویا کہ وہ مُردہ جانور ہیں اور اللہ تعالیٰ اُن کے ذریعہ اُن کے ہم جنسوں کا شکار کرتا ہے۔ مرغِ مُردہ۔ ظاہر ہے کہ وہ مُردہ جانور بالکل شکاری کے اختیار میں ہوتا ہے شکاری سے وصل اور جدائی میں مجبورِ محض ہوتا ہے۔ یہی حال اِن بزرگوں کا ہوتا ہے۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس میں فرمایا گیا کہ دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اللہ جس طرف چاہتا ہے اُس کو پلٹ دیتا ہو۔ مرغِ مُردہ۔ اُس مُردہ جانور کے ذریعہ جو شکار ہوا وہ درحاصل شکاری کا شکار بنا ہے۔ ہر کہ او۔ جو جانور اُس مردہ جانور سے کنارہ کشی کریگا وہ صیّاد کے ہاتھ سے دور رہیگا۔

[3] گوید او۔ فانی فی اللہ کہتا ہو بظاہر میرے مردار ہونیکو نہ دیکھو خدائی عشق مجھے نجس ہونیسے بچائے ہوئے ہے صورتِ من فقر و فنا کیوجہ سے میں مُردے کی صورت میں ہوں۔ جنبشم۔ حرکت جو کہ زندگی کا اثر ہو وہ پہلے میرے ذاتی ارادہ سے تھی اب دستِ قدرت کے ذریعہ ہے۔

جُنبشِ[1] فانیم بیروں شُد زپوست
میری فنا ہونیوالی حرکت کھال سے باہر ہوگئی ہے
جُنبش باقیست اکنوں چوں ازوست
اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اُسکی جانب سے ہے

ہر کہ کج جنبد بہ پیشِ جُنبشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے
گرچہ سیمرغ است زارش می کشم
خواہ وہ سیمرغ ہو میں اُس کو بری طرح مارتا ہوں

ہیں مرا مُردہ مبیں گر زندۂ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مُردہ نہ سمجھ
در کفِ شاہم نگر گر بندۂ
اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

مُردہ زندہ کرد عیسیٰ از کرم
(حضرت) عیسیٰ نے کرم سے مردہ کو زندہ کردیا
من بکفِ خالقِ عیسیٰ دَرم
میں (حضرت) عیسیٰ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

کے[2] بمانم مُردہ در قبضہ خدا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مُردہ کب رہ سکتا ہوں
بر کفِ عیسیٰ مدار ایں ہم روا
(حضرت) عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کرلی
از دمِ من اُو بماند جاوداں
میرے دَم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

شُد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مُرد
(حضرت) عیسیٰ سے زندہ ہوا لیکن پھر مرگیا
شاد آنکو جاں بدیں عیسیٰ سپُرد
وہ قابلِ مبارکباد ہے جسنے اِس عیسیٰ کو جان سپرد کردی

من[3] عصایم در کفِ موسیٰ خویش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں
موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش
میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

بر مُسلماناں پُلِ دریا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پُل ہوجاتا ہوں
باز بر فرعون اژدرہا شوم
پھر فرعون پر اژدہا بن جاتا ہوں

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں
اے بیٹا! اِس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ
کہ عصا بے کفِ حق نبود چنیں
کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

موجِ طوفاں ہم عصا بُد کو زدرد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے دَرد کیا تھا
طنطنۂ جادو پرستاں را بخورد
جادو پرستوں کے دبدبہ کو نگل لیا

ہم عصا بُد باد بر اعدائے ہُودؑ
(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی
کہ بر آورد از بقیہ عاد دُود
جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھوئیں اڑا دیئے

ہم عصای بُود پشہ در نبرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا
کو بر آورد از سرِ نمرود گرد
جس نے نمرود کے سَر سے دھول اُڑا دی

---

[1] جنبشِ فانیم۔ جب انسان فرائض اور نوافل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرلیتا ہو تو اُس کے تمام افعال اللہ کی طرف منسوب ہوجاتے ہیں۔ ہر کہ۔ نفرار کا انتقام بڑے سے بڑے انسان کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ ہیں۔ فانی فی اللہ صرف اپنے افعال کے اعتبار سے بے حس و حرکت ہوتا ہے، دستِ قدرت اُس سے افعال کا صدور کرتا ہے۔ مُردہ۔ حضرت عیسیٰؑ مُردے کو زندہ کردیتے تھے تو حضرت عیسیٰؑ کا خالق مُردے کو کیسے زندہ نہ کردے گا۔

[2] کے بمانم۔ حضرت عیسیٰؑ کی حیات بخشی کا انکار بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ خدا کی حیات بخشی۔ عیسیم۔ میں خود ہی زندہ نہیں ہوں بلکہ دوسروں کو بھی ابدی زندگی عطا کرتا ہوں۔ شُد ز عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰؑ کے جس معجزے کا ذکر ہے اُس سے عارضی زندگی حاصل ہوتی تھی۔ بدیں عیسیٰ۔ اگر اِس سے مُراد اللہ تعالیٰ ہے تو کوئی اِشکال نہیں اگر خود فانی فی اللہ مُراد ہے تو مُراد یہ ہے کہ اُن کے معجزے کا تعلق دنیاوی زندگی سے تھا اگرچہ وہ بھی روحانی ابدی زندگی عطا کرتے تھے اُس کا ذکر نہیں ہے۔

[3] من عصایم۔ یعنی اب میں اپنے تمام افعال میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظہر ہوں۔ بر مسلماناں۔ یعنی میں اہلِ حق کیلئے باعثِ نجات اور کفار کیلئے باعثِ عذاب ہوں۔ دریا۔ یعنی مصر کا دریائے نیل۔ موج۔ حضرت نوحؑ کی بددعا سے آنے والا طوفان ... حضرت ... آندھی ... زمین ...

گر عصاہائے[1] خدا را بشمرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں

زرقِ ایں فرعونیاں را بردرم
ان فرعونیوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کردوں

لیک زیں شیریں گیاہِ زہرمند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو

ترک کن تا چند روزے می چرند
رہنے دے، تاکہ چند روز چرلیں

گر نباشد جاہِ فرعون و سرے
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو

از کجا یابد جہنم پرورے
(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

فربہش کن آنگہش کش اے قصاب
اے قصاب! اُس کو موٹا کر پھر ذبح کر

زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
کیونکہ دوزخ میں کُتّے بے سروسامان ہیں

گر نبودے خصم و دشمن در جہاں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے

پس بمردے خشم اندر مردماں
تو انسانوں میں غصہ مُردہ ہو جاتا

دوزخ[2] آں خشم ست بے خصم اے فلاں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے

کے زید میرد ز نورِ مؤمناں
کب زندہ رہے، مومنوں کے نور سے بجھ جائے

دوزخ آں خشم است و خصمے بایدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اُس کو مخالف چاہیئے

تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
تاکہ زندہ رہے، ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

گر بماندے لطف بے قہر و بدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی

پس کمالِ بادشاہی کے شدے
تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا؟

ریشخندے کردہ اند آں منکراں
اُن منکروں نے مذاق اُڑائی ہے

بر مثلہا و بیانِ ذاکراں
اہلِ ذکر کی مثالوں اور بیان کی

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند
اگر چاہے تو بھی مذاق اُڑا

چند خواہی زیست اے مُردار چند
اے مُردار! تو کب تک زندہ رہے گا؟

شاد[3] باشید اے محبان در نیاز
اے دوستو! نیازمندی میں خوش رہو

بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اُس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

ہر حوئجے باشدش کردے دگر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے

در میانِ باغ از سیر و کبر
باغ میں لہسن اور کبر کی

اور اُس در کی نیازمندی اختیار کئے ہوئے ہیں وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ حوئج۔ مولانا نے اِس لفظ کو ضروریاتِ زندگی کے معنی میں بولا ہے۔ کرد۔ کاف کے ضمہ سے ،کیاری۔ سیر۔ لہسن۔ کبر۔ ایک پھل کا نام ہے جو خراسان میں پیدا ہوتا ہے اسکا اچار ڈالا جاتا ہے مولانا مخلص اور منافق کے مسلک کو جدا جدا کرکے سمجھا رہے ہیں۔

[1] عصاہا۔ یعنی میں اگر خدائی عذاب کی تفصیل بیان کروں تو فرعون طبع انسانوں کے مکر کا پردہ چاک کردوں۔ لیک۔ اِن فرعونیوں کو دنیاوی لذتوں میں جو کہ حقیقتاً زہر ہیں مبتلا رہنے دو۔ گر نباشد۔ نظامِ قدرت کی بقا کیلئے گنہگاروں کی بھی ضرورت ہے۔ از کجا۔ یہ لوگ جہنم کی خوراک ہیں جس سے اُسکی پرورش ہوتی ہے۔ فربہش۔ قرآن پاک میں ہے ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ "اے نبی اُن کو چھوڑے رکھو وہ کھاتے اور نفع اُٹھاتے رہیں اور اُن کو تمنا غفلت میں ڈالے رکھے پھر عنقریب وہ جان لینگے"۔ کلاب۔ دوزخ کے کُتّے اُن کے گوشت کے منتظر ہیں۔ گر نبودے۔ غصہ کی بقا کیلئے مخالفت اور دشمنی کا وجود ضروری ہے ورنہ غصہ مرجائے۔

[2] دوزخ۔ دوزخ اللہ تعالیٰ کے غصہ کا مظہر ہے اُس کیلئے اِن دشمنوں کی ضرورت ہے۔ رحیمی۔ اگر صفتِ غضب نہ رہے تو دوزخ ٹھنڈی ہوجائے۔ گر بماندے۔ اگر صرف صفتِ رحمت ہو اور صفتِ غضب نہ ہو تو بادشاہی کا کمال نہیں ہے لہٰذا الوہیت کیلئے دونوں صفتیں ضروری ہیں۔ ریشخندے۔ منکر، اہلِ ذکر کا مذاق اُڑاتے ہیں تو بھی اگر چاہے مذاق اُڑالے پھر دیکھ انجام کیا ہوتا ہے۔

[3] شاد۔ جو لوگ آیاتِ الٰہیہ کے ذکر سے محبت رکھتے ہیں

ہر یکے با جنسِ خود در کردِ خود | از برائے پختگی نم می خورد
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں | پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتی ہے

تو کہ کردِ زعفرانی زعفراں | باش و آمیزش مکن با دیگراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران | رہ، اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

آب می خور زعفرانا تا رسی | زعفرانی اندریں حلوا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کر تاکہ تو پک جائے | تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

تو مکن در کردِ شلغم پوزِ خویش | کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش
تو شلجم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال | تاکہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

تو بکردے او بکردے مودعہ | زانکہ ارضُ اللہ آمد واسعہ
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے | کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری | در سفر گم می شود دیو و پری
خصوصاً وہ زمین (جس میں) وسعت کی وجہ سے | دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

اندراں بحر و بیابان و جبال | منقطع می گردد اوہام و خیال
اُن سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں | اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

ایں بیاباں در بیابانہائے او | ہمچو اندر بحر و بر یک تارِ مو
یہ جنگل اُس کے جنگلوں میں | اس طرح ہیں جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

آبِ استادہ کہ سیرش نہاں | تازہ تر خوشتر ز جوہائے رواں
۳ پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اُس کی رفتار پوشیدہ ہے | جاری نہروں سے، تازہ تر اور اچھا ہے

گو درونِ خویش چوں جان و رواں | سیر پنہاں دارد و پائے رواں
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح | پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب | اے خطیب ایں نقش کم زن بر آب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر | اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

بقیہ دعوتِ سلیمانؑ بلقیس را کہ فرصت غنیمت است

حضرت سلیمانؑ کی بلقیس کو دعوت کا بقیہ کہ فرصت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز | زیں خسیسانِ کسادافگن گریز
اے بلقیس! اُٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے | ان ٹوٹنے میں مبتلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

---

۱ ہر یکے۔ ہر ترکاری اپنی کیاری میں پرورش پاتی ہے اور سیرابی حاصل کر کے پختہ ہوتی ہے۔ تو کہ۔ مخلص کو منافق کے ساتھ میل جول نہ چاہیے۔ آب می خور۔ اپنے مسلک پر قائم رہ کر پختگی پیدا کر تاکہ اعلیٰ مقام حاصل ہو جائے۔ تو مکن۔ زعفران کو اپنی کیاری میں رہنا چاہیے اگر شلغم کی کیاری کا رُخ کریگا تو اُسمیں اُس کی خاصیت آجائیگی۔ تو بکردے۔ اللہ نے مومن کا ایک مقام اور منافق کا دوسرا مقام بنایا ہے خدا کی زمین وسیع ہے خلط ملط کی ضرورت نہیں ہے۔ خاصہ۔ عالم غیب کی سرزمین تو اسقدر وسیع ہے کہ اُس میں دیو اور پری بھی راستہ گم کر... بیٹھتے ہیں

۲ اندراں۔ عالم غیب کے سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں کی وُسعت تک وہم اور خیال بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ایں بیاباں۔ دنیاوی زمین کی کائنات اُس غیب کی زمین کے اعتبار سے ایسی ہے جیسا کہ بحر و بر کے مقابلہ میں ایک بال۔ آبِ استادہ۔ سالک کے باطن کا رُکا ہوا پانی جس کا بہاؤ پوشیدہ ہے جاری پانی سے بدرجہا بہتر ہے

۳ گو۔ سالک کی سیر جان اور روح کی سیر کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ مستمع۔ چونکہ سامعین کی توجہ نہیں ہے لہٰذا فنا کے مقام کی باتیں بند کردو ورنہ نقش بر آب ہونگی۔ خیز۔ حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کو عمل کی دعوت دی اور فرمایا بدکرداروں کی صحبت

۱۸

خیزِ بلقیسا کنوں با اختیار[۱] | پیش ازاں کہ مرگ آرد گیر و دار
اے بلقیس! اب اُٹھ (جبکہ) با اختیار ہے | اُس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

خیزِ بلقیسا بیا پیش از اجل | در نگر شاہی و مُلکِ بے دَغل
اے بلقیس! اُٹھ، موت سے پہلے آجا | بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

خیزِ بلقیسا بجاہِ خود مناز | اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز
اے بلقیس! اُٹھ، اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر | اِس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

خیزِ بلقیسا و مستہ با قضا | ور نہ مرگ آید کشد گوشِ ترا
اے بلقیس! اُٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ جھگڑ | ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

بعد ازاں گوشت کشد مرگ آنچناں | کہ چو دُزد آئی بشحنہ جاں کناں
اُس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی | کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئیگی

زیں خراں تا چند باشی نعل دُزد | گر ہمی دُزدی بیا و لعل دُزد
تو اِن گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟ | اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

خواہرانت یافتہ مُلکِ خلود | تو گرفتہ مملکتِ کور و کبود
تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلی | تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

اے خنک[۲] آنجاں کزیں مملکت بجست | کہ اجل ایں مُلک را ویراں گر است
وہ جان قابلِ مبارکباد ہے جس نے اِس سلطنت کو چھوڑ دیا | کیونکہ موت اِس سلطنت کو ویران کردینے والی ہے

خیزِ بلقیسا بیا بارے ببیں | مملکتِ شاہان و سلطانانِ دیں
اے بلقیس! اُٹھ، آجا اب دیکھ | دین کے اُمراء اور شاہوں کی سلطنت

شستہ در باطن میانِ گلستاں | ظاہرا خارے میانِ دوستاں
وہ حقیقتاً باغ میں بیٹھا ہوا ہے | بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

بوستاں[۳] با او رواں ہر جا رود | لیک آں از خلق پنہاں می شود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اُس کے ساتھ جاتا ہے | لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

میوہا لابہ کناں کز من بچر | آبِ حیواں آمدہ کز من بخور
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا | آبِ حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

طوف می کن بر فلک بے پرّ و بال | ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر | سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

۱ با اختیار۔ انسان جب تک زندہ ہے با اختیار ہے۔ در نگر یعنی عالمِ آخرت کی شاہی جو لازوال ہے۔ درگہ یعنی درگاہِ خداوندی میں صرف نیاز کام آتا ہے۔ مستہ۔ مستیز کا مخفف ہے، جھگڑا نہ کر۔ بعد ازاں۔ مرنے کے بعد مجرم کی سی اضطراری حاضری ہوگی۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خراں۔ دولت کے لئے دنیا داروں کی پابوسی نہ کر۔ لعل۔ حکمت کے لعل گوہر۔ خواہرانت یعنی دنیا کی نیک عورتیں۔

۲ اے خنک۔ جو شخص ناپائیدار حکومت سے دستبردار ہو کر ابدی سلطنت حاصل کرلے وہ مبارکبادی کے قابل ہے۔ شستہ۔ نشستہ کا مخفف ہے یعنی جس نے اخروی سلطنت حاصل کرلی وہ باطنی کمالات کے باغ میں بیٹھا ہوا ہے لیکن بظاہر وہ اپنے ملنے والوں کو ایک کانٹا نظر آرہا ہے۔

۳ بوستاں۔ اسکے کمالات کا باغ اُس کے ساتھ رہتا ہے لیکن عوام کی نظر سے مخفی ہے۔ میوہ۔ وہ اُس باغ کے پھلوں سے نفع اندوز ہے اور اُس باغ کی نہروں سے آبِ حیات پی رہا ہے۔ طوف۔ عالمِ ملکوت کی سیر کر۔

چوں ۱ رواں باشی رواں و پائے نہ — می خوری صد لوت و لقمہ خائے نہ

تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے — تو سو غذائیں کھائیگی اور لقمہ چبانیوالی نہیں ہے

نے نہنگِ غم زند بر کشتیت — نے پدید آید ز مُردن زشتیت

نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا — نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئیگی

ہم ۲ تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت — ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت

تو ہی شاہ ہوگی تو ہی لشکر ہوگی تو ہی تخت ہوگی — تو ہی نیک بخت ہوگی تو ہی نصیبہ ہوگی

گر تو نیکو بختی و سلطانِ زفت — بخت غیرِ تست روزے بخت رفت

اگر تو نیک بخت ہے اور سلطانِ اعظم — نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہوجائیگا

تو بماندی چوں گدایاں بے نوا — دولتِ خود ہم تو باش اے مجتبیٰ

تو فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جائیگی — اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

چوں تو باشی بختِ خود اے معنوی — پس تو کہ بختی ز خود کے گم شوی

اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہوگی — تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟

تو ز خود کے گم شوی اے خوشخصال — چونکہ عینِ تو ترا شد مُلک و مال

اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہوگی؟ — جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک ومال بن گیا

بقیہ ۳ قصہ عمارت کردنِ سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ را بہ تعلیم و وحیِ خدا جہت حکمتہا و معاونتِ ملائکہ و دیو و پری

حضرت سلیمانؑ کا مسجدِ اقصیٰ کو حکمتوں کی وجہ سے خدائی تعلیم اور وحی کے ذریعہ تعمیر کرنے کا بقیہ قصہ اور فرشتوں اور جنوں اور پریوں کی مدد

بعد ازاں آمد ندا از پیشِ تخت — بر سلیمانؑ آں نبیِ نیک بخت

اُس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی — اُن نیک بخت، نبی، سلیمانؑ کے پاس

اے سلیمانؑ مسجدِ اقصیٰ بساز — لشکرِ بلقیس آمد در نماز

اے سلیمانؑ! مسجدِ اقصیٰ بنا — بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہوگیا ہے

چونکہ اُو بنیادِ آں مسجد نہاد — جنّ و انس آمد بدن در کار داد

جب انھوں نے اس مسجد کی نیو رکھی — جن وانس آگئے (اور) کام میں لگ گئے

---

۱ چوں۔ یہ سیر روحانی ہوگی جس میں پاؤں اور بال و پَر کی ضرورت نہیں ہے می خوری۔ معارفِ خداوندی سے لذتیں حاصل ہوں گی اس خوراک کے لئے لقمے چبانے کی ضرورت نہیں ہے۔ نے نہنگ۔ تیری اس کشتی کو غم کا مگرمچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

۲ ہم تو شاہ۔ عالمِ ملکوت میں تو خود ملکہ ہوگی خود لشکر اور تختِ شاہی ہوگی تو خود نصیبہ ہوگی اور خود ہی نیک بخت ہوگی۔ گر تو۔ اِس عالم میں اگر تو نصیبہ ور بھی ہے تو بخت، دو چیز ہے اور تو اور چیز مغائرت کی وجہ سے کسی وقت تجھ سے تیرا بخت جُدا ہوجائیگا اور تو فقیر بن جائیگی۔ چوں تو باشی۔ جب تجھ میں اور نصیبہ میں اتحاد ہوجائیگا تو یہ بخت کو تو گم نہ کرے گی کیونکہ کوئی اپنے آپ کو گم نہیں کرتا ہے۔

۳ بقیہ قصہ۔ حضرت سلیمانؑ کا ذکر چل رہا تھا درمیان میں بلقیس کا قصہ آگیا تھا بہرحال وہ حضرت سلیمانؑ کے پاس آکر اُن پر ایمان لے آئی تھی اب حضرت سلیمانؑ کے قصہ کو پورا کرتے ہیں اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر اور سلیمانؑ کا ذکر شروع کرتے ہیں۔ بعد ازاں یعنی جب بلقیس کی دعوت کی تکمیل ہوگئی۔ تخت۔ یعنی تختِ سلیمان کے سامنے سے ہاتفِ غیبی کی آواز آئی۔ لشکرِ بلقیس۔ یعنی بلقیس کا لشکر عبادت کرنے لگا ہے اب ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہے۔ چونکہ اُو۔ یعنی حضرت سلیمانؑ۔ آں مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ جنّ و انس۔ حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہر جن اور انس پر تھی۔

یک ^۱^ گروه از عشق و قومے بے مراد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادلِ ناخواستہ

همچناں که در رهِ طاعت عباد
جس طرح کہ لوگ راہِ عبادت میں

خلق دیوانند و شهوت سلسله
لوگ دیو ہیں اور خواہشِ نفسانی زنجیر ہے

می کشدشاں سوئے دکان و غله
وہ اُن کو دُکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

هست ایں زنجیر از خوف و وله
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے

تو مبیں ایں خلق را بے سلسله
تو اِن لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

هست ایں بند و کمند آں خوفِ شاں
یہ پھندہ اور کمند اُن کا وہ خوف ہے

نیستند ایں خلق بے بندِ نهاں
یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

می کشاندشاں سوئے کسب و شکار
وہ اُن کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے

می کشاندشاں سوئے کان و بحار
وہ اُن کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

می ^۲^ کشاندشاں سوئے نیک و بد
وہ اُن کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے

گفت حق فی جیدها حبل المسد
اللہ نے فرمایا ہے اُسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے

قد جعلنا الحبل فی اعناقهم
بیشک ہم نے اُن کی گردنوں میں رسّی ڈالدی ہے

واتخذنا الحبل من اخلاقهم
اور ہم نے رسّی اُن کے اخلاق سے بنائی ہے

لیس من مستقذرٍ و مستنقه
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (دیل) پاک

قط الا طائره فی عنقه
ہرگز، مگر اُس کا اعمالنامہ اُس کی گردن میں ہے

حرصِ تو در کارِ بد چوں آتش ست
بُرے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے

اخگر از رنگِ خوشِ آتش خوش ست
انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

آں ^۳^ سیاهی فحم در آتش نهاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے

چونکه آتش شد سیاهی شد عیاں
جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

اخگر از حرصِ تو شد فحمِ سیاه
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا

حرص چوں شد ماند آں فحمِ تباه
حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

آں زماں آں فحم اخگر می نمود
اُس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا

آں ز حسنِ کارِ نارِ حرص بود
وہ حرص کی آگ کے کارنامۂ حسن کی وجہ سے تھا

حرص کارت را بیارایند بود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا

حرص رفت و ماند کارِ تو کبود
حرص ختم ہوگئی اور تیرا کام بدنما ہوگیا

---

۱ یک گروہ۔ کچھ لوگ دل و جان سے کام کر رہے تھے کچھ بددلی سے جیسا کہ عبادات میں انسانوں کا حال ہے۔ خلق۔ جس طرح مسجد کے کام میں جن لگے ہوئے تھے اسی طرح ہر انسان کو دیو سمجھو اور اُن کا قلبی رجحان اُن کے لئے بمنزلہ زنجیر کے ہے وہ اُس زنجیر کے ذریعہ اپنے اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ غلہ۔ آمدنی پیداوار۔ خوف وولہ۔ زنجیریں دو قسم کی ہیں ایک ڈر کی، ایک عشق اور محبت کی۔ بے سلسلہ۔ قرآنِ پاک میں ہے مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا۔ نہیں کوئی زمین پر چلنے والا مگر اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی کے بال پکڑے ہوئے ہے:

۲ می کشاند۔ وہ مخفی زنجیر اُس کو مختلف کاموں کیطرف کھینچتی ہے۔ فِي جِيدِهَا۔ قرآن میں ابولہب کی بیوی کے بارے میں فرمایا گیا ہے اسکے گلے میں مونج کی رسّی ہے۔ مولانا نے یہاں رسّی سے وہی خواہشِ نفسانی جس کو زنجیر سے تعبیر کر رہے ہیں مُراد لی ہے۔ مستقذر۔ پلید، گنہگار۔ مستنقہ۔ اصل میں مستنقی تھا، پاک صاف۔ طائر۔ پرندہ یعنی اعمالنامہ جز حرص۔ انسان کی حرص اسکے بُرے عمل کو خوشنما کر کے پیش کر دیتی ہے جس طرح آگ کالے کوئلے کو حسین انگارا بنا دیتی ہے۔

۳ آں سیاہی۔ کوئلہ کالا ہوتا ہے آگ اسکو سرخ بنا دیتی ہے جب آگ بجھ جاتی ہے کوئلہ کالا بن جاتا ہے۔

غورہ[1] را کہ بیارایند غول
جس کچے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے

پختہ پندارد کسے کو ہست گول
وہ شخص اُس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

آزمایش چوں نماید جانِ او
جب اُس کی جان آزمائش کرتی ہے

کُند گردد ز آزموں دندانِ او
آزمائش سے اُس کے دانت کھٹے ہوجاتے ہیں

از ہوس آں دام دانہ می نمود
ہوس کی وجہ سے اُس جال کو دانہ دکھا دیا

عکسِ غولِ حرص و آں خود دام بود
حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

حرص اندر کارِ دین و خیر جو
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ

چوں نماند حرص ماند نغز او
جب حرص نہیں رہتی، وہ خوبصورت رہتا ہے

خیرہا نغز ند نہ از عکسِ غیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے

تابِ حرص ار رفت ماند تابِ خیر
حرص کی چمک اگر چلی جائے، نیکی کی چمک رہتی ہے

تابِ[2] حرص از کارِ دنیا چوں برفت
دنیا کے کام کی جب حرص کی چمک چلی جائے

فحم باشد ماندہ از اخگر بہ تفت
ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

کودکاں را حرص می آرد غرار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے

تا شوند از ذوقِ دل دامن سوار
یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن کے سوار بنتے ہیں

چوں ز کودک رفت آں حرصِ بدش
جب بچہ میں سے اُسکی وہ بُری حرص جاتی رہی

بر دگر اطفال خندہ آیدش
دوسرے بچوں پر اُس کو ہنسی آتی ہے

کہ چہ می کردم چہ می دیدم دریں
کہ میں نے کیا کیا تھا اِسمیں کیا سمجھا تھا؟

خَلّ[3] ز عکسِ حرص بنمود انگبیں
حرص کے پَرتو سے، سرکہ شہد نظر آیا تھا

آں بنائے انبیا بے حرص بود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی

زانچناں پیوستہ رونقہا فزود
اِسی وجہ سے ہمیشہ ایسی رونقیں بڑھیں

اے بسا مسجد بر آوردہ کرام
شرفا نے بہت سی مسجدیں بنائیں

لیک نبود مسجدِ اقصاش نام
لیکن اُن کا مسجدِ اقصیٰ نام نہ ہوا

کعبہ را کِش ہر دمے عزّے فزود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے

آں ز اخلاصاتِ ابراہیم بود
یہ (حضرت) ابراہیم ؑ کے خلوص کی وجہ سے ہے

فضلِ آں مسجد ز خاک و سنگ نیست
اُس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے

لیک در بناش حرص و جنگ نیست
لیکن اُس کے بنانیوالے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

---

[1] غورہ۔ کچا خوشہ۔ غول۔ چھلاوا، بھوت۔ گول۔ بیوقوف۔ آزمائش۔ جب کچے پھل کو کھاؤ گے تو پتہ چلے گا اور دانت کھٹے ہوجائیں گے۔ از ہوس۔ انسان کی حرص جال کو دانہ دکھا دیتی ہے۔ حرص۔ کارِ خیر میں اگر حرص ہو اور وہ حرص جاتی رہے تب بھی وہ عمل بہتر دکھائی دیگا۔ تاب۔ چمک۔

[2] تابِ حرص۔ دنیا کے کاموں میں لالچ کی چمک ہٹ جانے کے بعد اُن کاموں کی بدنمائی واضح ہوجاتی ہے۔ کودکاں۔ بچے گھوڑے کی حرص میں اپنے دامن کو گھوڑا بنا کر سوار ہوتے ہیں۔ بچوں جب بڑا ہوجانے پر وہ حرص ختم ہوجاتی ہے تو پھر وہی بچے دوسرے بچوں کی اِس حرکت پر ہنستا ہے۔

[3] خل۔ غرضکہ انسان کی حرص اور لالچ بُرے کو بھلا دکھاتی ہے سرکہ شہد نظر آتا ہے۔ آں بنائے۔ جو تعمیر انبیا کرتے ہیں اُس میں چونکہ کوئی لالچ اور طمع شامل نہیں ہوتی ہے لہٰذا اُن کی تعمیروں کی رونق میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اے بسا۔ دوسرے بھلے لوگوں نے بھی مسجدیں بنائیں لیکن اُنکو وہ مرتبہ حاصل نہوا جو مسجدِ اقصیٰ کا ہے۔ کعبہ۔ کعبہ کی روز افزوں عزت حضرت ابراہیم ؑ کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔ فضلِ آں مسجد یعنی مسجدِ حرام۔ حرص و جنگ۔ حضرت ابراہیم ؑ نے اخلاص سے مسجدِ حرام کی تعمیر کی تھی کسی حرص اور مقابلہ کی نہ تھی

[1] نے کُتبِ شاں چوں کتابِ دیگراں | نے مَساجدِ شاں نہ کسب و خانماں

نہ اُن کی کتابیں، دوسروں کی کتاب کیطرح ہیں | نہ اُن کی مسجدیں، نہ کاروبار اور گھر

نے ادبِ شاں نے غضبِ شاں نے نکال | نے نُعاس و نے قیاس و نے مقال

نہ اُن کا ادب نہ اُن کا غصہ نہ عذاب | نہ اُونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت | صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت

(اُنہیں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں | لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

ہر یکے شاں را یکے فرِّ دگر | مُرغِ جانِ شاں طائر از پرِ دگر

اُن میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے | اُنکی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

دل ہمی لرزد ز ذکرِ حالِ شاں | قبلۂ افعالِ ما افعالِ شاں

اُن کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے | اُن کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

مُرغِ شاں را بیضہا زریں بُدست | نیم شب جانِ شاں سحر گہ بیں شدست

اُن کے مُرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں | اُن کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم | نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم

میں (دلی) جان سے (اُس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں | (گویا اُس) قوم کا ناقص گو بنکر اُنکی بُرائی بیان کرتا ہوں

[2] مسجدِ اقصیٰ بسازید اے کرام | کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام

اے شریفو! مسجدِ اقصیٰ بناؤ | کیونکہ سلیمانؑ آگیا ہے والسلام

ور ازیں دیوان و پریاں سر کشند | جملہ را املاک در چنبر کشند

اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے | فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

دیو یک دم کژ رود از مکر و زرق | تازیانہ آیدش بر سر چو برق

اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے | اُس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

چوں سلیمانؑ شو کہ تا دیوانِ تو | سنگ بُرند از پئے ایوانِ تو

تو سلیمانؑ بن جا تا کہ تیرے دیو | تیرے محل کے پتھر (ڈھو کر) لائیں

چوں سلیمانؑ باش بے وسواس و ریو | تا ترا فرماں برد جنی و دیو

تو بے شک و شبہ سلیمانؑ کی طرح بنجا | تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

[3] خاتمِ تو ایں دلست و ہوش دار | تا نگردد دیو را خاتم شکار

تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ | تاکہ انگوٹھی، دیو کا شکار نہ بنے

[1] نے کتب۔ انبیاء کی ہر چیز انوکھی ہوتی ہے۔ ہر یکے را۔ ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے وہ مرتبہ عطا فرمایا ہے جس میں لاکھوں حشمتیں اور عزتیں پنہاں ہیں۔ فرِّ دگر۔ ہر نبی کسی خاص صفت کا مظہر ہوتا ہے دل۔ اُن کے فضائل بیان کرنے سے بھی دل اس خوف سے لرزتا ہے کہ اُس میں کوتاہی نہ ہو جائے۔ بیضہا یعنی اچھے نتیجے نیم شب۔ یعنی چشمِ باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ہر چہ گویم۔ چونکہ میں کما حقہٗ تعریف نہیں کر سکتا ہوں لہٰذا میرا تعریف کرنا ناقص ہے۔

[2] مسجد اقصیٰ یعنی درمیان میں اور باتیں شروع ہو گئی تھیں اب پھر مسجد اقصیٰ اور حضرت سلیمانؑ کا ذکر شروع کرو۔ ور۔ مسجد اقصیٰ کی تعمیر میں دیو اور پری مصروفِ کار ہیں اگر وہ سرکشی کرتے ہیں تو فرشتے اُنکو سزا دیتے ہیں۔ دیو۔ جو دیو کجروی اختیار کرتا ہے اُس پر برق کا تازیانہ لگتا ہے۔۔۔ چوں سلیمان۔ یہ ارشادی مضمون ہے کہ مخاطب تو بھی حضرت سلیمانؑ کی طرح بن جائے تو جن اور پریاں تیرے بھی خدمت گار بن جائیں گے۔

[3] خاتم تو حضرت سلیمانؑ جنوں پر ایک انگوٹھی کی تاثیر سے حکومت کرتے تھے صخر نامی ایک جن نے وہ انگوٹھی چرا لی تھی اور اُسکے ذریعہ حکومت کرنے لگا تھا مولانا فرماتے ہیں تیری انگوٹھی تیرا دل ہے تو اُسکی حفاظت کر ورنہ شیطان [illegible]

پس سلیمانی کند بر تو مدام ۔ دیو با خاتم حذر کن والسلام

پھر، تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے ۔ دیو، انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسلام

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست ۔ در سر و سرت سلیمانی[۵۱] کنی ست

اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے ۔ تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنیوالا ہے

دیو ہم وقتے سلیمانی کند ۔ لیک ہر جولاہہ اطلس کے تند

دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے ۔ لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بُن سکتا ہے؟

دست[۵۲] جنباند چو دستِ او و لیک ۔ در میانِ ہر دو شاں فرقے ست نیک

وہ اُس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن ۔ اُن دونوں میں بہت فرق ہے

در بیانِ ایں حدیثِ معنوی ۔ یک حکایت بشنو اندر مثنوی

اِس بامعنیٰ بات کے بیان میں ۔ مثنوی میں ایک حکایت سُن لے

قصۂ شاعر و صلہ دادنِ شاہ و مضاعف کردنِ آں صلہ را وزیرِ حسن نام

شاعر کا قصہ اور شاہ کا اُس کو عطیہ دینا اور وزیر، حسن نامی کا اُس کو دوگنا کر دینا

شاعرے آورد شعرے پیشِ شاہ ۔ بر امیدِ خلعت و اکرام و جاہ

ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے ۔ خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار ۔ از زرِ سرخ و کرامات و نثار

شاہ صاحب کرم تھا اُس کیلئے حکم دیا ایکہزار ۔ اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

پس وزیرش گفت کایں اندک بود ۔ دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود

وزیر نے اُس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے ۔ دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

از[۵۳] چو او شاعر از تو بحر دست ۔ دہ ہزارے کہ بگفتم اندک ست

اُس جیسے شاعر کیلئے آپ جیسے سخی سے ۔ میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ ۔ تا بر آمد عشرِ خرمن از کفہ

اُس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سُنایا ۔ یہانتک کہ بچے کھچے مال میں خرمن کا دسواں حصہ نکالدیا

دہ ہزارش داد و خلعت در خورش ۔ خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش

اُسکو دس ہزار اور اُس کے مناسب خلعت دی ۔ اُس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود ۔ شاہ را اہلیتِ من کہ نمود

پس اُس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی ۔ بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

---

۵۱ سُلیمانی کنی۔ یعنی تیری رُوح تیرے اندر ہے اگر تو اُس کی اصلاح کرے گا وہ سُلیمانی کرے گی۔ دیو۔ مزدور شیخ کی مثال اُس دیو کی سی ہے جس نے حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی چُراکر اُس کے ذریعہ حکومت شروع کر دی تھی۔

۵۲ دست جنباند معمولی جولاہہ اطلس بُننے والے کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن دونوں کے کام میں بہت فرق ہے۔ یہی حال صحیح شیخ اور مزدور شیخ کا ہے۔ یک حکایت۔ اِس حکایت میں دُو وزیروں کا ذکر ہے جن دونوں کا نام حَسَن تھا لیکن کام میں بہت فرق تھا۔ شاعر۔ شاعر نے جب قصیدہ سُنایا تو بادشاہ نے ایک ہزار اشرفیاں دینے کا حکم دیا اُس کے حَسَن نامی وزیر نے سفارش کرکے دس ہزار اشرفیاں دلوائیں۔ مُکرَم۔ بخشش کرنے والا۔

۵۳ از چواُو۔ ایسے عمدہ شاعر اور تجھ جیسے انعام دینے والے کی نسبت سے دس ہزار بھی کم ہیں۔ قصّہ یعنی شاعر کی ضرورت کا قصّہ یا دوسرے سخنوروں کا قصّہ۔ فلسفہ یعنی بخشش و عطا کا فلسفہ۔ تا بر آمد۔ یعنی بادشاہ کے خزانے اسقدر تھے کہ یہ دس ہزار اُس کے بچے کھچے مال کا دسواں حصّہ تھا۔ خانہ۔ یعنی شاعر کا سر بادشاہ کے شکر و ثنا سے بھر گیا۔ تفحص۔ جستجو یعنی شاعر نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ بادشاہ کو اِس بڑے عطیہ

پس[۱] بگفتندش فلان الدین وزیر
لوگوں نے اُس سے کہا فلان الدین وزیر نے

آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

در ثنائے او یکے شعرِ دراز
اُس نے اُس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ

بر نوشت و سوئے خانہ رفت باز
لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے

مدحِ شہ می کرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ اور اُسکی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

بازآمدنِ شاعر بعد چند سال باُمید ہماں صلۂ ہزار دینار فرمودنِ شاہ برقاعدۂ خویش و گفتنِ وزیرِ دیگر کہ بعد از وفاتِ وزیرِ نصب کردہ بودند ہم حسن نام شاہ را کہ اینقدر صلہ سخت بسیارست و ما را خرجہاست و خزینہ خالیست و من اُو را بدہ یک[۲] ایں راضی کنم

چند سال کے بعد شاعر کا واپس آنا اُسی عطیہ کی اُمید پر اور بادشاہ کا اپنی عادت کے مطابق ایک ہزار اشرفیوں کا حکم دینا اور دوسرے وزیر کا بادشاہ سے کہنا جو پہلے وزیر کے مرنے کے بعد مقرر کیا گیا تھا اور اُس کا نام بھی حسن تھا کہ یہ عطیہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے اور میں اُس کو دسویں حصہ پر راضی کروں گا

بعد سالے چند بہرِ رزق و گشت
چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے

شاعر از فقر و عوز محتاج گشت
شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

گفت وقتِ فقر و تنگی دو دست
اُس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت

جستجوئے آزمودہ بہترست
آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

در گہے را کازمودم از کرم
جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں

حاجتِ نو را ہماں جانب برم
نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں

معنیِ[۳] اللہ گفت آں سیبویہ
سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں

یُولَهُونَ فِي الْحَوَائِجِ هُمْ لَدَيْه
وہ ضرورتوں میں اُس کی طرف رجوع کرتے ہیں

گفت اَلِهْنَا فِي حَوَائِجِنَا إِلَيْكَ
اُس نے کہا ہم ضرورتوں میں تیری طرف رجوع ہوئے

وَالْتَمَسْنَاهَا وَجَدْنَاهَا لَدَيْكَ
اُن کو ہم نے تلاش کیا اُن کو تیرے پاس پایا

---

۱ پس بگفتند۔ لوگوں نے
اُس شاعر کو بتایا کہ فلاں وزیر
جس کا نام بھی حسن ہے اور وہ
دل کا حسن ہے اُس نے عطیہ
دلوایا ہے۔ شعرِ دراز یعنی بڑا
قصیدہ۔ بے زبان۔ شاہ کی
عطایا زبانِ حال سے شاہ کی
تعریفیں کر رہی تھیں۔ برقاعدۂ
خویش۔ اِس مرتبہ بھی شاہ
نے ایکہزار اشرفیاں دینے کا
حکم دیا تھا۔

۲ بدہ یک یعنی دسواں
حصّہ۔ بعد سالے۔ اِس شعر
کے مصرع اول میں گشت
بمعنی گشتن اور دوسرے مصرع
کے اخیر میں گشت بمعنی شد
سمجھ کر ہم نے ترجمہ کیا ہے۔
عوز۔ ناداری۔ گفت۔ اُس
شاعر نے سوچا کہ جس دربار
سے پہلے عطا حاصل ہوئی ہو
وہاں ہی چلنا چاہیئے۔

۳ معنیِ اللہ۔ یہاں سے
مولانا نے ایک ارشادی مضمون
شروع کر دیا ہے۔ سیبویہ نے
لفظ اللہ کی جو تحقیق کی ہے
اُس میں کہا ہے کہ یہ اسم مشتق
ہے اور اَلَہ سے بنا ہے جو دراصل
وَلَہ تھا جس کے معنی سرگشتہ
ہونا اور گھبراہٹ ظاہر کرنا ہیں
تو اللہ سیبویہ کے نزدیک
اَلْاِلٰہ تھا پہلی ہا اور دوسرے
ہمزہ کو حذف کر کے لام کو
لام میں مدغم کر دیا ہے اور یار
کو الف سے بدل دیا ہے تو
اللہ کو اللہ کہنے کی وجہ یہ ہے
کہ مخلوق اپنی ضروریات میں
اُسکے سامنے تضرع و زاری کرتی
ہے دوسرا مصرع سیبویہ کا مقولہ ہے

ایسی اللہ کی وجہ تسمیہ ظاہر کی ہے۔ گفت۔ یعنی سیبویہ نے کہا ہے کہ ہم نے ضروریات میں اللہ سے تضرع و زاری کی اور ہماری ضرورتیں پوری ہوئی ہیں۔

صد ہزاراں[1] عاقل اندر وقتِ درد — جملہ نالاں پیشِ آں دیّانِ فرد

لاکھوں عقلمند درد کے وقت — سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں

ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند — بر بخیلے عاجزے گدیہ تند

کوئی احمق، دیوانہ یہ کرتا ہے — کہ عاجز بخیل سے بھیک مانگے

گر ندیدندے ہزاراں بار بیش — عاقلاں جاں کے کشیدندیش پیش

اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے — عقلمند کب اُس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا — جملۂ پرّندگاں بر اوجہا

بلکہ موجوں میں تمام مچھلیاں — بلندیوں پر تمام پرندے

بلکہ جملہ[2] موجہا بازی کناں — ذوق و شوقش اعیاں اندر عیاں

بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں — اُسکے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

پیل و گرگ و حیدر و اشکار نیز — اژدہائے زفت مور و مار نیز

ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی — موٹا اژدہا چیونٹی اور سانپ بھی

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار — مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار

بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی — اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں — کہ فرومگذارم اے حق یک زماں

یہ آسمان ہر وقت اُس کی خوشامد کرتا ہے — کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کیلئے بھی نہ چھوڑ

اُستنِ من عصمت و حفظِ تو است — جملہ مطوی یمینِ آں دو دست

میرا استون، تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے — سب چیزیں اُن دونوں دائیں ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

ویں[3] زمیں گوید کہ دارم برقرار — اے کہ برآبم تو کردستی سوار

یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ — اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

جملگاں کیسہ از و بر دوختند — دادنِ حاجت از و آموختند

سب نے تھیلی اسی سے سی ہے — ضرورت پوری کرنا اُس سے سیکھا ہے

ہر نبی از وے برآوردہ برات — اِستَعِینُوا مِنہُ صَبراً وَ الصَّلٰوۃ

ہر نبی نے اُسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے — کہ اُس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

---

[1] صد ہزاراں۔ لاکھوں مخلوق مصیبت میں اُس اللہ کی طرف رجوع کرتی ہے۔ دیّان۔ بدلہ دینے والا۔ فلیو۔ احمق۔ گدیہ۔ بھیک۔ گر ندیدندے۔ اگر عقلمندوں کی ضروریات وہاں سے پوری نہ ہوتیں تو کیوں اُس کی طرف رجوع کرتے۔ بلکہ۔ صرف عقلمند انسان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات اپنی ضروریات اُسی اللہ سے پوری کرتی ہے۔

[2] جملہ موجہا۔ عقلمند انسانوں کے علاوہ صرف جاندار ہی نہیں بلکہ بے جان کائنات بھی اسی اللہ سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ حیدر۔ شیر۔ مایہ زو یابند یعنی جملہ کائنات اُسی سے بہرہ اندوز ہے۔ آسماں۔ آسمان اپنے وجود میں اسی سے مستفید ہے۔ مطوی۔ قرآن پاک میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِہٖ اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اُس اللہ کے داہنے ہاتھ میں۔ دو دست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء جلالیہ اور جمالیہ جو کہ اِن آسمانوں کی ترتیب کرتے ہیں۔ یمین۔ حدیث میں آیا ہے کِلْتَا یَدَیْ رَبِّیْ یَمِیْنٌ۔ میرے رب کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں انسان کا بایاں ہاتھ کمزور ہوتا ہے۔

[3] ویں زمین۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو پانی پر قائم کیا ہے۔ جملگاں۔ دوسرے جو بخشش کرتے ہیں وہ بھی خدا کے عطا کردہ مال میں سے بخشتے ہیں تو ان کا دینا بھی دراصل اللہ کا دینا ہے۔ دادن۔ یہ صفت بندوں میں خدا کی صفت کا مظہر ہے۔ برات۔ شاہی حکمنامہ، دستاویز۔ اِستَعِینُوا۔ ضروریات میں صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو یعنی صبر کے ساتھ نمازوں میں اس سے دعا کرو مدعا پورا ہو جائے گا۔

ہین از و خواہید نے از غیرِ او ‖ آبِ[۱] در یم جو مجو در خشک جو
خبردار! اسی سے چاہو نہ کہ اس کے غیر سے ‖ پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش کر

ور بخواہی از دگر ہم او دہد ‖ بر کفِ میلش سخا ہم او نہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا ‖ اس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

آنکہ معرض را ز زر قارون کند ‖ رو بدو آری بطاعت چون کند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے ‖ اسی کی طرف رخ کر وہ فرمانبرداری کیساتھ کیا کریگا؟

بارِ دیگر شاعر از سودای داد ‖ رو بسوئے آں شہِ محسن نہاد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے ‖ اس محسن بادشاہ کی جانب رخ کیا

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعرِ نو ‖ پیشِ محسن آرد و بنہد گرو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر ‖ محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

محسناں با صد عطا و جود و بر ‖ زر نہادہ شاعراں را منتظر
محسن سیکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے ‖ سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

پیشِ[۲] شاں شعرے بہ از صد تنگ شعر ‖ خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
انکے نزدیک ایک شعر اون کے سو گٹھروں سے بہتر ہوتا ہے ‖ خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

آدمی اول حریصِ ناں بود ‖ زانکہ قوتِ ناں ستونِ جاں بود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے ‖ کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل ‖ جاں نہادہ بر کف از حرص و امل
کمائی کی جانب، چھیننے اور سینکڑوں تدبیروں کی جانب ‖ لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

چوں بنادر گشت مستغنی ز ناں ‖ عاشقِ نام ست و مدحِ شاعراں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا ‖ تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

تا[۳] کہ اصل و نسل او را بر دہند ‖ در بیانِ فضلِ او منبر نہند
تاکہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں ‖ اس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

تا کہ کرّ و فرّ و زر بخشیِ او ‖ ہمچو عنبر بو دہد در گفتگو
تاکہ اس کی شان و شوکت اور سخاوت ‖ بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

خلقِ ما بر صورتِ خود کرد حق ‖ وصفِ ما از وصفِ او گیرد سبق
اللہ تعالیٰ نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہو ‖ ہمارے اوصاف اس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

[۱] آب۔ اللہ تعالیٰ عطا کا سمندر ہے دوسرے خشک نہر ہیں۔ ور بخواہی۔ دوسروں کی عطا بھی دراصل اللہ کی عطا ہے اس لئے کہ ان میں سخاوت کا مادہ اسی نے رکھا ہے۔ معرض۔ جب وہ منکروں کو بھی نوازتا ہے تو عبادتگذاروں کو کیوں نہ نوازے گا۔ سودا۔ خیال۔ بنہد گرو۔ شاعر شعر پیش کر کے انعام چاہتا ہے۔ محسناں۔ سخی داد و دہش کے لئے روپیہ لئے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ آئیں تو ان کو انعام دیں۔

[۲] پیش شاں۔ جو لوگ شاعروں کے قدردان ہیں ان کے نزدیک ایک شعر ریشمین کپڑے کے سیکڑوں گٹھروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ خاصہ۔ خصوصاً اس شاعر کے اشعار جو نئے عمدہ مضامین شعر میں کہے۔ آدمی۔ انسانی فطرت ہے کہ وہ روٹی کی فکر کرتا ہے جب اس سے مستغنی ہوتا ہے تو مدح و ثنا کا طالب بنتا ہے۔ سوئی۔ پیٹ کے لئے جائز و ناجائز سو دھندے کرتا ہے۔

[۳] تاکہ۔ اب اسکی خواہش ہے کہ شعراء اس کے حسب و نسب کی مدح و ثنا کریں اور منبروں پر بیٹھ کر مدحیہ اشعار پڑھیں۔ ہمچو عنبر۔ تاکہ اس کی شان و شوکت کی خوشبو میں پھیل جائیں۔ خلق۔ اللہ نے انسان کو اپنی صورت اور صفات پر پیدا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ شکر ہے کہ اس نے انسان میں بھی یہ صفت ہے

چونکہ آں خلّاق شُکر و حمد جُوست — آدمی را مدح جُوئی نیز خُوست

چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے — تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

خاصہ[1] مردِ حق کہ در فضل ست چُست — پُر شود زاں باد چوں خیکِ درست

خصوصاً مردِ حق جو بزرگی میں چُست ہے — صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پُر ہو جاتا ہے

ور نباشد اہل زاں بادِ دروغ — خیک بدرید ست کَے گیرد فروغ

اور اگر اہل نہ ہو، اُس جھوٹی ہوا سے — پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب اُبھار حاصل کریگا؟

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق — سرسری مشنو چو اہلی و مُفیق

اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے — اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اُسکو) سرسری نہ سُن

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح — کہ چرا فربہ شود احمد بمدح

یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ اُنھوں نے اعتراض سُنا — کہ احمدؐ تعریف سے موٹے کیوں ہوتے ہیں؟

رفت شاعر سُوئے آں شاہ و ببُرد — شعر اندر شُکرِ احساں کاں نمُرد

شاعر اُس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا — احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

مُحسناں[2] مُردند و احسانہا بماند — اے خُنک آنرا کہ ایں مرکب براند

احسان کرنیوالے مرجاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں — قابلِ مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

ظالماں مُردند و ماند آں ظلمہا — وائے جانے کو کُند مکر و دغا

ظالم مرگئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے — اُس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

گفت پیغمبر خُنک آں را کہ اُو — شُد ز دنیا ماند از وے فعلِ نکو

پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے — جو دنیا سے گیا (اور) اُسکا نیک کام باقی رہا

مُردِ مُحسن لیک احسانش نمُرد — نزدِ یزداں دین و احساں نیست خُرد

احسان کرنے والا مرا، لیکن اُس کا احسان نہ مرا — اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

نامِ[3] نیکِ اُو ز فعلِ نیک داں — پس نمُردست اُو یقیں بنگر میاں

اُس کی نیکنامی، نیک کام سے سمجھ — وہ یقیناً نہیں مرا ہے، اچھی طرح غور کرلے

وائے آنکو مُرد و عصیانش نمُرد — تا نہ پنداری بمرگ اُو جاں ببُرد

اُس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اُسکا گناہ نہ مرا — تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچالے گیا

ایں رہا کُن زانکہ شاعر برگذر — وام دارست و قوی محتاجِ زر

اُس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر — مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

[1] خاصہ یعنی اہل اللہ جب اپنی تعریف سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ لوگ اُن کے مدّاح بنکر سیدھے راستہ پر لگ رہے ہیں تو اُن کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ خیکِ درست۔ اگر درست مشک میں پھونک بھرو تو وہ پھول جائیگی۔ بادِ دروغ۔ اگر غیر واقعی تعریف ہو تو اُس کی مثال یہ ہے کہ پھٹی ہوئی مشک میں پھونک بھری جائے۔ مُفیق۔ ہوشمند۔ ایں پیغمبر گفت۔ اِس مفہوم کی کوئی حدیث کتابوں میں دستیاب نہیں ہوسکی۔ نمُرد۔ احسان اور عمل خیر مُردہ نہیں ہوتا ہے۔

[2] مُحسناں۔ مُحسن مرجاتا ہے لیکن اُس کا احسان زندہ رہتا ہے۔ ظالماں۔ اِسی طرح ظلم زندہ رہتا ہے اور ظالم مرجاتا ہے۔ گُفت۔ اِن الفاظ کی کوئی حدیث کتبِ حدیث میں نہیں ہے البتہ ایک حدیث ہے۔ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔ جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں صدقۂ جاریہ، علم جس سے نفع حاصل کیا جائے اور نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔

[3] نیک نام۔ نیک نامی بھی ایک نہ مرنے والا عمل ہے۔ وائے۔ وہ انسان بدبخت ہے جو مر گیا اور اپنے پیچھے ایسے بدعمل چھوڑ گیا جو نہ مرنیوالے ہیں اُس شخص کے مرنے سے اُسکی جان نہ چھوٹے گی بلکہ اُس بدعمل کی وجہ سے اُسکے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہیگا۔ ایں رہا کُن۔ اب اِس ذکر کو ختم کر کے شاعر کی بات کی تکمیل کرو۔

برد شاعر شعر سوئے شہریار
شاعر، شعر بادشاہ کے پاس لے گیا
بر امیدِ بخشش و احسانِ پار[۱]
گذشتہ سال کی بخشش اور احسان کی اُمید پر

نازنیں شعرے پُر از دُرِّ درست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پُر
بر امید و بوئے اکرامِ نخست
پہلے جیسے اکرام کی اُمید اور آرزو پر

شاہ ہم بر خوئے خود گفتش ہزار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اُس کیلئے ایکہزار کا حکم دیا
چوں چنیں بد عادتِ آں شہریار
کیونکہ اُس بادشاہ کی یہی عادت تھی

لیک ایں بار آں وزیرِ پُر ز جود
لیکن اِس بار وہ سخاوت سے پُر وزیر
بر بُراقِ عز ز دنیا رفتہ بود
عزت کے بُراق پر دنیا سے روانہ ہوچکا تھا

بر مقامِ او وزیرِ نو رئیس
اُس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم
گشتہ، لیکن سخت بے رحم و خسیس
بن گیا تھا، لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

گفت اے شہ خرجہا داریم ما
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں
شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

من[۲] ز بر ربعِ عشر ایں اے مغتنم
اے مغتنم! میں اِس کے چالیسویں (حصہ) پر
مرد شاعر را خوش و راضی کنم
شاعر کو خوش اور راضی کرلوں گا

خلق گفتندش کہ او از پیش دست
لوگوں نے اُس سے کہا کہ وہ پہلے
دہ ہزار اے زیں دلاور بُردہ است
اِس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

بعدِ شکر کلک خائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کریگا
بعدِ سلطانی گدائی چوں کند
شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

گفت بفشارم اُو را اندر فشار
اُس نے کہا میں اُس کو تنگی میں دباؤنگا
تا شود زار و نزار از انتظار
تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہوجائے

[۳] آنگہ ار خاکش دہم از راہ من
تب اگر میں اُس کو راستے کی خاک بھی دونگا
در رباید ہمچو گلبرگ از چمن
چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائیگا

ایں بمن بگذار کاستادم دریں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں استاد ہوں
گر تقاضا گر بود ہم آتشیں
خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

از ثریا گر بپرد تا ثریٰ
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے
نرم گردد چوں بہ بیند او مرا
جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑجائے گا

---

۱ پار. گذشتہ۔ نازنیں یعنی جو قصیدہ شاعر نے پیش کیا وہ بہت عمدہ تھا اُسکے موتی جیسے الفاظ تھے۔ ہزار۔ شاہ کی عادت تھی کہ وہ عموماً شاعروں کو ایکہزار اشرفیاں انعام میں دیتا تھا۔ ایں بار۔ اِس بار جب شاعر آیا تو پرانا وزیر دنیا سے باعزت رخصت ہوچکا تھا۔ بر مقامِ او۔ اُس کے قائم مقام جو نیا وزیر بنا تھا وہ بے رحم اور کمینہ تھا۔ گفت۔ اِس دوسرے وزیر نے بادشاہ سے کہا ہمیں خود اخراجات درپیش ہیں ایک شاعر کو اس قدر زیادہ دینا مناسب نہیں ہے۔

۲ من ز بر ربعِ عشر۔ اِس وزیر نے کہا کہ میں ایک ہزار کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو راضی کرلوں گا۔ خلق۔ لوگوں نے اُس وزیر سے کہا، بعد شکر یعنی شکر کھانے کے بعد نرکل کو کیسے چبائے گا۔ گفت۔ وزیر نے لوگوں سے کہا میں اُس کو اتنا انتظار کراؤں گا کہ وہ عاجز اور پریشان ہوجائے گا۔

۳ آنگہ۔ جب وہ انتظار میں پریشان ہوگا تو معمولی انعام کو بھی غنیمت سمجھے گا۔ ایں بمن۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے میں ایسے کاموں میں اُستاد ہوں تقاضہ کرنیوالا خواہ گرم مزاج ہو میں اُس کو ٹھنڈا کردیتا ہوں۔ از ثریا۔ خواہ اُسکی دوڑ دھوپ کچھ ہی ہو مجھے دیکھ کر نرم پڑ جائیگا اور راضی ہو جائیگا۔

۱ گفت سلطانش برو فرماں تراست
بادشاہ نے اُس سے کہا جا تجھے اختیار ہے
لیک شادش کن کہ نیکو گویِ ماست
لیکن اسکو خوش کردینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنیوالا ہے

گفت اُورا و دُو صد چوں اُو گدا
اُس نے کہا اسکو اور اُس جیسے دُو سو فقیروں کو
تو بمن بگذار و فارِغ شو شہا
تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہوجا

پس فگندش صاحب اندر انتظار
پھر اُس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کردیا
شد زمستان و دے و آمد بہار
جاڑا اور موسمِ خزاں ختم ہوا اور موسمِ بہار آگیا

شاعرش چندانکہ حاجت می نمُود
شاعر، جتنی بھی اُس کے سامنے ضرورت پیش کرتا
صاحبش در وعدہ حیلہ می فزُود
وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کردیتا

۲ شاعر اندر انتظارش پیر شُد
اُس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہوگیا
بس زبونِ ایں غم و تدبیر شُد
اِس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آگیا

گفت اگر زر نہ کہ دُشنامم دہی
اُس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دیدے
تا رہد جانم، تُرا باشم رہی
تاکہ میری جان چھوٹے، میں تیرا غلام بنجاؤنگا

اِنتظارم کُشت بارے گو برو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا
تا رہد ایں جانِ مسکیں از گرو
تاکہ یہ مسکین جان قید سے نجات پالے

بعد از انش داد رُبعِ عُشرِ آں
اِس کے بعد اُس نے اُس کا چالیسواں حصہ دیا
ماند شاعر اندر اندیشہ گراں
شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

۳ کانچناں نقد و چُناں بسیار بُود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا
ایں کہ دیر اشگفت دستہ خار بُود
یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا مٹھا تھا

پس بگفتندش کہ آں دستورِ راد
لوگوں نے اُس سے کہا وہ عقلمند وزیر
رفت از دُنیا خدا مُزدش دہاد
دنیا سے چلا گیا خدا اُس کو اجر دے

کہ مُضاعف زو ہمی شد آں عطا
کہ اُس کی وجہ سے عطا دُو گنی ہوجاتی تھی
کم ہمی اُفتاد در بخشش خطا
عطا کے معاملہ میں اُس سے غلطی نہ ہوتی تھی

ایں زماں اُو رفت و احساں را ببُرد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی)، لے گیا
اُو بمرد الحق و لے احساں نمُرد
وہ یقیناً مرگیا لیکن احسان نہیں مرا

رفت از ما صاحبِ راد و رشید
ہم سے دانا اور نکوکار وزیر رخصت ہوگیا
صاحبِ سلاّخِ درویشاں رسید
فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آگیا

---

۱ گفت سلطانش۔ بادشاہ نے وزیر سے کہا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر لیکن اُس کو خوش کردینا۔ گفت اُورا۔ وزیر نے بادشاہ سے کہا میں اُس جیسے لاکھوں سے نمٹ لوں گا یہ معاملہ میرے اوپر چھوڑ دیجئے۔ پس فگندش۔ وزیر نے انعام دینے میں ٹال مٹول شروع کردی اور موسم پر موسم گذرنے لگے، شاعر جس قدر بھی اپنی ضروریات ظاہر کرتا وزیر حیلہ بازی میں اضافہ کردیتا۔

۲ شاعر۔ شاعر وعدہ کے ایفاء کے انتظار میں بوڑھا ہوگیا اور وزیر کی مکاری سے عاجز آگیا۔ گفت۔ شاعر نے وزیر سے کہا کہ اگر تو انعام نہیں دیتا ہے تو مجھے گالی ہی دیدے تاکہ یہ انتظار تو ختم ہو میں تیرا شکر گذار ہونگا۔ اِنتظارم۔ شاعر نے وزیر سے کہا۔ ربع عُشر۔ چالیسواں یعنی پچیس اشرفیاں۔

۳ کانچناں۔ یعنی پہلے فوراً اور بہت ملا۔ دستہ خار۔ کانٹوں کا مٹھا۔ آں دستور۔ پہلا حسن نامی وزیر۔ مضاعف۔ دُو گنا۔ ایں زماں۔ یعنی پہلا وزیر حسن اگرچہ مرگیا لیکن اُس کے احسانات زندہ ہیں۔ سلاّخ۔ کھال کھینچنے والا۔

رو بگیر ایں را و زینجا شب گریز — تا نگیرد با تو ایں صاحب ستیز[1]
جا یہ لے لے اور یہاں سے رات میں نکل جا — تاکہ یہ جھگڑالو، تجھے گرفت میں نہ لے لے

ما بصد حیلت ازو ایں ہدیہ را — بستدیم اے بے خبر از جہدہا
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش — حاصل کی ہے، اے کوششوں سے بے خبر!

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں — از کجا آمد بگوئید ایں عواں
اُس نے اُن کی طرف رُخ کیا اور کہا اے مشفقو! — بتاؤ، یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

چیست نامِ ایں وزیرِ جامہ کن — قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
اس کپڑے اتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟ — لوگوں نے کہا اُس کا نام بھی حسن ہے

گفت یارب نامِ آں و نامِ ایں — چوں یکے آمد دریغ اے ربِّ دیں
اس نے کہا اے خدا! اُس کا نام اور اِس کا نام — ایک کیسے ہوا؟ اے دین کے رب! افسوس ہے

آں حسن نامی کہ از یک کلکِ او[2] — صد وزیر و صاحب آمد جُود جو
وہ حسن نام والا کہ اُسکے ایک قلم کی بخشش سے — سو وزیر اور صاحب، طالبِ بخشش تھے

ایں حسن کز ریشِ زشتِ ایں حسن — می تواں بافید اے جاں صد رسن
یہ حسن کہ اِس حسن کی بدنما داڑھی سے — اے جان! سو رسّیاں بٹی جائیں

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند — شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
ایسے وزیر کی بات، پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے — وہ ہمیشہ شاہ اور اُس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

مانستنِ بدرای ایں وزیرِ دوں در افسادِ مروتِ شاہ بوزیرِ فرعون یعنی
اِس کمینہ وزیر کی شاہ کی انسانیت کو برباد کرنے میں فرعون کے وزیر یعنی
ہامان در افسادِ قابلیتِ فرعون پندِ موسیٰ را علیہ السلام
ہامان کیساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو قبول کرنے کے افساد میں مشابہت

چند آں فرعون می شد نرم و رام[3] — چو شنیدے اُو ز موسیٰ آں کلام
بہت سی مرتبہ فرعون، نرم اور مطیع بنا — جب وہ موسیٰؑ سے وہ کلام سنتا تھا

آں کلامے کہ بدادے سنگ شیر — از خوشیِ آں کلامِ بے نظیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا — اُس بے نظیر کلام کی خوبی سے

چوں بہاماں کہ وزیرش بُود اُو — مشورت کردے کہ کینش بُود خو
جب ہامان سے جو کہ اُس کا وزیر تھا — وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ پن تھی

[1] تا نگیرد یعنی یہ عطا لیکر چلا جا ورنہ کوئی الزام رکھ کر یہ بھی چھین لیگا۔ ما۔ وزیر سے متعلق لوگوں نے یہ بھی کہا کہ تجھے تو خبر نہیں ہم نے اتنا بھی تجھے بہت کوششوں سے دلوایا ہے۔ رو یعنی شاعر نے اُن لوگوں سے کہا کہ یہ وزیر نہیں بلکہ ظلم پیشہ سپاہی ہے یہ کہاں سے آیا ہے۔ جامہ کن۔ کپڑے اُتار لینے والا۔ گفت۔ شاعر نے جب یہ سُنا کہ اس وزیر کا نام بھی حسن ہے تو اُس نے افسوس کا اظہار کیا کہ ایسے بھلے وزیر اور ایسے بُرے وزیر کا نام یکساں حسن ہو۔

[2] آں حسن۔ پہلا وزیر جس کا نام حسن تھا اُس کے قلم سے تو سخاوت ہوتی تھی اور یہ حسن اِس قابل ہے کہ اُس کی داڑھی سے رسّیاں بنائی جائیں۔ بر چنیں۔ ایسا بدفطرت وزیر شاہ اور سلطنت کیلئے رسوائی کا باعث ہے۔ مانستن۔ شاہ کا یہ دوسرا وزیر ایسا ہی تھا جیسا کہ فرعون کا وزیر ہامان۔

[3] چند۔ فرعون کئی بار حضرت موسیٰ کی گفتگو سے نرم ہو گیا تھا لیکن اُس کا وزیر پھر اُسکو حضرت موسیٰ کے مدِ مقابل کر دیتا تھا۔ سنگ شیر یعنی حضرت موسیٰ کا کلام ایسا پُر تاثیر تھا کہ اُسکو سُن کر پتھر سے بھی دودھ ٹپک جاتا۔ کینش۔ ہامان کی طبیعت بہت کینہ جُو تھی۔

چون ہماماں[۱] مشورت کردے دران — تا نعش گشتے مدام آں سخت جاں
جب وہ اس میں ہامان سے مشورہ کرتا — وہ سخت جان ہمیشہ اس کے لئے مانع بنا

پس بگفتے تاکنوں بودی خدیو — بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہِ مصر تھے — مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

ہمچو سنگِ منجنیقے آمدے — آں سخن بر شیشہ خانہ او زدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آتی — یہ بات، اور اس کے شیش محل پر لگتی

ہر چہ صد روز آں کلیمِ خوش خطاب — ساختے در یک دم او کردے خراب
وہ خوش کلام کلیم (اللہ)، جو سَو دن میں — بناتے، وہ ایک دم میں اس کو برباد کر دیتا

عقلِ تو[۲] مغلوبِ دستورِ ہواست — در وجودت رہزنِ راہِ خداست
تیری عقل خواہشِ نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے — تیرے وجود میں راہِ خدا کا ڈاکو ہے

ناصحے ربانیے پندت دہد — آں سخن را او بفن طرحے نہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنیوالا تجھے نصیحت کرتا ہے — وہ اس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

کایں نہ بر جایست ہیں از جا مشو — نیست چنداں با خود آ شیدا مشو
کہ یہ بات با موقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے ہل — یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ دیوانہ بن

وائے آں شہ کہ وزیرش ایں بود — جائے ہر دو دوزخِ پر کیں بود
اس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو — دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

شاد آں شاہے کہ او را دستگیر — باشد اندر کار چوں آصف وزیر
وہ بادشاہ قابلِ مبارکباد ہے کہ اس کا مددگار — ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

شاہِ عادل[۳] چوں قرینِ او شود — نامِ او نورٌ علیٰ نور ایں بود
منصف بادشاہ جب اس کا ساتھی ہو — تو اس کا نام نورٌ علیٰ نور ہو

چوں سلیماں شاہ و چوں آصف وزیر — نور بر نور است عنبر بر عبیر
سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر — نور بالائے نور، عبیر پر عنبر ہے

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر — ہر دو را نہ بود ز بدبختی گزیر
شاہ، فرعون ہو اور ہامان جیسا اس کا وزیر — تو، دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

پس بود ظلمات بعضے فوق بعض — نے خرد یار و نہ دولت روزِ عرض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ — قیامت کے روز نہ عقل یار ہوگی نہ دولت

---

۱ چوں۔ فرعون جب ہامان سے مشورہ کرتا تو وہ فرعون کو حضرت موسیٰؑ کی پیروی سے روک دیتا۔ پس بگفتے۔ ہامان فرعون کو بھڑکانے کیلئے کہتا کہ اب تک تو آپ شاہِ مصر ہیں حضرت موسیٰؑ کی پیروی کے بعد آپ غلام بن جائینگے۔ خدیو۔ مصر کے بادشاہوں کا لقب ہے۔ ژندہ پوشے۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ کلیم۔ حضرت موسیٰؑ۔

۲ عقلِ تو۔ اب مولانا نے نصیحت شروع کی ہے کہ اے مخاطب تیری عقل تیری خواہش سے مغلوب ہے جس طرح فرعون ہامان سے مغلوب تھا۔ او بفن۔ یعنی خواہشِ نفسانی مکاری سے اس نصیحت کو ٹال دیتی ہے۔ کایں۔ ہوائے نفسانی عقل سے کہتی ہے کہ یہ بات باعمل نہیں ہے اس پر فریفتہ نہ ہو۔ وائے۔ اُس شاہ پر افسوس ہے کہ جس کا وزیر ہامان جیسا ہو ان دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ شاد۔ وہ شاہ قابلِ مبارکباد ہے جس کا آصف جیسا وزیرِ مشیرِ کار ہو۔

۳ شاہِ عادل۔ جب بادشاہ بھی منصف ہو اور وزیر بھی بھلا ہو تو نور بالائے نور ہے۔ چوں سلیماں۔ حضرت سلیمانؑ اور اُن کا وزیر آصف نور بالائے نور کا مصداق تھے۔ شاہ فرعون۔ شاہ فرعون ہو اور وزیر ہامان تو بدبختی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پس۔ ایسے شاہ کیلئے قیامت میں تاریکی بالائے تاریکی ہوگی

من ندیدم جز شقاوت در لئام | گر تو دیدستی رسان از من سلام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا | اگر تونے دیکھا ہے تو اُن کو میرا اسلام پہنچا دے

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل | عقلِ فاسد روح را آرد بہ نقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے | خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد | سحر آموزِ دو صد طاغوت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے | دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

عقلِ جزوی را وزیرِ خود مگیر | عقلِ کُل را ساز اے سلطاں وزیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا | اے شاہ! عقلِ کُل کو اپنا وزیر بنا

مر ہوا را تو وزیرِ خود مساز | کہ برآید جانِ پاکت از نماز
تو ہوا (و ہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا | کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائیگی

کایں ہوا پُر حرص و حالی بیں بود | عقل را اندیشہ یوم الدیں بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے | عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

عقل۲؎ را دو دیدہ در پایانِ کار | بہر آں گُل می کشد اُو رنجِ خار
عقل کی دونوں آنکھیں انجامِ کار پر ہوتی ہیں | وہ اُس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں | باد ہر خرطوم اخشم دور ازاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے | خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اُس سے دور رہے

ور چہ عقلت ہست با عقلِ دگر | یار باش و مشورت کُن اے پدر
اگرچہ تیری (بھی) عقل ہے لیکن، دوسری عقل کا | دوست بن جا، اے باوا! مشورہ کر لے

با دو عقل از بس بلاہا وا رہی | پائے خود بر اوجِ گردوں نہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پالیگا | اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

نشستن۳؎ دیو بر مقامِ سلیمان و تشبہ کردنِ او بکارہائے سلیمان و فرق ظاہر
حضرت سلیمان ؑ کی جگہ پر دیو کا بیٹھنا اور اُس کا حضرت سلیمان ؑ کے کاموں کی نقل اُتارنا

شدن میانِ دیو و سلیمان و دیو خود را سلیمان بن داود نام کردن
اور دیو اور حضرت سلیمان ؑ میں فرق ظاہر ہو جانا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد مقرر کرنا

سلیمانؑ کی جگہ بیٹھ گیا تھا محققین کے نزدیک محض افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں مولانا نے محض تمثیلاً اُس کو بیان فرمادیا ہے بہرحال مولانا یہ بتانا چاہتے ہیں کہ انسان کا دل بمنزلہ سلیمانؑ کی انگوٹھی کے ہے شیطان سے اسکی حفاظت ضروری ہے۔

۱؎ گرتو۔ اگر کمینوں میں تجھے کوئی سعادت نظر آئے تو اُس سے میرا اسلام کہہ دے۔ ہمچو جاں۔ شاہ بمنزلہ جان اور وزیر بمنزلہ عقل کے ہے اگر عقل خراب ہو جائے تو روح باقی نہیں رہتی ہے۔ عقل۔ عقل جو بمنزلہ فرشتہ ہے اگر وہ ہاروتی فطرت اختیار کرلے تو اسکے کارنامے خراب ہوتے ہیں۔ طاغوت۔ ہر وہ طاقت جو اللہ سے سرکشی کرے۔ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ کُل۔ وہ عقل جو ہوا و ہوس سے آزاد ہو۔ ہوا۔ خواہشِ نفسانی کو وزیر نہ بنا۔ کہ برآید۔ ورنہ تیری روح عبادت چھوڑ دے گی۔ کایں ہوا۔ انسان کی خواہشِ نفسانی حریص ہوتی ہے اور حالی یعنی دنیاوی معاملات کی فکر کرتی ہے، عقل آخرت کے معاملہ کو سوچتی ہے۔

۲؎ عقل را۔ عقل کی دو آنکھیں انجام پر نظر رکھتی ہیں۔ گُل۔ یعنی آخرت۔ خار یعنی دنیاوی مصائب۔ کہ۔ وہ پھول نہ بکھرتا ہے نہ جھڑتا ہے۔ اخشم۔ وہ انسان جس میں سونگھنے کی قوت نہ ہو۔ ور چہ۔ خواہ انسان میں خود بھی عقل ہو لیکن عقلِ کامل کو ضرور شریکِ مشورہ کرے۔ با دو عقل۔ خود انسان کی عقل اور عقلِ کامل دونوں مل کر مصائب سے نجات دلائینگی۔

۳؎ نشستن۔ یہ قصہ کہ صخر نامی دیو نے حضرت سلیمانؑ کی انگشتری چرالی تھی اور خود حضرت

دیوؔ گر خود را سلیمانؑ نام کرد — مُلک بُرد و مملکت را رام کرد

دیو نے اپنا نام سلیمانؑ رکھ لیا — مُلک لے اُڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

صورتِ کارِ سلیماں دیدہ بُود — صورت اندر سِرِّ دیوی می نمود

اُس نے حضرت سلیمانؑ کے کام کا ظاہر دیکھا تھا — شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

خلقؔ گفتند ایں سلیماں بے صفاست — از سلیماں تا سلیماں فرقہاست

لوگوں نے کہا یہ سلیمان، بے نور ہے — سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

اُو چو بیدار یست ایں ہمچو وَسَن — ہمچناں کہ آں حسن تا ایں حسن

وہ بیداری کی طرح، یہ نیند کی طرح ہے — جیسا کہ اُس حسن اور اِس حسن میں

دیوؔ میگفتے کہ حق بر شکلِ من — صورتے کرد ست خوش بر اہرمن

دیو کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے میری صورت پر — شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

دیو را حق صورتِ من دادہ است — تا ببیند از دِشمار او بشست

اللہ تعالیٰ نے دیو کو میری صورت دیدی ہے — تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسا لے

گر پدید آید بدعویٰ زینہار — صورتِ اُو را مدارید اعتبار

اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز — اُس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

دیوؔ شاں از مکر می گفتے ولیک — می نمود آں عکس در دلہائے نیک

دیو مکاری سے اُن سے کہتا تھا، لیکن — اُس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

نیستؔ بازی با ممیز خاصہ اُو — کہ بُود تمیز و عقلش غیب گو

دھوکا تمیز کر لینے والے کیساتھ ممکن نہیں خصوصاً وہ — کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتادے

ہیچؔ سحر و ہیچ تلبیس و دَغَل — می نہ بندد پردہ بر اہلِ دُوَل

کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب — پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

پسؔ ہمی گفتند با خود در جواب — باژگونہ می رَوی اے کج خطاب

پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے — اے ٹیڑھی بات کرنیوالے! تو اُلٹی چال چل رہا ہے

باژگونہ رَفت خواہی ہمچنیں — سُوئے دوزخ اسفل اندر سافلین

تو اسی طرح اُلٹا جائے گا — دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

اُوؔ اگر معزول گشتہ است و فقیر — ہست در پیشانیش بدرِ منیر

وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں — اُن کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

۵۱ دیو۔ صخر۔ رام۔ فرمانبردار۔ صورت۔ وہ دیو حضرت سلیمانؑ کے ظاہر کار سے واقف تھا حقیقت سے واقف نہ تھا تو اُس نے ظاہر کار کی نقل اُتارنی شروع کر دی لیکن اُن کاموں کا باطن شیطانی تھا۔ خلق۔ جب صخر نے سلیمانؑ ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنا نام بھی سلیمانؑ ظاہر کیا تو لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان تو بے نور ہے اور اُس سلیمان اور اُن سلیمان میں بہت فرق ہے اور اُن دونوں میں ایسا ہی فرق تھا جیسا کہ پہلے وزیر حَسَن اور دوسرے وزیر حَسَن میں فرق تھا۔

۵۲ دیو میگفتے۔ صخر کو جب شبہ ہوا کہ لوگ مجھ سے بدظن ہو کر اصل سلیمانؑ کی تلاش میں نہ لگ جائیں تو اُن کو بہکانے کے لئے کہنے لگا کہ اللہ نے ایک شیطان بھی میری صورت پر پیدا کیا ہے کبھی وہ آکر کچھ کام کر دیتا ہے تو اُس کی وجہ سے مجھ پر بدگمانی نہ کرنا۔ دیو۔ وہ صخر اُنسے یہ باتیں کرتا تھا لیکن نیک لوگوں پر اُسکی اصلیت کا عکس پڑ رہا تھا۔ نیست۔ نیک لوگوں کیساتھ مکر کرنا آسان نہیں ہے۔ ہیچ۔ جو لوگ آخرت کی دولت کے مالک ہیں اُنکی عقلوں پر کوئی جادو، مکاری اور فریب پردہ نہیں ڈال سکتا۔

۵۳ پس۔ اُس صخر کی تقریر پر وہ توجہ نہیں کرتے اور کہتے کہ تیری سب باتیں غلط ہیں اور تیری چال اُلٹی ہو۔ باژگونہ۔ تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں اُلٹا گر جائیگا۔ اُو۔ حضرت سلیمانؑ اگرچہ اِس وقت سلطنت سے معزول ہیں اور گدا ہیں لیکن اُنکی پیشانی میں نورِ نبوت ہے۔

تو[1] اگر انگشتری را بُردۂ ... دوزخی چوں زمہریر افسُردۂ

تونے اگر انگوٹھی اُڑالی ہے ... تو دوزخ ہے، زمہریر کیطرح ٹھٹھرا ہوا ہے

ما ببُوش و عارِض و طاق و طرب ... سَر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سُنب

ہم کرّ و فر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے ... سَر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

وَر بغفلت ما نہیم اُو را جبیں ... پنجۂ مانع بر آید از زمیں

اگر ہم غفلت سے اُسکے سامنے پیشانی رکھدیں ... روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہوگا

کہ منہ آں سَر مرایں سَر زیر را ... ہیں مکُن سجدہ مرایں اَدبیر را

کہ اس اوندھے کے لئے سَر نہ جھکا ... خبردار! اِس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

کردمے من شرحِ[2] ایں بس جانفزا ... گر نبُودے غیرت و رَشکِ خدا

میں اِس کی پُر لُطف تشریح کرتا ... اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

ہم قناعت کُن تو بپذیر ایں قدر ... تا بگویم شرحِ ایں وقتِ دگر

تو بھی قناعت کر اور اِس مقدار کو قبول کرلے ... جب تک کہ میں اُسکی دوسرے وقت شرح کروں

نامِ خود کردہ سُلیمانے نبی ... رُوی پوشی می کُند بر ہر صبی

اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر ... ہر بچہ کے لئے (داخلی) روپوشی کرلیتا ہے

در گذر از صورت و از نام خیز ... از لقب و ز نام در معنیٰ گریز

صورت سے آگے بڑھ اور محض نام سے دستبردار ہوجا ... لقب اور نام کی بجائے باطن کیطرف جا

پس[3] بپرس از خُلق و ز افعالِ اُو ... در میانِ خُلق و فعل اُو را بجُو

اُس کے اَخلاق اور اَفعال دریافت کر ... اَخلاق اور اَفعال کے درمیان اُسکو تلاش کر

کارِ ہر کس نیست ہیں در کش لگام ... مسجدِ اقصیٰ بساز و کُن تمام

خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے ... مسجدِ اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

شُد تمام القصہ مسجد بے فتور ... بُد سُلیمانؑ زائر و مسجد مزور

قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہوگئی ... (حضرت) سلیمان زیارت کرنیوالے اور مسجد زیارتگاہ تھی

در آمدن ہر روز سُلیمان علیہ السّلام در مسجدِ اقصیٰ بعد از تمام شُدن بجہت عبادت و

مکمل ہوجانیکے بعد ہر روز حضرت سلیمان کا مسجد میں آنا عبادت کیلئے اور عبادت گذاروں اور اعتکاف کرنیوالوں

اِرشادِ عابداں و مُعتکفاں و رُستن عقاقیر در مسجد و با آنحضرت علیہ السّلام بسخن در آمدن

کی رہنمائی کےلئے اور بوٹیوں کا مسجد میں اُگنا اور آنحضرت علیہ السّلام کے ساتھ باتیں کرنا

---

[1] تو اگر۔ اُن لوگوں نے دل میں یہ بھی کہا کہ اگرچہ تو نے انگوٹھی چُرا کر حضرت سلیمانؑ کے تخت پر قبضہ کرلیا ہے لیکن تو دوزخ کا زمہریری حصہ ہے۔ بُوش۔ کرّ و فر۔ عارض۔ لشکر، رخسار۔ طاق و طرب۔ طاق و طرم ہی کی بدلی ہوئی صورت ہے، شان و شوکت۔ سُنب۔ سُم، پاؤں۔ ور بغفلت۔ اگر سجدے سے تعظیم بھی کریں تو غیبی پنجہ ہمارے لئے مانع آتا ہے۔ سَر زیر۔ اوندھا۔ اَدبیر۔ اِدبار کا امالہ ہے۔

[2] شرح ایں۔ یعنی اِس کی تشریح کہ اللہ تعالٰے ... شیاطین کو کیوں مواقع عنایت کرتا ہے اور اُنکو ڈھیل دینے میں کیا اسرار ہیں، غیرتِ خداوندی اِس تشریح کے لئے مانع ہے۔ نامِ خود۔ شیطان، اپنا اچھا نام رکھ کر لوگوں کو دھوکے دیتا ہے۔ صبی۔ یعنی ناتجربہ کار۔ در گذر۔ انسان کو چاہیئے کہ منقطع صورت اور بڑے القاب سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ باطنی اوصاف کو دیکھے۔

[3] پس۔ انسان کو اُسکے اَخلاق اور اُسکے کارناموں سے پہچان محض صورت اور نام سے دھوکہ نہ کھا۔ کارِ ہر کس نیست۔ اِس طرح مردم شناسی ہر آدمی کا کام نہیں ہے۔ در کش لگام۔ یعنی اب یہ بات ختم کر اور مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر کی بات کر۔ فتور۔ خرابی۔ مزور۔ جسکی زیارت کیجائے۔ عقاقیر۔ عقار کی جمع ہے دواؤں کی جڑی بوٹیاں۔

چوں سلیمانِ نبی شاہِ اَنام
جب شاہِ عالم سلیمانؑ نبی نے
ساخت مسجد را و فارغ شد تمام
مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

ہر صباح اُو را وظیفہ ایں بُدے
ہر صبح کو اُن کا یہ معمول تھا
کامدے در مسجدِ اقصیٰ شُدے
کہ آتے، مسجدِ اقصیٰ میں جاتے

نَو گیاہے رُستہ دیدے اندرُو
اُس میں نیا بوٹا اُگا ہوا دیکھتے
پس بگفتے نام و نفعِ خود بگو
تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

تو چہ دارُوئی چہ نامت چیست
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟
تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس کے لئے مُضر اور کس کیلئے نفع رساں ہے؟

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی
کہ من آنرا جانم و ایں را حِمام
کہ میں اُس کے لئے جان اور اِس کیلئے موت ہوں

من مر ایں را زہرم و آں را شکر
میں اِسکے لئے زہر اور اُس کے لئے شکر ہوں
نامِ من اینست بر لوحِ قدر
لوحِ محفوظ میں میرا یہ نام ہے

پس سُلیمان یا حکیماں زاں گیا
پھر (حضرت) سلیمانؑ طبیبوں سے اُس بوٹی کے
شرح کردے نفع و ضرش اے کیا
نفع اور نقصان کی شرح کرتے اے بڑے!

پس طبیباں از سلیمانؑ آں گیا
تو طبیب (حضرت) سلیمانؑ کی وجہ سے اُس بوٹی کے بارے میں
عالِم و دانا شُدند و مُقتدا
عالم اور دانا اور مقتدا بنے

تا کُتبہائے طبیبی ساختند
یہاں تک کہ انھوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں
جسم را از رنج می پرداختند
بدن کو مرض سے نجات دلائی

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے
عقل و حس را سُوئے بے سُو رہ کجاست
عقل و حس کیلئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

عقلِ جزوی عقلِ استخراج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے
جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ضرورتمند اور فن کو قبول کر لینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

قابلِ تعلیم و فہم ست ایں خرد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے
لیک صاحب وحیِ تعلیمش دہد
لیکن اُس کو صاحبِ وحی تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود
یقیناً تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں
اوّلِ اُو لیک عقل آں را فزود
اُن کی ابتداء، لیکن عقل نے اُن کو بڑھایا ہے

۱ اَنام۔ مخلوق۔ وظیفہ۔ معمول۔ نَو گیاہے۔ یعنی حضرت سلیمانؑ کوئی نئی بوٹی اُگی ہوئی دیکھتے تو اُس سے اُس کا نام اور نفع و نقصان دریافت کرتے۔ پس بگفتے۔ وہ جڑی بوٹی اپنا نام اور اپنے افعال و خواص حضرت سلیمانؑ کو بتا دیتی۔ لَوح۔ تختی۔ قدر۔ قضا و قدر۔ گیا۔ بوٹی۔

۲ پس۔ طبیب حضرت سلیمانؑ سے اُس بوٹی کے افعال و خواص سیکھ لیتے تھے۔ تا کتبہائے۔ اسکے بعد طبی کتابیں تصنیف ہوئیں جس سے جسمانی بیماریوں کے علاج کرنے لگے۔ ایں نجوم۔ غرضکہ سب علوم کی ابتدا وحی کے ذریعہ ہوئی ہے حدیث شریف ہے۔ اِنَّ نَبِیًّا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ کَانَ یَخُطُّ خَطًّا فَمَنْ وَافَقَ خَطَّہٗ... صَدَقَ وَمَنْ لَمْ یُوَافِقْ کَذَبَ یعنی ایک نبی لکیر کھینچتے تھے (جس سے آئندہ کے واقعات معلوم ہو جاتے تھے) پس جس (رمّال اور جفّار اور منجّم) کی لکیر اُن کی لکیر کے مطابق ہوتی ہے وہ درست ہے اور جس کی مخالف ہوتی ہو وہ غلط ہے۔

۳ عقلِ جزوی۔ عام انسانی عقل۔ استخراج۔ یعنی علم کا ایجاد کرنا۔ قابلِ تعلیم۔ یعنی عام عقلِ انسانی میں سیکھنے کی صلاحیت ہے اور صاحبِ وحی اُس کو سکھا دیتا ہے۔ لیک عقل۔ حکماء اور فلاسفہ نے اُن علوم پر اضافے کئے ہیں۔

[۱] ہیچ حرفت را ببیں کایں عقلِ ما — تاندِ او آموختن بے اوستا

دیکھ! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ — کیا وہ بغیر اُستاد کے سیکھ سکتی ہے؟

گرچہ اندر مکر موی اشگاف بُد — ہیچ پیشہ رام بے اُستا نشد

اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی — کوئی پیشہ اُستاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

دانشِ پیشہ ازیں عقل ار بُدے — پیشۂ بے اوستا حاصل شُدے

پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا — (تو) پیشہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جاتا

[۲] آموختن پیشۂ گورکنی قابیل از زاغ پیش از آنکہ در عالم

قابیل کا قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھنا، اس سے پہلے کہ دنیا میں

عِلمِ گورکنی بُود

قبر کھودنے کا علم ہوا

کندنِ گورے کہ کمتر پیشہ بُود — کے ز فکر و حیلہ و اندیشہ بُود

قبر کھودنا، جو معمولی پیشہ ہے — کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

گر بُدے ایں فہم مر قابیل را — کے نہادے بر سر او ہابیل را

اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی — (تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

کہ کجا غائب کنم ایں کُشتہ را — ایں بخون و خاک در آغشتہ را

کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟ — اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

[۳] دید زاغے زاغِ مُردہ در دہاں — بر گرفتہ تیز می آمد پراں

اس نے دیکھا کہ ایک کوّا مُردہ کوّے کو منہ میں — لئے تیزی سے اُڑا آ رہا ہے

از ہوا زیر آمد و شد او بفن — در پئے تعلیم او را گورکن

وہ ہوا سے نیچے اُترا اور ہنرمندی سے بنا — قبر کھودنے والا اُس کو سکھانے کیلئے

پس بچنگال از زمیں انگیخت گرد — زود زاغِ مُردہ را در گور کرد

پھر اُس نے زمین سے پنجے کے ذریعہ مٹی کھودی — جلدی سے مرے ہوئے کوّے کو قبر میں رکھ دیا

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک — زاغ از الہامِ حق بُد علمناک

اس کو دفن کر دیا پھر اُس کو مٹی سے چھپا دیا — کوّا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

گفت قابیل آہ شُہ بر عقلِ من — کہ بُود زاغے ز من افزوں بفن

قابیل نے کہا آہ، میری عقل پر افسوس ہے — کہ کوّا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

۱ ہیچ حرفت۔ کوئی دستکاری بغیر اُستاد کے نہیں سیکھی جا سکتی۔ گرچہ۔ عقل اگرچہ موشگافیاں کرتی ہے لیکن بغیر اُستاد کے کوئی پیشہ نہیں سیکھ سکتی۔ دانشِ پیشہ۔ کسی پیشہ کا جاننا اگر محض عقل کی وجہ سے ہوا کرتا تو وہ بغیر اُستاد کے حاصل ہو جایا کرتا۔

۲ آموختن۔ قابیل نے قبر کھودنے کا پیشہ کوّے سے سیکھا۔ گورکنی۔ قبر کھودنا۔ کے ز فکر۔ خود قابیل کے غور و فکر سے اُسکو حاصل نہ ہو سکا۔ قابیل۔ حضرت آدم کا لڑکا جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا تھا۔ کے نہادے۔ قتل کے بعد اُس کی نعش سر پر لئے پھر رہا تھا۔ ایں کُشتہ۔ یعنی ہابیل۔

۳ دید۔ اس قابیل نے دیکھا کہ کوّا ایک مُردہ کوّے کو لایا اور اُس نے زمین کھود کر اُس کو دفن کیا تو اُس کوّے سے قابیل کو قبر کھودنے کا ہنر آیا۔ گورکن۔ قبر کھودنے والا۔ چنگال۔ پنجہ۔ علمناک۔ علم والا، عالم۔ شُہ۔ تُف۔

عقلِ کُل را گفت مَازاغ البصر[۱]
عقلِ کُل کیلئے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں"
عقلِ جُزوی می کُند ہر سُو نظر
جُزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

عقلِ مازاغ ست نُورِ خاصگاں
"مازاغ" والی عقل خاصانِ (خدا) کا نور ہے
عقلِ زاغ اُستادِ گورِ مُردگاں
کوّے کی عقل مُردوں کی قبر کی اُستاد ہے

جاں کہ اُو دُنبالۂ زاغاں پَرَد
وہ جان جو کوّوں کے پیچھے اُڑے
زاغ اُو را سُوئے گورستاں بَرَد
کوّا اُس کو قبرستان کی جانب لے جائیگا

ہیں مَرو اندر پے[۲] نفسِ چو زاغ
خبردار! کوّے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ
کو بگورستاں بَرَد نے سُوئے باغ
جو قبرستان کی طرف لیجاتا ہے نہ کہ باغ کیجانب

گر رَوی رَو در پے عنقای دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ
سُوئے قاف و مسجدِ اقصای دل
دل کی مسجدِ اقصیٰ اور (کوہِ) قاف کیجانب (جا)

نو گیاہے ہر دم از سودای تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت
می دَمد در مسجدِ اقصای تو
تیری مسجدِ اقصیٰ میں اُگتی ہے

تو سُلیمانؑ وار دادِ اُو بدہ
تو (حضرت) سلیمانؑ کی طرح اُس کی قدر کر
پے بَرَاز وَے پای رَد بر وے مَنہ
اُس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اُس پر نہ رکھ

زانکہ حالِ ایں زمینِ با ثبات
کیونکہ اِس پائدار زمین کی مٹی کا حال
باز گوید با تو انواعِ نبات
بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہدیں گی

در زمیں[۳] گر نے شکر ور خود نیست
زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل
ترجمانِ ہر زمیں نبتِ وَیست
ہر زمین کی پیداوار اُس کی ترجمان ہے

پس زمینِ دل کہ نبتش فکر بُود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا
فکرہا اسرارِ دلہا را نمُود
خیالات نے دل کے راز ظاہر کردیئے

گر سخن کش یابم اندر انجمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھوں
صد ہزاراں گُل بروئیم در چمن
چمن میں لاکھوں پھول اُگا دوں

ور سخن کُش یابم آں دم زن بمزد
اگر میں اُس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں
میگریزد نکتہا از دل چو دُزد
(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

۱ عقلِ کُل۔ آنحضورؐ کی عقل کامل تھی قرآن میں آپ کے بارے میں فرمایا گیا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی یعنی آنحضورؐ کی نگاہ نہ کج ہوئی نہ اُس نے سرکشی کی۔ عقلِ جُزوی۔ عام انسانی عقل۔ عقلِ مازاغ۔ جو عقل صحیح کام کرتی ہے وہ خاصانِ خدا کا نور ہے جو اُن کو عطا کر دیا گیا ہے۔ عقلِ زاغ۔ کوّے کی عقل تو اتنی ہی ہے کہ وہ قابیل کو گورکنی سکھا سکی۔ زاغاں شیاطین بنا دئی شیوخ۔

۲ ہیں مرو۔ تیرا نفس بھی چالاکی میں کوّا ہے اُسکے پیچھے نہ لگ، ورنہ تجھے گورستان میں پہنچا دیگا۔ عنقاء دل۔ دل چونکہ اسرار کا مرکز ہے اُس کے پیچھے چل۔ قاف۔ پہاڑ کا نام ہے جو عنقا کا مقام مانا گیا ہے۔ نو گیاہے۔ تیرا دل مسجدِ اقصیٰ ہے اُس کے خیالات وہ بوٹیاں ہیں جو مسجدِ اقصیٰ میں اُگی تھیں۔ تو سلیمان وار جس طرح حضرت سلیمانؑ اُن بوٹیوں سے علم حاصل کرتے تھے تو بھی اپنے خیالات سے دل کا علم حاصل کرتا رہ۔ زانکہ۔ جس طرح کے خیالات پیدا ہونگے اُس سے قلب کی حالت کا اندازہ لگالے۔

۳ در زمیں۔ زمین کی اچھائی اور بُرائی کا معیار اُسکی پیداوار ہے جو زمین گنا اگائے وہ بہتر ہے اور جو زمین نرکل اگائے وہ خراب ہے۔ زمینِ دل۔ خیالات دل کی زمین کی پیداوار ہیں اُن سے دل کی اچھائی بُرائی معلوم ہو جائیگی۔ گر سخن کش۔ اگر مجلس میں سخن فہم ہوتے ہیں تو کہنے والے کا دل کھلتا ہے۔ ور سخن کُش۔ اگر سامعین نا فہم ہوں تو نکتے فرار اختیار کر لیتے ہیں۔

مُستمعؔ چوں نیست خاموشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے، چُپ رہنا بہتر ہے
نکتہ از نااہل گر پوشی بہ است
اگر نکتہ کو تُو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

جُنبشِ ہر کس بسُوی جاذبست
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے
جذبِ صادق نے چو جذبِ کاذبست
سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

می رَوی گہ گمرہ و گہ در رَشَد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہِ راست پر
رشتہ پیدا نے و آں کت می کَشَد
نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

اُشترے کوری مہارِ تو رہیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے
تو کشش می بیں مہارت را مبیں
تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

گر شُدے محسوس جذّابِ مُہار
اگر مُہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا
پس نماندے ایں جہاں دار الغرار
تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

گبر دیدے کُو پئے سگ می رَوَد
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کُتے کے پیچھے جا رہا ہے
مسخرۂ دیوِ سیہ رُو می شود
سیاہ رُو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

در پئے اُو کے شُدے ہمچوں اسیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را وا کشیدے طفلِ پیر
یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

در پئے اُو کے شُدے مانندِ حیز
ہیجڑے کی طرح اُس کے پیچھے کب جاتا؟
پائے خود را وا کشیدے گبرِ نیز
کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

گاؤ اگر واقف ز قصّاباں بُدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی
کے پئے ایشاں بداں دکّاں شُدے
(تو) کب اُنکے پیچھے اُس دکان تک جاتی

یا بخوردے از کفِ ایشاں سُبوس
یا کب اُنکے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟
یا بدادے شیر شاں از چاپلوس
یا پیار سے، کب اُن کو دودھ دیتی؟

ور بخوردے کے عَلف ہضمش شُدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اُس کو کب ہضم ہوتا؟
گر ز مقصودِ علف واقف بُدے
اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

پس ستونِ ایں جہاں خود غفلت است
تو اِس دنیا کا ستون خود غفلت ہے
چیست دولت کایں دوادو بالت است
دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کیساتھ

اَوّلش دَوْدَو بآخر لَتْ بخور
اُس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے
جُز دریں ویرانہ نبود مرگِ خر
اِس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

۱؎ مُستمع۔ جب سننے والوں میں اہلیت نہ ہو تو خاموشی بہتر ہے اسرار و حکم نااہلوں کو سنانے چاہئیں۔ جُنبش۔ سننے والے کا جذبہ مضامین کی کشش کا سبب ہے، اور جذبہ بھی صادق ہونا ضروری ہے۔ می رَوی جسطرح ظاہری کشش ہو اسیطرح ایک پوشیدہ کشش ہو جو کبھی سیدھا چلاتی ہے کبھی ٹیڑھا اور انسان بندھا ہوا ہے لیکن نہ بندش نظر آتی ہے اور نہ کھینچنے والا۔ اُشتر۔ انسان کی مثال اندھے اونٹ کی سی ہے جس کی مہار دوسرے کے قبضہ میں ہوتی ہے انسان کو کھینچنے والے کی طرف دھیان دینا چاہیئے۔

۲؎ گر شُدے۔ اگر انسان کا غیر محسوس مُہار کھینچنے والا ظاہر ہو جائے تو دنیا دھوکے کا گھر نہ رہے۔ جذّاب۔ کھینچنے والا۔ دار الغرار۔ دار الغرور دھوکے کا گھر۔ گبر۔ کافر کو گمراہی کی طرف کھینچنے والا رُو سیاہ کتا شیطان ہے۔ در پئے۔ پھر وہ کافر کبھی اس کا اتباع نہ کرتا۔ حیز نامرد۔ گبر۔ یعنی کافر۔

۳؎ گاؤ۔ گائے اگر قصائی کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو کبھی بھی اسکے پیچھے اسکی دکان تک نہ جائے نہ اسکے ہاتھ سے چارہ کھائے نہ اسکو دودھ پلائے۔ ور بخوردے۔ اگر مجبوری میں قصائی کے ہاتھ کی گھاس کھاتی تو کبھی ہضم نہ ہوتی علف۔ چارہ۔ پس۔ دنیا کا بقا اور کاروبار اسی غفلت سے چل رہا ہے ورنہ دنیا کی دولت کا خلاصہ بھاگ دوڑ اور مار پیٹ کے سوا کچھ نہیں ہو۔ دَو دَو بھاگ

تو بجِدّ[1] کارے کہ بگرفتی بدست — عیبش ایں دم بر تو پوشیدہ شدست

تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے — اس وقت تجھ پر اُس کا عیب پوشیدہ ہے

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار — کہ بپوشید از تو عیبش کردگار

اسی وجہ سے تو اُس میں مصروف ہو سکا ہے — کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اسکا عیب پوشیدہ کھا ہے

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں — عیب آں فکرت شُدست از تو نہاں

اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سر گرم ہے — تیرے اُس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

بر تو گر پیدا شُدے زاں عیب و شین — زُو رمیدے جانت بُعد المشرقین

اگر اُس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا — تیری جان اُس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

حال[2] کآخر زو پشیماں می شوی — گر شود ایں حالت اوّل کے دَوی

وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے — اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

پس بپوشید اوّل آں بر جانِ ما — تا کنیم آں کار بر وفقِ قضا

(اللہ نے) شروع میں اُس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے — تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

چوں قضا آورد حُکمِ خود پدید — چشم وا گشت و پشیمانی رسید

جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا — آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

ایں پشیمانی قضائے دیگرست — ایں پشیمانی بہل حق را پرست

یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے — اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

ور کُنی عادت پشیماں خود شوی — زیں پشیمانی پشیماں تر شوی

اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خود بنجائیگا — اس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہوگا

نیمِ عُمرت[3] در پریشانی شوَد — نیمِ دیگر در پشیمانی رَوَد

تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائیگی — باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

ترکِ ایں فکر و پشیمانی بگو — حال و یار و کارِ نیکو تر بجو

اِس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ — اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

ور نہ داری کارِ نیکو تر بدست — پس پشیمانیت بر فوتِ چہ است

اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے — تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

انسان کو اچھے عمل، اچھی صحبت اختیار کرنی چاہیئے۔ ورنہ داری۔ اگر یہ ہے کہ تیرے پاس کوئی نیک کام موجود ہی نہیں ہے اِس لئے تو تُجھے کام کی شرمندگی میں وقت گذار رہا ہے تو پھر یہ بتا کہ تو شرمندہ کس کام کے چھوٹنے پر ہو رہا ہے۔

[1] تو بجِدّ۔ آدمی جس کام میں محنت اور کوشش سے لگتا ہے خدا اُس کام کے عیب اُس سے مخفی رکھتا ہے تب ہی وہ لگا رہتا ہے۔ ہمچنیں۔ یہ بات صرف کام میں ہی نہیں ہے فکر و خیال میں بھی ہے۔ بر تو۔ اگر اُس خیال کا عیب ظاہر ہو جائے تو آدمی اس سے کوسوں بھاگے۔ بُعد المشرقین۔ وہ فاصلہ جو مشرق اور مغرب میں ہے۔

[2] حال۔ جس حالت اور کیفیت سے انسان آخر میں شرمندہ ہوگا اگر ابتداءً اُس کی کیفیت معلوم ہو جائے تو اُس میں کبھی نہ لگے۔ قضا۔ قضاءِ خداوندی کا تقاضا یہی ہے کہ کام اور خیال کی بُرائی انسان پر ظاہر نہ ہو ورنہ قضا کے مطابق کام نہ کر سکے گا۔ ایں پشیمانی۔ ایک تو وہ کام تقدیر میں تھا پھر یہ پریشانی ایک دوسری قضاءِ خداوندی ہے۔ ایں پشیمانی۔ گناہ پر شرمندہ ہونا زیادہ مفید نہیں ہے بلکہ اعمالِ صالحہ میں لگنا زیادہ مفید ہے۔ ور کُنی۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی میں پھنس کر رہ گیا تو انجام کار اس شرمندگی سے اس کو اور شرمندگی ہوگی۔

[3] نیم عُمرت۔ اگر انسان گناہوں پر شرمندگی ہی اپنا شیوہ بنائے گا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ آدھی عمر تو کاموں کی پریشانی میں گندری اور آدھی شرمندگی میں گذری کوئی نیک عمل اُس کے ہاتھ نہ آیا۔ ترک۔ پشیمانی کی عادت چھوڑ کر

گر ہمی[۵۱] دانی رہِ نیکو پرست — وَرنہ دانی چوں بدانی کایں بدست

اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر — اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ بُرا ہے؟

بَد ندانی چوں ندانی نیک را — ضد را از ضد تواں دیدا ے فتیٰ

جبتک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا بُدی کو نہ سمجھیگا — اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جا سکتا ہے

چوں ز ترکِ فکرِ ایں عاجز شُدی — از گنہ آنگاہ ہم عاجز بُدی

جبکہ تو اِس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہو گیا ہو — اُس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

چوں بُدی عاجز پشیمانی ز چیست — عاجزی را باز جُو کز جذب کیست

جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کاہے کی ہے؟ — عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

عاجزی بے قادری اندر جہاں — کس ندید ست و نباشد ایں بداں

عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں — یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوگی

ہمچنیں[۵۲] ہر آرزو کہ می بَری — تو ز عیبِ آں حجابے اندری

اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے — تو اُس کے عیب سے پردہ میں ہے

ور نمودے علتِ آں آرزو — خود رَمیدے جانِ تو از جُستجو

اگر اللہ (تعالیٰ) اُس آرزو کا عیب نمودار کر دیتا — تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

گر نمودے عیبِ آں کار اُو ترا — کس نبردے کش کشاں آنسو ترا

اگر اُس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کر دیتا — کوئی کھینچ تان سے تجھے اُدھر نہ لے جا سکتا

واں دگر کارے کز اں ہستی نفُور — زاں بُود کہ عیبش آمد در ظہور

وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے — اِس وجہ سے ہے کہ اُس کا عیب ظاہر ہو گیا ہو

اے خدائے[۵۳] رازدانِ خوش سخن — عیبِ کارِ بد ز ما پنہاں مکُن

اے رازداں، شیریں کلام خدا! — بُرے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

عیبِ کارِ نیک را منما بما — تا نگردیم از روش سَرد و ہَبا

ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا — تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

ہم بر آں عادت سُلیمانِ سَنی — رَفت در مسجد میانِ روشنی

بزرگ سلیمان ؑ اسی عادت کے مطابق — (صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

---

۵۱ گر ہمی دانی۔ اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہے تو اُس پر چل اور اگر تجھے نیک راستہ معلوم ہی نہیں ہے تو تو نے یہ کیسے سمجھا کہ تو غلط راستہ پر تھا۔ بد ندانی۔ جو شخص بدی کو نہیں سمجھتا ہے وہ نیکی کو نہیں سمجھ سکیگا اس لئے کہ ایک چیز کو اُس کی ضد سے جانا جا سکتا ہے۔ چوں ز ترک۔ ہماری نصیحت ہے کہ شرمندگی ختم کر کے عمل شروع کر۔ اگر تو یہ کہے کہ شرمندگی ختم کرنے سے میں عاجز ہوں تو ایسا عجز تو گناہ چھوڑنے پر بھی تھا لہٰذا تیرا گناہ اضطراری ہوا، اور اضطراری فعل پر شرمندگی لغویات ہے۔ عاجزی۔ تیری عاجزی قضائے خداوندی سے اختیار کے سلب ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ عاجزی۔ انسان کا عجز، قدرت سلب ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

۵۲ ہمچنیں۔ مولانا پھر پہلے مضمون کو بیان کرتے ہیں کہ انسان کی ہر تمنا اِس بنا پر ہے کہ اُس کا عیب اُس سے پوشیدہ ہے۔ علت۔ عیب۔ کس نبردے۔ اگر اُس آرزو کا عیب واضح ہو جائے تو پھر انسان کھینچنے سے بھی اُدھر نہ جائے۔ واں دگر جس کام سے انسان کو نفرت ہوتی ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ اُس کا عیب انسان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔

۵۳ اے خدا مولانا نے یہاں سے مناجات شروع کر دی ہے کہ اے اللہ بُرے کاموں کے عیب کو ہم سے مخفی نہ رکھ اور نیک کام میں کوئی عیب رونما نہ کر۔ ہبا۔ ذرہ، یعنی ناچیز۔ ہم برآں۔ حضرت سلیمان ؑ اپنی عادت کے مطابق صبح صادق کے بعد مسجدِ اقصیٰ جاتے تھے اور نئی بوٹی تلاش کرتے تھے۔ تاکہ اُس سے اُس کے فوائد اور مضرات معلوم کریں۔

قاعدہ ہر روز رامی جُست شاہ — کہ بہ بیند مسجد اندر نوگیا

روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے — تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

دلِ[1] بہ بیند سرِ بداں چشمِ صفی — آں حشایش کہ شُد از عامہ خفی

مصفیٰ آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز — اُن بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

قصہ صوفی کہ درمیانِ گلستاں سر بزانو نہادہ مُراقب بُود یارانش

اُس صوفی کا قصہ جو باغ میں زانو پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں تھا، اُس کے دوستوں

گفتند سر برآر و تفرّج کن گلستان و رَیاحین و مُرغان را کہ

نے کہا کہ سر اُٹھا باغ اور پھولوں اور پرندوں کی سیر کر کیونکہ (حکم ہے) اللہ کی

فَانظُرُوا اِلیٰ آثارِ رحمۃ اللّٰہ و جوابِ گفتن صوفی یاراں را

رحمت کی نشانیوں پر نظر کرو اور صوفی کا دوستوں کو جواب دینا

صوفیئے در باغ از بہرِ کشاد — صوفیانہ رُوی بر زانو نہاد

ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے — صوفیوں کے طریقہ پر مُنھ زانو پر رکھ دیا

پس فرو رفت اُو بخود اندر نغُول — شد ملول از صورتِ خوابش فضُول

وہ گہرائی میں اُتر گیا — ایک لغو انسان اُسکی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہوگیا

کہ چہ خُسپی[2] آخر اندر رز نگر — ایں درختاں بیں و آثارِ خضر

کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ — ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

اَمرِ حق بشنو کہ گفت ست اُنظُروا — سُوی ایں آثارِ رحمت آر رُو

اللہ (تعالیٰ) کا حکم سُن اُسنے فرمایا ہے اس کو دیکھ — رحمت کے اِن آثار کی جانب رُخ کر

گفت آثارش دلست اے بوالہوس — آں بروں آثارِ آثارست و بس

اُس نے کہا اے بُوالہوس اُسکے آثار دل ہے — وہ باہر نقط آثار کے آثار ہیں

باغہا و سبزہا در عینِ جاں — بر بروں عکسش چو در آبِ رواں

باغات اور سبزے جان میں ہیں — باہر اُس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

آں[3] خیالِ باغ باشد اندر آب — کہ کُند از لطفِ آب آں اضطراب

پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے — جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

باغہا و میوہا اندر دل ست — عکسِ لطفِ اُو بریں آب و گل ست

باغات اور پھل دل کے اندر ہیں — اُسکی لطافت کا عکس اِس پانی اور مٹی پر ہے

---

[1] دل بہ بیند جس طرح حضرت سلیمانؑ بوٹیوں سے اُنکے حالات معلوم کرلیتے تھے اسیطرح صوفی اپنے دل کی مُصفّیٰ آنکھوں سے معارف کا راز دیکھ لیتا ہے۔ حشائش حشیش کی جمع ہے، گھاس۔ تفرّج۔ تفریح۔ ریاحین۔ ریحان کی جمع ہے، ہر خوشبودار پودا۔ کشاد۔ کشادگی، تفریحِ طبع۔ نغول۔ گہرائی۔

[2] چہ خُسپی۔ اس شخص نے مراقبہ کو سونے سے تعبیر کیا۔ رَز۔ انگور۔ خضر۔ سبزہ۔ امرِ حق قرآن پاک میں ہے۔ فَانظُرُوا اِلیٰ آثَارِ رَحمَۃِ اللّٰہِ کَیفَ یُحیِی الاَرضَ بَعدَ مَوتِھَا۔ پس تم دیکھو اللہ کی رحمت (بارش) کے آثار (نباتات) کو وہ کس طرح زمین کو زندہ کر دیتا ہے اُسکے مُردہ ہوجانیکے بعد۔ گفت اُن صوفی نے کہا کہ دراصل رحمت کے آثار دل کے آثار ہیں جن کا مراقبہ میں مشاہدہ ہوتا ہے اور یہ دنیا کے باغ و بہار دل کی نشانیوں کے نشانات ہیں اور جس طرح اس باغ و بہار کا عکس اس نہر میں نظر آتا ہے جو باغ میں رواں ہے اسی طرح یہ باغ و بہار دل کے آثار کا عکس ہیں۔

[3] آں خیال۔ جو پانی میں نظر آتا ہے وہ اصل نہیں ہوتا بلکہ صرف عکس ہوتا ہے۔ باغہا۔ کائنات میں ہر چیز کسی صفتِ خداوندی کا مظہر ہے اور قلبِ انسانی تمام صفات کا مظہر ہے لہٰذا اصل وہ آثار ہیں جو دل میں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ کائنات اِس سے درجہ دوم کی چیز ہے لہٰذا یہ اس کا عکس ہے جیسا کہ اس کا عکس پانی میں پڑتا ہے۔

گر نبودے عکسِ آں سَروِ سُرور
(اگر یہ) اُس سُرور کے سَرو کا عکس نہ ہوتا

پس نخواندے ایزدش دارُالغُرور [1]
تو اُس کو اللہ تعالیٰ، دھوکے کا گھر نہ فرماتا

ایں غُرور آنست یعنی آں خیال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس

ہست از عکسِ دل و جانِ رجال
انسانوں کے دل اور جاں کا عکس ہے

جُملہ مغروراں بریں عکس آمدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے اِس عکس پر جمع ہیں

برگمانے کایں بُوَد جنّت کدہ
اِس گمان سے کہ یہ جنّت کدہ ہوگا

می گریزند از اصولِ باغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں

بر خیالے می کُنند ایں لاغہا
یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

چونکہ خوابِ غفلت آید شاں بسر
جب اِن کی غفلت کی نیند ختم ہوگی

راست بینند و چہ سُود ست آں نظر
ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن)، وہ دیکھنا کیا مفید ہے

پس بگورستاں غریو افتاد وآہ
قبرستان میں، بہت شور اور آہ ہے

تا قیامت زیں غلط واحسرتاہ
قیامت تک اِس غلطی سے، افسوس

اے خُنک آنکس کہ پیشِ مرگ مُرد [2]
وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے، جو مرنے سے پہلے مرگیا

یعنی اُو از اصلِ ایں رز بوئے بُرد
یعنی اُس کو اِس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

قصۂ رُستنِ خرّوب در گوشۂ مسجدِ اقصیٰ و غمگین شُدنِ سُلیمان علیہ السّلام ازاں چوں بہ سخن درآمد و نام و خاصیّتِ خود گفت

مسجدِ اقصیٰ کے کنارے پر خرّوب اُگنے کا قصہ اور اُس سے حضرت سلیمان علیہ السّلام کا رنجیدہ ہونا جبکہ اُس نے بات کی اور اپنا نام اور خاصیت بتائی

ہمچنیں روزے سُلیماںؑ از قضا
تقدیر سے ایک روز، حضرت، سلیمانؑ

شد بعادت مسجد اندر اے فتیٰ
اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

نو گیاہے دید اندر گوشۂ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی

رُستہ بر وے دانہ ہمچوں خوشۂ
خوشہ کی طرح اُس پر دانے اُگے ہوئے تھے

دید بس نادر گیاہے سبز و تر [3]
اُنھوں نے ایک بہت کمیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی

می رُبود آں سبزیش نُور از بصر
اُس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اُچک رہی تھی

پس سلامش کرد در حال آں حشیش
اُس بوٹی نے فوراً اُن کو سلام کیا

اُو جوابش گفت و بشگفت از خوشیش
اُنھوں نے جواب دیا اور اُسکی خوشنمائی سے کھل گئے

---

[1] دارالغرور۔ دھوکے کا گھر۔ اَیّ غرور۔ اِس دنیا کو دھوکہ کا گھر اسی بنیاد پر فرمایا گیا ہے کہ یہ کائنات دل کے آثار کا عکس ہے۔ مغروراں۔ جو لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اِسی کائنات کو اصل اور جنّت کدہ سمجھے ہوئے ہیں۔ می گریزند۔ جو اِن باغوں کی اصل ہے یعنی دل کی باغ و بہار اُس سے بھاگتے ہیں اور اُس عکس کے حصول پر شیخی بگھارتے ہیں۔ چونکہ جب اِس خوابِ غفلت سے بیدار ہونگے اصل حقیقت نظر آئیگی لیکن اُس وقت کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بگورستان۔ اُس وقت یہ لوگ قبرستان میں ہونگے۔ اور دارالعمل سے جاچکے ہونگے تو سوائے آہیں بھرنے اور واحسرتا کہنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

[2] اے خنک۔ جس شخص نے موت سے پہلے فنا حاصل کرلی اور اصل باطنوں کا راز پالیا وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ قصہ۔ یہاں سے پھر حضرت سلیمانؑ کا بوٹیوں سے ہمکلام ہونا بیان کیا ہے۔ خرّوب۔ برباد کرنیوالا، ایک گھاس کا نام ہے جس کا اُگنا مکان کی بربادی کی نشانی ہے۔ مسجد یعنی مسجدِ اقصیٰ۔ خوشہ یعنی اُسکے اوپر خوشہ کی طرح کچھ دانے تھے۔

[3] دید۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نئی بوٹی دیکھی جو بہت ہی سرسبز و شاداب تھی۔ کرد یعنی بوٹی نے حضرت سلیمانؑ کو سلام کیا۔ بشگفت یعنی اُس بوٹی کی خوشنمائی سے حضرت سلیمانؑ کی طبیعت شگفتہ ہوئی۔

گفت نامت چیست برگو بے دہاں
اُنھوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟

گفت خرّوبست اے شاہِ جہاں
اُس نے کہا اے شاہ جہاں! (میرا نام) خرّوب ہے

گفت اندر تو چہ خاصیت بُوَد
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے

گفت من[1] رُستم مکاں ویراں شود
اُس نے کہا میں اُگوں تو مکان ویران ہوجائے

من کہ خرّوبم خرابِ منزلم
میں چونکہ خرّوب ہوں مکان کی خرابی ہوں

ہادمِ بُنیادِ ایں آب و گلم
میں اِس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

پس سلیمانؑ آں زماں دانست زود
تو سلیمان اُس وقت جلد سمجھ گئے

کہ اجل آمد سفر خواہد نمود
کہ موت (قریب) آگئی، وہ سفرِ آخرت کرینگے

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں
انھوں نے (دل میں) کہا جبتک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقینًا

در خلل ناید ز آفاتِ زمیں
زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

تا کہ من باشم وجودِ من بُوَد
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے

مسجدِ اقصٰی مُخلّل کے شود
مسجدِ اقصٰی کب تباہ ہوسکتی ہے؟

پس خرابیِ مسجدِ ما بے گماں
تو یقینًا ہماری مسجد کی تباہی

نَبُوَد اِلّا بعدِ مرگِ ما بداں
ہمارے مرنے کے بعد ہی ہوگی، سمجھ لے

مسجدست[2] آں دل کہ جسمش ساجد ست
وہ دل مسجد ہے، جس کا جسم نمازی ہے

یارِ بد خرّوب ہر جا مسجد ست
جس جگہ مسجد ہے، بُرا دوست خرّوب ہے

یارِ بد چوں رُست در تو مہرِ اُو
تیرے اندر جب بُرے دوست کی محبت اُگی

ہیں ازو بگریز و کم کُن گفتگو
خبردار! اُس سے بھاگ، بات نہ کر

بر کَن از بیخش کہ گر سر بر زند
اُسکو جڑ سے اُکھاڑ دے اِس لئے کہ اگر اُبھرے گی

مر ترا و مسجدت را بر کَند
تجھے اور تیری مسجد کو اُکھاڑ دے گی

عاشقا خرّوبِ تو آمد کژی
اے عاشق! کجی تیری خرّوب ہے

ہمچو طفلاں سوئے کژ چوں می غژی
تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کیطرح کیوں چل رہا ہے؟

خویش[3] را نادان و مجرم گو مترس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ، ڈر

تا نہ دُزدد از تو آں استاد درس
تاکہ درس کا اُستاد تجھ سے (آنکھ) نہ چرائے

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں، سکھادے

اینچنیں انصاف از ناموس بہ
ایسا انصاف، بڑائی سے بہتر ہے

[1] من رُستم۔ اُس بوٹی نے کہا جہاں میں اُگتی ہوں وہ جگہ ویران ہوجاتی ہے۔ خرّوب۔ چونکہ میرا نام ہی خراب کنندہ ہے لہٰذا میں مکان کی بربادی کی علامت ہوں۔ آب و گِل یعنی مکان۔ پس سلیمانؑ مسجد کی تباہی سے حضرت سلیمانؑ سمجھ گئے کہ اُن کی وفات کا وقت آگیا ہے کیونکہ اُن کی زندگی میں اِس مسجد کی بربادی نہ ہوسکتی تھی۔ مُخلّل۔ خلل یافتہ۔ پس خرابی۔ مسجد کی بربادی تو میرے مرنے کے بعد ہوسکے گی۔

[2] مسجدست۔ یہاں سے مولانا نے ایک ارشادی مضمون شروع فرمایا ہے کہ جس دل کا جسم نمازی ہو وہ دل مسجد ہے اور بُری صحبت اُس کیلئے خرّوب بوٹی ہے۔ یارِ بد جب بُرے دوست کی محبت دل میں اُگے گی تو مسجد دل برباد ہوجائیگی اور تو تباہ ہوجائیگا۔ عاشقا۔ سالک کے دل کی خرّوب اُس کے دل کی کجی ہے جو اسکو مرشد سے دور کردیتی ہے۔ غژی۔ غژیدن گھٹنوں کے بل چلنا۔

[3] خویش را۔ شیخ کے سامنے اپنے آپ کو نادان اور مجرم سمجھ تاکہ وہ تعلیم دینے میں دریغ نہ کرے۔ چوں بگوئی۔ جب تو اپنے جہل اور خطا کا اقرار کریگا تو شیخ تجھے تعلیم دیگا۔ انصاف۔ یہ جہالت کے اقرار کی ذلت جو واقعی ہے جہالت کے فخر سے بہت بہتر ہے۔

از پدر[1] آموز اے روشن جبیں — رَبَّنَا گفت و ظَلَمْنَا پیش ازیں
اے روشن جبین! باپ سے سیکھ لے — اُس نے اِس سے پہلے ربّنا اور ظلمنا کہا ہے

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت — نے لوائے مکر و حیلت بر فراخت
نہ بہانہ کیا، نہ مکر کیا — نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد — کہ بُدم من سُرخرو کردیم زرد
پھر اُس شیطان نے بحث شروع کر دی — کہ میں سُرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

رنگ رنگِ تست صبّاغم توئی — اصلِ جرم و آفت و داغم توئی
رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہو — میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

ہیں بخواں رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی — تا نگردی جبری و کژ کم تنی
خبردار! رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی کو پڑھ لے — تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

بر درختِ[2] جبر تا کے بر جہی — اختیارِ خویش را یکسو نہی
جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟ — اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

ہمچو آں ابلیس و ذرّیاتِ او — با خدا در جنگ و اندر گفتگو
شیطان اور اُس کی اولاد کی طرح — اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

چوں بود اکراہ با چندیں خوشی — کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟ — کہ تو گناہوں میں دامن گھسیٹتا ہے

آنچناں خوش کش رَوَد در مکرہی — کس چناں رقصاں رود در گمرہی
جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟ — کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

بیست مردہ جنگ می کردی درآں — کِت ہمی دادند پند آں دیگراں
تو نے اِس معاملہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی — وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

کہ صواب[3] اینست و راہ اینست و بس — کہ زند طعنہ مرا جز ہیچ کس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے — مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

کے چنیں گوید کسے کو مکرہ ست — چوں چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست
جو مجبور ہے وہ کب اِس طرح کہتا ہے؟ — ایسی لڑائی کب لڑ سکتا ہے وہ جو کہ (جبراً) بے راہ ہے؟

ہرچہ نفست خواست داری اختیار — ہرچہ عقلت خواست آری اضطرار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اُس میں اختیار رکھتا ہے — جو تیری عقل چاہتی ہو اُس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

---

[1] از پدر۔ حضرت آدم نے فوراً اعتراف کر لیا تھا شیطان کی طرح عذر اور بہانے نہ بنائے تھے۔ لوا۔ جھنڈا۔ باز شیطان نے اپنی خطا کے سلسلہ میں خدا سے بحث شروع کر دی اور طرح طرح کے عذر تراشے۔ کردیم۔ کر دی ام۔ رنگ۔ یہ بدبختی کا رنگ تیرا چڑھایا ہوا ہے۔ رَبِّ بِمَا اَغْوَیْتَنِی۔ اے خدا تو نے کس وجہ سے مجھے گمراہ کیا، یہ شیطان نے کہا تھا۔ جبری۔ یعنی شیطان نے اپنے آپ کو مجبورِ محض بنا کر پیش کیا تھا۔

[2] بر درخت۔ گناہ پر اپنے جبر کو بہانہ بناتا ہے اور اپنے اختیار سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ ہمچو۔ شیطان نے بجائے عذر کے اللہ تعالیٰ سے بحث و مباحثہ شروع کر دیا۔ چوں بود۔ انسان گناہ خوشی خوشی کرتا ہے تو اُس خوشی کے ہوتے ہوئے جبر کا عذر غلط ہے۔ آنچناں۔ گناہوں کی طرف رقص کرتے ہوئے جانے کے ساتھ جبر اور اکراہ کہاں جمع ہو سکتا ہے۔ بیست مردہ۔ نصیحت کرنے والوں کے ساتھ تو بیس انسانوں کی سی لڑائی لڑتا ہے تو گناہوں میں تو مجبور کیسے ہے؟

[3] کہ صواب۔ تو نصیحت کرنے والوں سے کہتا ہے کہ جو راستہ میں نے اختیار کیا وہی صحیح ہے اور مجھے کوئی حقیر ہی طعنہ دے سکتا ہو تو مجبور ایسی باتیں کب کرتا ہے اور ایسی لڑائی کب لڑتا ہے۔ ہرچہ نفست۔ غرضیکہ نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے میں تو بااختیار بنتا ہے ہاں بتقاضائے عقل نیک کام کرنے میں اپنی مجبوری ظاہر کرتا ہے۔

دانَد[1] آں کو نیکبخت و محرم ست — **زیرکی ز ابلیس و عشق از آدمؑ ست**

جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے — چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدمؑ کا کام ہے

زیرکی آمد سباحت در بحار — **کم رہد غرق ست او پایانِ کار**

چالاکی، سمندروں میں تیرنا ہے — وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

ہِل[2] سباحت را رہا کن کبر و کیں — **نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں**

تیرنا چھوڑ، تکبر اور کینہ ترک کردے — جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

وانگہاں دریائے ژرفِ بے پناہ — **دَر رُباید ہفت دریا را چو کاہ**

اور پھر گہرا اور بے پناہ سمندر — جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لیجائے

عشق چوں کشتی بُود بہر خواص — **کم بُود آفت بُود اغلب خلاص**

خاصانِ (خدا) کیلئے عشق بمنزلہ کشتی کے ہے — (جسمیں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

زیرکی بفروش و حیرانی بخر — **زیرکی ظن ست و حیرانی نظر**

چالاکی فروخت کردے اور حیرانی خرید لے — چالاکی، گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

عقل قرباں کن بہ پیشِ مصطفیٰ — **حَسْبِیَ اللہ گو کہ اللہ ام کفیٰ**

عقل کو (حضرت) مصطفیٰؐ پر قربان کردے — حَسْبِیَ اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

ہمچو[3] کنعاں سر زِ کشتی وامکش — **کہ غرورش داد نفسِ زیرکش**

کنعان کی طرح کشتی سے سرتابی نہ کر — کیونکہ چالاک نفس نے اُس کو دھوکا دیا

کہ برآیم بر سرِ کوہِ مَشید — **منّتِ نوحم چرا باید کشید**

کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا — میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اُٹھاؤں؟

چوں رہی از منّتش اے بے رُشد — **کہ خدا ہم منّتِ او می کشد**

اے گمراہ! تو اُس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟ — جبکہ خدا بھی اُس کی ناز برداری کرتا ہے

چوں نباشد منّتش بر جانِ ما — **چونکہ شکر و منّتش گوید خدا**

اُن کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟ — جبکہ اللہ (تعالیٰ) اُنکا شکریہ اور احسان مانتا ہو

تو چہ دانی اے غرارہ پُر حسد — **منّتِ او را خدا ہم می کشد**

اے حاسدِ مغرور! تو کیا جانتا ہے؟ — اُس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

کنعان کو خطاب ہے کہ خدا جس ذات کی مدح و ثنا کرتا ہے تو اس کا احسان لینے سے کیوں گریز کرتا ہے۔ چوں۔ جبکہ وہ خدا کے محبوب ہیں تو احسان ہماری جانوں کو برداشت کرنا چاہیئے۔ غرارہ۔ دھوکہ میں مبتلا۔

---

[1] دانَد۔ نیک بخت خوب سمجھتا ہے کہ گناہ کرکے چالاکی سے اُس کے عذر پیش کرنا شیطانی کام ہے اور عشق و محبت جس کا تقاضا اطاعت ہے یہ حضرت آدمؑ کا کام ہے۔ زیرکی۔ اس طرح کی چالاکی سمندر کو تیر کر پار کرنا ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔

[2] ہِل سباحت۔ اللہ کے معاملہ میں چالاکی سے کامیابی ناممکن ہے۔ کبر و کیں۔ اس معاملہ میں شیطان نے کبر و کینہ اختیار کیا۔ جیحوں۔ بلخ کے قریب ایک دریا کا نام ہے۔ عشق۔ اس ناپیدا کنار دریا کو عبور کرنے کیلئے عشق بمنزلہ کشتی ہے۔ زیرکی۔ انسان کو چالاکی چھوڑ کر عشق کی حیرانی اختیار کرنی چاہیئے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ عقل قرباں کن۔ آنحضورؐ کی تعلیمات پر عقل کو قربان کردے اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر خدا کے بھروسہ پر چل پڑے۔

[3] ہمچو۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان لڑکے کنعان نے طوفان کے وقت حضرت نوحؑ کے ساتھ کشتی میں سوار ہونے سے انکار کردیا تو عشق کی کشتی سے انکار کنعانی کام ہے۔ کہ برآیم۔ قرآن پاک میں کنعان کا مقولہ منقول ہے۔ سَآوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ یعنی عنقریب پہاڑ پر ٹھکانا بنا لوں گا جو مجھے بچا دے گا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ میں حضرت نوحؑ کا احسان نہ لوں گا۔ چوں رہی۔

کاشکے اُو آشنا ناموختے ¹ | تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا | تاکہ نوحؑ اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

کاش چوں طفل از حِیَل جاہل بُدے | تا چو طفلاں چنگ در مادر زدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا | تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یا بعلمِ نقل کم بودے مَلی | علمِ وحیِ دل ربودے از ولی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا | کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

با چنیں نورے چو پیش آری کتاب | جانِ وحی آسایِ تو آرد عتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا | تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہوگی

چوں ² تیمم با وجودِ آب داں | علمِ نقلی با دمِ قُطبِ زماں
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ | قطبِ زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

خویش اَبلہ کُن تبع میرو سپس | رستگی زیں اَبلہی یابی و بس
اپنے آپکو نادان بنالے تابع بنکر اس کے پیچھے چل | اِس حماقت سے بس نجات پالے گا

اکثر اہلُ الجنۃ البُلہ اے پدر | بہر ایں گفت ست سُلطانِ بشر
اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہونگے | سرورِ عالمؐ نے اسی لئے فرمایا ہے

زیرکی چوں کِبر باد انگیزِ تُست | اَبلہی شو تا بماند دیں درست
چالاکی تکبّر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنیوالی ہے | نادان بن، تاکہ ایمان سلامت رہے

اَبلہے ³ نے کو بمسخرگی دو توست | اَبلہے نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پن سے وابستہ ہے | ایسا نادان نہیں جو بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

اَبلہے کو والہ و حیرانِ ہُوست | باشد اندر گردنِ اُو طوقِ دوست
ایسا نادان جو اُس کا عاشق اور حیران ہے | اُس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

اَبلہا نند آں زنانِ دست بُر | از کفِ اَبلہ و ز رُخِ یوسف نذر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں | جو ہاتھ سے بے خبر اور حضرت یوسفؑ کے رُخ کی خبر دینے والی تھیں

عقل را قرباں کُن اندر عشقِ دوست | عقلہا بارے ازاں سُوئیست کوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کردے | بہرحال عقلیں بھی اُسی جانب کی ہیں جہاں کہ وہ ہے

کہ مصری عورتیں حضرت یوسفؑ کے عشق میں محو ہوگئی تھیں اور اُنھوں نے اِس محویت میں اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے اور اُن کو صرف رُخِ یوسفؑ کا ہوش تھا۔ نذر۔ نذیر کی جمع ہے، خبر دہندہ۔ ازاں سُو۔ عقلیں اللہ کا عطیہ ہیں تو اُس کی راہ میں ہی صرف ہونی چاہئیں۔

---

¹ کاشکے۔ کاش اُس بدبخت کنعان کو تیرنا نہ آتا تو وہ حضرت نوحؑ کے ذریعہ نجات کا طالب بن جاتا۔ کاش۔ بچے کو چونکہ حیلے اور تدبیریں نہیں آتیں وہ ہر مصیبت کے وقت ماں کی پناہ پکڑتا ہے۔ یا بعلم۔ وہ کنعان رسمی علوم سے محروم ہوتا تو عقلی تدبیریں چھوڑ کر کسی با خدا سے الہامی علوم سیکھ لیتا۔ با چنیں۔ وہبی علوم کے مقابلہ میں رسمی علوم ہیچ ہیں۔

² چوں تیمم۔ وہبی علوم اور رسمی علوم میں وہی نسبت ہے جو تیمم اور وضو میں، وضو پر اگر قدرت ہے تو تیمم بیکار ہے۔ خویش۔ شیخ اور ولی کے سامنے اپنے آپ کو نادان بنالے تب رسمی علوم کی حماقت سے نجات ملے گی۔ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اَھلُ الجنۃِ بُلہٌ جنتی بھولے بھالے ہیں۔ اَبلہے شو۔ اَبلہ سے مراد وہ شخص ہے جو عشقِ خداوندی میں غافل اور دنیا سے بے خبر ہو۔

³ اَبلہے۔ نادان سے وہ نادان مُراد نہیں ہے جسمیں مسخرہ پن ہو نہ وہ مراد ہے جو اپنی نادانی سے دنیا کی دولت جمع کرنے کا شوقین ہو۔ اَبلہے کو۔ وہ نادان مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں مقامِ حیرت میں ہو اور خدا کے عشق کا اُس کے گلے میں طوق ہو۔ اَبلہا نند۔ اَبلہ سے وہ مراد ہے جو عشقِ خداوندی میں اِس طرح مدہوش ہو جس طرح

عقلہا[۵۱] آں سُو فرستادہ عقُول
بڑے عقلمندنے عقلیں اُس جانب روانہ کردیں

ماندہ ایں سُو آنکہ گولست و فضُول
اِس جانب اُس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

زیں سَر از حیرت گر ایں عقلت رَوَد
اگر تیری عقل اس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی رہے

ہر سَرِ مویت سَر و عقلے شود
تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

نیست آں سُو رنج فکرے دماغ
اُس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے

کز دماغ و عقل رُوید دشت و باغ
کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اُگتے ہیں

سُوی دشت از دشت نُکتہ بشنوی
تو جنگل کی جانب (آئے) کو جنگل سے نکتہ سُنے

سُوی باغ آئی شود نخلت رَوی
باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہوجائے

اندریں[۵۲] رہ ترک کُن طاق و طرب
اس راستہ میں شان وشوکت کو چھوڑ دے

تا قلاوزت نجُنبد تو مجُنب
جب تک تیرا راہنما حرکت نہ کرے حرکت نہ کر

ہر کہ اُو بے سر بجُنبد دُم بُوَد
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دُم ہے

جُنبشش چوں جُنبشِ کژدم بُوَد
اُس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

کژ رَو و شب کور و زشت و زہر ناک
ٹیڑھا چلنے والا ہے اور اندھا اور بُرا اور زہریلا ہے

پیشۂ اُو خستنِ اجسامِ پاک
اُس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

سر بکُوب آنرا کہ سرّش ایں بُوَد
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے

خُلق و خُوی مُستمرّش ایں بُوَد
جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

خود صلاحِ اُوست ایں سر کوفتن
یہ سر کچلنا اُس کی بھلائی ہے

تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن
تاکہ اس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

واستاں[۵۳] از دستِ دیوانہ سلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے

تا ز تو راضی شود عدل و صلاح
تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

چوں سلاحش ہست و عقلش نے ببند
جبکہ اُس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے

دستِ اُو را ورنہ آرد صد گزند
اُس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

بیانِ آنکہ حصولِ علم و مال و جاہ مر بدگہر را فضیحت اُوست
اِس کا بیان کہ علم اور مال اور مرتبہ کا بد اصل کو حاصل ہوجانا اُسکی رسوائی ہے

چوں شمشیرست فتادہ بدستِ راہزناں
اور اُس تلوار کی طرح ہے جو ڈاکوؤں کے ہاتھ آگئی ہو

۵۱ عقلہا۔ جو عقلمند ہیں وہ عقلوں کو اللہ کی ذات وصفات کے سمجھنے میں صرف کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ دنیا کے کاموں میں عقل کا استعمال کرتے ہیں۔ زیں سر۔ اگر حیرت کی بنا پر عقل نہ رہے تو پھر انسان کا ہر ہر رونگٹا عقل اور سر بنجاتا ہے۔ نیست۔ دنیاوی امور میں عقل سوزی ہے آخرت کے معاملہ میں غور کرنے سے عقل باغ وبہار بنتی ہے۔ بسوئے دشت۔ جب عقل کی پیداوار کے باغ وجنگل کی طرف رُخ کروگے تو اُس جنگل سے دین کے نکتے سنوگے اور تمہاری عقل تروتازہ ہوگی۔

۵۲ اندریں۔ اس راہ عشق میں اپنی شان وشوکت کو ترک کرکے شیخ کے تابع بنجاؤ۔ قلاوز۔ یعنی شیخ۔ کژدم۔ بچھو کا ڈنک دُم میں ہوتا ہے۔ کژرو۔ جو شیخ کا اتباع نہ کریگا اُسمیں عیب ہی عیب ہوں گے اور وہ پاک روحوں کو زخمی کریگا۔ سر بکوب۔ ایسے شخص کی زندگی سے موت بہتر ہے تاکہ روح کو اُس ناپاک جسم سے نجات ملے۔

۵۳ واستاں۔ دیوانہ سے ہتھیار چھین لینا عدل اور نیکی ہے۔ چوں۔ اگر دیوانہ کے ہاتھ میں تلوار رہیگی تو بہت نقصان پہنچائیگا۔ بیان۔ نااہل کے ہاتھ میں علم اور مال اور مرتبہ ایسا ہی تباہ کن ہے جس طرح ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار۔

بدگہر را علم و فن آموختن — دادنِ تیغے بدستِ راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا — ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

تیغ دادن در کفِ زنگیِ مست — بہ کہ آید علم ناکس را بدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دیدینا — اس سے بہتر ہے اگر علم نااہل کے ہاتھ آئے

علم و مال و منصب و جاہ و قِران — فتنہ آمد در کفِ بدگوہران
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (اُنسے) وابستگی — بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں — تا ستانند از کفِ مجنوں سِناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے — تاکہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

جانِ او مجنوں تنش شمشیرِ او — وا ستاں شمشیر را زیں زشت خو
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اسکی تلوار ہے — اس بدعادت سے تلوار چھین لے

آنچہ منصب می کند با جاہلاں — از فضیحت کے کند صد ارسلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے — رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

عیبِ او مخفی ست چوں آلت بیافت — مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اسنے ذریعہ حاصل کرلیا — اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

جملہ صحرا مار و کژدم پُر شود — چونکہ جاہل شاہِ حکم مُر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے — جب جاہل، کڑوے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

مال و منصب ناکسے کارد بدست — طالبِ رسوائیِ خویش او شدست
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے — وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یا کند بُخل و عطاہا کم دہد — یا سخا آرد بنا موضع نہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دیگا — یا سخاوت کریگا تو بے موقع کرے گا

شاہ را در خانۂ بیذق نہد — ایں چنیں باشد عطا کاحمق دہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھدے گا — احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

حکم چوں در دست گمراہے فتاد — جاہ می پنداشت در چاہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آگئی — اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کنوئیں میں گرا

رہ نمیداند قلاوزی کند — جانِ زشتِ او جہاں سوزی کند
راستہ نہیں جانتا، رہنمائی کرتا ہے — اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

۱؎ بدگہر۔ بدباطن۔ زنگی۔ حبشی عموماً کم عقل ہوتے ہیں پھر جب وہ نشہ میں ہو تو کوئی عقل کی بات نہ کریگا۔ علم و مال۔ بداصل انسان ہر چیز کا غلط استعمال کریگا۔ قِران۔ قران السعدین، خوش نصیبی۔ پس۔ جہاد کی مشروعیت اسی لئے ہوئی ہے کہ ان دنیا کے دیوانوں کی طاقت ختم کردی جائے تاکہ یہ لوگوں کو تباہ و گمراہ نہ کرسکیں۔ سِناں۔ بھالا۔ جان۔ جان اور تن کو جدا کرنا گویا ان کے ہاتھ سے تلوار چھین لینا ہے۔ منصب۔ عہدہ۔ ارسلاں۔ شیر۔

۲؎ عیبِ او۔ جبتک اس کے پاس ذرائع نہ تھے اسکے عیوب چھپے ہوئے تھے وسائل ہاتھ آجانا گویا کہ سانپ کا سوراخ سے نکل پڑنا ہے۔ جملہ صحرا۔ جب جاہل اور نادان شاہ بن جائے تو اُسکے کارندے سانپ اور بچھو کی طرح لوگوں کو کاٹتے ہیں۔ مال و منصب۔ خود یہ بھی تباہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی تباہ و رسوا کرتا ہے۔

۳؎ یا کند۔ جاہل بادشاہ یا بخل کریگا اور کسی کو کچھ نہ دیگا اگر دیگا تو نااہلوں اور غیر مستحقوں کو دیگا۔ شاہ را۔ ذلیلوں کو باعزت بنائیگا اور عزت والوں کو ذلیل کریگا۔ جاہ۔ وہ اس کو رتبہ اور منصب سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ اس کیلئے کنواں ہے۔ اگر اس مصرع میں می پنداشت کے بجائے پندارید پڑھا جائے تو ترجمہ یہ ہوگا ہم سمجھے کہ مرتبہ کنوئیں میں گر گیا

طفلِ[۱] راہِ فقر چوں پیری گرفت ۔۔۔ پیرواں را غولِ اُدبیری گرفت
راہِ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کرلی ۔۔۔ پیروکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

کہ بیا تا ماہ بنمایم تُرا ۔۔۔ ماہ را ہرگز ندید آں بے ضیا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں ۔۔۔ (خود) اُس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر ۔۔۔ عکسِ مہ در آب ہم اے خامِ غمر
تو کیسے دکھائیگا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہو؟ ۔۔۔ اے کچے ناوان! پانی میں بھی چاند کا عکس

احمقاں سرور شدستند وز بیم ۔۔۔ عاقلاں سر ہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے ۔۔۔ عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپالیا ہے

بیان تفسیر آیہ شریفہ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ
یا ایّھا المزمّل آیت شریف کی تفسیر کا بیان

خواند[۲] مزمّل نبیؐ را ایں سبب ۔۔۔ کہ بروں آ از گلیم اے بوالہرب
اسی سبب سے نبیؐ کو کملی اوڑھنے والا کہکر پکارا ۔۔۔ کہ اے صاحبِ فرار! کملی سے نکل

سر مکن اندر گلیم و رومپوش ۔۔۔ کہ جہاں جسمے ست سرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپ ۔۔۔ کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

ہیں مشو پنہاں ز ننگِ مدّعی ۔۔۔ کہ تو داری شمع وحیِ شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ ۔۔۔ کیونکہ تیرے پاس منوّر وحی کی شمع ہے

ہیں قمِ اللَّیلَ کہ شمعی اے ہمام ۔۔۔ شمع دایم شب بود اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے ۔۔۔ شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

بے فروغت[۳] روزِ روشن ہم شب ست ۔۔۔ بے پناہت شیر اسیرِ ارنب ست
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے ۔۔۔ تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

باش کشتیباں دریں بحرِ صفا ۔۔۔ کہ تو نوحِ ثانیی اے مصطفیٰؐ
اِس بحرِ صفا میں ملاح بن ۔۔۔ اے مصطفیٰؐ! کیونکہ تو دوسرا نوحؑ ہے

رہ شناسے می بباید با لُباب ۔۔۔ ہر رہے را خاصہ اندر راہِ آب
عقلمند، راہ شناس درکار ہے ۔۔۔ ہر راستہ کیلئے خصوصاً پانی کے راستہ کیلئے

۱۔ طفل۔ جس طرح جاہل بادشاہ کے ہاتھوں ملک تباہ ہوتا ہے اسی طرح مزوّر شیخ کے ہاتھوں دین برباد ہوتا ہے، وہ خود راہِ طریقت سے ناواقف ہے تو اسکے مرید برباد ہونگے۔ کہ بیا۔ وہ دعوے کرتا ہے اور مریدوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں مشاہدہ حق کرادوں حالانکہ اس نے خود بھی مشاہدہ تو درکنار پرچھائیں بھی نہیں دیکھی۔ غمر۔ ناتجربہ کار، نادان۔ احمقاں۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے۔
نا سزائے راچو بینی بختیار
عاقلاں تسلیم کردند اختیار
۲ خواند۔ اکثر روایتیں یہ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضورؐ پر غارِ حرا میں پہلی وحی آئی تو آپ کانپ گئے اور گھبرا کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قریش کی نافرمانی سے رنجیدہ ہو کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے تھے مولانا کا کلام اس دوسری روایت پر مبنی ہے کہ آنحضورؐ نے چونکہ... نااہلوں کی وجہ سے روپوشی اختیار کرلی تھی اسی لئے آپکو مزمّل کملی اوڑھنے والا کہا گیا ہے۔... بوالہرب۔ قریش سے علیحدگی کو بھاگنے سے تعبیر کیا ہے اسی لئے آنحضورؐ کو بوالہرب یعنی قریش سے فرار اختیار کرنیوالا کہا ہے۔ رومپوش۔ اگر تم روپوشی اختیار کروگے تو دنیا دیوانگی میں مبتلا رہیگی۔ قم اللیل۔ اسی آیت میں یہ حکم بھی آیا ہے کہ رات کو نماز میں قیام کیا کرو، خطاب اس لئے ہوا کہ آپ شمع ہیں اور شمع کا کام رات کو کھڑا رہنا ہے ـــــ ۳ بے فروغت۔ آپ ہی کے نورِ ہدایت سے عالم روشن ہوگا ورنہ روح جو شیر کی طرح ہے وہ نفس سے جو کہ خرگوش ہے مغلوب رہیگی۔ باش۔ آپ امت کیلئے بمنزلہ کشتیبان کے ہیں۔ رہ شناسے۔ راہنمائی وہ کرسکتا ہے جو صاحبِ عقل ہو خصوصاً دریائی راستہ کی۔

خیز[1] وبنگر کاروانِ رہ زدہ — ہر طرف غول ست کشتیباں شُدہ

اُٹھ! اور لُٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ — ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

خضرِ وقتی غوثِ ہر کشتی توئی — ہمچو روح اللہ مکُن تنہا روی

تو خضرِ زمانہ ہے، ہر کشتی کی تو مدد ہے — (حضرت) عیسیٰ کی طرح تنہا روی اختیار نہ کر

پیشِ ایں جمعے چو شمعِ آسماں — انقطاع و خلوت آری را بماں

اِس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے — انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

وقتِ خلوت نیست اندر جمع آئی — اے ہُدیٰ چوں کوہِ قاف و تو ہمای

خلوت کا وقت نہیں ہے، مجمع میں آ — اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہِ قاف ہے اور تو ہما ہے

بدر بر صدرِ فلک شُد شب رواں — سیر را نگذارد از بانگِ سگاں

چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے — کُتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

طاعناں[2] ہمچوں سگاں بر بدرِ تو — بانگ می دارند سوی صدرِ تو

تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کُتوں کی طرح ہیں — جو تیرے رُتبہ پر بھونکتے ہیں

ایں سگاں کرند ز امرِ اَنصِتُوا — از سفہ وعوع کُناں بر بدرِ تو

یہ کُتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں — تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

ہیں بمگذار اے شِفا رنجور را — تو ز خشمِ کر عصای کور را

خبردار، اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ — بہرے پر غصہ سے اندھے کی لاٹھی (نہ چھوڑ)

نے[3] تو گفتی قائدِ اعمیٰ براہ — صد ثواب و اجر یابد از الٰہ

کیا تو نے خود نہیں کہا ہے، اندھے کو راستہ پر لیجانیوالا؟ — اللہ کی جانب سے سَو ثواب اور اجر پاتا ہے

ہر کہ او چل گام کورے را کشد — گشت آمرزیدہ و یابد رَشد

جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے — وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

پس بکش تو زیں جہانِ بے قرار — جوقِ کوراں را قطار اندر قطار

پس تو اِس زوال پذیر دنیا سے لے جا — اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

کارِ ہادی ایں بُود تو ہادئی — ماتمِ آخر زماں را شادئی

ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے — تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

---

[1] خیز۔ آپ اُٹھیئے ہر طرف شیطانی دَور دورہ ہے خضرِ وقتی یعنی اِس وقت علوم لدنیّہ کا فیضان پہنچانیوالے صرف آپ ہیں۔ روح اللہ۔ حضرت عیسیٰ ؑ قوم سے رُوپوش ہو کر آسمانوں پر پہنچ گئے۔ پیشِ ایں جمعے۔ مخلوقِ خدا کے لئے آپ آفتابِ ہدایت ہیں آپ کے لئے خلوت اور لوگوں سے جدائی مناسب نہیں ہے آپ ہدایت کے کوہِ قاف کے عنقا ہیں۔ بدر۔ چاند آسمان پر اپنی سیر جاری رکھتا ہے اور کُتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار نہیں چھوڑتا ہے۔

[2] طاعناں۔ آپکے مخالف کُتے ہیں اُن کے بھونکنے سے آپ اپنا طرزِ عمل نہ بدلیں۔ اَنصِتُوا۔ تم خاموش رہو جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خاموشی سے سننے کا حکم ہے لیکن یہ کُتے اُس حکم سے بے بہرہ ہیں اور برابر بھونک رہے ہیں۔ بمگذار۔ عالم بیمار ہے آپ اُس کی شفا ہیں مخلوق اندھی ہے آپ اُس کے راہنما ہیں مخالفوں کی وجہ سے اُس کو نہ چھوڑیئے۔

[3] نے تو گفتی۔ حدیث شریف ہے۔ مَنْ قَادَ مَكْفُوفًا اَرْبَعِيْنَ خُطْوَةً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمَا تَاَخَّرَ جس نے اندھے کی چالیس قدم تک راہنمائی کی اُس کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے۔ پس۔ آپ اِس اندھی مخلوق کی قیادت کیجیئے اُن کو قطار در قطار کھینچ کر لے جائیے۔ ماتم۔ آپ نبی آخر الزماں ہیں اُن کے سوگ کو خوشی میں تبدیل کر دیجیئے۔

ہیں رواں کُن اے امامُ المتّقیں
ہاں اے متّقیوں کے امام! پہنچا دے
ایں[1] خیال اندیشگاں را تا یقیں
اِن شک کرنے والوں کو یقین تک

ہر کہ در مکرِ تو دارد دل گرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے
گردنش را من زنم تو شاد رو
میں اُس کی گردن مار دوں گا، تو خوشی سے چل

بر سرِ کوریش کوریہا نہم
میں اُسکے اندھے پن پر بہت سا اندھاپن رکھدونگا
اُو شکر پندارد و زہرش دِہم
وہ شکر سمجھے گا، میں اُس کو زہر دونگا

عقلہا[2] از نورِ من افروختند
(اُنھوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں
مکرہا از مکرِ من آموختند
اُنھوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

چیست خود آلاجُقِ آں ترکماں
اِس صحرانشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟
پیشِ پائے نرّہ پیلانِ جہاں
دُنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

آں چراغِ اُو بہ پیشِ صرصرم
میری آندھی کے سامنے اُس کا چراغ
خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

خیز در دَم تو بصورِ سہمناک
اُٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے
تا ہزاراں مُردہ بر رُوید زخاک
تاکہ ہزاروں مُردے مٹی سے نکل پڑیں

چوں تو اسرافیلِ وقتی راست خیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے، اُٹھ کھڑا ہو
رستخیزی ساز پیش از رستخیز[3]
قیامت سے پہلے، قیامت برپا کر دے

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے، اے محبوب!
خویش بنما کہ قیامت نک منم
اپنے آپ کو دکھا دے، کہ یہ قیامت میں ہوں

در نگر اے سائلِ محنت زدہ
اے مصیبت اُٹھانے والے سائل! دیکھ لے
زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
اِس قیامت سے سینکڑوں جہان برپا ہوگئے

ور نباشد اہلِ ایں ذکر و قنوت
اور اگر وہ اِس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو
پس جوابُ الاحمق اے سلطاں سکوت
تو اے سُلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

ز آسمانِ حق سکوت آمد جواب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے
چوں بُود جاناں دُعا نا مستجاب
اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

[1] ایں خیال۔ یعنی جو لوگ شکوک و شبہات میں مبتلا ہیں اُن کو اِس سے نکال کر یقین کی منزل میں پہنچا دیجئے۔ ہر کہ۔ جو لوگ تمہارے خلاف مکر اور تدبیر کر رہے ہیں اُنکو میں ہلاک کر دوں گا۔ کور ریش۔ جو اندھے ہیں اُن کو اور اندھا بنا دوں گا اور ایسی تدبیر کروں گا کہ وہ زہر کو شکر سمجھ کر کھا جائیں۔

[2] عقلہا۔ اِن مخالفوں کی عقلیں اور تدبیریں میری عقل اور تدبیر سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں۔ آلاجُق۔ کمبل کا خیمہ۔ ترکمان۔ صحرائی رہزن قوم تھی۔ پیشِ۔ یعنی اُن کا وجود میرے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے نر ہاتھیوں کے مقابلہ میں کمبل کا جھونپڑا۔ صرصر۔ آندھی۔ مہین۔ بزرگ۔ صُور۔ قیامت میں جب اسرافیل صُور پھونکیں گے مُردے اُٹھ کھڑے ہونگے تم بھی اپنا صُور پھونکو اور اعلانِ نبوّت کرو مُردہ دل حیاتِ ابدی حاصل کر لیں گے۔

[3] رستخیز۔ قیامت۔ نک منم۔ آنحضور نے فرمایا کہ میں اور قیامت ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں یعنی جس طرح قیامت حق و باطل کی تفریق کرتی ہے میں بھی حق و باطل کی تفریق کرتا ہوں۔ زیں قیامت۔ جس طرح قیامت میں مُردے زندہ ہونگے اسی طرح آنحضور کی بعثت سے مُردہ دلوں کو زندگی حاصل ہوئی۔ ور نباشد۔ اگر اِن معارف کے سننے کی اہلیت نہیں ہے تو پھر اُن کے بیان سے خاموشی بہتر ہے۔ جوابُ الاحمق۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔ ز آسماں۔ اگر کوئی نادانی سے دُعا کرتا ہے اور اُس کی دعا ناقابلِ قبول ہوتی ہے تو سکوت اختیار کر لیا جاتا ہے۔

اے[1] دریغا وقتِ خرمن گاہ شُد — لیک روز از بختِ ما بیگاہ شُد

ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آگیا — لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہوگیا

وقت تنگ ست و فضایِ ایں کلام — تنگ می آید بر و عمرِ دوام

وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کیلئے — ابدی زندگی کم ہے

نیزہ بازی اندریں گوہای تنگ — نیزہ بازاں راہمی آرد بہ ننگ

اِن تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی — نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

وقتِ تنگ و خاطر و فہمِ عوام — تنگ تر صد رہ زوقت ست اے غلام

وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ — اے لڑکے! وقت سے سَو گنا تنگ ہے

چوں[2] جواب احمق آمد خامشی — ایں درازی در سخن چوں میکشی

جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے — بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

از کمالِ رحمت و موجِ کرم — میدہد ہر شورہ را باران و نم

رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے — ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

دربیانِ آنکہ ترکُ الجواب جوابٌ مقرّرِ ایں سخن کہ جوابُ الاحمق سکوتٌ و شرحِ ایں ہر دو سخن دریں قصہ است کہ گفتہ می آید

اس کا بیان کہ جواب نہ دینا جواب ہے، اس بات کی تائید کرتا ہے کہ احمق کا جواب خاموشی ہے اور ان دونوں قولوں کی شرح اِس قصہ میں ہے جو بیان کیا جارہا ہے

بادشاہے[3] بُود اُو را بندۂ — مُردہ عقلے بُود و شہوت زندۂ

ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا — جس کی عقل مُردہ اور شہوت زندہ تھی

خُردہائے خدمتش بگذاشتے — بَد سگالیدے نکو پنداشتے

اُس کی چھوٹی خدمت (بھی)، نہ کرتا — بدخواہی کرتا (اُس کو) اچھا سمجھتا

گفت شاہنشہ جرایش کم کنید — ور بجنگد نامش از خط بر زنید

بادشاہ نے کہا اُس کی تنخواہ کم کر دو — اگر لڑے تو اُس کا نام فہرست سے کاٹ دو

عقلِ اُو کم بُود حرصِ اُو فزوں — چوں جرا کم دید شُد تُند و حَرُوں

اُس کی عقل کم، اور لالچ بڑھا ہوا تھا — جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

عقل بُودے گردِ خود کردے طواف — تا بدیدے جُرمِ خود گشتے معاف

(اگر عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا — تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہوجاتا

[1] اے دریغا۔ مقام کا تو تقاضا تھا کہ آپ کے کارناموں کی تفصیل بیان کی جائے کہ کملی سے اُٹھ کر آپ نے کیا کیا لیکن وقت میں گنجائش نہیں ہے آپ کے اُن کارناموں کی تفصیل کرنے کیلئے تو عمر جاوداں بھی ناکافی ہے۔ نیزہ بازی۔ بہترین نیزہ باز سے بھی اگر کہا جائے کہ وہ گڑھے میں گھس کر نیزہ بازی کرے تو وہ بھی ذلیل ہوجائیگا اور صحیح بازی نہ کرسکے گا کیونکہ اس کام کے لئے وسیع میدان درکار ہے تو معارف کا بیان تنگ وقت میں اور وہ بھی عوام کے سامنے، اس کی بھی یہی صورت ہے۔

[2] چوں جواب۔ پہلے کہا تھا کہ احمقوں کا جواب خاموشی ہے تو اعتراض ہوا کہ پھر ان معارف کے بیان میں اس قدر طویل تقریریں کیوں ہو رہی ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں اللہ کی رحمت سے مجبور ہوں کیونکہ اُس کی رحمت عام ہے اُس کی موجِ کرم اچھی زمین اور شور زمین سب کو پہنچتی ہے۔

[3] بادشاہے۔ بادشاہ کا یہ غلام بیوقوف اور شہوت پرست تھا۔ خُردہائے۔ آقا کی معمولی معمولی خدمت بھی انجام نہ دیتا تھا اور آقا کا بدخواہ تھا اور اسی کو اچھا سمجھتا تھا۔ جرا۔ تنخواہ۔ خط۔ یعنی ملازمین کا رجسٹر۔ حرون۔ سرکش۔ عقل۔ یعنی اگر عقلمند ہوتا تو اپنا جائزہ لیتا اور خطا کی معافی چاہتا تو خطا معاف ہوجاتی۔

چوں خرے پابستہ تُند از خری [1] | ہر دو پایش بستہ گردد برسری [2]
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے | تو پھر اُس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

پس بگوید خر کہ یک بندم بس ست | خود بداں کاں دو ز فعلِ آں خس ست
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہو | تو سمجھ لے کہ وہ دو بند اسی کمینے کے کام کی وجہ سے ہیں

گر بدیدے سرِّ بند آں چشم کور | بند بر دستش نہ بستندے بزور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا | تو جبراً اُس کے ہاتھ نہ باندھتے

ور ز جرمِ بندِ پا آگہ بُدے | خود ز بندِ دست و پا ایمن شُدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا | تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

ور نہ تُندیدے ز بندآں بوالفضول | او نہ خر بودے شدے شیر فحول
اگر وہ بیہودہ، بند کی وجہ سے شرارت نہ دکھاتا | (تو) وہ گدھا نہ ہوتا، نر شیر ہوتا

در تفسیرِ ایں حدیثِ نبوی [3] کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْمَلٰٓئِکَۃَ

اِس حدیثِ نبوی کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے

وَرَکَّبَ فِیْہِمُ الْعَقْلَ وَخَلَقَ الْبَہَائِمَ وَرَکَّبَ فِیْہَا الشَّہْوَۃَ وَخَلَقَ

اور اُن میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایا اور اُن میں شہوت رکھی اور

بَنِیْ اٰدَمَ وَرَکَّبَ فِیْہِمُ الْعَقْلَ وَالشَّہْوَۃَ فَمَنْ غَلَبَ عَقْلُہٗ

بنی آدم کو پیدا فرمایا اور اُن میں عقل اور شہوت (دونوں) رکھی تو جس کی عقل

عَلٰی شَہْوَتِہٖ فَہُوَ اَعْلٰی مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَمَنْ غَلَبَتْ شَہْوَتُہٗ عَلٰی

شہوت پر غالب آگئی وہ ملائکہ سے افضل ہے اور جس کی شہوت عقل پر

عَقْلِہٖ فَہُوَ اَدْنٰی مِنَ الْبَہَائِمِ صَدَقَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

غالب آگئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے۔

در حدیث آمد کہ یزدانِ مجید | خلقِ عالم را سہ گونہ آفرید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے | عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یک گروہ را جملہ علم و عقل و جود | آں فرشتہ ہست و نداند جز سجود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے | وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا | نورِ مطلق زندہ از عشقِ خدا
اِس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے | وہ نورِ مطلق ہے، خدا کے عشق سے زندہ ہے

---

[1] چوں۔ اُس غلام کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو ایک پاؤں بندھنے پر شرارت کرے تو دوسرا پاؤں بھی باندھ دیا جاتا ہے۔ برسری۔ مزید برآں۔ پس۔ دونوں پاؤں بندھنے پر کہتا ہے کہ میرے لئے ایک بند کافی تھا۔ یہ نہیں سمجھتا کہ دونوں پاؤں بندھنا خود اُس کے کمینہ پن کی وجہ سے ہوا ہے۔

[2] بر ترِ بند۔ یعنی اگر وہ سمجھتا کہ ایک پاؤں میری شرارت کی وجہ سے بندھا ہے اور شرارت کو ترک کر دیتا تو وہ پاؤں بھی کھل جاتا۔

[3] حدیث۔ اللہ نے فرشتوں میں صرف عقل رکھی جس کا مقتضا اطاعت اور بندگی ہے لہٰذا فرشتوں سے گناہ کا صدور نہیں ہوتا ہے حیوانات میں صرف شہوت رکھی ہے جنسی ہو یا کھانے پینے کی، انسان میں عقل اور شہوت دونوں رکھی ہیں۔ زندہ۔ ملائکہ کی غذا صرف عشقِ خداوندی ہے۔

یک گروہِ دیگر از دانش تہی — ہمچو حیواں از علف[1] در فربہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے — مثلِ حیوان، چارے سے موٹاپے میں ہے

اُو نہ بیند جز کہ اصطبل و علف — از شقاوت غافل ست و از شرف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے — وہ بدبختی اور شرافت سے غافل ہے

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر — از فرشتہ نیمے و نیمش ز خر
تیسرا آدمؑ کی اولاد اور انسان ہے — اُس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

نیمِ خر خود مائلِ سفلی بُود — نیمِ دیگر مائلِ عُلوی بُود
گدھے والا آدھا (عالمِ) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے — دوسرا آدھا (عالمِ) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

تا کُدامیں غالب آید در نبرد — زیں دوگانہ تا کُدامیں بُرد نرد
دیکھو معرکہ میں کون غالب ہوتا ہے؟ — اِن دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟

عقل گر غالب شود پس شُد فزوں — از ملائک ایں بشر در آزموں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا — امتحان میں یہ انسان فرشتوں سے

شہوت ار[2] غالب شود پس کمتر ست — از بہائم ایں بشر زاں کابتر ست
اگر شہوت غالب ہو گئی تو کمتر ہے — یہ انسان چوپایوں سے کیونکہ بُری حالت میں ہے

آں دو قوم آسودہ از جنگ و حراب — ویں بشر با دو مخالف در عذاب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں — اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ عذاب میں ہے

ویں بشر ہم ز امتحاں قسمت شُدند — آدمی شکل اند و سہ اُمت شُدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے — آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یک گرہ مستغرقِ مطلق شُدہ — ہمچو عیسیٰؑ با مَلَک مُلحق شُدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا — (حضرت) عیسیٰؑ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

نقشِ آدمؑ لیک معنیٰ جبرئیلؑ — رَستہ از خشم و ہوا و قال و قیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرئیلؑ کا ہے — وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

از ریاضت[3] رَستہ و ز زُہد و جہاد — گوئیا از آدمی اُو خود نزاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا — گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

قسمِ دیگر با خراں مُلحق شُدند — خشمِ محض و شہوتِ مطلق شُدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی — خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

---

[1] علف۔ چارہ۔ جو حیوانات کو صرف خواب و خور کی فکر ہو وہ شقاوت اور سعادت سے غافل ہیں۔ نیمے و نیمش۔ انسان روحِ انسانی اور جسم سے مرکب ہے روح میں ملکیت ہے اور جسم میں حیوانیت ہے۔ سفلی۔ جسم کا تعلق عالمِ سفلی ناسوت ہے۔ علوی۔ روح کی پرواز عالمِ بالا کی طرف ہے۔ تا کدامیں۔ انسان کی اِن دونوں قوتوں میں تصادم رہتا ہے۔ فزوں۔ انسان روح کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے تو فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے چونکہ اُس نے جسمانی خواہش کو مغلوب کیا ہے۔

[2] شہوت۔ اگر انسان شہوت سے مغلوب ہو جاتا ہے تو حیوانات سے بدتر ہوتا ہے کیونکہ حیوانات میں تو عقل نہ تھی۔ دو قوم۔ فرشتوں اور حیوانات میں اِن متضاد طاقتوں کی کشمکش نہیں ہے انسان اُن کی کشمکش سے عذاب میں ہے۔ ویں بشر۔ اب انسانوں میں بھی تین قسمیں ہیں ایک قسم تو وہ جس نے خالص ملکیت اختیار کر لی جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ ہیں کہ فرشتوں ہی میں جا شامل ہوئے۔ خشم و ہوا۔ یہ سب چیزیں تقاضائے جسم ہوتی ہیں۔

[3] از ریاضت۔ مجاہدوں کی ریاضت اخلاقِ ذمیمہ کو ختم کرنے کیلئے ہے جب وہ نہ رہے تو مجاہدوں کی ضرورت نہیں ہے۔ قسمِ دیگر۔ انسانوں کی ایک قسم وہ ہے جو بالکل حیوانات اور گدھوں کی طرح ہیں انہیں ملکیت [illegible]

وَصفِ جبرئیلی دَر ایشاں بُود رفت
جبرئیلؑ والی صفت اُن میں تھی، چلی گئی

تنگ بُود آں خانہ وآں وَصف رُفت
وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت موٹی تھی

مُردہ[1] گردد شخص کو بیجاں شُود
جو شخص بے جان ہوجاتا ہے مُردہ ہوجاتا ہے

خر شود چوں جانِ اُو بے آں شُود
جب اُس کی جان اُس (جبرئیلی صفت) کے بغیر ہوجاتی ہو گدھا

زاغ گردد چوں پئے زاغاں رَوَد
(انسان) کوا بنجاتا ہے جب کوّوں کا اتباع کرتا ہے

جسم گردد جاں چوں اُو بے جاں شُود
جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہوجاتی ہے

زانکہ جائے کاں ندارد ہست پست
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی، پست ہے

ایں سخن حق ست و صُوفی گفتہ است
یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

اُو ز حیوانہا فزوں تر جاں کَنَد
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے

دَر جہاں باریک کاریہا کُند
دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

مکر[2] و تلبیسے کہ اُو تاند تنید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے

آں ز حیوانے دِگر ناید پدید
وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

جامہائے زرکشی را بافتن
زر دوزی کے کپڑے بُننا

دُرّہا از قعرِ دریا یافتن
موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

خُردہ کاریہائے عِلمِ ہندسہ
عِلمِ ہندسہ کی باریک صنعتیں

یا نجوم و عِلمِ طبّ و فلسفہ
یا نجوم اور عِلمِ طب اور فلسفہ

کہ تعلّق با ہمیں دنیستش
کیونکہ اُن کا تعلق اسی دنیا سے ہے

رُو بہفتم آسماں بر نیستش
اُن کا رُخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

ایں[3] ہمہ عِلمِ بنای آخُرست
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا عِلم ہے

کہ عمادِ بودِ گاوَ و اُشتر ست
جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

بہرِ استبقای حیواں چند روز
چند دن حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے

نامِ آں کردند ایں گیجاں رموز
اِن احمقوں نے اُن کا نام رموز رکھ لیا

عِلمِ راہِ حق و عِلمِ منزلش
راہِ حق کا عِلم اور اُس کی منازل کا عِلم

صاحبِ دل داند آنرا یا دلش
اُس کو صاحبِ دل یا اُس کا دل جانتا ہے

[1] مُردہ گردد۔ جس طرح رُوح نکل جانے سے جسم مُردہ ہوجاتا ہے اِسی طرح جان کی جان نکل جانے سے جان مُردہ ہوجاتی ہے یعنی جب رُوح کے اوصاف باقی نہ رہیں تو رُوح مُردہ ہوجاتی ہے۔ زاغ گردد۔ مزید برآں اُنھوں نے زاغ صفت انسانوں کی پیروی شروع کردی تو یہ کوّے کی طرح مکر، حرص، مُردار خوری کے عادی ہوگئے۔ جسم گردد۔ جب رُوح اپنے خواص کھو بیٹھے تو وہ جسم ہے۔ زانکہ جس روح میں رُوح کے خواص نہ رہیں وہ بہت پست اور ذلیل ہے، صوفیا بھی اِسی کے قائل ہیں۔ اُو زحیوانہا۔ عالَمِ ناسوت میں اُس کی مشغولیت حیوانوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ عالَمِ ناسوت کے مشاغل میں حیوانوں سے زیادہ مشقت اُٹھاتا ہے۔

[2] مکر۔ اب یہ وہ مکّاریاں کرتا ہے جو حیوانات سے متصوّر نہیں ہیں۔ جامہائے۔ عالَمِ ناسوت کے مشاغل کی حیوانات تکلیف نہیں اُٹھاتے ہیں۔ کہ تعلّق۔ اِن تمام دستکاریوں کا تعلّق عالَمِ ناسوت سے ہے اور یہ صرف دنیاداری ہے اُس کا رُخ ملاءِ اعلیٰ کی طرف بالکل نہیں ہوتا ہے۔

[3] ایں ہمہ۔ یہ جس قدر علوم ہیں صرف عالَمِ ناسوت کی تعمیر اور ترقّی کے لئے ہیں جو حیوانات کی آخری منزل ہے۔ بہر۔ یہ علوم چند روزہ زندگی کے لئے ہیں اُن کو یہ احمق فلاسفہ رموز سے تعبیر کرتے ہیں۔ گیجاں۔ احمق لوگ۔ علم راہ حق۔ طریقت اور اُس کے منازل دل اور صاحبِ دل جانتا ہے دراصل وہ رموز کہلانے کے مستحق ہیں۔

پس دریں ترکیب[1] حیوانِ لطیف
پس اس (عقلی اور بہیمی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان

آفرید و کرد با دانش الیف
پیدا کیا اور اُس کو عقل سے مانوس کیا

نامِ کالانعام کرد آں قوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام جانوروں جیسے رکھ دیا

زانکہ نسبت کو بیقظہ نوم را
کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

رُوحِ حیوانی ندارد غیرِ نوم
حیوانی روح سونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے

حِسّہائے منعکس دارند قوم
(یہ) لوگ اُلٹے حواس رکھتے ہیں

یقظہ آمد نومِ حیوانی نماند
بیداری آئی، تو حیوانی نیند نہ رہی

انعکاسِ حسِّ خود از لوح خواند
تو اُس نے تختی سے اپنے حس کا اُلٹا ہونا پڑھ لیا

ہمچو حسِّ[2] آنکہ خواب آں را ربود
اسکی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا

چوں شد او بیدار عکسش رُو نمود
جب بیدار ہوا اُسکو اسکا اُلٹا پن واضح ہو گیا

لاجرم اسفل بود از سافلین
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہو گا

ترکِ اُو کُن لا اُحِبُّ الآفلین
اُسکو چھوڑ، میں غروب ہونیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

زانکہ استعدادِ تبدیل و نبرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت

بودش از پستی و آنرا فوت کرد
پستی سے اُس کو تھی اور اُس نے اُسکو ختم کر دیا

باز حیواں را چو استعداد نیست
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے

عذرِ اُو اندر بہیمی روشنیست
حیوانیت میں (رہنے کا) اُس کا عذر واضح ہے

زو[3] چو استعداد شد کاں رہبر ست
جبکہ اُس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو راہنما ہے

ہر غذائے کو خورد مغزِ خرست
جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

گر بلادر خورد او افیوں شود
اگر بھلاواں کھائے گا وہ افیون بنجائے گا

سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اُس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

ماند یک قسمِ دگر اندر جہاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں

نیم حیواں نیم حَیّ با رشاد
جو آدھی حیوان، آدھی باہدایت زندہ ہے

مخلوق ہے اِس لئے کہ اُسمیں بھلائی کی استعداد تھی، اس نے اسکو تباہ کیا دیگر حیوانات میں استعداد ہی نہیں ہے لہٰذا وہ بہیمیت میں معذور ہیں۔ —— [3] زو۔ جب انسان نے استعداد کو ختم کر دیا تو جو غذا استعمال کریگا مزید خباثت کا سبب بنے گی۔ مگر بلادر بھلاواں سکتہ اور بیہوشی کے ازالہ میں مفید ہے لیکن وہ اُلٹا اثر کریگا۔ ماند یک قسم۔ یہ عام مؤمنین کی قسم ہے جن کا نفس نفسِ لوّامہ ہے اِن انسانوں کی عقل و نفس، روح و تن کی کشمکش میں رہتی ہے پہلا گروہ جسکا بیان یک گروہ مستغرق مطلق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ مطمئنہ ہے دوسرا گروہ جسکا بیان قسمِ دیگر با خراں ملحق شدہ میں تھا انکا نفس نفسِ امّارہ ہے اس تیسرے گروہ کی کشمکش کو مجنوں اور اسکی اونٹنی کے قصے سے واضح کیا ہے۔

[1] ترکیب۔ یعنی عقل و شہوت کا اجتماع۔ حیوانِ لطیف یعنی انسان۔ نام۔ جب انسان روحِ حیوانی کھو بیٹھے تو وہ حیوان ہے اسی لئے قرآن پاک میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا۔ اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ وہ چوپاؤں کی طرح ہیں۔ یقظہ۔ روحِ انسانی بیدار ہے اور اُن کی روح سوئی ہوئی ہے۔ روحِ حیوانی۔ یہ روح عقل اور مقتضیات سے اسی طرح غافل ہے جیسے کہ کوئی سویا ہوا ہو اور اپنے حواس کو عقل کے مقتضیات کے برعکس کام میں لائے۔ یقظہ۔ جب انہیں بیداری آئے گی تو انکو حواس کے اُلٹا ہو جانے کا احساس ہو گا۔

[2] ہمچو حس۔ نیند سے بیدار ہو کر انسان سمجھتا ہے کہ نیند کی حالت میں اُس کے حواس صحیح کام نہیں کر رہے تھے۔ اسفل۔ قرآن پاک میں ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ "ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم اُس کو کمتر سے کمتر مخلوق میں لوٹا لائے"۔ ترکِ او۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہیئے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے چاند سورج کی الوہیت سے جُدائی اختیار کر لی تھی کہ میں غروب ہو جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں۔ زانکہ۔ ایسا انسان بدترین

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش — کردہ چالش اولش با آخرش

وہ دن، رات جنگ اور کشمکش میں ہے — اُسکا ایک اُس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

چالشِ عقل با نفس ہمچوں تنازع مجنون با ناقہ میلِ مجنوں

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیساکہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا

سوئے حُرّہ[1] و میلِ ناقہ سوئے کُرّہ چنانچہ مجنوں گفتہ ہوئی

میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری

نَاقَتِیْ خَلْفِیْ وَقُدَّامِی الْهَوٰی وَاِنِّیْ وَاِیَّاهَا لَمُخْتَلِفَانِ

اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے، میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع با شتر — گہ شتر چربید و گہ مجنونِ حُر

جیساکہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا — کبھی اونٹنی غالب آگئی اور کبھی آزاد مجنوں

ہمچو مجنوں اند و چوں ناقہ اش یقیں — می کشد آں پیش و ویں واپس بکیں

وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اُس کی اونٹنی کیطرح ہیں — وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

میلِ[2] مجنوں پیش آں لیلیٰ رواں — میلِ ناقہ پس پئے کُرّہ اش دواں

مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب رواں ہے — اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے

یک دم ار مجنوں ز خود غافل بُدے — ناقہ گردیدے و واپس آمدے

اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہوجاتا — اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آجاتی

عشق و سودا چونکہ پُر بودش بدن — می نبودش چارہ از بیخود شدن

چونکہ اُس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پُر تھا — اُس کے لئے بے ہوش ہوجانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

آنکہ او باشد مُراقب عقل بُود — عقل را سودائے لیلیٰ در رَبود

جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی — عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اُڑا تھا

لیک[3] ناقہ بس مُراقب بود و چُست — چوں بدیدے او مہارِ خویش سُست

لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی — جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ — رُو سپس کردے بکُرّہ بے درنگ

وہ اُس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہوگیا ہے — بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رُخ کردیتی

چوں بخود باز آمدے دیدے ز جا — کو سپس رفتہ است بس فرسنگہا

جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے — وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

---

[1] حُرّہ۔ شریف عورت یعنی لیلیٰ۔ کُرّہ۔ گھوڑے کا بچہ۔ مولانا نے یہاں اونٹ کا بچہ مُراد لیا ہے۔ ہمچو مجنوں۔ مشہور ہے کہ مجنوں کو معلوم ہوا کہ لیلیٰ آرہی ہے تو وہ اسکے استقبال کے لئے چلا جس اونٹنی پر سوار ہوا اُس کے بچہ کو گھر پر چھوڑ گیا راستہ میں اُس کی اور اونٹنی کی کشمکش شروع ہوئی۔ حُر۔ آزاد۔

[2] میل۔ مجنوں چاہتا تھا کہ اونٹنی آگے بڑھے تاکہ لیلیٰ کا وصال حاصل ہو۔ میلِ ناقہ۔ اونٹنی گھر کی طرف لوٹنا چاہتی تھی تاکہ بچہ کے پاس پہنچے۔ یک دم۔ مجنوں کی ذرا سی غفلت ہوتی تو وہ اونٹنی پیچھے کو پلٹ جاتی۔ عشق چونکہ مجنوں کا جسم عشق سے پُر تھا اِس لئے وہ اونٹنی کی اُلٹی حرکت سے بیہوش ہوجاتا تھا۔ مراقب۔ انسان کی عقل اسکے کام کی نگہبانی کرتی ہے مجنوں عشق میں بے عقل ہو چکا تھا۔

[3] لیک۔ ناقہ کو ہوش تھا وہ جب دیکھتی کہ اُس کی مہار ڈھیلی ہے فوراً سمجھ جاتی کہ مجنوں غافل ہے اور پیچھے کی طرف چل پڑتی۔ چوں بخود۔ جب مجنوں کو ہوش آتا وہ دیکھتا کہ اونٹنی میلوں پیچھے واپس ہوگئی ہے۔

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا — ماند مجنوں در تردد سالہا[1]
تین روز کے راستہ پر ان احوال میں — مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم — ما دو ضد بس ہمرہِ نالائقیم
بولا اے اونٹنی! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں — ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

نیستت بر وفقِ من مہر و مہار — کرد باید از تو دوری اختیار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے — تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیئے

ایں دو ہمرہ یکدگر را راہزن — گمرہ آں جاں کو فرو ناید ز تن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں — وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

جاں[2] ز ہجرِ عرش اندر فاقہ — تن ز عشقِ خاربُن چوں ناقہ
جان، عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے — جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

جاں گشاید سوی بالا بالہا — در زدہ تن در زمیں چنگالہا
جان، اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے — جسم نے زمین میں پنجے گاڑھ دیئے ہیں

تا تو باشی با من اے مردہ وطن — پس ز لیلیٰ دور ماند جانِ من
اے وطن کی عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہیگی — تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

روزگارم[3] رفت زیں گوں حالہا — ہمچو تیہ و قومِ موسیٰ سالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گذر گئی — جیسا کہ برسوں تک تیہ اور حضرت موسیٰ کی قوم کا حال

خطوتینے بود ایں رہ تا وصال — ماندہ ام در رہ ز ششت (شصت) شستت سال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا — میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہ گیا

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر — سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی — اس سواری سے میں بھر پایا، بھر پایا

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند — گفت سوزیدم ز غم تا چند چند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا — کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

تنگ شد بر وے بیابانِ فراخ — خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا — اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

آنچناں افگند خود را سوی پست — از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا — تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

[1] سالہا۔ مجنوں اس تین روزہ مسافت میں اسی حالت میں کئی سال رہا۔ گفت پھر اس نے سوچا کہ دو متضاد دھنوں کے عاشقوں کا باہمی سفر طے نہ ہو سکے گا۔ ایں دو ہمراہ — اونٹنی مجنوں کا راستہ کھوٹا کر رہی ہے اور مجنوں اونٹنی کا راستہ خراب کر رہا ہے، بالآخر مجنوں نے اونٹنی کو چھوڑا اور چل پڑا۔ گمراہ۔ مولانا فرماتے ہیں جو شخص جسم کا ساتھ نہ چھوڑے وہ بھی گمراہ ہوتا ہے۔

[2] جاں۔ جان اور جسم کی بھی خواہشات جداگانہ ہیں ان دونوں کا ساتھ نہیں نبھ سکتا۔ خاربن۔ کانٹوں کا جھاڑ۔ جاں۔ جان کی پرواز عالم بالا کی جانب ہے جسم کی خواہش زمین پر رہنے کی ہے۔ تا تو۔ جب تک انسان کی روح جسم کے ساتھ رہیگی مقصد حاصل نہ ہو گا۔ مردہ وطن۔ عاشق وطن۔

[3] روزگارم۔ مجنوں نے کہا اس کشمکش میں میرا وقت ضائع ہوا۔ تیہ۔ وہ میدان جس میں چالیس سال تک بنی اسرائیل چکر کاٹتے رہے تھے اور شام کو اسی جگہ پر ہوتے تھے جہاں سے صبح کو چلے تھے۔ خطوتین۔ دو قدم۔ شستت۔ مکر و حیلہ۔ سرنگوں۔ مجنوں نے پھر اپنے آپ کو اونٹنی پر سے سر کے بل گرا دیا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔

پایِ را بربست وگفتا گُو شَوَم ١ — در خمِ چوگانش غلطاں میروم

اُس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بنجاؤں گا — اُس کے بَلّے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

زیں کُند نفریں حکیمِ خوش دَہَن — بر سوارے کُو فرو نایَد زِ تَن

خوش کلام حکیم اِسی لئے نفرت بھیجتا ہے — اُس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اُترے

عشقِ مولیٰ کے کم از لیلیٰ بُوَد — گوی گشتن بہرِ اُو اَولیٰ بُوَد

اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟ — اُس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

گوی شو می گرد بر پہلوی صدق — غلط غلطاں در خمِ چوگانِ عشق

گیند بن جا، سچائی کے پہلو پر لُڑھک — لُڑھکتا لُڑھکتا عشق کے بَلّے کے موڑ میں

کائیں سفر زیں پس بُوَد جذبِ خدا ٢ — واں سفر بر ناقہ باشد سیرِ ما

کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہوگا — اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہوگی

اینچنیں سیریست مُستثنیٰ زِ جنس — کاں فزود از اجتہادِ جِنّ و انس

اِس طرح کا سفر اپنی جنس سے جُدا گانہ ہے — کیونکہ وہ جِنّ وانس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

اینچنیں جذبے ست نے جذبِ عام — کہ نہادش فضلِ احمدؐ والسلام

عام کشش اُس طرح کی کشش نہیں ہے — جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

قصّہ کوتہ کن برائے آں غلام — کو سُوی شہ بر نبشتہ است او پیام

اُس غلام کی وجہ سے قصّہ مختصر کردے — جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

نبشتنِ ٣ آں غلام قصّۂ شکایتِ نقصانِ اجرے سُوی بادشاہ

تنخواہ گھٹنے پر بادشاہ کو اُس غلام کی شکایت لکھنے کا قصّہ

رُقعۂ پُر جنگ و پُر ہستی و کیں — می فرستد پیشِ شاہِ نازنیں

ایک رُقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا — نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

کالبد نامہ است اندر وے نگر — ہست لایق شاہ را آنگہ ببر

جسم رُقعہ ہے اُس کو دیکھ لے — کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لیجا

گوشۂ رَو نامہ را بکشا، بخواں — بیں کہ حرفش ہست درخورِ شہاں

گوشہ میں جا خط کو کھول، پڑھ — دیکھ لے کہ اُس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے،

گر نباشد درخور آں را پارہ کُن — نامۂ دیگر نویس و چارہ کُن

اگر مناسب نہ ہو اُس کو پھاڑ دے — دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

١ گو۔ گیند۔ حکیم۔ سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ عشقِ مولیٰ۔ اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کم نہیں ہے جب مجنوں لیلیٰ کے عشق میں اونٹنی کو خیرباد کہہ سکتا ہے تو خدا کے عشق میں جسم کی سواری کو یقیناً خیرباد کہہ دینا چاہیئے۔ گوی شو۔ اللہ کے راستہ میں گیند بن جا اور لڑھکتا ہوا اُس کے دربار تک پہنچ جا۔

٢ کائیں سفر۔ اِس سفر میں ابتداءً تو کوشش کریگا پھر اللہ کی جانب سے کشش شروع ہوجائے گی۔ اینچنیں۔ جذبِ خداوندی سے جو رفتار ہوگی وہ محض عطاءِ خداوندی ہے۔ اینچنیں۔ یہ خدائی جذب، عام جذب نہیں ہے جو ہر راستہ میں حاصل ہوجائے۔ یہ وہ جذب ہے جس کو آنحضورؐ کی مہربانی نے قائم کیا ہے اور اُن کے جانشینوں کو حاصل ہے۔

٣ نبشتن۔ غلام کی انتہائی حماقت تھی کہ اُس نے غصہ سے بھرا ہوا خط لکھا اور وہ بھی نازک مزاج بادشاہ کو، پُر ہستی۔ جس میں اپنی بڑائی جتلائی۔ کالبد۔ مولانا نے یہاں سے ارشادی مضمون شروع کردیا کہ تیرا جسم بمنزلہ اُس غلام کے خط کے ہے اُس میں دیکھ لے کہ شاہ کے لائق اوصاف ہیں یا نہیں۔

لیک فتحِ نامۂ تن زب مداں (۱) — ورنہ ہر کس سرِّ دل دیدے عیاں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ — ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

نامہ بکشادن چہ دشوارست و صعب — کارِ مردانست نے طفلانِ لعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے — بہادروں کا کام ہے، نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

جملہ بر فہرست قانع گشتہ ایم — زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہو گئے ہیں — کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

باشد آں فہرست دامے عامہ را — تا چناں دانند متنِ نامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے — حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

باز کن سرنامہ را گردن متاب (۲) — زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
خط کے عنوان کو کھول، منہ کو نہ موڑ — اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

ہست آں عنواں چو اقرارِ زباں — متنِ نامہ سینہ را کن امتحاں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے — سینہ کے خط کے مضمون کو آزمالے

کہ موافق ہست با اقرارِ تو — تا منافق وار نبود کارِ تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے — تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

چوں جوالے بس گرانے می بری — زاں نباید کم کہ در وے بنگری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے — کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

کہ چہ داری در جوال از تلخ و خوش — گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے — اگر لے جانے کے قابل ہے، لے جا

ورنہ خالی کن جوالت از سنگ (۳) — باز خر خود را ازیں پیکار و ننگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کرلے — اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچالے

در جوال آں کن کہ می باید کشید — سوے سلطاناں و شاہانِ رشید
بورے میں وہ بھر لے جو لے جانا چاہیے — بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

زشت نبود کایں جوال پر ریگ — می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا ہوا بورا — تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

چوں نمی تانی کہ پر لعلش کنی — ہم تہی بہتر کہ ہم جنسِ تنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے — خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اسکے کہ تیرے جسم کی ہم جنس ہو

---

۱ نامۂ تن۔ جسم کے اس خط کو کھولنا اور پڑھنا آسان نہیں ہے۔ زب۔ سا آسان۔ کارِ مرداں۔ اپنے جسم کے خط کو مخصوص لوگ ہی پڑھ سکتے ہیں عوام کو اپنے دلوں کے رازوں کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ جملہ یعنی ہم نیک کاموں کی فہرست پر اکتفا کر بیٹھے ہیں جس میں صرف عنوانات ہوتے ہیں یعنی صرف ظاہر کا اعتبار کر لیتے ہیں۔ باشد۔ یہ عنوان عوام کو پھنسانے کا جال ہے وہ خط کے مضمون کو بھی عنوان جیسا سمجھ بیٹھتے ہیں یعنی باطن کو ظاہر جیسا جان لیتے ہیں۔

۲ باز کن۔ خط کے مضمون کو پڑھنا چاہیے۔ ہست۔ ایمان کا زبانی اقرار عنوان ہے اصل ایمان دل میں ہے۔ کہ موافق۔ اگر صرف زبانی اقرار ہے اور قلبی تصدیق نہیں ہے تو یہ نفاق ہے۔ چوں۔ جب تو بادشاہ کے سامنے تحفہ میں کوئی بورا بھرا ہوا لے جا رہا ہو تو کم از کم یہ دیکھ لے کہ اس میں کیا چیز ہے۔

۳ ورنہ۔ اگر بادشاہ کے مناسب نہیں ہے تو بورا خالی کرے اور اس میں وہ بھرلے جو بادشاہ کے مناسب ہو۔ زشت۔ یہ بری بات ہوگی کہ تو معمولی ریت کا بورا بھر کر لے جائے۔ چوں نمی تانی۔ اگر انسان اپنے جسم کو اخلاق حسنہ سے نہیں بھر سکتا تو کم از کم آتنا ہو کہ اخلاق رذیلہ سے وہ خالی ہو۔

حکایتِ[1] آں فقیہ با دستارِ بزرگ و آنکہ دستارش ربود و بانگ و نعرۂ

اُس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اُس کی جو پگڑی اُچک لے گیا اور

فقیہ کہ باز کُش کن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اِس کو کھول اور دیکھ کر کیا لے جا رہا ہے، تب لے جا

یک فقیہے ژندہا[2] برچیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے
در عمامہ خویش در پیچیدہ بود
(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

تا شود زفت و نماید آں عظیم
تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے
چوں درآید سوی محفل در حطیم
جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

ژندہا از جامہہا پیراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جڑے تھے
ظاہرِ دستار ازاں آراستہ
اُن سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

ظاہرِ دستار چوں حُلّہ بہشت
پگڑی کا ظاہر، بہشت کے جوڑے کی طرح تھا
چوں منافق اندروں رسوا و زشت
باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدّا

پارہ پارہ دلق[3] و پنبہ و پوستیں
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین
در درونِ آں عمامہ بد دفیں
اُس پگڑی کے اندر دفن تھے

روی سوی مدرسہ کردہ صبوح
اُس نے صبح صبح مدرسہ کا رُخ کیا
تا بدیں ناموس یابد او فتوح
تاکہ اِس شان و شوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

در رہِ تاریک مردے جامہ کن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اُتارنے والا شخص
منتظر استادہ بُد از بہرِ فن
فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

در ربود او از سرش دستار را
وہ اُس کے سر سے پگڑی لے اُڑا
پس دواں شد تا بسازد کار را
پھر بھاگا، تاکہ اپنا کام بنائے

پس فقیہش بانگ برزد کاے پسر
فقیہ نے اُس کو آواز دی اے بیٹا!
باز کن دستار را آنگہ ببر
پگڑی کو کھول، پھر لے جا

ایں چنیں کہ چار پرّہ می پری
تو جو اس طرح چار پروں سے اُڑ رہا ہے
باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
اُس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

باز کن آں را بدستِ خود بمال
اُس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول
آنگہاں خواہی ببر کردم حلال
پھر چاہے لے جانا، میں نے معاف کر دیا

---

[1] حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اُس فقیہ کا دستار کو غلط چیزوں سے بھرنا کس قدر بُرا تھا۔ باز کُش کن۔ یعنی اس پگڑی کو کھول کر دیکھ اُس میں کیا ہے۔

[2] ژندہا۔ پُرانے چیتھڑے۔ حطیم۔ خانۂ کعبہ کا وہ حصّہ جس پر عمارت نہیں ہے۔ حُلّہ۔ کپڑوں کا جوڑا۔

[3] دلق۔ گدڑی۔ دفین۔ مدفون۔ صبوح۔ صبح۔ فتوح۔ نذرانہ۔ جامہ کن۔ کپڑے چھیننے والا۔ بہرِ فن۔ یعنی اپنا ہنر دکھانے کے لئے۔ کار را۔ یعنی اپنی ضرورت پوری کرے۔ چار پرّہ۔ چار پروں سے اُڑنا یعنی بہت تیز بھاگنا۔ آں ہدیہ۔ یعنی دستار۔ کردم حلال۔ یعنی میں نے تجھے وہ دستار بخشدی۔

چونکہ بازش کرد آں کو می گریخت — صد ہزاراں ژندہ اندر رہ بریخت

جو بھاگ رہا تھا جب اُس نے اُس کو کھولا — لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

زاں عمامہ زفتِ نابایستِ[1] او — ماند یک گز کہنہ در دستِ او

اُس کی اِس موٹی نابکار پگڑی سے — ایک گز پرانا (کپڑا) اُس کے ہاتھ میں رہ گیا

بر زمیں زد خرقہ را کاے بے عیار — زیں دغل ما را بر آوردی ز کار

چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق! — اِس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

ایں چہ مکرست و چہ تزویرست و شید — کہ فگندی مر مرا در قیدِ صید

یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟ — کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسا دیا

شرم ناید مر ترا زیں ژندہا — از دغل بفگندیم اے پر دغا

اِن چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی — فریب سے تو نے مجھے پھنسایا اے دغاباز!

گفت بنمودم دغل لیکن ترا — از نصیحت[2] باز گفتم ماجرا

اُس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے — خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

نصیحتِ دنیا مر اہلِ دنیا را بزبانِ حال و بیوفائیِ خود را وانمودن بو فاجویندگاں

زبانِ حال سے دنیا داروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت — عیبِ خود را بانگ زد با جملہ گفت

اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے — بلند آواز سے اُس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

اندریں کون و فساد اے اوستاد — آں دغل کون و نصیحت داں فساد

اے اُستاد! اِس بناؤ اور بگاڑ میں — بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

کون[3] می گوید بیا من خوش پیم — واں فسادش گفت و من لاشیم

بناؤ کہتا ہے آ جا میں مبارک قدم ہوں — اور بگاڑ نے اُس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

اے زخوبیِ بہاراں لب گزاں — بنگر آں سردی و زردیِ خزاں

اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے! — خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

روز دیدی طلعتِ خورشیدِ خوب — مرگِ او را یاد کن وقتِ غروب

تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا — غروب کے وقت اُس کی موت کو یاد کر لے

---

1. نابایست۔ یعنی بیکار۔ ماند۔ یعنی اندر کے چیتھڑے بکھر گئے اور ایک گز پرانا کپڑا ہاتھ میں رہ گیا۔ برزمیں۔ اُس چور نے اُس کپڑے کو زمین پر پھینک دیا اور فقیر پر ناراض ہوا۔ زکار۔ یعنی اگر میں اِس پگڑی کی فکر میں نہ پڑتا تو اور کوئی مُفید چوری کر لیتا۔ قیدِ صید۔ شکار کا پھندا۔ بفگندیم۔ افگندی مرا۔

2. از نصیحت۔ یعنی مجھے ابتداءً دھوکا لگا لیکن آخر میں تو میں نے تجھے سب سمجھا دیا۔ نصیحت۔ دنیا بھی ابتداءً مکر کرتی ہے، لیکن آخر میں اپنے عیوب ظاہر کر دیتی ہے۔ اندریں۔ دنیا عالمِ کون و فساد ہے یعنی اِس کے کاموں میں بناؤ بھی ہے اور بگاڑ بھی، بناؤ فریب دیتا ہے تو بگاڑ دنیا کا عیب ظاہر کر دیتا ہے۔

3. کون۔ دنیا کا بناؤ اپنی طرف کھینچتا ہے اور بگاڑ دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرتا ہے۔ لاشیم۔ میں کچھ نہیں ہوں۔ لب گزاں۔ انسان موسمِ بہار کی رنگینیوں پر تعجب کرتا ہے اُس کی خزاں کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔ روز۔ دن میں سورج کا چہرہ حسین ہوتا ہے غروب کے وقت اُس کے چہرے پر مُردنی چھا جاتی ہے۔

بدر را دیدی بریں خوش چارطاق[1] | حسرتش را ہم ببیں اندر محاق
تونے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا | گھٹاؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

کودکے از حسن شد مولائے خلق | بعد پیری شد خرف رسوائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا | بڑھاپے کے بعد بڑھاپے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

گر تنِ سیمیں بتاں کردت شکار | بعد پیری بین تنے چوں پنبہ زار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے | بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز[2] | فضلۂ آں را ببیں در آبریز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے، اٹھ | پاخانہ میں اُن کا فضلہ دیکھ لے

مر خبث را گو کہ آں خوبیت کو | آں فریب و حسن و مرغوبیت کو
نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟ | وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

بر طبق گو عشوہ و نرمی و خوت | بر سبد گو جلوہ و نغزی و لوت
طشت پر تیرا ناز و انداز اور نرمی اور عادت کہاں ہے؟ | چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

گوید او آں دانہ بد من دام آں | چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں | جب تو شکار بن گیا، دانہ چھپ گیا

بس انامل رشکِ استاداں شدہ | در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کیلئے باعث رشک ہوتی ہیں | دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

نرگسِ چشمِ خماری ہمچو جاں[3] | آخر اعمش بین و آب از وے چکاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس | بالآخر چندھی دیکھ لے اور اُن میں سے پانی بہتا ہوا

حیدرے کاندر صفِ شیراں رود | آخر او مغلوبِ موشے می شود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے | آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

طبعِ تیزِ دور بینِ محترف | چوں خرِ پیرش ببیں آخر خرف
پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو | بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

زلف و جعدِ مشکبارِ عقل بر | آخرِ او دمِ زشتِ پیرِ خر
مشکبار زلف اور ہوش رُبا گھونگر والے بال | انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دم ہیں

خوش ببیں کونش ز اول باکشاد | و آخر آں رسوائیش بین و فساد
اس کے بناؤ کو شروع میں پرلطف حسین دیکھ لے | اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھ لے

---

[1] چارطاق۔ چوگوشہ خیمہ، راوی یہاں آسمان مراد ہے۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ کودکے۔ وہی لڑکا جو اپنے حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنتا ہے، بڑھاپے میں بڑھاپے عقل ہو کر رسوا ہوتا ہے۔ پنبہ زار۔ روئی کا کھیت یعنی بڑھاپے میں تمام بدن پر سفید بال آجاتے ہیں۔

[2] بدیدہ۔ وہی روغنی غذائیں جو انتہائی مرغوب ہوتی ہیں جب فضلہ بنکر بیت الخلا پہنچتی ہیں، تو ناقابل دید ہوتی ہیں۔ خبث یعنی فضلہ۔ سبد۔ ٹوکری۔ نغز۔ نادر۔ گوید۔ وہ فضلہ زبان حال سے کہتا ہے وہ میری پہلی حالت جال کا دانہ تھی جب تو پھنس گیا تو اب دانہ غائب ہو گیا ہے۔ بس انامل۔ دستکار کی وہی انگلیاں جو کبھی فن کے استادوں کے لئے باعث رشک تھیں بڑھاپے میں کانپنے لگتی ہیں۔

[3] نرگس۔ جوانی کی مست نرگسی آنکھیں بڑھاپے میں چندھی ہو جاتی ہیں جن سے ہر وقت پانی بہتا ہے۔ حیدر۔ بڑے سے بڑا بہادر بڑھاپے میں بالکل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ محترف۔ پیشہ ور۔ خرف۔ بڑھاپے عقل۔ جعد۔ گھونگر والے بال۔ خوش۔ غرضکہ دنیا کے بناؤ کے بعد بگاڑ ہے انسان کو اسے پیش نظر رکھنا چاہئے۔

زانکہ او بنمود پیدا دامؔ[1] را — پیشِ تو بر کند سبلت خام را
کیونکہ اُس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا — تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

پس مگو دنیا بتزویرم فریفت — ورنہ عقلِ من ز دامش می شگیفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے پھنسایا — ورنہ میری عقل اُس کے جال سے آرام پاتی!

طوقِ زرّین و حمائل بین ہلہ — غُلّ و زنجیرے شُد ست و سلسلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ — طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

ہمچنیں ہر جزوِ عالم می شمر — اوّل و آخر در آرش در نظر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے — اُس کے اوّل اور آخر کو نظر میں لے آ

ہر کہ آخر بیں تر او مسعود تر — ہر کہ آخر بیں تر او مطرود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے — جو چیز کو زیادہ دیکھنے والا ہے، زیادہ مردود ہے

روئے ہر یک چوں مہِ فاخر ببیں — چونکہ اوّل دیدہ شد آخر ببیں
نور بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے — جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے، انجام (بھی) دیکھ لے

تا نباشی[2] ہمچو ابلیسِ اعورے — نیم بیند نیم نے چوں ابترے
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے — وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں، ناقص کی طرح

دید طینِ آدمؑ و دینش ندید — اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اُس نے آدمؑ کی مٹی کو دیکھا اُن کے دین کو نہ دیکھا — اِس جہان کو دیکھا اُس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

فضلِ[3] مرداں بر زناں اے بو شجاع — نیست بہرِ قوّت و کسب و ضیاع
اے بڑے بہادر! مَردوں کی عورتوں پر فضیلت — طاقت اور کمائی اور جائداد کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی — فضل بودے بہرِ قوّت اے عمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر — فضیلت ہوتی اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

فضلِ مرداں بر زناں حالی پرست — زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت — اسلئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

مرد کاندر عاقبت بینی خم ست — او ز اہلِ عاقبت چوں زن کم ست
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے — وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

از جہاں دو بانگ می آید بضد — تا کدامیں را تو باشی مستعد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں — دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لئے مستعد ہوتا ہے؟

---

[1] دام۔ دنیا کا بگاڑ ظاہر کر دینا ہے کہ اسکا بناؤ انسان کیلئے جال ہے۔ … خام یعنی ناتجربہ کار بچیں۔ مگو۔ انسان کا یہ عذر بیکار ہے کہ دنیا نے فریب دیا۔ طوق۔ وہی چیزیں جو رونق کا باعث ہیں ان کا انجام تباہی ہے۔ ہمچنیں۔ تمام اجزاءِ عالم کا یہی حال ہے اُن کی ابتداء بناؤ سے اور انجام بگاڑ پر ہے۔ ہر کہ۔ دنیا کی چیزوں کے انجام پر جو نظر رکھے گا وہ نیک بخت ہے۔ آخر۔ چڑھیں میں جانور کو گھاس دانہ کھلایا جاتا ہے۔ مطرود۔ مردود۔ روئی۔ ابتدا پُر رونق ہوتی ہے۔

[2] تا نباشی یعنی ہر چیز کے آغاز و انجام کو دیکھ لے شیطان کی طرح یہ نہ کر کہ کچھ دیکھے کچھ نہ دیکھے شیطان نے حضرت آدمؑ کا ایک جزو دیکھا دوسرے جزو پر نظر نہ کی جسم کو دیکھا روح کو نہ دیکھا۔

[3] فضلِ مرداں۔ مَردوں کو عورتوں پر فضیلت مَردوں کی عاقبت بینی کی وجہ سے ہے۔ ورنہ۔ طاقت کی بنیاد پر فضیلت ہو تو پھر انسان سے شیر اور ہاتھی افضل ہونا چاہیے۔ عمی۔ میرے چچا۔ حالی پرست یعنی موجودہ حال کو دیکھنے والا مآل پر نظر نہ کرنے والا۔ خم۔ ٹیڑھا۔ از جہاں۔ دنیا کے عروج اور زوال سے عبرت حاصل کرنے کی نصیحت شروع کی ہے۔ بضد یعنی دونوں متضاد آوازیں ہیں۔

آں یکے بانگش نشورِ اتقیا ۔۔۔ واں دگر بانگش فریبِ اشقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے ۔۔۔ اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

بانگِ خار و بانگِ اشگوفہ شنو ۔۔۔ بعد ازاں شو بانگِ خارش را گرو
کانٹے کی آواز اور غنچہ کی آواز سن ۔۔۔ اسکے بعد اسکے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

من شگوفہ خارم اے فخرِ کبار ۔۔۔ گل بریزد من بمانم شاخِ خار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں ۔۔۔ پھول جھڑ جاتا ہے، میں کانٹوں کی شاخ رہجاتی ہوں

بانگِ اشگوفش کہ اینک گلفروش ۔۔۔ بانگِ خارِ او کہ سوئی ما کوش
اس کے غنچہ کی آواز ہے، کہ یہ گلفروش ہے ۔۔۔ اسکے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنیکی) کوشش کر

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر ۔۔۔ کہ محب از ضدِ محبوب ست کر
تونے اس کو قبول کر لیا، دوسری سے رہ گیا ۔۔۔ کیونکہ عاشق، معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

آں یکے بانگ اینکہ اینک حاضرم ۔۔۔ بانگِ دیگر بنگر اندر آخرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے ۔۔۔ دوسری آواز (ہے) میرے انجام کو دیکھ

حاضری ام ہست ہمچوں مکرو کیں ۔۔۔ نقشِ آخر ز آئینہ اول بہ بیں
میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے ۔۔۔ آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی ۔۔۔ آں دگر را ضد و نادر خور شدی
جب تونے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا ۔۔۔ دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

اے خنک آں کو ز اول آں شنید ۔۔۔ کش عقول و مسمعِ مرداں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی ۔۔۔ جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

خانہ خالی یافت جا را او گرفت ۔۔۔ غیرِ آنش کژ نماید یا شگفت
اس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا ۔۔۔ اس کے علاوہ اس کو ٹیڑھی نظر آئیگی یا عجیب

کوزۂ نو کو بہ خود بولے کشید ۔۔۔ آں خبث را آب نتواند برید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا ۔۔۔ اس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

در جہاں ہر چیز چیزے می کشد ۔۔۔ کفر کافر را و مرشد را رشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے ۔۔۔ کفر، کافر کو، ہدایت، ہدایت یافتہ کو

۱؎ آں یکے۔ دنیا کی ناپائیداری کی آواز سے متقی خوابِ غفلت سے بیدار ہوتے ہیں۔ واں دگر۔ دنیا کے جاہ و اقبال کی آواز پر بدبخت فریفتہ ہوتے ہیں۔ بانگِ خار۔ دنیا کے زوال اور عروج کی آواز سن اور پھر زوال کی آواز پر عمل کر۔ من شگوفہ۔ زوال کی آواز کہتی ہے کہ دنیا کی رونق ختم ہونے والی ہے۔

۲؎ بانگِ اشگوفہ۔ دنیا کی رونق اپنی طرف بلاتی ہے دنیا کا زوال کہتا ہے کہ میرے قریب نہ آ۔ ایں۔ اگر انسان دنیا کی ایک آواز قبول کر لیتا ہے تو پھر دوسری آواز سے وہ بے تعلق ہو جاتا ہے۔ حاضرم۔ یعنی دنیا کہتی ہے میں اپنی رونق کے ساتھ موجود ہوں۔ آخرم۔ دوسری آواز کہتی ہے کہ دنیا کے انجام کو دیکھ لے۔

۳؎ حاضری۔ میری موجودہ صورت مکر اور فریب ہے آغاز کے آئینہ میں انجام دیکھ لے۔ جوال اندر شدن۔ کسی کام کو اختیار کر لینا۔ نادر خور۔ نالائق، ناقابل۔ اے خنک۔ وہ شخص قابلِ مبارکباد ہے جو آغاز میں انجام کو دیکھ لے۔ خانۂ خالی۔ اگر انسان نے صرف آغاز کی پکار سنی تو وہ اس کے دل میں گھر کر لے گی پھر وہ انجام کی آواز سننا پسند نہ کرے گا۔ کوزۂ نو۔ انسان جب آغاز پر فریفتہ ہو جاتا ہے تو انجام سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کورا برتن اگر پیشاب جذب کر لے تو پھر پانی اس کو پاک نہیں کر سکتا۔ در جہاں۔ نظامِ عالم جذب اور انجذاب پر قائم ہے ہر چیز کسی دوسری چیز کو اپنی طرف کھینچتی ہو۔ کفر، کفر کو کھینچتا ہے نیکی نیکوں کو اپنی طرف کھینچتی ہو تو یہ معنوی کشش ہے۔

کہربا ہم ہست و مقناطیس ہست
کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی
تا تو آہن یا کہی آئی بشست
تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آجائے

بُرد مقناطیس ار تو آہنی
اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا
ور کہی بر کہربا بر می تنی
اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکّر کاٹتا ہے

آں یکے چوں نیست با اخیار یار
جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے
لاجرم شُد پہلوی فجّار جار
لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

آں یکے را صحبتِ خار اختیار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے
لاجرم شُد پہلوی ہر خار خوار
وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

ہست موسیٰؑ پیشِ قبطی بس ذمیم
(حضرت) موسیٰؑ قبطی کے نزدیک بُرے ہیں
ہست ہاماں پیشِ سبطی بس رجیم
ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

جانِ ہاماں جاذبِ قبطی شُدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی
جانِ موسیٰؑ جاذبِ سبطی شُدہ
(حضرت) موسیٰؑ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے
معدۂ آدم جذوبِ گندم آب
آدم کا معدہ گیہوں، پانی کو کھینچنے والا ہے

گر تو نشناسی کسے را از ظلام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے
بنگر او را کوش سازید ست امام
اُس کو دیکھ لے جس کو اُس نے پیشوا بنایا ہے

زاں کہ ہر کُرّہ پئے مادر رود
کیونکہ جانور کا ہر بچّہ ماں کے پیچھے چلتا ہے
تا بداں جنسیتش پیدا شود
حتیٰ کہ اُس سے اُس کی جنسیت ظاہر ہوجاتی ہے

آدمی را شیر از سینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے
شیرِ خر از نیم زیرینہ رسد
گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصّہ سے پہنچتا ہے

بیان آنکہ عارف را غذائیست از نورِ حق کہ اَبِیتُ عِندَ رَبّی

اِس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث ہے) میں اپنے

یُطعِمُنی وَ یَسقِینِی وَ قَولُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ اَلجُوعُ طَعَامُ اللّٰہِ یُحیِی بِہٖ

خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا قول ہے

اَبدَانَ الصِّدِّیقِینَ اَی فِی الجُوعِ یَصِلُ طَعَامُ اللّٰہِ تَعَالیٰ عَزَّوَجَلَّ

بھوک خدائی غذا ہے اُس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

لہ کہربا۔ ظاہری کشش بھی دیکھ لے کہربا تنکے کو کھینچتی ہے اور مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ بُرد۔ تم میں جیسی صلاحیت ہوگی اُس طرف تمہاری کشش ہوگی۔ آں یکے۔ اگر نیکوں کی طرف کشش نہیں ہے تو بُروں کی طرف کشش ہوگی۔ خار یعنی بُرائی۔

لہ ہست موسیٰ۔ قبطی یعنی فرعون کی قوم کے شخص کو حضرت موسیٰ کی طرف کشش نہیں ہے وہ اُس کو بُرے معلوم ہوتے ہیں سبطی یعنی (اسرائیلی) حضرت یعقوب کی نسل کی کشش ہامان یعنی فرعون کے وزیر کی طرف نہیں ہے وہ اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے۔ معدہ خر۔ گدھے کے معدہ میں گھاس کی کشش ہے۔ گر تو۔ اچھوں کی صحبت اختیار کرنے کیلئے اُن کی کشش کو دیکھ لو کہ کس طرف ہے اگر اُن کی کشش کا تمھیں پتہ نہ چلے تو اُن کے شیخ کی کشش کو دیکھ کر اچھائی بُرائی کا فیصلہ کر لو۔

لہ زاں۔ ے
کند ہم جنس با ہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز
آدمی۔ انسان چونکہ اشرف المخلوقات ہے اُس کی غذا بدن کے اشرف حصّہ سے حاصل ہوتی ہے گدھے کو اسفل حصّہ سے غذا ملتی ہے۔ عارف۔ چونکہ عارف باللہ اشرف المخلوقات میں فردِ اعلیٰ ہے اُسکو غذا اللہ کیجانب سے ملتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اور صدیقین کو اللہ سے

عدلِ[1] قسّام ست و قسمت کردنیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اُسکی تقسیم ہے

ایں عجب کہ جبر نے و ظلم نیست
یہ عجیب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

جبر بودے کے پشیمانی بُدے
جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟

ظلم بودے کے نگہبانی بُدے
ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

روز آخر شُد سبق فردا بُوَد
شام ہوگئی، سبق کل ہوگا

رازِ ما را روز کے گنجا بُوَد
ہمارے راز کی دن میں گنجایش کہاں ہے؟

حاصل آنکہ در دُخول و در ایاب
خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں

در نگر وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
غور کرلے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

خطاب[2] با مغرورانِ دنیا و گرفتارانِ نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بکردہ اعتمادِ واثقے
اے مضبوط بھروسہ کئے ہوئے

بر دَم و بر چاپلوسِ فاسقے
ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

قُبّہ بر ساختتی از حباب
تونے بُلبلے کا قبہ بنایا ہے

آخر آں خیمہ است سُست و اہی طناب
یقیناً وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

زَرق چوں برق ست اندر نورِ آں
مکر، برق کی طرح ہے اُس کی روشنی میں

راہ نتوانند دیدن رہرواں
راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

ایں جہان و اہلِ اُو بیحاصل اند
یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں

ہر دو اندر بے وفائی یک دل اند
بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

زادۂ[3] دنیا چو دنیا بے وفاست
دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے

گرچہ رُو آرد بتو آں رُو قفاست
اگرچہ وہ تیری طرف رُخ کرے وہ چہرہ گُدّی ہے

اہلِ آں عالم چو آں عالم زِبر
اُس جہان والے، اُس جہان کی طرح نیکی کیوجہ سے

تا ابد در عہد و پیماں مستمر
ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند
دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟

معجزات از ہمدگر کے بستدند
آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

کے شود پژمردہ میوہ آنجہاں
اُس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟

شادیِ عقبیٰ نگردد اندُہاں
آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

---

[1] عدل - شعر:- قسمت کیا ہر چیز کو قسّام ازل نے جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا۔ ایں عجب - اِس تقسیم میں کسی پر جبر بھی نہ ہوا اور نہ کسی پر ظلم ہوا۔ پشیمانی - اپنی صلاحیت کے اعتبار سے جب انسان بُرا کام کرتا ہے تو اُسکو شرمندگی ہوتی ہے، اگر جبر ہو تو پھر کام پر شرمندگی نہ ہونی چاہیے۔ نگہبانی - ظالم، مظلوم کا نگہبان نہیں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہر بندے کا نگہبان ہے رزق دیتا ہے صحت دیتا ہے۔ روز - اب اِس مضمون کو ختم کردینا چاہیئے بہت وقت گذر گیا اور مضمون ناتمام رہا۔ حاصل - خلاصہ یہ ہے کہ جب دربارِ خداوندی میں آنا جانا ہو تو اپنی حالت کو مدِ نظر رکھو۔

[2] خطاب - جن لوگوں کو من جانب اللہ غذا حاصل ہوتی ہے اُن کے بالمقابل گروہ کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اعتمادِ واثقے - مضبوط بھروسہ۔ فاسقے - یعنی بناوٹی شیخ۔ حباب - پانی کا بُلبلہ۔ طناب - خیمہ کا رسّہ۔ زَرق - مکاری، یعنی مکار شیخ کی مکاری بجلی کی کوند ہو جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں کیا جاسکتا۔ بے حاصل - بے نتیجہ، بیکار۔

[3] زادۂ دنیا - یعنی دنیادار۔ رُو - اسکا رخ بھی گدّی کیطرح ہے۔ بِر - نیکی۔ مستمر - دائم۔ دو پیغمبر - اہل اللہ میں کبھی باہمی مخالفت نہیں ہوتی ہے وہ ایک دوسرے کا مال یعنی معجزے نہیں چھینتے ہیں۔ کے شود - عالمِ آخرت کی نعمتیں ناقابلِ زوال ہیں اور اسکی خوشی کبھی غم سے تبدیل نہیں ہوتی ہے

نفسِ[1] بے عہدست ازاں و کشتنی ست
اُو دَنی و قبلہ گاہِ اُو دَنی ست

نفس بے وفا ہے، اِس لئے گردن زدنی ہے
وہ کمینہ ہے اور اُس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

نفسہا را لائق ست ایں انجمن
مُردہ را در خور بُوَد گور و کفن

نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے
گور و کفن مُردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

نفس اگرچہ زیرک ست و خُردہ داں
قبلہ اَش دنیاست اُو را مُردہ داں

نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے
اُس کا قبلہ دنیا ہے اُس کو مُردہ سمجھ

آبِ وحیِ حق بدیں مُردہ رسید
شُد ز خاکِ مُردہَ زندہ پدید

اللہ کے اِلہام کا پانی اُس مُردے کو پہنچا
مُردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

تا[2] نیاید وحی زُو غرّہ مباش
تو بداں گلگونہٴ طالِ بقاش

جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اُس سے دھوکہ نہ کھا
"اُس کی عمر دراز ہو" کے غازے سے

بانگ و صیتے جو کہ آں خامل نشُد
تابِ خورشیدے کہ آں آفل نشُد

وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو
اُس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

آں ہنر ہائے دقیق و قال و قیل
قومِ فرعون اند اجل چوں آبِ نیل

نازک ہنر اور قیل و قال
فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

رونق و طاق و طرب و سحرِ شاں
گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں

اُن کی رونق اور شان و شوکت اور جادو
اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

سحر ہائے ساحراں داں جملہ را
مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا

سب کو جادوگروں کے جادو سمجھ
موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدھا بنا

جادوئے[3] ہا را ہمہ یک لُقمہ کرد
یک جہاں پُر شب بُداں را صبح خورد

اُس نے اُن، سب جادوؤں کو ایک لُقمہ بنا لیا
ایک دنیا رات سے بھری تھی جسکو صبح نے نگل لیا۔

نور ازاں خوردن نشد افزون و بیش
بل ہماں سان ست کو بودہ ست پیش

اُس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا
بلکہ اسی طرح سے ہے جیساکہ پہلے تھا

در اثر افزوں شُدہ در ذات نے
ذات را افزونی و آفات نے

اثر میں اضافہ ہوا، ذات میں نہیں
ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

---

[1] نفس۔ دنیا دار نفس کے تابع ہیں اور وہ بے وفا ہے لہٰذا دنیا دار بھی بے وفا ہیں۔ قبلہ گاہ۔ نفس کا قبلہ گاہ فسق و فجور ہے۔ دَنی۔ کمینہ۔ گور و کفن۔ دنیا کا وہ حلقہ جس میں ذکر و فکر نہ ہو قبر ہے۔ نفس۔ دنیا دار خواہ کتنا ہی ذہین ہو جب وہ آخرت سے غافل ہے مُردہ ہے۔ آبِ وحی۔ دنیا دار کو جب کبھی ہدایت میسّر آتی ہے تو یہ سمجھو کہ مُردہ زندہ ہو گیا ہے۔

[2] تا نیاید۔ نفس انسان کو دھوکہ میں مبتلا کرتا ہے اور یقین دلاتا رہتا ہے کہ عمر دراز ہے آئندہ نیکی کرنے کا موقع ہے فی الحال دنیا کے مزے اُڑالو۔ گلگونہ۔ غازہ۔ بانگ۔ وہ آواز تلاش کر جو کبھی گمنام نہ ہو اور وہ نور حاصل کر جس کے لئے غروب ہو جانا نہیں ہے اور وہ اہلِ حق کے پاس ہے۔ آں ہنر ہائے۔ دنیا کے تمام ہنر اور بحث و مباحثہ بمنزلہ فرعونی قوم کے ہیں اور اُن کیلئے موت بمنزلہ دریائے نیل کے ہے۔ رونق۔ اِس دنیا کی رونق اور شان و شوکت اگرچہ انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے لیکن موت اُن کے لئے حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی سمجھو جس نے جادوگروں کی جادوگری کو نگل لیا تھا۔

[3] جادوئے ہا۔ اسی طرح موت اُن تمام ہنر مندیوں کو نگل جائیگی۔ یک جہاں۔ حضرت موسیٰ کے اُس معجزے سے دنیا کی تاریکی چھٹ گئی تھی اور نورِ خداوندی اُس تاریکی کو نگل گیا تھا۔ قوت خدا کے اِس نورِ مطلق میں اُس تاریکی کو نگل جانے سے کوئی اضافہ نہ ہوا وہ پہلے ہی کامل و مکمل تھا، تمام دنیا کا ایمان لانا خدا کی خدائی میں اضافہ نہیں کر سکتا۔

حق ز ایجادِ جہاں افزوں نشُد — انچہ اوّل آں نبُود اکنوں نشُد

دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا — جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

لیکۓ افزوں مُشد اثر ز ایجادِ خَلق — درمیانِ ایں دو افزونیست فرق

دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا — اِن دونوں اضافوں میں فرق ہے

شُد فزونیِ اثر اظہارِ اُو — تا پدید آید صفات و کارِ اُو

نشان کی زیادتی اُس (ذات) کا اظہار ہوئی — تاکہ اُس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہو

ہَست افزونیِ ہر ذاتے دلیل — کُو بُود حادث بعِلّتہا علیل

ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے — کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

نُکتہ شُد باریکۓ اینجا اے رفیق — لیک بشنو تو مقالاتِ دقیق

اے دوست! اِس مقام پر نکتہ باریک ہوگیا — لیکن تو باریک باتیں سُنتا رہ

تفسیرِ آیۂ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى قُلْنَا لَا تَخَفْ

"پس موسیٰؑ اپنے دل میں ڈرے، ہم نے کہا تو نہ ڈر

اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کُنست — چہ کُنم کایں خلق را تمیز نیست

(حضرت) موسیٰؑ نے کہا جادو بھی حیران کُن ہے — میں کیا کروں اُن میں تمیز نہیں ہے؟

گفت حق تمیز را پیدا کُنم — عقلِ بے تمیز را بینا کُنم

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کردونگا — بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

چونکہ مُعجزہات را ظاہر کُنم — عقل را در دیدنش فاخر کُنم

جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کرونگا — عقل کو اُن کے دیکھنے میں قابلِ فخر بنادونگا

دیدہ بخشم[3] عقلِ بے تمیز را — کور سازم جاہلِ ناچیز را

بے تمیز عقل کو بینائی بخش دونگا — ناچیز، جاہل کو اندھا بنادونگا

گرچہ چوں دریا برآورند کف — موسیا تو غالب آئی لا تخف

اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں — اے موسیٰ: تم غالب آؤگے خوف نہ کرو

بُود اندر عہدِ خود سحر افتخار — چوں عصا شد مار آنہا گشت عار

جادو اپنے زمانہ میں باعثِ فخر تھا — جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

لہ لیک۔ کائنات کو اللہ تعالیٰ نے اسلئے پیدا فرمایا ہے تاکہ اس کے پہچاننے کی نشانیوں میں اضافہ ہوجائے۔ کُنْتُ كَنْزًا مَّخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ۔ میں ایک چھپا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تب میں نے مخلوق پیدا کی۔ ان دو ذات اور نشانیوں کے اضافے میں فرق ہے۔ ہست۔ کسی ذات میں اضافہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے وہ ناقص تھی ذاتِ قدیم حدوث اور نقصان سے بالا ہے۔ نکتہ۔ اگرچہ مضمون دقیق ہے لیکن تو سُنتا رہ اللہ سمجھنے کی توفیق دیدیگا۔

لہ تفسیر۔ اس سے یہ سمجھایا ہے کہ معارف اور حقائق کے نکتے اللہ کی توفیق سے ہی سمجھ میں آتے ہیں۔ گفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کے ڈرنے کی وجہ جادوگروں یا سانپوں کا خوف نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ لوگ معجزے اور جادو میں فرق نہ کرسکیں گے۔ گفت حق۔ اللہ تعالیٰ نے یہ مشکل حل فرمادی اسی طرح اللہ تعالیٰ معارف سمجھنے کی مشکلات کو حل فرمادیتا ہے۔ معجزہات۔ عصا اور یدِ بیضا کے معجزے اور جادو میں فرق سمجھادوں گا۔

لہ دیدہ بخشم۔ مومنین کے ایمان میں اضافہ کردوں گا اشقیاء ایمان سے محروم رہینگے۔ گرچہ۔ ان ساحروں کا جوش وخروش سب کافور ہوجائیگا اور غلبہ تمہارا ہوگا۔ بُود۔ مولانا فرماتے ہیں اس دور میں جادوگری بہت زیادہ [illegible]

هر کسے را[1] دعویِ حُسن و نمک — سنگِ مرگ آمد نمکها را محک

ہر شخص کو حُسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے — موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

سحر رفت و مُعجزِ موسیٰؑ گذشت — ہر دو را از بامِ بُود افتاد طشت

جادو چلا گیا اور حضرت موسیٰؑ کا معجزہ بھی گذر گیا — دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

بانگِ طشتِ سحر جُز لعنت نماند — بانگِ طشتِ دیں بجُز رفعت نماند

جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی — دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

چوں محک پنہاں شُدست از مردو زن — در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن

جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے — اے کھوٹے! میدان میں آجا اب شیخی بگھار

وقتِ لافستت محک چوں غائب ست — می برندت از عزیزی دست دست

تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے — تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

هر دمت[2] عزّے و نازے در فزود — چوں محک آمد چرا گشتی کبود

ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا — جب کسوٹی آگئی تو کالا کیوں ہوگیا؟

قُلب می گوید ز نخوت هر دمم — اے زرِ خالص من از تو کے کمم

کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے — اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

زر همی گوید بلے اے خواجہ تاش — لیک می آید محک آمادہ باش

سونا کہتا ہے ہاں، اے دوست! — لیکن کسوٹی آرہی ہے تیار ہوجا

مرگِ تن[3] ہدیہ است بر اصحابِ راز — زرِّ خالص را چہ نقصان ست گاز

جسم کی موت راز دانوں کا تحفہ ہے — خالص سونے کو گانتی سے کیا نقصان؟

قُلب اگر در خویش آخر بیں بُدے — آں سیہ کآخر شُد اوّل شُدے

کھوٹا، اگر اپنا انجام بیں ہوتا — جو سیاہ (رو) آخر میں ہوئی شروع میں ہوجاتی

چوں شُدے اوّل سیہ اندر لقا — دُور بودے از نِفاق و از شِقا

اگر شروع میں سیاہ رو ہوجاتا، ملاقات کے وقت — نفاق اور بدبختی سے دُور ہوجاتا

کیمیائے فضل را طالب بُدے — عقلِ اُو بر زرقِ اُو غالب بُدے

بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا — اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی

---

[1] ہر کسے۔ ہر زمانہ میں ایک ہنر باعثِ فخر رہا ہے لیکن معجزے کے سامنے وہ ماند پڑ گیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے دور میں طب جو انکے دم کرنے کے معجزے سے ماند پڑی حضورؐ کے دور میں فصاحت و بلاغت جو قرآن سے ماند پڑ گئی۔ بُود۔ وجود۔ طشت۔ طشت از بام افتادن مشہور ہوجانا۔ بانگ۔ جادو گری کی شہرت بصورت لعنت اور معجزے کی شہرت بصورت رفعت و بلندی باقی ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ قلب۔ کھوٹا۔

[2] ہردمت۔ کھوٹے کی رونق اسی وقت تک رہتی ہے جب تک کسوٹی نہ ہو، کسوٹی کے بعد وہ بے رونق ہوجاتا ہے۔ یہی حال معجزوں کے مقابلہ میں اُن ہنرمندوں کا ہوا۔ قلب۔ جب کسوٹی نہ ہو تو کھوٹا کھرے کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام باہمی خواجہ تاش کہلاتے ہیں۔

[3] مرگِ تن۔ انبیاء اور اولیاء کی موت اُن کے لئے اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ گاز۔ گانتی، سنار کی سونا کترنے کی قینچی۔ قلب۔ بدکار جو آخرت میں ندامت اُٹھائے گا اگر وہ عاقبت بیں ہوتا تو زندگی میں گناہوں پر ندامت کا اظہار کردیتا۔ چوں شُدے۔ اگر گناہگار اپنے گناہوں پر زندگی میں نادم ہوجاتا تو آخرت میں نفاق اور بدبختی سے نجات پا جاتا۔ فضل۔ یعنی توبہ کرکے اللہ کی رحمت کا امیدوار بن جاتا

چوں[۱] شکستہ دل شُدے از حالِ خویش — جابرِ اشکستگاں دیدے بہ پیش

جب ... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا — (دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا، سامنے دیکھ لیتا

عاقبت را دید اُو اشکستہ شُد — از شکستہ بند در دم بستہ شُد

اُس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا — ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جُڑ گیا

فضلِ مسہا را سُوئ اکسیر راند — آں زر اندود از کرم محروم ماند

(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کیجانب رواں کر دیا — وہ ملمّع شدہ، کرم سے محروم ہو گیا

اے[۲] زر اندودہ مکُن دعوی ببیں — کہ نماند مُشتریت اعمیٰ چنیں

اے ملمّع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ — کہ تیرا خریدار، ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

نورِ محشر چشمِ شاں بینا کُند — چشم بندیِ تُرا رُسوا کُند

قیامت کا نور اُن کی آنکھوں کو بینا کر دیگا — تیری نظر بندی کو رُسوا کر دے گا

بنگر آنہا را کہ آخر دیدہ اند — حسرتِ جانہا و رشکِ دیدہ اند

اُن کو دیکھ لے جنھوں نے آخرت کو مدِ نظر رکھا ہے — وہ جانوں کیلئے (باعثِ) حسرت اور آنکھوں کیلئے (باعث) رشک ہیں

منگر آنہا را کہ حالی دیدہ اند — سرِ فاسد زاصلِ سِر ببریدہ اند

اُنکو نہ دیکھ کہ جنھوں نے موجود کو دیکھا ہے — فاسد راز، اصل راز سے کتر لیا ہے

پیش[۳] حالی بیں کہ در جہل ست و شک — صبحِ صادق صبحِ کاذب ہر دو یک

موجود کو دیکھنے والے کیلئے جو نادانی اور شک میں ہے — صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

صبحِ کاذب صد ہزاراں کارواں — داد بر بادِ ہلاکت اے جواں

صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو — اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

صبحِ صادق را طلب کُن اے عزیز — تا ز صدقِ اُو شوی صاحب تمیز

اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر — تاکہ تو اُس کی سچائی کے ذریعہ تمیزدار بنجائے

نیست نقدے کش غلط انداز نیست — وائے آں جاں کش مِحکّ و گاز نیست

کوئی کھرا سکہ نہیں ہے جس کیلئے غلطی میں مبتلا کرنیوالا (سکہ) نہ ہو — اُس جان پر مصیبت ہے جسکے پاس کسوٹی اور گانتی نہیں ہے

باز رَو سُوئ غلام و کُتبتش — کو سُوئ شہ می نویسد نامہ خوش

غلام اور اُسکے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل — کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

زجر کردن مُدّعی را از دعویٰ و امر کردن او را بمتابعتِ انبیاء و اولیاءٔ

جھوٹے مدّعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

۱ـ چوں شکستہ۔ جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو رحمت خداوندی اُس کی دل شکستگی کو رفع کر دیتی ہے۔ عاقبت۔ جس نے آخرت کو پیش نظر کر لیا رحمت خداوندی اُس کی دستگیری کرتی ہے۔ مسہا۔ وہ لوگ جو گنہگار ہیں۔ اکسیر یعنی مغفرت۔ زر اندود۔ منافق، بناوٹی شیخ۔

۲ـ اے زر اندودہ۔ بناوٹی شیخ کو خطاب ہے کہ تیرے مرید ہمیشہ ایسے ہی اندھے نہ رہیںگے کہ تیری حقیقت کو نہ سمجھ سکیں۔ چشم بندی۔ نظر بندی۔ بنگر۔ تو اُن لوگوں کے رتبے جنھوں نے آخرت کا دھیان رکھا عوام کی جان اور آنکھ کے لئے باعثِ رشک ہیں۔ منگر۔ اُن بناوٹی پیروں کی طرف نہ دیکھ اُنھوں نے اصلی معارف میں سے کچھ چیزیں کتر لی ہیں جن سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں۔

۳ـ پیش حالی بیں۔ دنیادار کو جھوٹے شیخ اور سچے شیخ میں فرق نظر نہیں آتا ہے صبح کاذب قافلہ اگر صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر چل پڑتا ہے تو لُٹ جاتا ہے اسی طرح جھوٹے شیخ کی پیروی سے انسان تباہ ہوتا ہے۔ صبح صادق سچے شیخ کے اتباع سے صحیح نظر حاصل ہوتی ہے۔ نیست۔ دنیا میں ہر کھری چیز کی صورت میں ایک کھوٹی چیز ہوتی ہے جسیں امتیاز کی صلاحیت نہ ہو اُسکی تباہی ہے۔ زجر کردن۔ جھوٹے شیوخ کیلئے تنبیہ کروہ انبیاءٔ اور اولیاء کی پیروی کریں۔

بومسیلم[۱] گفت من خود احمدم — دینِ احمدؐ را بفن برہم زدم

مسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں — میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

بومسیلم را بگو کم کن بطر — غرۂ اوّل مشو آخر نگر

مسیلمہ (کذاب) سے کہدے کہ اکڑ نہیں! — ابتدا سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

ایں قلاوزی مکن از حرصِ جمع — پس روی کن تا روی در پیشِ شمع

(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر — اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

شمع[۲] مقصد را نماید ہمچو ماہ — کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ

شمع مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے — کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

گر بخواہی یا نخواہی با چراغ — دیدہ گردد نقشِ باز و نقشِ زاغ

خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے — باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آجاتی ہے

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند — بانگِ بازانِ سفید آموختند

اگرچہ ان کوّوں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہو — سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

بانگِ ہدہد گر بیاموزد قطا — رازِ ہدہد کو و پیغامِ سبا

کونج اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے — ہدہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے؟

بانگِ[۳] پر رستہ زپر بستہ بداں — تاجِ شاہاں را ز تاجِ ہدہداں

کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے — شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے (امتیاز کرلے)

حرفِ درویشاں و نکتہ عارفاں — بستہ اند ایں بے حیایاں بر زباں

فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے — اِن بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

ہر ہلاکِ اُمتِ پیشیں کہ بود — زانکہ جندل را گماں بردند عود

پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی — اسلئے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انھوں نے اگر سمجھا

بود شاں تمییز کاں مظہر کند — لیک حرص و آز کور و کر کند

اُن میں (قوتِ) تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے — لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنادیتا ہے

کوریِ کوراں ز رحمت دور نیست — کوریِ حرص ست کاں معذور نیست

اندھوں کا اندھاپن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے — لالچ کا اندھاپن ہے جو باعثِ عذر نہیں ہے

---

۱ بومسیلم یعنی مسیلمہ کذاب جس نے یمامہ میں نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اور کچھ لوگ اُس کے پیرو بن گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں حضرت وحشیؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اوّل یعنی ابتدائی زمانہ میں چند آدمیوں کا گرویدہ ہو جانا۔ آخر۔ ذلّت کے ساتھ مارا گیا۔ ایں قلاوزی۔ نبوت اور رہنمائی کا دعویٰ چھوڑ کر کسی بھلے کی پیروی کر اور اُس شمع کو پیشرو بنالے۔ حرصِ جمع یعنی دنیا کا مال جمع کرنے کا لالچ۔

۲ شمع۔ وہ سچا آدمی رہنمائی کرے گا اور تجھے بتائیگا کہ اِس طرف تباہی ہے اور اُس طرف نجات ہے۔ گر بخواہی بھلوں کی صحبت لامحالہ مفید ہے اور بھلے بُرے میں امتیاز پیدا کر دیتی ہے۔ گرچہ۔ ان جھوٹے شیوخ نے سچے شیوخ کی باتیں رٹ لی ہیں لیکن حقیقت سے محروم ہیں اگر کونج ہدہد کی بولی سیکھ بھی لے تو اسکے پاس وہ رازِ سلیمانی کہاں ہے اور وہ پیغام کہاں ہے جو ہدہد نے بلقیس کو سبا میں جا کر دیا تھا۔ قطا۔ ایک خوش آواز پرندہ جو قطا قطا بولا کرتا ہے اور آواز بدلتا نہیں۔ یہ جانور کنکر کھاتا ہے اسلئے اسکو سنگ خوارہ کہتے ہیں۔

۳ بانگ۔ حقیقی پروں سے اڑنیوالے اور فرضی پر لگانیوالے میں امتیاز کرنا چاہیئے شاہی تاج اور ہدہد کے تاج میں فرق ضروری ہے۔ بے حیایاں۔ اِن جھوٹے شیوخ نے بزرگوں کی کچھ باتیں سیکھ لی ہیں جیسے ذریعہ عوام کو پھنساتے ہیں۔ ہر ہلاکت پہلی امتوں پر ہلاکت اسی وجہ سے آئی کہ انھوں نے صحیح رہنما اور غلط رہنما میں امتیاز نہ کیا۔ بود۔ اللہ نے اُن کو امتیاز کرنے کی قوت دی تھی لیکن انکی حرص اور طمع نے انکو اندھا اور بہرا بنا دیا تھا۔ کوری۔ اگر حقیقی اندھا ہو تو اللہ کی رحمت اسکی دستگیری کرتی ہے اور اگر لالچ کا اندھا ہو تو اسکی

چارمیخِ شہ ز رحمت دور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دُور نہیں ہے

چارمیخِ حاسدی مغفور نے
حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے

بدگلوئی چشمِ آخر بینت بست
خلق کی بُرائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

بادو دیدہ اوّل و آخر ببیں
دونوں آنکھوں سے اوّل اور آخر کو دیکھ لے

ہیں مباش اعور چو ابلیسِ لعیں
خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

اعور آں باشد کہ حالی دید و بس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے

چوں بہائم بیخبر از پیش و پس
جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

چوں دو چشمِ گاو در جرمِ تلف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں

ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
(انسان کی) ایک آنکھ کیطرح ہیں کیونکہ انہیں شرافت نہیں ہے

نصف قیمت ارزد آں دو چشمِ او
اُس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں

کہ دو چشمش راست مسند چشمِ تو
کیونکہ اسکی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

ور کنی یک چشمِ آدم زادہ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے

نصف قیمت لازم ست از جادہ
مذہب کی رُو سے آدھی قیمت لازم ہے

زانکہ چشمِ آدمی تنہا بخود
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود

بے دو چشمِ یار کارے می کند
یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

چشمِ خر چوں اولش بے آخر ست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے) ہے

گر دو چشمش ہست حکمش اعور ست
اگرچہ اسکی دونوں آنکھیں ہیں (لیکن) کانے کے حکم میں ہے

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، وہ بے عقل

می نویسد رقعہ در طمعِ رغیف
روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رقعہ را بطلب اجرے
روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیشِ مطبخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے دارغۂ مطبخ کے پاس گیا

کاے بخیل از مطبخِ شاہِ سخی
کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے!

پورا نفع حاصل کرتا ہے اور اس کی ایک آنکھ پھوڑنا گویا آنکھ کا نصف نفع ضائع کرنا ہے لہٰذا اسکو نصف دیت دینی ہوگی۔ جادہ یعنی راہِ شریعت۔ چشمِ خر۔ گدھا چونکہ انجام بیں نہیں ہے لہٰذا اسکی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک آنکھ کے ہیں اور وہ گویا کانا ہے خفیف۔ یعنی خفیفُ العقل۔ رغیف۔ روٹی۔ مطبخی۔ داروغۂ مطبخ۔

لے چارمیخ جس کو سزا دی جاتی تھی اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے جکڑ دیئے جاتے تھے۔ حاسدی۔ انسان خود اپنے حسد کی وجہ سے سزا اور تکلیف میں مبتلا ہو تو اُس کی معافی نہیں ہوتی ہے۔ بدگلوئی۔ یعنی خلق کی بُری عادتیں۔ بادو دیدہ۔ اللہ نے دو آنکھیں اِس لئے دی ہیں کہ انسان آغاز اور انجام دونوں کو دیکھے جو صرف دنیا پر نظر رکھے وہ گویا ایک آنکھ والا ہے۔ چوں بہائم۔ جانور اپنے انجام سے بے خبر ہے تو گویا وہ ایک آنکھ والا ہے۔

ٹے چوں دو چشم۔ ان اشعار میں یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان کی آنکھ کو حیوانات کی آنکھ پر فضیلت ہے اور اُس کی وجہ انسان کی انجام بینی ہے۔ آنکھوں کو ہلاک کرنے کی صورت میں حیوان کی دونوں آنکھوں کا تاوان وہ ہے جو انسان کی ایک آنکھ کا تاوان ہے یعنی نصف قیمت۔ اگر جانور کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو اُس جانور کی نصف قیمت کا تاوان دینا ہوگا کیونکہ حیوان کی دو آنکھیں اپنا کام کرنے میں انسان کی آنکھ کی محتاج ہیں لہٰذا آنکھ کا پورا نفع اسکو چار آنکھوں سے پہنچتا ہے یعنی خود اسکی دو آنکھوں اور انسان کی دو آنکھوں سے تو اسکی دو آنکھیں پھوڑنے میں گویا آنکھوں کی منفعت کا نصف حصہ ضائع کیا ہے۔

سے ور کنی۔ انسان دو آنکھوں سے

دور از و دور از ہمت او کایش¹ قدر
اسکی اور اسکی شان سے دور ہے کہ اس قدر

از جری ام آیدش اندر نظر
میری روزی پر اس کو دھیان ہو

گفت بہر مصلحت فرمودہ است
اس نے کہا مصلحت کی بنا پر حکم فرمایا ہو

نے برائے بخل و نے تنگیِ دست
نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

گفت دہلیز یست واللہ ایں سخن
اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے

پیشِ شہ خاک ست ہم زرِ کہن
بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

مطبخی دہ گونہ حجت بر فراشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اٹھائیں

او ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
اُسنے اُس حرص کی وجہ سے جو اُنہیں تھی سب رد کردیا

چوں جری کم آمدش در وقتِ چاشت
ناشتہ کے وقت جب اس کو کم خوراک ملی

زد بسے تشنیع و او سودے نداشت
اس نے بہت لعن طعن کی، کوئی فائدہ نہ ہوا

گفت قاصد² می کنید اینہا شما
اس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو

گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

ایں مگیر از فرع ایں ز اصل گیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ

بر کماں کم زن کہ از بازو ست تیر
کمان پر طعنہ زنی نہ کر، تیر بازو سے چلا ہے

ما رمیت اذ رمیت ابتلاست
"جبکہ تونے پھینکا تو نے نہیں پھینکا" آزمائش ہے

بر نبی کم نہ کہ آں از خدا ست
نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے

پیشتر بنگر یکے بکشای چشم
آگے کو دیکھ، ذرا آنکھ کھول

شد³ ز خشم و غم درونِ بقعہ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا

سوی شہ بنوشت خشمیں رقعہ
غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

اندراں رقعہ ثنای شاہ گفت
اس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی

گوہر جود و سخائے شاہ سفت
بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

کاے ز بحر و ابر افزوں کفِ تو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے

در قضائے حاجتِ حاجات جو
ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنیوالا ہے

زانکہ ابر انچہ دہد گریاں دہد
اس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہو

کفِ تو خنداں پیاپے خواں نہد
تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہو

---

¹ کایش قدر۔ یہ کہ میری معمولی روزی کی طرف اسکو دھیان ہو اور وہ اس کے بارے میں کمی کرنے کا حکم دے۔ دہلیزی۔ یعنی یہ آپ باہر کے لوگوں کی جانب سے ہے زرِ کہن۔ پرانا سونا بہت خالص ہوجاتا ہے۔ دہ گونہ۔ یعنی داروغۂ مطبخ نے ہر چند سمجھایا کہ تیری روزی شاہی حکم سے کم کی گئی ہے لیکن اس نے ایک دلیل نہ مانی۔ تشنیع۔ لعنت ملامت۔

² قاصد۔ یعنی یہ تونے اپنے ارادہ سے کیا ہے۔ فرع۔ یعنی بادشاہ کا عملہ۔ اصل۔ یعنی بادشاہ۔ تیر کماں۔ تیر اور کمان خود کام نہیں کرتے ہیں چلانے والے کا بازو کام کرتا ہے۔ ما رمیت۔ جنگ بدر میں آنحضورؐ نے ایک مٹھی ریتی پھینکی جس سے مخالف سراسیمہ ہوگئے قرآن پاک نے اس کے پھینکنے کی نسبت آپ کی طرف کی اور پھر اس کی نفی بھی کردی اسلئے کہ اس وقت آنحضورؐ کو انتہائی قرب حاصل تھا۔ ابتلاست۔ جو لوگ قربِ فرائض سے ناواقف ہیں وہ حقیقت ومجاز کی بحث شروع کردیتے ہیں۔ سر۔ یعنی چشمہ۔

³ شد۔ مطبخ کے داروغہ سے جھگڑنے کے بعد وہ غلام گھر میں گیا اور بادشاہ کو پُرعتاب خط لکھا۔ بقعہ۔ یعنی مکان۔ کاے۔ کہ اے۔ در قضائے حاجت۔ یعنی لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے انکی ضروریات کی جستجو کرتا ہے۔ زانکہ۔ ابر یا طلب ناخواستہ روتا ہوا فیض پہنچاتا ہے۔

ظاہر رقعہ اگرچہ مدح بود — بوی[1] خشم از مدح اثرہا می نمود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا — غصہ کی بو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کر رہی تھی

زاں ہمہ کار تو بے نور ست و زشت — کہ تو دوری دور از نور سرشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں — کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

رونق کار خساں کاسد شود — ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے — جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

رونق دنیا برآرد زو کساد — زانکہ ہست از عالم کون و فساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کردیتی ہے — کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

خوش[2] نگردد از مدیحی سینہا — چونکہ در مداح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں — جبکہ تعریف کرنے والے میں کینے ہوں

اے دل از کین و کراہت پاک شو — وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا — پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

بر زباں الحمد و اکراہ درروں — از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت — زبان کا فریب ہوگا، یا مکر

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم — من بظاہر، من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں — ظاہر کو، میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

حکایت[3] آں مداح کہ از جہت ناموس شکر ممدوح می کرد و
اس تعریف کرنیوالے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس

بوئے اندوہ و غم اندرون او از خلاقت دلق او ظاہر می
کے باطنی رنج و غم کی بو اس کی گدڑی کے پرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی

نمود کہ آں شکرہا ہمہ لافست و دروغ
کہ وہ تمام شکریے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق — باز پرسیدند یاراں از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا — دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

گفت آرے بد فراق الا سفر — بود بر من بس مبارک مژدہ ور
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی، لیکن سفر — میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

ا؎ بوئی خشم۔ یعنی اس خط میں الفاظ تو تعریف کے تھے لیکن ان میں سے غصہ کی بو آتی تھی۔ زاں۔ انسان کے اعمال اگر حسن نیت سے خالی ہوں تو بے رونق ہیں جیسے کہ اس غلام کی تعریف تھی۔ سرشت۔ خلقت، طینت۔ میوۂ تازہ۔ تازہ پھل کو رطوبتیں جلد خراب کردیتی ہیں۔ زو۔ زود کا مخفف ہے۔

۲؎ خوش۔ اگر دل میں عداوت ہو اور زبان پر تعریف ہو تو ایسی تعریف سے ممدوح خوش نہیں ہوتا ہے۔ اے دل۔ انسان دل کی صفائی کے ساتھ الحمد پڑھے اور تعریف کرے تو تیزی سے عالی مراتب حاصل کرسکتا ہے۔ تلبیس۔ جہل، فریب، دھوکا دینا ہے۔

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

گفتہ خدا۔ حدیث شریف ہے إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَىٰ صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَىٰ قُلُوبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ اللہ تعالےٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے۔

۳؎ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ اس تعریف کرنیوالے کی زبان پر تعریفی کلمات تھے دل شکرگزاری سے خالی تھا۔ خلاقت۔ کہنگی۔ عراق۔ اس زمانہ میں دارالخلافہ تھا۔ فراق۔ یعنی وطن سے جدائی۔ مژدہ ور۔ خوشخبری۔

کہ خلیفہ دادہ دہ خلعت مرا ‏— کہ قریش[۱] باد صد مدح و ثنا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے — خدا کرے سیکڑوں مدح و ثنا اُنکی ساتھی بنیں

شُکرہا و حمدہا بر می شمرد — تا کہ شُکر از حدّ و اندازہ بُرد
شُکریئے اور تعریفیں شمار کرتا تھا — حتیٰ کہ شُکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

پس بگفتندش کہ احوالِ تو نژند — بر دروغِ تو گواہی می دہند
تو لوگوں نے اُس سے کہا کہ تیرے خراب احوال — تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ — شُکر را دُزدیدہ یا آموختہ
بدن ننگا، سر ننگا، جلا بُھنا — تو نے شُکر کو چُرایا ہے، یا سیکھا ہے

کو نشانِ شُکر و حمدِ میرِ تو — بر سر و بر پای بے توقیرِ تو
تیرے امیر کے شُکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟ — تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

گر زبانت[۲] مدح آں شہ می تند — ہفت اندامت شکایت میکند
اگر تیری زبان اُس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے — تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

در سخای آں شہ و سلطانِ جود — مر تُرا کفشے و شلوارے نبود
اُس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں — تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

گفت من ایثار کردم آنچہ داد — میر تقصیرے نکرد از افتقاد
اُس نے کہا جو کچھ اُس نے دیا میں نے خیرات کر دیا — بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

بستدم جملہ عطاہا از امیر — بخشش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے — میں نے یتیم اور فقیر کو بخشش دیئے

مال دادم بستدم عمرِ دراز — در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی — بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

پس بگفتندش[۳] مبارک مال رفت — چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
تو انھوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا — یہ دُھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

صد کراہت در درونِ تو چو خار — کے بود اندہ نشانِ ابتشار
تیرے اندر سیکڑوں ناگواریاں کانٹے کیطرح ہیں — غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

کو نشانِ عشق و ایثار و رضا — گر درست است آنچہ گفتی ما مضیٰ
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟ — اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

۱ کہ قریش۔ خلیفہ کیلئے دُعا ہے۔ بشکرہا۔ اُس نے خلیفہ کا بے حد شکریہ اور تعریف کی۔ گفتندش۔ لوگوں نے اُس سے کہا تیری خراب حالت اِس بات کی گواہ ہے کہ تو جھوٹ بول رہا ہے۔ تن برہنہ۔ تیرا ننگا بدن گواہی دے رہا ہے کہ بادشاہ نے تجھے کوئی خلعت نہیں دی ہے۔ سوختہ یعنی دھوپ سے۔ میر یعنی خلیفہ۔ بے توقیر۔ بے عزت۔

۲ گر زبانت۔ یعنی اگرچہ تیری زبان خلیفہ کی تعریف کر رہی ہے لیکن تیرے ساتوں اعضا اُس خلیفہ کی شکایت کر رہے ہیں۔ مر ترا۔ تو ننگے پاؤں اور ننگے بدن ہے اُس عطا میں جوتا اور شلوار نہ تھی۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کی ضرورت کو ترجیح دینا۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ عمر دراز۔ فقراء عمر کی درازی کی دعا دیتے ہیں۔

۳ پس۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ مبارک ہو کہ دنیا کا فانی مال دے کر عمر دراز حاصل کر لی لیکن تیرے دل میں دھواں کیوں اُٹھ رہا ہے اور شورش کیوں ہے۔ صد کراہت۔ جبکہ دل میں ناگواریوں کی خلش ہو اور غم تو کسی خوشی کی نشانی کہاں ہوتی ہے۔ کو نشانِ عشق۔ اگر تو نے اللہ کی رضامندی اور عشق میں تمام مال خیرات کیا ہے تو اُس کی کوئی علامت تجھ میں اوپر ظاہر ہونی چاہیئے۔

خود گرفتم مال گم شد میلِ کو — **سَیل اگر بگذشت جایِ سَیل کو**

میں نے مانا مال چلاگیا (خیرات کرنیکا) میلان کہاں ہے؟ — سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

چشم تو گر بُد سیاہ و جاں فزا — **گر نماند اُو جانفزا ازرق چرا**

اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی — اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

کو نشانِ پاکبازی اے تُرُش — **بُویِ لافِ کژ ہمی آید خمُش**

اے ترش رو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟ — بیہودہ شیخی کی بو آرہی ہے، چپ رہ

صد نشاں باشد دروں ایثار را — **صد علامت ہست نیکوکار را**

باطن میں ایثار کے سیکڑوں نشان ہوتے ہیں — نیکوکار کی سیکڑوں علامتیں ہیں

مال در ایثار اگر گردد تلف — **در دروں صد زندگی آید خلف**

ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے — (بدلے میں) باطن میں سیکڑوں زندگیاں آجاتی ہیں

در زمینِ حق زراعت کردنی — **تخمہائے پاک وانگہ دَخل نی**

اللہ (تعالیٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا — بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو!

گر نگردد زرعِ جاں یک دانہ صد — **صحنِ ارضُ اللہ واسع کے بُود**

اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سَو نہ بنیں — (تو) اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب ہے؟

اصلِ ارضُ اللہ قلبِ عارف است — **لامکان ست و ندارد فوق پست**

اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے — جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

گر نرُوید خوشہ از روضاتِ ہُو — **پس چہ واسع باشد ارضُ اللہ بگو**

اگر اللہ (تعالیٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو — تو بتا اللہ (تعالیٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

چونکہ ایں ارضِ فنا بے ریع نیست — **چوں بُود ارضُ اللہ آں مُستوسعے**

جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے — تو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا؟ وہ بہت وسیع ہے

ریعِ آں را نے حد و نے عد بُود — **کمتریں دانہ دِہد ہفصد بُود**

اُس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے — معمولی دانہ ڈالے تو سات سَو ہو جائیں

حمد گفتی کو نشانِ حامدوں — **نے بروُنت ہست اثر نے اندروں**

تو نے تعریف کی، تعریف کرنیوالوں کی علامت کہاں ہے؟ — تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

حمدِ عارف مر خدا را راست است — **کہ گواہِ حمدِ اُو شد پا و دست**

عارف کی حمد اللہ (تعالیٰ) کیلئے درست ہے — کیونکہ ہاتھ پاؤں اُسکی تعریف کے گواہ بنگئے ہیں

۱ؔ سَیل۔ یعنی نیکی اور خیرات کرنیکا رجحان اور خواہش۔ سَیل۔ پانی بہہ کر نکلتا ہے تو کچھ نشانات چھوڑ جاتا ہے۔ چشم۔ اگر کوئی کہے کہ میری آنکھیں سُرمگیں اور بہت حسین تھیں تو اُسکی آنکھوں میں نیلاہٹ تو نہونی چاہئے۔ کو نشان۔ چہرے کی ترشی بتارہی ہے کہ پاکبازی کا دعوٰی گپ ہے۔ صد نشاں۔ اگر طبیعت میں ایثار کا مادہ ہوتا ہے اور انسان کا کردار صحیح ہوتا ہے تو اُس کے سیکڑوں آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ خلف۔ ایثار اگر ہوتا ہے تو دل میں زندگی پیدا ہوتی ہے۔ در زمین۔ اللہ کے راستہ میں انسان ایثار کرے اور نیک نیت ہو تو نتائج اور آثار یقیناً نمایاں ہونگے۔ دَخل۔ آمدنی، پیداوار۔

۲ؔ گر نگردد۔ اگر اللہ کی زمین میں ایک دانہ کے سَو نہ اُگیں تو پھر اللہ کی زمین کو وسیع کس اعتبار سے کہا جاسکتا ہے۔ قلب۔ مومن کا دل اللہ کی سرزمین ہے۔ ہُو۔ اللہ تعالیٰ چونکہ دنیا کی فانی زمین جب پیداوار دیتی ہے تو اللہ کی زمین کیسے پیداوار نہ دے گی اور دل میں نیکی کا بیج بونے سے اُس کے ثمرات کیسے ظاہر نہ ہونگے۔

۳ؔ ریع۔ پیداوار۔ قرآن پاک میں ہے۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ۔ جو لوگ خدا کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں اُنکی خیرات کی مثال ایسی ہے جیسے دانہ کہ اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں۔ حمد عارف۔ عارف [illegible] ہے کیونکہ ان کے اعضاء ان کی گواہی دیتے ہیں۔

اَز چہِ تاریک جسمش بَر کشید[1] — وز تنگِ زندانِ دنیا اَش خرید

اندھیرے کنویں سے اُس کے جسم کو نکال لیا — اور دنیا کے قیدخانہ کی گہرائی سے اُسکو نجات دیدی

اَطلسِ تقویٰ و نورِ مُوتَلَف — آیتِ حمد است اُورا بَر کتَف

تقوے کا اطلس اور مانوس نور — اُس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

وارہیدہ از جہانِ عاریَہ — ساکنِ گلزار و عینِ جاریہ

چند روزہ دنیا سے وہ نجات پاگیا — وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

بر سریرِ سرِّ عالی ہمّتش[2] — مجلس و جاہ و مقام و رتبتش

اُس کی ہمّت بلند راز کے تخت پر ہے — وہ اُس کی مجلس اور درجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

مَقعَدِ صدقیکہ صدّیقاں دروُ — جُملہ سر سبز ند و شاد و تازہ رُو

وہ سچائی کی ایسی نشستگاہ ہے کہ صدّیق اُس میں — سب خوشحال اور خوش اور تازہ رُو ہیں

حمدِ شاں چوں حمدِ گُلشن از بہار — صد نشانے دارد و صد گیر و دار

رونق کی وجہ سے اُنکی حمد گُلشن کی حمد جیسی ہے — سیکڑوں نشان اور سیکڑوں شان و شوکت رکھتی ہے

بَر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ — واں گُلستان و نگارستاں گواہ

اُس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس — اور وہ باغ اور نگارخانہ گواہ ہے

شاہدِ شاہد ہزاراں ہر طرف[3] — در گواہی ہمچو گوہر در صدف

ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں — گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

بُوی سیرِ بد بیاید از دَمت — وز سر و رُو تا بداے لافِ غمت

تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبُو آتی ہے — اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے؟

بُو شناسا نند حاذق در مَصاف — تو بجلدی ہائے و ہُو کم کُن گزاف

میدانِ جنگ میں ماہر، بُو سونگھنے والے ہیں — تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

تو ملاف از مُشک کاں بُوی پیاز — از دمِ تو می کُند مکشوف راز

تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو — تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

گُلشکر خوردم ہمی گوئی و بُوی — می زند از سیر کہ یاوہ مگوی

تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بُو — لہسن کی پھیل رہی ہے، بکواس نہ کر

ہست دل مانندہ خانہ کلاں — خانہ دل را نہاں ہمسایگاں

دل، بڑے گھر کے مشابہ ہے — دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

---

[1] از چہ۔ اُس عارف کو اللہ کی تعریف اعلیٰ مدارج پر پہنچا دیتی ہے۔ اطلس۔ اُس کے اعضاء پر انوار و برکات رونما ہو جاتے ہیں۔ وارہیدہ۔ یہ حمد اُس عارف کو دنیا سے نجات دے کر جنتی بنا دیتی ہے۔ عینِ جاریہ۔ جنت میں جاری چشمے ہیں۔

[2] بر سریر۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍۙ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ۠ جو لوگ پرہیزگار ہیں وہ جنت کے باغوں اور نہروں میں سچی (عزت کی) جگہ بادشاہ قادر کے مقرب ہوں گے۔ حمدِ گلشن۔ باغ کی حمد اسکی بہار ہے اور اُس بہار کے گواہ اُس کی پیداوار اور چشمے وغیرہ ہیں۔

[3] شاہد۔ پہلا شاہد یعنی گواہ اور دوسرا شاہد یعنی حاضر ہے۔ بُوئے سیر۔ اُن لوگوں نے عراق سے واپس آنے والے سے کہا۔ حاذق۔ ماہر۔ مصاف۔ میدانِ جنگ۔ جلدی۔ بہادری۔ ہائے و ہُو۔ شور و غل۔ تو ملاف جب مُنھ سے پیاز کی بُو آرہی ہو تو مُشک کھانے کی شیخی نہ بگھارنی چاہیئے۔ مکشوف۔ کھلا ہوا۔ گلشکر۔ گلقند۔ سیر۔ لہسن۔

۱ از شگافِ روزن و دیوارہا — **مُطّلع گردند بر اسرارہا**
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے — رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

از شگافے کہ نداند ہیچ وہم — **صاحب خانہ ندارد ہیچ سہم**
اُس شگاف سے جسکو کوئی وہم بھی، نہیں جانتا ہے — (جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

از نُبے برخواں کہ دیو و قومِ اُو — **می برند از حالِ انسے خفیہ بُو**
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اُس کی ذریت — انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

از رہے کہ انس ازاں آگاہ نیست — **زانکہ زیں محسوس و زیں اشباہ نیست**
اُس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے — کیونکہ اُن محسوسات اور اُن صورتوں میں سے نہیں ہے

درمیانِ ناقداں زرقے مَتن — **بامحک اے قلبِ دُوں لافے مزن**
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر — اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

۲ مر محک را رہ بُود در نقد و قلب — **کہ خدایش کرد امیرِ جسم و قلب**
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے — کیونکہ خدا نے اسکو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

چوں شیاطیں با غلیظیہای خویش — **واقف اند از سرِ ما و فکر و کیش**
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود — ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

مسلکے دارند دُزدیدہ دروں — **ما ز دُزدیہای ایشاں سرنگوں**
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں — ہم اُن کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

دمبدم خبط و زیاں شاں میرسد — **رنج می بینند ازاں جان و جسد**
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے — اُس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

دمبدم خبط و زیانے می کنند — **صاحبِ نقب و شگافِ روزنند**
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں — وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

۳ پس چرا جانہائے روشن در جہاں — **بے خبر باشند از حالِ نہاں**
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں — پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

در سرایت کم تراز دیواں شدند — **روحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند**
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہو گئیں — وہ روحیں جنھوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

دیو دُزدانہ سوئے گردوں رود — **از شہابِ محرق اُو مطعوں شود**
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے — جلانے والے شہاب سے اُس پر نیزہ لگتا ہے

---

۱ از شگاف۔ دل کی کھڑکی کے شگاف سے وہ دل کے راز دیکھ لیتے ہیں۔ از نبے۔ قرآن پاک میں ہے۔ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔بیشک وہ شیطان اور اس کی ذریات تم کو دیکھتے رہتے ہیں جدھر سے تم اُن کو نہیں دیکھتے ہم نے شیطانوں کو اُن کا یار بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے ہیں۔ رہے۔ وہ راستہ انسان کو غیر محسوس ہے اشباہ۔ امثال۔ دُوں۔ کمینہ۔

۲ مر محک۔ یعنی اولیاء اللہ اپنے کشف کے ذریعہ دل کے احوال معلوم کر لیتے ہیں چوں شیاطین۔ اولیاء کے کشف کی دلیل ہے یہ شعر شرط ہے پانچویں شعر میں پس چرا اس کی جزا ہے کیش۔ مذہب۔ مسلک۔ راستہ۔

۳ پس چرا۔ جب شیاطین دل کی بات جان لیتے ہیں تو اولیاء کیوں نہ جان لیں گے۔ روحہا۔ یعنی اولیاء کی روحیں۔ شہاب۔ ٹوٹنے والا ستارہ۔ محرق۔ جلانے والا۔ مطعون۔ نیزہ زدہ۔

سرنگوں از چرخ زیر اُفتد چُناں ۔ کہ شقی در جنگ از زخمِ سناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے ۔ جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

آں ز رشکِ رُوحہای دل پسند ۔ از فلک شاں سرنگوں می افگنند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے ۔ اُن کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

[1] تو اگر شَلّی و لَنگی کور و کَر ۔ ایں گماں بر رُوحہای مِہ مبر
اگر تو لُنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے ۔ تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

شرم دار و لاف کم زن جاں مکن ۔ کہ بسے جاسوس ہست آں سوی تن
شرم کر اور شیخی نہ مار، ہلاک نہ ہو ۔ کیونکہ جسم کے اُدھر بہت سے جاسوس ہیں

دریافتن طبیبانِ الٰہی امراضِ دل و دین را در سیمائے مُرید و بیگانہ

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مُرید اور اجنبی کے چہرے سے

از لحنِ گفتارِ او و رنگِ چشمِ او و بے ایں ہمہ نیز از راہِ دل کہ انّہم

اُس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور اُنکے بغیر بھی دل کے راستے سے کیونکہ وہ دل

جواسیسُ القلوبِ فجالسوہم بالصدقِ

کے جاسوس ہیں اُن کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبانِ بدن دانشور اند ۔ بر سقامِ [2] تو ز تو واقف تر اند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں ۔ تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

تا ز قارورہ ہمی بینند حال ۔ کہ ندانی تو ازاں رُو اعتلال
حتّٰی کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں ۔ کہ تو اُس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

ہم ز نبض و ہم ز رنگ و ہم ز دم ۔ بُو برند از تو بہر گونہ سقم
نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی ۔ تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

پس طبیبانِ الٰہی در جہاں ۔ چوں ندانند از تو بے گفتِ دہاں
تو دنیا میں خدائی طبیب ۔ منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جان جائیں؟

ہم ز نبضت [3] ہم ز چشمت ہم ز رنگ ۔ صد سقم بینند در تو بید رنگ
(وہ) تیری نبض سے بھی تیری آنکھوں سے بھی رنگ سے بھی ۔ بلا توقف سیکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

ایں طبیبانِ نو آموزند خود ۔ کہ بدیں آیات شاں حاجت بُود
یہ طبیب خود نو آموز ہیں ۔ کیونکہ اُن کو اِن علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

[1] تو اگر۔ اگر انسان خود ان کمالات سے محروم ہے تو اولیاً کو محروم نہ سمجھے۔ دریافتن جبکہ بدنی اطبّار علامتوں کے ذریعہ امراض کو پہچان جاتے ہیں تو روحانی اطبا علامات کے ذریعہ روحانی امراض کو کیوں نہ جان سکیں گے بلکہ اُن کو تو ظاہری علامات کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

[2] سِقام۔ بیماری۔ قارورہ۔ اطبّار پیشاب کو دیکھ کر امراض کو پہچان لیتے ہیں۔ اِعتلال۔ بیمار ہو جانا۔ ہم ز نبض۔ اطبّار نبض، رنگت اور سانس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر لیتے ہیں۔ پس طبیباں۔ لہٰذا روحانی طبیب بھی بغیر بتائے امراض کو پہچان جاتے ہیں۔

[3] ہم ز نبضت۔ یہ بدنی اطبّار نو آموز ہیں اس لئے انکو اِن علامات کی ضرورت پیش آتی ہے روحانی اطبّار دور سے ہی نام سنکر تمام اندرونی حالات معلوم کر لیتے ہیں۔

کاملاں از دُور نامت بشنوند ۱ — تا بقعرِ تار و پُودت در روند

کامل لوگ دُور سے تیرا نام سُنتے ہیں — تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اُتر جاتے ہیں

بلکہ پیش از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت تُرا با حالہا

بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے — تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

حالِ تو دانند یک یک مُو بمُو — زانکہ پُر بُودند از اسرارِ ہُو

وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں — کیونکہ ذاتِ حق کے رازوں سے پُر ہیں

مژدہ دادنِ بایزید قدس سرہٗ از زادنِ ابُوالحسن خرقانیؒ
(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے

پیش از سالہا و نشان دادنِ صورت و سیرتِ اُو یک بیک
میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور اُن کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دیدینا

و نوشتن تاریخ نویساں آں را جہتِ صدقِ اُو
اور اُن کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اُس کو لکھ لینا

آں شُنیدی داستانِ بایزیدؒ [۲] — کُو ز حالِ بُوالحسن پیشیں چہ دید

تونے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سُنا ہے — کہ اُنھوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

روزے آں سُلطانِ تقوٰی می گذشت — با مُریداں جانبِ صحرا و دشت

ایک دن وہ شاہِ تقویٰ جا رہے تھے — جنگل اور بیابان کی طرف مُریدوں کے ساتھ

بُوئے خوش آمد مر اُو را ناگہاں — در سوادِ رَے [۳] ز سُوئے خارقاں

اچانک اُن کو ایک خوشبو آئی — رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

ہم بداں جا نالۂ مُشتاق کرد — بُوی را از باد استنشاق کرد

اُسی جگہ اُنھوں نے مشتاقانہ نالہ کیا — ہوا سے خوشبو کو سُونگھا

بُوی خوش را عاشقانہ می کشید — جانِ اُو از باد بادہ می چشید

خوشبو کو عاشقوں کی طرح سُونگھتے تھے — اُن کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

کوزہ کُو از یخ آبہ پُر بُود — چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود

وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو — جب بُوندیں اُس کے باہر نظر آتی ہیں

آں ز سردی بادِ آبے گشتہ است — از درونِ کوزہ نم بیروں نجست

تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے — پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

---

[۱] بلکہ۔ یہ روحانی طبیب تو انسان کی پیدائش سے قبل ہی اُس کی اندرونی کیفیت معلوم کرلیتے ہیں۔ ہُو۔ ذاتِ حق۔ مژدہ۔ اِس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ حضرت بایزیدؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی پیدائش سے قبل ہی ان کے احوال معلوم کرلئے تھے اور لوگوں کو بتا دیئے تھے۔

[۲] بایزیدؒ۔ نام طیفور ہے اسی لئے اُنکے سلسلے کے لوگ طیفوری کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ بایزیدؒ کو ہم میں وہی نسبت ہے جو حضرت جبرئیلؑ کو فرشتوں میں۔ بہتّر سال کی عمر میں بسطام میں ۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن خرقانیؒ سلطان محمود غزنوی کے دَور کے بزرگ ہیں روحانیت اور اُویسیت کے طور پر آنکو بایزیدؒ سے نسبت ہے آپ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے ۴۲۵ھ میں خرقان میں وفات پائی۔

[۳] سواد۔ اطراف شہر رے۔ ایک علاقہ کا نام ہے علامہ رازی اِسی رے کی طرف منسوب ہیں۔ خارقان۔ خرقان، رے کے علاقہ میں ایک گاؤں ہے۔ استنشاق۔ سونگھنا۔ کوزہ۔ پہلے شعر میں کہا تھا کہ ہوا سے شراب پی۔ اب مولانا سمجھاتے ہیں کہ ہوا سے پانی بنجاتا ہے لہٰذا اُن کا ہوا سے شراب پینا درست ہے۔ آں۔ برف کے پانی سے بھرے ہوئے پیالے پر جو بوندیں باہر جم جاتی ہیں

باد[۱] بُوی آورد مَر اُو را آب گشت — آب ہم اُو را شراب ناب گشت
خوشبو لانے والی ہوا اُن کے لئے پانی بن گئی — پانی اُن کے لئے خالص شراب بن گیا

چوں درو آثارِ مستی شُد پدید — یک مُرید اُو را ازاں دم بر رسید
جب اُن میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے — اُن کا ایک مُرید اُسی وقت پہنچا

پس بپرسیدش کہ ایں احوالِ خوش — کہ برونست از حسابِ پنج و شش
تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال — جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

گاہ سُرخ و گاہ زرد و گہ سپید — می شود رُویت چہ حالست و نوید
کبھی سُرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید — آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

می کشی بُوی و بظاہر نیست گُل — بیشک از غیب ست و از گلزارِ کُل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے — بیشک وہ غیب سے اور (ذات) کُل کے گلزار سے ہے

اے تو کامِ جانِ ہر خود کامۂ — ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجتمند کی جان کا مقصود ہیں — آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

ہر دمے[۲] یعقوبؑ وار از یوسفے — می رسد اندر مشامِ تو شفے
(حضرت) یعقوبؑ کی طرح ہر وقت ایک یوسف سے — آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

قطرۂ برریز بر ما زاں سبُو — شمۂ زاں گلستاں با ما بگو
اُس مٹکیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے — اِس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

خُو ندا ریم اے جمالِ مہتری — کہ لبِ ما خشک و تو تنہا خوری
اے بزرگی کے حُسن! ہماری عادت نہیں ہے — کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

اے فلک پیمای چُست چُست خیز — زاں چہ خوردی جُرعۂ بر ما بریز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور سُبک پرواز! — جو آپ نے پیا ہے (اُس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیدیجئے

میر[۳] مجلس نیست در دوران دگر — جُز تو اے شہ در حریفاں درنگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدرِ محفل نہیں ہے — اے شاہ! آپ کے سوا، دوستوں میں نظر فرمایئے

کے تواں نوشید ایں مے زیر دست — مے یقیں مَر مرد را رسوا گرست
یہ شراب چھپا کر کب پی جاسکتی ہے؟ — شراب یقیناً انسان کو رُسوا کرنے والی ہے

بُوی را پوشیدہ و مکنوں کُند — چشمِ مستِ خویشتن را چوں کُند
اپنی بُو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے — اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

---

۱ باد۔ حضرت بایزیدؒ کے لئے وہ ہوا جو خوشبو لاتی تھی پانی بن گئی اور پانی میں وہ کیفیت پیدا ہو گئی جو شراب میں ہوتی ہے۔ پس۔ اُس مرید نے حضرت بایزیدؒ سے دریافت کیا کہ آپ کیا سونگھ رہے ہیں بظاہر کوئی پھول بھی نہیں ہے اور آپ پر یہ عجیب و غریب کیفیات کیوں طاری ہو رہی ہیں۔ پنج۔ حواسِ خمسہ۔ شش۔ چھ جہتیں۔ نوید۔ خوشخبری۔ کل۔ ذاتِ حق۔ کام۔ مقصود۔ خودکامہ۔ ضرورتمند۔

۲ ہر دمے۔ حضرت یعقوبؑ نے دُور سے ہی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سونگھ لی تھی۔ قطرہ۔ جو احوال آپ پر طاری ہیں اُن کے بارے میں ہمیں کچھ بتا دیجئے۔ خو۔ آپ نے ہمیں اس کا عادی نہیں بنایا ہے کہ آپ تنہا مستفید ہوں اور ہم محروم رہیں۔

۳ میرِ مجلس۔ صدرِ مجلس ہی دوسروں کو شراب پلاتا ہے۔ حریفان۔ یعنی مجلس کے شریک۔ کے تواں۔ حضرت بایزیدؒ سے اُن کے مُرید نے کہا شراب چھپا کر نہیں پی جاسکتی اُس کا یقیناً اظہار ہو جاتا ہے انسان اگر مُنھ کی بو بھی چھپائے تو آنکھوں کی مستی کیسے چھپائے گا۔

خود[۵۱] نہ آں بوئیست ایں کاندر جہاں — صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
بہر وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں — لاکھوں پردے اُس کو چھپا سکیں

پُر شُد از تیزیِ اُو صحرا و دشت — دشت چہ کز نُہ فلک ہم در گذشت
اُسکی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں — جنگل کیا، وہ تو نو آسمانوں سے گذر گئی ہے

ایں سرِ خُم را بہ کہگل در مگیر — کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر
اس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند نہ کیجئے — یہ ننگا، ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

لُطف کُن اے رازدارِ راز گو — آنچہ بازت صید کردش باز گو
اے راز کو جاننے والے، راز کو بتانیوالے مہربانی کیجئے — جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

گفت[۵۲] بوئی بُو العجب آمد بمَن — ہمچناں کہ مر نبیؐ را از یمن
(اُنھوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے — جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

کہ محمدؐ گفت بر دستِ صبا — از یمن می آیدم بُوئ خدا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ — مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آرہی ہے

بُوی رامیں می رسد از جانِ ویس — بُوئے رحمٰں می رسد ہم از اویسؓ
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آرہی ہے — اویسؓ سے بھی خدا کی خوشبو آرہی ہے

از اویسؓ و از قرن بُوی عجب — آں نبیؐ را مست کرد و پُر طرب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے — نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

چوں اویسؓ از خویش فانی[۵۳] گشتہ بُود — آں زمینے آسمانے گشتہ بُود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے — وہ زمین آسمان بن گئی تھی

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر — چاشنیِ تلخیش نبود دگر
ہڑ شکر میں مربہ بنائی ہوئی — اُس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

آں ہلیلہ رستہ از ما و منی — نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پاگئی ہے — صورت ہڑ کی، مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

آں کسے کز خود بکلّی درگذشت — ایں منی و مائیِ خود در نوشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گذر گیا — اُس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تا چہ گفت از وحیِ غیب[۵۴] آں شیر مرد
اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ — (دیکھنا) اُس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا؟

---

۵۱ خود۔ شراب معرفت کی خوشبو تو لاکھوں پردوں میں بھی نہیں چھپ سکتی۔ پُر شُد۔ اُس شراب کی خوشبو سے جنگل اور صحرا تو بھرا ہوا ہے ہی اسکی خوشبو تو آسمانوں سے بھی گذر گئی ہے۔ ایں سرِ خُم۔ شراب معرفت کے مٹکے کے منھ کو مٹی سے بند نہیں کیا جاسکتا یہ پردہ پوشی کے قابل نہیں ہے۔ لُطف۔ آپ کی باطنی توجہ نے معرفت کا جو راز حاصل کیا ہے وہ ہمیں بھی بتا دیجئے۔

۵۲ گفت۔ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا۔ محمدؐ گفت۔ حدیث شریف ہے۔ اِنّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمَانِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ۔ میں خدا کے سانس کو یمن کی جانب سے محسوس کر رہا ہوں۔ رامیں۔ رامین مشہور عاشق اور ویسہ اسکی معشوقہ تھی اُنکے بعد ویسہ پر عشق کا غلبہ اسقدر ہوا کہ وہ رامین کی عاشق بنگئی تھی یعنی عاشق جب اپنے آپکو فنا کر دیتا ہے تو اُس میں سے معشوق کی خوشبو آنے لگتی ہے اسی طرح حضرت اویسؓ قرنی میں سے اللہ کی خوشبو آتی تھی۔ قرن حضرت اویسؓ کا وطن ہے۔

۵۳ فانی گشتہ بود۔ فنا کے بعد انسان اللہ کے اخلاق والا ہو جاتا ہے اور زمین سے آسمان بنجاتا ہے۔ ہلیلہ۔ ہڑ کا جب مربّیٰ بن جاتا ہے تو وہ اپنی خوشبو اور ذائقہ سے علیحدہ ہو جاتی ہے۔ ما و منی۔ خودی اور انانیت۔ آں کسے۔ جو شخص فنا کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔

۵۴ [illegible]

جواب سلطان بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ در معنیٔ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اِنِّی لَاَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ قِبَلِ الْیَمَنِ

شاہ بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنیٰ کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سُوی بُوی یارے می رسد
کاندریں دہ[1] شہریارے می رسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آرہی ہے
کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

بعد چندیں سال می زاید شہے
می زند بر آسمانہا خرگہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہوگا
جو آسمانوں پر خیمہ زن ہوگا

رُویش از گلزارِ حق گلگوں بُود
از من اُو اندر مقام افزوں بُود
اُس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہوگا
وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا

چیست نامش گفت نامش بُوالحسن
حُلیہ اَش وا گفت ز ابرو تا ذقن
اُس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اُس کا نام ابوالحسن ہے
اُن کا حُلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

خدِّ اُو و رنگِ اُو و شکلِ اُو
یک بیک وا گفت از گیسو و رُو
اُن کا رخسار اور رنگ اور شکل
ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

حلیہہائے[2] رُوحِ اُو را ہم نمود
از صفات و از طریق و جا و بُود
انھوں نے روح کے حالات بھی بتا دیے
صفتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

حُلیۂ تن ہمچو تن عاریت است
دل براں کم نہ کہ آں یک ساعت است
جسم کا حُلیہ جسم کی طرح عارضی ہے
اُس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

حُلیۂ رُوحِ طبیعی ہم فناست
حُلیۂ آں جاں طلب کاں بر سماست
طبیعی روح کا حُلیہ بھی فانی ہے
اُس جان کا حُلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

جسمِ اُو[3] ہمچوں چراغے بر زمیں
نورِ اُو بالائے سقفِ ہفتمیں
اُس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے
اُس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

آں شعاعِ آفتاب اندر وثاق
قرصِ اُو اندر جہانِ چار طاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے
اُس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

نقشِ گُل در زیرِ بینی بہرِ لاغ
بُوی گُل بر سقف و ایوانِ دماغ
پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے
پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

---

[1] دہ۔ یعنی خرقان گاؤں۔ بعد چندیں۔ یعنی اتنے سال کے بعد یہاں ایک بزرگ پیدا ہوگا جس کا مرتبہ بہت بلند ہوگا۔ از من۔ حضرت بایزیدؒ نے بطور انکساری کے فرمایا کہ اُس کا رتبہ مجھ سے بڑھا ہوا ہوگا۔ گفت۔ بایزیدؒ نے پیدا ہونے والے بزرگ کا نام اور پورا حلیہ بتا دیا۔ خد۔ رخسار بعض نسخوں میں لفظ قد ہے۔

[2] حلیہہائے۔ یعنی روح کی صفات اور اُس کا مسلک سب بتا دیا۔ حلیۂ تن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان تین چیزوں سے مرکب ہے جسم، روحِ حیوانی، روحِ انسانی۔ پہلی دونوں چیزیں فانی ہیں اور اُن کا حلیہ بھی فانی ہے لہٰذا اُن سے دل نہ لگانا چاہیئے، روحِ انسانی جس کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہے اُس سے وابستگی ہونی چاہیئے۔

[3] جسمِ اُو۔ بایزیدؒ نے فرمایا اُس بزرگ کا جسم چراغ کی طرح زمین پر ہوگا لیکن اُس کا نور آسمانوں تک ہوگا۔ آں شعاع۔ اس بات کو کہ اُس شاہ کا جسم زمین پر ہوگا اور نور آسمان تک ہوگا مثالوں سے سمجھاتے ہیں سورج آسمان پر ہے اور اُس کا نور ہر گھر میں ہے۔ نقشِ گُل۔ پھول ناک کے نیچے ہوتا ہے اور اُس کی خوشبو دماغ کے اندر ہوتی ہے۔

مردِ خفتہ در عدن دیدہ فرق — عکسِ آں بر جسمِ اُفتادہ عرق

(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے — اُس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آ جاتا ہے

پیرہن در مصر رہنِ یک حریص — پُر شدہ کنعاں زبُوی آں قمیص

لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے — اُس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

بر نبشتند آں زماں تاریخ را — از کباب آراستند آں سیخ را

اُس وقت اُنھوں نے تاریخ لکھ لی — اُس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

چوں بیامد آں وقت و آں تاریخ راست — زاں زمیں آں شاہ پیدا گشت و خاست

جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی — اُس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اُٹھے

زادنِ شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفاتِ شیخ بایزید رُوح اللہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شُد آں شاہ و نرد ملک باخت — از عدم پیدا شُد و مرکب بتاخت

وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی — عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

از پسِ آں سالہا آمد پدید — بُوالحسنؒ بعد از وفاتِ بایزید

اُس کے سالوں بعد پیدا ہوئے — ابُوالحسنؒ، بایزیدؒ کی وفات کے بعد

جملہ خُوہایِ اُو ز امساک و جُود — آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بُود

اُن کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں — اسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ اُن شاہ نے فرمایا تھا

لوحِ محفوظ ست اُو را پیشوا — از چہ محفوظ ست محفوظ از خطا

لوحِ محفوظ اُن کی پیشوا ہے — کس چیز سے محفوظ ہے؟ غلطی سے محفوظ ہے

نے نجوم ست و نے رمل ست و نہ خواب — وحیِ حق واللہُ اَعلَمُ بِالصَّواب

نہ نجوم ہے، نہ رمل ہے اور نہ خواب ہے — اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

از پئے رُوپوش عامہ در بیاں — وحیِ دل گویند آں را صوفیاں

عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں — اُس کو صوفی دل کی وحی کہدیتے ہیں

وحیِ دل گیرش کہ منظر گاہِ اُوست — چوں خطا باشد کہ دل آگاہِ اُوست

اُس کو دل کی وحی تسلیم کرلے کیونکہ وہ (اُس خدا) کی نظر گاہ ہے — غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اُس سے باخبر ہے

لہ مردِ خفتہ۔ ایک شخص اپنے گھر میں سویا ہوا ہوتا ہے اور اُس کی روح عدن میں کسی خوفناک نہر کو دیکھتی ہے اُس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے پیرہن۔ حضرت یوسفؑ کی قمیص مصر میں تھی اور اُس کی خوشبو کنعان میں پہنچ رہی تھی۔ بر نبشتند۔ لوگوں نے حضرت بایزیدؒ کے کہنے کے مطابق حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی تاریخ لکھ لی۔ از کباب یعنی کام کو مکمل کر لیا۔ آں تاریخ۔ چنانچہ لکھی ہوئی تاریخ کے مطابق اُن کی پیدائش ہوئی۔

۲ے نردِ ملک۔ یعنی شاہی شروع کر دی۔ مرکب۔ سواری۔ از پس۔ حضرت بایزیدؒ کی وفات کے تقریباً دو سو سال بعد حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے۔ جملہ خوہائے۔ حضرت ابوالحسنؒ میں وہ صفات واوصاف تھے جو حضرت بایزیدؒ نے بتائے تھے۔

۳ے لوحِ محفوظ۔ حضرت بایزیدؒ کے بتائے ہوئے اوصاف صحیح کیوں نہ ہوتے اُنھوں نے لوحِ محفوظ سے پڑھ کر بتائے تھے اور اُس لوح کو لوحِ محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں لکھا ہوا غلطی سے محفوظ ہے۔ نے نجوم۔ نجوم اور رمل وغیرہ کی باتیں غلط ہو جاتی ہیں۔ وحیِ حق۔ حضرت بایزیدؒ کو ان احوال کی خبر وحیِ الٰہی کے ذریعہ ہوئی تھی صوفیاء اُسکو وحیِ دل کہتے ہیں۔ وحیِ دل گیر۔ ہم اُسکو وحیِ دل ہی تسلیم کرتے ہیں لیکن وہ دل جو خدا کا

مومنا[1] ینظر بنور اللہ شدی — ازخطا و سہو ایمن آمدی

اے مومن! تو "وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے" بنگیا ہے — تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہوگیا ہے

رجوع بحکایت کمیِ اجرائے آں غلام و در بیانِ اجرائے دل و جانِ صوفی از طعام اللہ تعالےٰ

اُس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اُس کا بیان کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں در غم شود — عینِ فقرش دایہ و مُطعِم بُود

کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے — اُس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانیوالا بنجاتا ہے

زانکہ جنّت از مکارِہ رُستہ است — رحم قسمِ عاجز و اشکستہ است

کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے — رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

آنکہ سرہا بشکند اُو از عُلُو — رحمِ حقّ و خلق ناید سوئے اُو

وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے — اللہ اور مخلوق کا رحم اُس کی جانب نہیں آتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد و آں جواں — از کمِ اجرائے ناں شُد ناتواں

اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان — روزی کے کم ہوجانے سے کمزور ہوگیا ہے

شاد[2] آں صوفی کہ رزقش کم شود — آں شبہ دُر گردد و اُو یَم شود

وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہوجائے — وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہوجائے

زاں جرایِ خاص ہر کہ آگاہ شُد — اُو سزایِ قُرب و اجرے گاہ شُد

جو شخص اُس خاص روزی سے واقف ہوگیا — وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

زاں جرایِ روح چوں نقصاں شود — جانش از نقصانِ اُو لرزاں شود

جب روح کی روزی میں کمی آئے — اُس کی کمی سے اُس کی جان لرزنے لگے

پس[3] بداند کہ خطائے رفتہ است — کہ سمن زارِ رضا اشگفتہ است

وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے — جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

ہمچناں کاں شخص از نقصانِ کشت — رُقعہ سوئے صاحبِ خرمن نوشت

جیسے کہ اُس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے — کھلیان کے مالک کو رُقعہ لکھا

رُقعہ اَش بُردند پیشِ میرِ داد — خواند اُو رقعہ جوابے وا نداد

دانا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے — اُس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

---

[1] مومنا۔ مومن کو جب وہ مرتبہ حاصل ہوجائے کہ وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھنے لگے تو اُس کی صوابدید غلطی سے محفوظ ہوتی ہے۔ صوفی۔ جب صوفی فقر کے غم میں مبتلا ہوتا ہے تو خود رزق اُس کو حاصل ہونے لگتا ہے۔ زانکہ۔ جنّت انھی چیزوں سے حاصل ہوتی ہے جو نفس کو ناگوار گذرتی ہیں خدا کی رحمت عاجز اور شکستہ دل پر نازل ہوتی ہے۔ مکارِہ۔ مکروہات یعنی نفس کی ناگوار چیزیں۔ آنکہ۔ متکبر اور مغرور پر خدا اور خلقِ خدا رحم نہیں کرتی ہے۔

[2] شاد۔ جس صوفی پر رزق کی تنگی ہو وہ قابلِ مبارکباد ہے۔ آں شبہ۔ وہ صوفی اگر پوتھ تھا تو اب وہ موتی اور سمندر بن جائیگا جس میں سے موتی نکلینگے۔ زاں جرای۔ فقر کے بعد جو خدائی رزق حاصل ہوتا ہے جب صوفی اسکی حقیقت سمجھ جاتا ہے تو اسکو قربِ خداوندی حاصل ہو جاتا ہے نقصاں شود۔ اب جسمانی رزق کی فراخی سے وہ خدائی رزق گھٹتا ہے تو وہ خوفزدہ ہوکر لرزنے لگتا ہے۔

[3] پس بداند۔ وہ سمجھتا ہے کہ اُس رزق خداوندی کی کمی کسی خطا اور قصور کی بناء پر ہوئی ہے۔ سمن زار۔ گلستاں۔ ہمچناں۔ وہ اُس غلام کی طرح پریشان ہوتا ہے جس نے جسمانی روزی گھٹنے پر رقعہ لکھا۔ رقعہ اش۔ اُس غلام نے شاہ کو رقعہ لکھا شاہ نے اُسکا کوئی جواب نہ دیا اور کہا کہ اُس بیوقوف

کو صرف جسمانی رزق [illegible]

گفت اُو را نیست اِلّا دردِ قُوت — پس جوابِ احمق اولیٰ تر سکوت
کہا اُس کو محض روزی کا رنج ہے — تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

نیستش دردِ فراق و وصل ہیچ — بندِ فرعست[1] اُو نجوید اصل ہیچ
اُس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے — وہ شاخ کا پابند ہے، جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

احمق ست و مُردہٗ ما و منی — کز غم فرعش فراغ اصل نے
بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مُردہ ہے — کہ اُس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

آسمانہا و زمیں یک سیب داں — کز درختِ قدرتِ حق شُد عیاں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ — جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

تو چو کرمے درمیانِ سیب در — وز درخت و باغبانے بے خبر
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے — درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم — لیک جانش از برُون صاحب عَلَم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے — لیکن اُس کی جان باہر کی علم بردار ہے

جُنبشِ[2] اُو وا شگافد سیب را — بر نتابد سیب آں آسیب را
اُس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے — سیب اُس صدمہ کو برداشت نہیں کرسکتا

بردریدہ جُنبشِ اُو پردہا — صورتش کرم ست و معنی اژدہا
اُس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا — اُس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

آتشے[3] کاوّل ز آہن می جہد — اُو قدم بس سُست بیروں می نہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے — وہ باہر کو بہت سُست قدم رکھتی ہے

دایہ اَش پنبہ است اوّل لیک اخیر — می رساند شعلہا را تا اثیر
اُس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں — وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا دیتی ہے

مرد اوّل بستۂ خواب و خُورست — آخرالامر از ملائک برترست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے — آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

در پناہِ پنبہ و کبریتہا — شعلہ و نورش برآید تا سُہا
رُوئی اور گندھک کی پناہ میں — اُس کا شعلہ اور نور سُہا تک پہنچتا ہے

عالمِ تاریک روشن می کُند — کُندۂ آہن بسوزن می کَند
تاریک جہان کو روشن کردیتا ہے — لوہے کے گاڈر کو سُوئی سے اُکھاڑ دیتا ہے

---

[1] بندِ فرع یعنی روزی کے بارے میں فکر مند اور روزی دینے والے سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ ما و منی۔ یعنی یہ خودی اور انانیت میں مبتلا ہو، روزی کی فکر میں لگا ہے روزی دینے والے سے غافل ہے۔ آسمانہا۔ پہلے شعر کا مضمون تھا کہ اُس غلام کو فرع کی فکر تھی اصل سے غافل تھا اِس مناسبت سے اب فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو اور انسان کو اُسکے اندر کا کیڑا اور کیڑوں کی دو قسمیں ہیں ایک کیڑا تو وہ ہے جو فرع اور سیب میں مشغول ہے، اور اصل درخت اور باغبان سے غافل ہے دوسرا وہ ہے جو اگرچہ سیب کے اندر ہے لیکن وہ درخت اور باغبان سے اچھی طرح واقف ہے۔

[2] جُنبشِ اُو۔ اِس کیڑے میں اسقدر طاقت ہوتی ہو کہ وہ سیب کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے اور حجابات اُسکی نظر میں ہیچ ہوتے ہیں یہ بظاہر کیڑا ہے لیکن حقیقتاً اژدہا ہے یہ دوسری قسم باخدا لوگوں کی ہے جو دنیا سے گذر کر آخرت تک پہنچتے ہیں۔

[3] آتشے۔ مولانا سمجھاتے ہیں کہ اِس انسان میں ابتداءً یہ طاقت نہیں ہوتی بلکہ مشائخ کی مدد اور محبت سے یہ طاقت پیدا ہوتی ہے جیسے کہ وہ چنگاری جو لوہے سے نکلتی ہے ابتداءً کمزور ہوتی ہے لیکن جب روئی اور گندھک کی مدد اُسکو حاصل ہو جاتی ہے تو اُسکے شعلے آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ مرد انسان بھی ابتداءً دنیاوی مشاغل میں لگتا ہے لیکن اولیاء کی مدد سے ملائکہ سے برتر ہو جاتا ہے عالمِ آب اُس انسان میں اتنا نور اور روشنی پیدا ہو جاتی ہے کہ دنیا کو روشن کر دیتا ہے اور لوہے کے شہتیر کو سوئی سے اُکھاڑ دیتا ہے۔

گرچہ[۱] آتش نیز ہم جسمانی ست ۔ نے ز روح ست و نہ از روحانی ست

اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے ۔ وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

جسم را نبود ازاں عز بہرہ ۔ جسم پیشِ بحرِ جاں چوں قطرہ

جسم کے لئے اُس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے ۔ جسم، روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

جسم از جاں روز افزوں می شود ۔ چوں رود جاں جسم بیں چوں می شود

جسم، جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے ۔ جب جان نکل جاتی ہے، دیکھ جسم کیسا ہوجاتا ہے؟

حدِ[۲] جسمت یک دو گز خود بیش نیست ۔ جانِ تو تا آسماں جولاں کنیست

تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے ۔ تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے

تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام ۔ روح را اندر تصور نیم گام

اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک ۔ روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے

دو درم سنگ ست پیہ چشمِ تاں ۔ نورِ روحش تا عنانِ آسماں

تمہاری آنکھ کی چربی ساٹ ماشے وزن کی ہے ۔ اُس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے

نور بے ایں چشم می بیند بخواب ۔ چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب

نور، اُس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے ۔ آنکھ، اُس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے

جاں ز ریش و سبلتِ تن فارغ ست ۔ لیک تن بے جاں بود مردار و پست

جان، جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے ۔ لیکن جسم، جان کے بغیر مُردار اور ذلیل ہوتا ہے

بازنامہ[۳] روحِ حیوانی ست ایں ۔ پیشتر رو روحِ انسانی ببیں

یہ روحِ حیوانی کی شان و شوکت ہے ۔ آگے بڑھ، روحِ انسانی کو دیکھ

بگذر از انساں و ہم از قال و قیل ۔ تا لبِ دریائے جانِ جبرئیلؑ

انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ ۔ جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

بعد ازانت جانِ احمدؐ لب گزد ۔ جبرئیلؑ از بیم تو واپس خزد

اس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کریگی ۔ جبرئیلؑ تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

گوید ار آیم بقدرِ یک کماں ۔ من بسوئے تو بسوزم در زماں

(جبرئیلؑ) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں ۔ تیری جانب، تو فوراً جل جاؤں

۱ گرچہ۔ یہ آگ جس کے شعلے آسمان تک پہنچے نہ روح ہے نہ روحانی پھر بھی اُس کی پہنچ آسمان تک ہو گئی تو پھر روح اور روحانی کی طاقت کا اندازہ لگالو۔ جسم۔ جسم پر روح کی شرافت کو اس سے سمجھ لو کہ جسم کی پرورش روح کرتی ہے بغیر روح کے جسم کس قدر ذلیل شئی ہے کہ اُس کو مٹی میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

۲ حدِ جسمت۔ جسم کی وسعت دو گز سے زیادہ نہیں ہے لیکن روح کی پہنچ آسمانوں تک ہے تم اپنی جگہ پر ہو روح کے لئے بغداد اور سمرقند تک پہنچ جانے کیلئے نصف قدم کی ضرورت ہے۔ دو درم۔ آنکھ کی چربی کو دیکھو کہ خود تو وہ سات ماشہ سے زیادہ نہیں لیکن اُس کا نور آسمان تک جاتا ہے۔ نور بے ایں چشم۔ نور، چشم کا محتاج نہیں ہے آنکھ نور کی محتاج ہے۔ جاں۔ روح کو جسمانی خواص کی ضرورت نہیں جسم روح کا محتاج ہے۔

۳ بازنامہ۔ یہ شان و شوکت تو ہم نے روحِ حیوانی کی دکھائی، روحِ انسانی جو اِس سے زیادہ قوی ہے اُس کو اس پر قیاس کر لو۔ بگذر۔ اس روحِ حیوانی اور بحث و مباحثہ سے گذر کر روح کے طالب بنو اور اُس روح تک پہنچو جو جبرئیلؑ کی جان ہے، جب یہ مرتبہ حاصل ہوجائیگا تو آنحضورؐ اپنے امتی کی ترقی پر خوشی سے تعجب کریں گے اور جبرئیلؑ تمہارے مقام سے فروتر ہونگے۔ گوید۔ حضرت جبرئیلؑ یہ کہیں گے۔

اگر یک سرِ موئے برتر پرم ۔ فروغِ تجلی بسوزد پرم

اینؔ بیاباں خود ندارد پا و سر | بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
اس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے | وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

آشفتن آں غلام از نارسیدن جواب نامہ از قبل شاہ
بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جواب نامہ نامد خیرہ گشت | وز غمِ اُو آبِ صافی تیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا | غم سے اس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

نے قرارش ماند و نے خواب از جنوں | روز و شب بُد در تفکر سر نگوں
پاگل پن سے نہ اس کیلئے سکون رہا اور نہ نیند | دن، رات فکر میں اوندھا تھا

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب | یا خیانت کرد رُقعہ بر ز تاب
کہ تعجب ہے شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا | یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لیجانے والے نے خیانت کی ہے

رُقعہؔ پنہاں کرد و ننمود اُو بشاہ | کو منافق بُود و آبے زیرِ کاہ
اس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا | کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

رُقعۂ دیگر نویسم ز آزموں | دیگرے جویم رسولِ ذو فنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں | دوسرا ہنرمند قاصد تلاش کرتا ہوں

بر امیر و مطبخی و نامہ بر | عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغۂ مطبخ پر اور رقعہ لیجانے والے پر | اس جاہل نے، نادانی سے عیب دھرے

ہیچ گردِ خود نمی گردد کہ من | کژ رَوی کردم چو اندر دیں شمن
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے | ٹیڑھی چال چلی ہے، جیسے کہ بت پرست دین میں

کژ وزیدنِ باد بر تختِ سلیمان علیہ السلام بسبب زلّتِ اُو
حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اُن کی لغزش کی وجہ سے ہوا کا ٹیڑھا چلنا

باد بر تختِ سلیمانؑ رفت کژ | پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ
(حضرت) سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی | حضرت سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو | ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمانؑ! آپ ٹیڑھا نہ چلیں | اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

ایں ترازو بہرِ ایں بنہاد حق | تا رَوَد انصاف مارا در سبق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے | تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

لہ ایں بیاباں۔ معرفت اور اسرارِ معرفت کا بیان غیر محدود ہے۔ قبل۔ جانب۔ خیرہ۔ حیران۔ تیرہ۔ سیاہ، مکدر۔ رُقعہ بر۔ نامہ بر۔ تاب۔ غصہ۔

لہ رُقعہ۔ یعنی اس نامہ بر نے وہ رقعہ بادشاہ کو نہیں دیا وہ منافق تھا۔ آبے زیر کاہ۔ جس پانی پر گھاس ہو اُس سے دھوکہ لگتا ہے۔ ذوفنون۔ ماہر۔ ہیچ گرد خود۔ یعنی اپنی خبر نہیں لیتا ہے دوسروں پر الزام دھر رہا ہے۔ شمن۔ بُت کا پجاری دین میں کجرو ہے۔

لہ کژ وزیدن حضرت سلیمانؑ کے اس قصہ سے یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اگر وہ غلام اپنی غلطی محسوس کرکے اس کی تلافی کر لیتا تو سب کچھ ٹھیک ہو جاتا جیسا کہ حضرت سلیمانؑ نے کیا۔ زلّت۔ اُن کے دل میں کوئی نامناسب خیال آیا تھا۔ تخت۔ وہی تخت جسکو ہوا دوش پر لئے پھرتی تھی۔ مغژ۔ غژیدن، سُرین کے بل چلنا۔ ایں ترازو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو برابری کے لئے پیدا فرمائی ہے۔

از ترازو کم کُنی من کم کُنم[1]
تو ترازو سے کم کرے گا میں (بھی) کم کروں گا

تا تو با من روشنی من روشنم
جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

ہمچنیں تاجِ سلیمانؑ میل کرد
اسی طرح حضرت سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہو گیا

روزِ روشن را برو چوں لیل کرد
اُس نے روشن دن کو اُن پر رات بنا دیا

گفت تاجا کژ مشو بر فرقِ من
انھوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو

آفتابا گم مشو از شرقِ من
اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

راست می کرد اُو بدست آں تاج را
وہ ہاتھ سے اُس تاج کو سیدھا کرتے تھے

باز کج می شُد برو تاج اے فتیٰ
اے نوجوان! تاج اُن پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ
انھوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا

گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انھوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے کجروی نہ کر

گفت اگر صد رہ کُنی تو راست من[2]
اُس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے

کژ شوم چوں کژ روی اے مؤتمن
میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانتدار! جب آپ کجروی کیجیے

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد
تو حضرت سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا

دل براں شہوت کہ بودش گشت سرد
دل میں جو خواہش تھی دل اُس سے سُست پڑ گیا

بعد ازاں تاجش ہُماں دم راست شُد
اِس کے بعد اُن کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا

آنچناں کہ تاج را می خواست شُد
وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

بعد ازانش کژ ہمی کرد اُو بقصد[3]
اُس کے بعد انھوں نے اُسکو قصداً ٹیڑھا کیا

تاجِ اُو می گشت تارکِ جُو بقصد
اُن کا تاج قصداً سر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

ہشت کرت کژ نہاد آں مہترش
اُن سردار نے اُس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا

راست می شد تاج بر فرقِ سرش
اُن کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اِس وقت کیا بات ہے؟

کژ کُنم تو راست گردی ز امتحاں
میں آزمائش کیلئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

تاج ناطق گشت کاے شہ ناز کُن
تاج نے کہا اے شاہ! ناز کیجیے

چوں فشاندی پر ز گِل پرواز کُن
جبکہ آپ نے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے پرواز کیجیے

نیست دستوری کزیں من بگذرم
اجازت نہیں ہے میں اِس سے آگے بڑھوں

پردہائے غیب ایں بر ہم درم
اِس کے غیب کے پردوں کو چاک کروں

---

[1] از ترازو قرآن پاک میں ہے۔ جزاءُ سیّئۃٍ سیّئۃٌ مثلھا "برائی کا بدلہ اُس جیسی برائی ہے" ترازو پیدا فرما کر اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ہمچنیں یعنی جس طرح ہوا نے کجروی اختیار کی تھی تاج بھی ٹیڑھا ہو گیا جس پر حضرت سلیمانؑ رنجیدہ ہوئے۔ فرق۔ سر کی مانگ۔ آفتابا یعنی اے تاج تو سچائی کا آفتاب ہے۔

[2] گفت: تاج نے حضرت سلیمانؑ سے کہا اے امانتدار جب آپ کے دل میں مناسب خیال نہیں ہے تو میری راست روی کی اُمید نہ کیجیے۔ اندرونہ۔ یعنی دل میں جو خیال تھا اُس کی اصلاح کر لی۔ شہوت یعنی جو نامناسب خیال اُن کے دل میں آیا تھا۔

[3] بعد ازانش یعنی اپنے دل کی اصلاح کرنے کے بعد تاج کو قصداً ٹیڑھا رکھتے تھے وہ خود بخود سیدھا ہو جاتا تھا۔ ز امتحاں یعنی میں آزمائش کیلئے تجھے قصداً ٹیڑھا رکھتا تھا۔ چوں فشاندی یعنی جب آپ نے اپنے دل کو اِس نامناسب خیال سے صاف کر لیا ہے۔ نیست مولانا فرماتے ہیں کسی عمل اور جزاء کے راز کو زیادہ واضح کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

بردہانم[1] نہ تو دستِ خود بہ بند — مر دہانم را ز گفتِ ناپسند

میرے منھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے، بند کر دیجئے — میرے منھ کو ناپسندیدہ بات سے

پس تُرا ہر غم کہ پیش آید ز درد — بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد

لہٰذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے — کسی پر تہمت نہ رکھ، اپنی پڑتال کر

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام — آں مکن کہ می سگالید آں غلام

اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر — وہ بدگمانی نہ کر جو اُس غلام نے کی

گاہ جنگش بارسول و مطبخی — گاہ خشمش باشہنشاہِ سخی

کبھی اُس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی ہوتی، — کبھی سخی بادشاہ پر اُس کا غصہ (ہوتا)

ہمچو فرعونے[2] کہ موسیٰ ہشتہ بود — طفلکانِ خلق را سر می ربود

فرعون کی طرح کہ حضرت موسیٰ کو چھوڑ رکھا تھا — (اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

آں عدو در خانۂ آں کور دل — اُو شدہ اطفال را گردن گسل

دشمن، اُس دل کے اندھے کے گھر میں ہے — وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

تو ہم از بیروں بدی با دیگراں — و اندروں خوش گشتہ با نفسِ گراں

تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بدبنا ہوا ہے — اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

خود عدوِّ تست اُو قندش می دہی — و ز بروں تہمت بہر کس می نہی

تیرا دشمن وہی ہے تو اُس کو شکر کھلا رہا ہے — اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل — با عدو خوش بیگناہاں را مذل

تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے — دشمن سے خوش، بے قصوروں کو ذلیل کرنیوالا ہے

چند[3] فرعونا کُشی بے جرم را — می نوازی مر تنِ پُر غرم را

اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟ — تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

عقلِ اُو بر عقلِ شاہاں می فزود — حکمِ حق بے عقل و کورش کردہ بود

اُسکی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی — خدا کے حکم نے اُسکو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

مُہرِ حق بر چشم و بر گوش و خرد — گر فلاطون ست حیوانش کند

اللہ (تعالیٰ) کی مُہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر — خواہ افلاطون ہو اُس کو جانور بنا دیتی ہے

[1] بر دہانم - مولانا دعا کرتے ہیں کہ اے خدا اگر میرے مُنھ سے تیری مرضی کے خلاف باتیں نکلیں اور غیب کے راز ظاہر کرنے لگوں تو میرا مُنھ بند کر دے۔ پس تُرا - انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہو دراصل وہ اُس کے کسی عمل کی سزا ہوتی ہے لہٰذا دوسروں پر الزام نہ رکھنا چاہیئے اور اُس غلام کی طرح نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ اپنے آپ کو ہی قصوروار سمجھنا چاہیئے۔ گاہ جنگش - اُس غلام کی بیوقوفی تھی خود اُس کی خطا پر روزی کم ہوئی اور وہ دوسروں سے لڑا۔

[2] ہمچو فرعونے - فرعون نے بھی یہی غلطی کی اُس کی سلطنت کی بربادی کا اصل سبب حضرت موسیٰ تھے جو اُس کے گھر میں پرورش پا رہے تھے اور وہ دوسرے بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ نفسِ گراں - خطا تیرے نفس کی ہوتی ہے تو اُس سے خوش رہتا ہے دوسروں پر ناخوشی کا اظہار کرتا ہے تو بھی فرعون کی طرح ہے جو دشمن سے خوش تھا اور دوسروں کو ذلیل و خوار کر رہا تھا۔

[3] چند فرعونا - انسان کی یہ فرعونیت ہے کہ اصل دشمن یعنی اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور دوسروں سے دشمنی کرتا ہے۔ غرم - تاوان قرآن پاک میں ہے مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ یعنی جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ عقلِ اُو - مولانا فرماتے ہیں فرعون عقل میں دوسرے شہنشاہوں سے بڑھا ہوا تھا لیکن قضاءِ خداوندی نے اُس کو بے عقل اور اندھا بنا دیا تھا اللہ کی مُہر بڑے سے بڑے عقلمند کو بے عقل جانور بنا دیتی ہے۔

حکمِ[1] حق بر لوح می آید پدید | آنچناں کہ حکمِ غیب از بایزیدؒ
اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہوجاتا ہے | جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر (ظاہر ہوا)

شنیدنِ شیخ ابوالحسن خرقانی خبر دادنِ بایزیدؒ را از بودنِ اُو و احوالِ اُو پیش از زادنِ اُو

حضرت شیخ ابوالحسنؒ خرقانی کا حضرت بایزیدؒ کے اُن کے پیدا ہونے کی اور احوال کی پیدا ہونے سے قبل خبر دینے کو سُننا

ہمچناں آمد کہ اُو فرمودہ بُود | بوالحسنؒ از مردماں آں را شنود
ایسا ہی ہوا جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا تھا | ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سُنا

کہ حسن باشد مُرید و اُمتم | درس گیرد ہر صباح از تربتم
کہ ابوالحسنؒ میرا مُرید و میرا اُمتی ہوگا | ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کریگا

ہر صباحے آید و خواند سبق | بر سرِ خاکم شود پیرے بحق
وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کریگا | میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

گفت[2] من ہم نیز خوابے دیدہ ام | وز روانِ شیخ ایں بشنیدہ ام
اُنھوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے | اور شیخ کی روح سے یہ سُنا ہے

ہر صباحے تیز رفتے بے فتور | بر سرِ گورش نشستے با حضور
بلا ناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے | دل جمعی کے ساتھ اُن کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

ہر صباحے رُو نہادے سوئے گور | ایستادے تا ضحیٰ اندر حضور
ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے | حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

تا مثالِ شیخ پیشش آمدے | یا کہ بے گفتے شکالش حل شُدے
حتٰی کہ شیخ کی مثالی (صورت) اُنکے سامنے آجاتی | یا بغیر بات کئے اُن کا اشکال حل ہوجاتا

تا[3] یکے روزے بیامد باسعُود | گور ہارا برفِ نو پوشیدہ بود
یہانتک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے | قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

تُوئے بر تُو برُ فہا ہمچوں عَلم | قُبّہ قُبّہ دید و شُد جانش بہ غم
تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے | تودے دیکھے اور غم سے اُنکی جان غمگین ہوگئی

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حَیّ | ہا انا ادعوک کی تسعیٰ اِلَیّ
اُن کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی | ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

[1] حکمِ حق - اللہ کا فیصلہ لامحالہ ظاہر ہوکر رہتا ہے جیسا کہ بایزیدؒ کا غیبی حکم ظاہر ہوکر رہا۔ شنیدن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے پیدائش کے بعد حضرت بایزیدؒ کی پیش گوئی سُنی۔ کہ حسن۔ حضرت ابوالحسنؒ خرقانی نے یہ بھی سُنا کہ بایزیدؒ نے فرمایا کہ ابوالحسن میری قبر سے فیض حاصل کریگا اور میرا مُرید ہوگا میرے حلقہ میں اہل ہوگا۔ ہر صباحے۔ اُنھوں نے یہ بھی سُنا کہ یہ فرمایا تھا کہ وہ ہر صبح کو آکر میری قبر سے فیض حاصل کرے گا اور باخدا شیخ بنے گا۔

[2] گفت۔ جب یہ باتیں حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے سُنیں تو فرمایا کہ شیخ بایزیدؒ کی رُوح نے مجھ سے بھی خواب میں یہ باتیں فرمائی ہیں۔ ہر صباح۔ چنانچہ شیخ ابوالحسنؒ خرقانی روز صبح کو حضرت بایزیدؒ کی قبر پر جاتے تھے حضور۔ یعنی حضورِ قلب۔ دربارہ تا مثال کبھی حضرت بایزیدؒ صورتِ مثالی میں سامنے آکر اُن کے اشکالات حل کراتے اور کبھی صورتِ مثالی کے واسطے کے بغیر فیض حاصل ہوجاتا۔

[3] تا یکے روزے۔ ایک دن حضرت ابوالحسن خرقانیؒ قبر پر پہنچے تو قبر نظر نہ آئی بس پرت بہ تہ برف کے ٹیلے جمع شدہ نظر آئے تو بہت رنجیدہ ہوئے۔ بانگش۔ شیخ بایزیدؒ جو روحانی حیات سے زندہ تھے اُنکی آواز آئی کہ برف سے نہ گھبرا میری طرف

هین بیا ایں سو بر آوازم شتاب — عالم ار برفست رُوی از من متاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آجا — دنیا اگرچہ برف ہے، مجھ سے مُنہ نہ موڑ

حالِ اُو زاں روز شُد خوب و بدید [١] — آں عجائب را کہ اوّل می شنید
اُس روز سے اُن کی حالت خوب ہوگئی اور اُنھوں نے دیکھے — وہ عجائب، جو پہلے سُنتے تھے

باز باید گشت سوی آں غلام — کرد باید آں حکایت را تمام
اُس غلام کی طرف لَوٹنا چاہیے — اُس حکایت کو پورا کرنا چاہیے

رُقعہ دیگر نوشتنِ آں غلام پیشِ شاہ چوں جوابِ رُقعہ اوّل نیامد

جبکہ پہلے رُقعہ کا جواب نہ آیا اُس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کے لئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامہ دیگر نوشت آں بدگماں [٢] — پُر ز تشنیع و نفیر و پُر فغاں
اُس بدگمان نے دوسرا رُقعہ لکھا — ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

کہ یکے رُقعہ نوشتم پیشِ شاہ — اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رُقعہ لکھا — تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

آں دگر را خواند ہم آں خوب خد — ہم ندادا اُو را جواب و تن بزد
اُس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا — اُس کا بھی جواب نہ دیا اور چُپ رہا

خشک می آورد اُو را شہریار — اُو مکرر کرد رُقعہ پنج بار
اُس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی — اُس نے پانچ مرتبہ رقعے مکرر کئے

گفت حاجب آخر اُو بندہ شماست [٣] — گر جوابش بر نویسی ہم رواست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے — اگر اُس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

از شہی تو چہ کم گردد اگر — بر غلام و بندہ اندازی نظر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آجائیگی اگر — غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

گفت ایں سہل است امّا احمق ست — مردِ احمق زشت و مردودِ حق ست
اُس نے کہا یہ آسان ہے، لیکن وہ احمق ہے — احمق انسان بُرا اور خدا کا مردود ہے

گرچہ آمرزم گناہ و زلتش — ہم کند در من سرایت علّتش
اگر میں اُس کی خطا اور لغزش معاف کردونگا — مجھ میں بھی اُس کی بیماری سرایت کرجائیگی

١ہ حال۔ اب حضرت ابُوالحسن خرقانی کی تکمیل ہو چکی تھی اور اُن پر مشاہدہ کی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ باز باید۔ اب مولانا پھر غلام کا قصّہ شروع کرتے ہیں۔

٢ہ بدگماں۔ یعنی وہی غلام۔ تشنیع۔ بُرا بھلا کہنا۔ اے عجب۔ یعنی اس پر تعجب ہے کہ وہ رُقعہ بادشاہ تک پہنچ گیا اور پھر بھی مجھے جواب نہ ملا۔ خوب خد۔ حسین رُخ یعنی شاہ۔ تن بزد۔ خاموش رہا۔ خشک۔ یعنی شاہ نے اُس سے خشکی برتی۔

٣ہ گفت حاجب۔ پیشکار نے کہا کہ وہ غلام بہرحال آپ کا ہے اگر اُس کو جواب لکھدیں تو مناسب ہوگا۔ حاجب۔ دربان، پیشکار۔ اندازی نظر۔ یعنی نظر کرم کرکے جواب لکھا دیں۔ ایں۔ جواب لکھانا۔ احمق۔ بیوقوف انسان مردود بارگاہِ خداوندی ہے۔ آمرزم۔ یعنی معاف کرکے پھر قریب کرونگا۔ علّتش۔ یعنی اُس کی حماقت کی بیماری۔

صد کس از گرگیں[1] ہمہ گرگیں شوند | خاصہ ایں گرِ خبیثِ عقل بند
خارشتی سے سَو شخص سب خارشی ہوجاتے ہیں | خصوصاً بے عقل خبیث کی خارش

گرِ کم عقلی مبادا گبر را | شومیش بے آب دارد ابر را
بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو (بھی) نہ ہو | اُس کی نحوست اَبر کو بے پانی کا بنادیتی ہے

نم نبارد ابر از شومیِ اُو | شہر شد ویرانہ از بُومیِ اُو
اُس کی بدبختی سے اَبر بارش نہیں برساتا ہے | اُس کے اُلّو پن سے شہر ویرانہ ہوجاتا ہے

از گرِ آں احمقاں طوفانِ نوحؑ | کرد ویراں عالمے را در فضوح
اُن احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوحؑ کے طوفان نے | رُسوائی میں ایک جہان کو ویران کردیا

سُتودنِ پیغمبر علیہ السّلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السّلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ احمق ہر کہ ہست | اُو عدوِ ما و غولِ رہزن ست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے | وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا چھلاوا ہے

ہر کہ اُو عاقل بُود اُو جانِ ماست | روحِ اُو و ریحِ اُو ریحانِ ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے | اُس کی روح اور اُس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

عقل[2] دشنامم دہد من راضیم | زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
عقل مجھے گالی دے، میں خوش ہوں | کیونکہ میری فیاضی سے فیض پاچکی ہے

نبود آں دشنامِ اُو بے فائدہ | نبود آں مہمانیش بے مائدہ
اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہوگی | اس کی وہ مہمانی بغیر دسترخوان کے نہ ہوگی

احمق ار حلوا نہد اندر لبم | من ازاں حلوایِ اُو اندر تبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے | میں اُس کے حلوے سے بخار میں ہوں

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی | نیست[3] بوسِ کونِ خر را چاشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر | گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

سبلتت گندہ کُند بے فائدہ | جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بے فائدہ تیری مونچھوں کو گندہ کردیگا | بغیر دسترخوان کے اُس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہوجائیں گے

مائدہ عقلست نے نان و کباب | نورِ عقل ست اے پسر جاں را شراب
دسترخوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب | اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

---

[1] گرگیں۔ گیں فاعل کی علامت ہے۔ گر کاف فارسی کے فتح ساتھ خارش کی بیماری۔ گر۔ بے عقلی کی خارش خدا کرے کافر کو بھی نہ لگے۔ شومیش۔ بدعقل کی بدبختی سے اَبر بھی بے باراں ہوجاتا ہے۔ بُومیِ اُو۔ مشہور ہے کہ جہاں اُلّو بیٹھنے لگے وہ مقام ویران ہو جاتا ہے۔ از گر۔ قوم نوحؑ کی حماقت سے طوفان آیا اور دنیا برباد ہوگئی تھی۔ گفت پیغمبر۔ بعض احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ بیوقوف ہمارا دشمن ہے اور عقلمند ہمارا دوست ہے۔

[2] عقل دشنامم۔ ہوسکتا ہے کہ یہ مولانا کا مقولہ ہو اور مولانا اپنے بارے میں فرما رہے ہوں یا حدیث کا جزو ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عقلمند اگر بُرا بھی کہتا ہو تو اُس میں کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ احمق۔ بیوقوف کی بھلائی میں بھی بُرائی ہے۔

[3] نیست۔ بیوقوف سے محبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی گدھے کی مقعد کو بوسہ دے۔ سبلت۔ اِس بوسہ سے تمھیں نقصان پہنچے گا اور بیکار کپڑے کالے ہوں گے۔ مائدہ عقلست۔ اصل دسترخوان عقل ہے جس سے انسان غذا حاصل کرتا ہے نان و کباب اگر احمق پیش بھی کرے تو دسترخوان نہیں ہے بلکہ مضرت رساں ہے اُس کا نان و نمک بے عقل بنادے گا۔

نیست ۱؎ غیرِ نور آدم را خورش — از جز آں جاں نیابد پرورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے — اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

زیں خورشہا اندک اندک باز بُر — کایں غذائے خر بود نے آنِ حُر
اِن کھانوں سے آہستہ آہستہ جُدا ہو جا — کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

تا غذائے اصل را قابل شوی — لقمہائے نور را آکل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے — نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

عکسِ آں نور ست کایں ناں ناں شدہ است — فیضِ آں جان ست کایں جاں جاں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے، کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے — اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

چوں ۲؎ خوری یکبار از ماکولِ نور — خاک ریزی بر سرِ نانِ تنور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھائے گا — تنور کی روٹی پر خاک ڈال دے گا

عقل شیدا شد چہ خوانی تُرہات — راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
(تو کہے گا) عقل عاشق ہو گئی ہے، تو کیا بکواس کرتا ہے؟ — راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

عقل دو عقل است اول مکسبی — کہ در آموزی چو در مکتب صبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی — جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

از کتاب و اوستا و فکر و ذکر — از معانی وز علومِ خوب و بکر
کتاب اور استاد اور غور اور یاد سے — معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

عقلِ تو افزوں شود بر دیگراں — لیک تو باشی ز حفظِ آں گراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے — لیکن تو اُن کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

لوحِ حافظ باشی اندر دور و گشت — لوحِ محفوظ اوست کو زیں درگذشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنیوالی تختی ہوگا — لوحِ محفوظ وہ ہے جو اس سے گذر گیا

عقلِ ۳؎ دیگر بخششِ یزداں بود — چشمۂ آں درمیانِ جاں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے — اُس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

چوں ز سینہ آبِ دانش جوش کرد — نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے — نہ گندہ ہوتا ہے، نہ پُرانا نہ زرد

ور رہِ نبعش بود بستہ چہ غم — کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
اگر اس کے اُبلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟ — کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہو

۱؎ نیست۔ اگر احمق کے دسترخوان پر پینے کی چیزیں ملیں تو وہ انسان کی شراب نہیں ہو شراب تو نورِ عقل ہے روح کی پرورش اسی سے ہوتی ہو۔ خورشہا جسمی غذائیں۔ حُر یعنی شریف انسان۔ تا غذائے اصل شعر۔ اندریں از طعام خالی دار تا دراں نورِ معرفت بینی عکس۔ جسمانی غذاؤں میں اسی نورانی غذا کا پرتو ہے جو انہیں لذت آئی ہو۔ جسمانی جان اسی نورانی جان سے جان بنی ہو۔

۲؎ چوں خوری۔ نور کی روحانی غذا کا ایک لقمہ کھا لوگے تو یہ غذائے جسمانی ہیچ ہو جائیگی عقل شیدا شد۔ جب تم وہ غذا کھا لوگے تو جسمانی غذا کو کہوگے کہ مجھ پر عاشق ہو گئی ہے اب تو مجھی چیز پر کیا کیوں کرتی ہے مجھے راستہ مل گیا ہے مجھے تجھ جیسے کمزور پاؤں کی ضرورت نہیں ہے عقل عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی عقل ہے جو درسگاہوں سے حاصل ہوتی ہے، یہ عقل اگر حاصل ہو جائے تو دوسروں کی عقل سے بڑھ جاتی ہو یہ کتاب اور استاد اور علوم سے حاصل ہوتی ہے اس عقل کے حاصل ہونے پر انسان حفاظت کرنے والی تختی بن جاتا ہے لیکن لوحِ محفوظ جسکی حق تعالیٰ ہر قسم کی غلطی سے حفاظت کرتا ہے وہ اسکے علاوہ چیز ہے۔

۳؎ عقلِ دیگر۔ عقل کی دوسری قسم وہ ہے جو خدا کی عطا ہے اور اسکا سرچشمہ درسگاہ اور اُستاد نہیں ہے بلکہ خود روح کے اندر اسکا چشمہ ہے اس چشمہ سے جو پانی آتا ہے وہ نہ گندہ ہوتا ہے نہ اُسکا رنگ بدلتا ہو۔ ور۔ اگر کسبی عقل کی راہیں بند ہو جائیں تو اس عقل والے کو کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو خانۂ دل سے موجزن ہوتی ہے۔

عقلِ تحصیلی[1] مثالِ جُویہا — کاں رَوَد در خانہ از کُویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے — جو گھر (دل) میں تالابوں میں سے پہنچتی ہے

راہِ آبش بستہ شُد شُد بینوا — از درونِ چشمہ کے بند دُوا
اگر اسکے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مُفلس بنجاتا ہو — چشمہ کے اندر سے اُس کو کون بند کر سکتا ہے؟

از درونِ خویشتن جُو چشمہ را — تارہی از منّتِ ہر نا سزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر — تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پالے

قصۂ شخصیکہ باشخصے مشورت می کرد اُو گفت مشورت

اُس شخص کا قصّہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اُس نے کہا کہ کسی دوسرے سے

بادیگرے کُن کہ من عدوّ توام

مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے باکسے — کز تردّد[2] وارہد وز محبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا — تاکہ تردّد اور بندش سے چھوٹ جائے

گفت اے خوش نام غیرِ من بجُو — ماجرائے مشورت با اُو بگو
اُس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر — مشورے کا معاملہ اُس سے کہہ

من عدوّم مر تُرا با من مپیچ — نبوُد از رائِ عدو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ اُلجھ — دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوتاہے

رَو[3] کسے جُو کہ تُرا اُو ہست دوست — دوست بہرِ دوست لاشک خیر جوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو — بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

من عدوّم چارہ نبوُد کز منی — کژ رَوم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے — ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

حارسی از گرگ جُستن شرط نیست — جُستن از غیرِ محل ناجُستنی ست
بھیڑیئے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے — بے موقع تلاش کرنا، تلاش نہ کرنا ہے

من تُرا بے ہیچ شکّے دشمنم — من تُرا کے رہ نمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں — میں کب تیری راہنمائی کروں گا، میں رہزن ہوں؟

ہر کہ باشد ہمنشینِ دوستاں — ہست در گلخن میانِ بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو — بھٹّی میں (بھی) باغ میں ہے

---

[1] عقلِ تحصیلی یعنی کسبی عقل جو دوسروں سے حاصل کیجاتی ہے۔ گُو یہا۔ گڑھے۔ راہِ آبش۔ اگر کسبی عقل کے حصول کے ذریعہ مفقود ہو جاتے ہیں تو انسان بے سروسامان رہجاتا ہے لیکن اندرونی چشمہ اُس آفت سے محفوظ ہے از درونِ۔ عقل کے روحانی چشمہ کی جستجو کرنی چاہیئے تاکہ دوسروں کا احسان نہ اُٹھانا پڑے قصّہ۔ اِس قصّہ سے عقل کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے۔

[2] کز تردّد۔ انسان تردّد میں کسی طرف پیشقدمی نہیں کرتا ہے۔ گفت۔ اُس شخص نے کہا کسی اور سے مشورہ کرے۔ من عدوّم۔ میں تیرا دشمن ہوں دشمن کے مشورے سے کوئی کامیابی نہیں ہوتی ہو۔

[3] رَو کسے۔ تجھے کوئی دوست تلاش کر کے اُس سے مشورہ کرنا چاہیئے، دوست دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے۔ بیخی جودی۔ حارسی۔ بھیڑیا، بھیڑوں کا رکھوالا نہیں بن سکتا۔ جُستن۔ بے محل تلاش اور جستجو سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ ہر کہ۔۔۔۔ دوستوں کی صحبت میں بھٹّی بھی باغ بن جاتی ہے اور دشمنوں کی صحبت باغ کو بھی بھٹّی بنا دیتی ہے۔

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن ۱۱
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو
ہست او در بوستاں در گولخن
وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

دوستؔ را ما زار از ما و منت
دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا
تا نگردد دوست خصم و دشمنت
تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

خیر کن با خلق از بہر ایزدت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر
یا برائے راحت جانِ خودت
یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

تا ہمہ را دوست بینی در نظر
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے
در دلت ناید ز کیں ناخوش صور
تاکہ تیرے دل میں کینہ سے برے خیالات آئیں

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن
جب تونے دشمنی کی تو احتیاط برت
مشورت با یارِ مہر انگیز کن
مشورہ، محبت بھرے دوست سے کر

گفت من دانم ترا اے بو الحسن
اس نے کہا اے ابو الحسن میں تجھے جانتا ہوں
کہ توئی دیرینہ دشمن دارِ من
کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

لیک مردِ عاقلی و معنوی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور بامعنیٰ ہے
عقلِ تو نگذاردت کہ کجروی
تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

طبعؔ خواہد تا کشد از خصم کیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلے
عقل بر نفس ست بندِ آہنیں
لیکن، عقل، نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

آید و منعش کند وا داردش
وہ عقل آتی ہے اور اُس کو منع کرتی ہے اُسکو روکتی ہے
عقل چوں شحنہ است در نیک و بد
عقل اُس کیلئے اچھے اور برے میں کوتوال کیطرح ہے

عقلِؔ ایمانی چو شحنہ عادل ست
ایمانی عقل، منصف کوتوال کی طرح ہے
پاسبان و حاکمِ شہرِ دل ست
دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے
دزد در سوراخ مانند ہمچو موش
چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

در ہر آنجا کہ بر آرد موش دست
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے
نیست گربہ ور بود او مردہ است
(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مردہ ہے

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے
عقلِ ایمانی کہ اندر تن بود
وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

لہ دوست۔ خود غرضی کر کے دوستوں کو دشمن نہ بنانا چاہیئے خیر کن۔ لوگوں کے ساتھ اللہ کی رضا کی خاطر بھلائی کرو اگر یہ مقصد بھی نہ ہو تو اپنی راحت کی خاطر دوسروں کے ساتھ بھلائی کرو۔ تا ہمہ۔ جب لوگوں کے ساتھ بھلائی کروگے تو وہ تمہارے دوست بنجائیں گے اور تمہارے دل میں تکلیف دہ خیالات نہ آسکیں گے چونکہ۔ اگر تو سب کو دوست نہیں بنا سکتا ہے تو پھر مشورہ کسی خاص دوست سے کر۔ گفت مشورہ لینے والے نے کہا میں جانتا ہوں تو میرا دشمن ہے لیکن تو انسان ہے اور عقلمند ہے اور مہمل نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ تیری عقل تجھے میرے ساتھ کجروی نہ کرنے دیگی۔

ے۲ طبع خواہد۔ عقلمند کا طبعی تقاضا اگرچہ دشمن سے بدلہ لینے کا ہوتا ہے لیکن اُس کی عقل اُس کی طبیعت اور نفس پر غالب آجاتی ہے۔ عقل۔ عقل، عقلمند کی ہر اچھے برے موقع پر حفاظت کرتی ہے۔

ے۳ عقل۔ عقل منصف کوتوال ہے اور دل کے خیالات پر حاکم ہے۔ ہمچو گربہ۔ عقل کی مثال بلی کی سی ہے اور نفس ایک چوہا ہے۔ در ہر آنجا۔ اگر نفس کا غلبہ ہے تو سمجھو کہ وہاں عقل نہیں ہے اور اگر ہے تو مردہ ہے۔ گربہ۔ ہم نے عقل کو بلی قرار دیا یہ غلطی تھی عقل تو شیر اور شیر افگن ہے۔

غُرّہ اُو حاکمِ درّندگاںؔ[1]
اُس کی غرّاہٹ درندوں کی حاکم ہے
نعرہ اُو مانعِ چرّندگاں
اُس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

شہر پُر دُزد است و پُر جامہ کَنے
شہر چوروں اور کپڑے اُتارنے والوں سے بھرا ہے
خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے
کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

عقل در تن حاکمِ ایماں بُوَد
عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے
کز ہمیش نفس در زنداں بُوَد
جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

عقلِ عقل[2] و جانِ جاں اے جاں توئی
اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہو
عقلِ و جانِ خلق را سلطاں توئی
تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

عقلِ کُل سرگشتہ و حیرانِ تُست
عقلِ کُل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے
کُلِّ موجودات در فرمانِ تُست
تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

امیر گردانیدن رسول علیہ السلام جوانِ ہذیلی را بر سَرِیَّہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اُس لشکر کا سردار بنانا
کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگان بُودند
جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سَرِیّہ می فرستادے رسُولؐ
آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے
بہرِ جنگِ کافر و دفعِ فضُول
کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے

یک جوانے[3] را گزیدا اُو از ہذیل
آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا
میرِ لشکر کردش و سالارِ خیل
کیلئے اُس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا

اَصلِ لشکر بیگماں سَرور بُوَد
یقیناً، سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے
قومِ بے سَرور تنِ بے سَر بُوَد
بغیر سردار کی قوم، بے سر کا جسم ہوتی ہے

ایں ہمہ کہ مُردہ و پژمُردہ
یہ جو تو بالکل مُردہ اور پژمُردہ ہے
زاں بُوَد کہ ترکِ سَرور کردہ
اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے

از کسل و ز بُخل و ز ما و منی
سستی اور بخل اور خودی دانانیت کی وجہ سے
می کشی سَرِ خویش را سَر میکنی
تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے

ہمچو استورے کہ بگریزد ز بار
اُس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے
اُو سَرِ خود گیرد اندر کوہسار
اور پہاڑ کا راستہ لے لے

---

[1] درّندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ غضبیہ۔ چرّندگان۔ یعنی انسان کی قوتِ شہویہ۔ شہر پُر دُزد است۔ انسان میں لامحالہ نفسانی قوتیں ہوتی ہیں عقل کے بھروسہ پر ان سے غفلت نہ برتنی چاہیئے بس اس قدر ہے کہ اگر عقل ہوتی ہے تو وہ قوتیں مضمحل ہو جاتی ہیں لیکن بالکل فنا نہیں ہوتی ہیں۔

[2] عقلِ عقل۔ کامل انسان کو خطاب ہے کہ تو ہی عقل کی عقل اور جان کی جان ہے اور تمام کائنات پر تیری سلطنت ہے۔ عقلِ کُل۔ جبرئیلؑ معراج میں آنحضورؐ کے عروج پر حیران تھے۔ امیر گردانیدن۔ اس قصہ کو نقل کرنے سے یہ مقصود ہے کہ "بزرگی بعقلست نہ بسال"۔ سَرِیّہ۔ جہاد کا وہ لشکر جس میں آنحضورؐ خود شریک نہ ہوں۔

[3] یک جوانے۔ آنحضورؐ نے اس لشکر کا ایک ہذیلی نوجوان کو سردار بنا دیا۔ ہذیل۔ عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ خیل۔ گروہ۔ اصل۔ فوج کا سردار بمنزلہ سر کے ہے بغیر سردار کی فوج بغیر سر کا دھڑ ہے۔ ایں ہمہ۔ مولانا نے لشکر کے سردار سے گریز فرما کر شیخ کی ضرورت کا مضمون شروع فرما دیا ہے یعنی انسان کی اعمالِ خیر میں پژمردگی اسی لئے ہوتی ہے کہ اُسنے کسی شیخ کو اپنا سردار نہیں بنایا۔ از کسل۔ کسی کو شیخ اور پیر بنانے میں انسان کی عمل سے سستی اور بخل اور خودی مانع بنتی ہے۔ ہمچو۔ شیخ سے گریز کرنیوالے کی مثال اُس گدھے کی سی ہے جو بوجھ سے گھبرا کر پہاڑ کی طرف بھاگ پڑے۔

صاحبش[51] در پے دواں کاے خیرہ سر
اُس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!

ہر طرف گرگے ست اندر قصدِ خر
ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیے ہیں

گر ز چشمم ایں زماں غائب شوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہوگا

پیشت آید ہر طرف گرگِ قوی
ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئیگا

استخوانت را بخاید چوں شکر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبا لے گا

کہ نہ بینی زندگانی را دگر
حتّٰی کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا

آں مکُن آخر بمانی از علَف
وہ نہ کر، بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائیگا

آتش از بے ہیزمی گردد تلَف
بغیر ایندھن کے آگ تباہ ہوجاتی ہے

ہیں بمگریز از تصرّف کردنم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے بھاگ

وز گراں باری کہ جانِ تو منم
اور بوجھ لادنے سے، کیونکہ میں تیری جان ہوں

تو ستوری[52] ہم کہ نفست غالب ست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے

حکم غالب را بُوَد اے خود پرست
اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے

خر نخواندت اسپ خواندت ذوالجلال
اللہ تعالٰی نے تجھے گھوڑا کہا ہے، گدھا نہیں کہا

اسپِ تازی را عرب گوید تعال
عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں

میر آخر[53] بُود حق را مصطفٰی
آنحضورؐ (اللہ تعالٰی) کے میرِ اصطبل ہیں

بہرِ استورانِ نفسِ پُر جفا
ظالم نفس کے گھوڑوں کے لیئے

قُل تعالَوا گفت از جذبِ کرم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالٰی نے) فرمایا کہدے "آؤ"

تا ریاضت تان دہم من رائضم
تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانیوالا ہوں

نفسہا را تا مروّض کردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے

زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
اِن گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں

ہر کجا باشد ریاضت بارہ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے

از لگدہایش نباشد چارہ
اُس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے

لاجرم اغلب بلا بر انبیاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے

کہ ریاضت دادنِ خاماں بلاست
کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

سکسکانید از دمم برغا روید
تم سُست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو

تا یُواشِ مرکبِ سلطاں شوید
تاکہ نرم رفتار، اور شاہ کی سواری بن جاؤ

[51] صاحبش۔ اُس گدھے کا مالک کہہ رہا ہے کہ پہاڑ میں سینکڑوں بھیڑیئے ہیں جو تجھے ہلاک کردیں گے اور تیری ہڈیاں شکر کی طرح چباڈالینگے۔ آں مکُن۔ شیخ بھی بھاگنے والوں کو سمجھاتا ہے کہ بھاگنے میں ہلاکت ہے اور اگر ہلاکت بھی نہ ہو تو کم از کم نعمتوں سے محرومی ہے۔ تصرّف کردنم۔ شیخ کی تعلیمات سے نہ گھبرانا چاہیئے بلکہ "کالمیّت فی یدِ الغسّال" نہلانے والے کے ہاتھ میں مُردہ" بنجانا چاہیئے۔

[52] تو ستوری۔ انسان کا نفس گدھا ہے جب وہ انسان پر غالب ہو تو چونکہ حکم غالب پر لگتا ہے لہٰذا انسان کو گدھا کہا جائیگا۔ خر نخواندت۔ جن لوگوں پر نفس کا غلبہ ہے اُن کو اللہ تعالٰی نے ازراہِ کرم گدھا نہیں کہا ہے بلکہ گھوڑا قرار دیا ہے عرب جب عربی نسل کے گھوڑے کو پکارتے ہیں تو لفظ "تعال" آجا، بولتے ہیں اسی طرح قرآن نے آنحضورؐ کو کہا ہے کہ اُن لوگوں کو "تعالوا" کہو۔

[53] میر آخر۔ داروغۂ اصطبل۔ پرجفا۔ ظالم۔ رائض۔ گھوڑے کو سدھانے والا۔ مروّض۔ سدھا ہوا گھوڑا۔ لگدہا۔ دولتیاں۔ ریاضت بارہ۔ ریاضت کرانے والا۔ لاجرم۔ نبی چونکہ قوم کی تربیت کرتا ہے لہٰذا اُس کو زیادہ مصائب برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ سکسکانید۔ سکسک، سست رفتار گھوڑا۔ دم۔ کلام۔ برغا۔ تیز رو گھوڑا۔ یُواش۔ ترکی

قُل تعالَوا قُل تعالَوا گفت حق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

اے ستورانِ ملول اندر سَبَق[1]
اے گھڑدوڑ میں عاجز گھوڑو!

قُل تعالَوا قُل تعالَوا گفت ربّ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ، کہدے آجاؤ

اے ستورانِ رمیدہ از ادب
اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!

قُل تعالَوا قُل تعالَوا گفت حے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہدے آجاؤ کہدے آجاؤ

اے ستورانِ فسردہ رگ وپے
اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!

گر نیایند اے نبیؐ غمگیں مشو
اے نبیؐ! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو

زاں دو بے تمکیں تو پُر از کیں مشو
اُن دو (چار) بے وقعت کیوجہ سے غصہ میں بھر

گوشِ بعضے زیں تعالَوا ہا کرست
بعض لوگ اِن آجاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں

ہر ستورے را صطبلے دیگر ست
ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے

مُنہزِم[2] گردند بعضے زیں نِدا
بعض لوگ اِس آواز سے پیچھے ہٹ گئے

ہست ہر اسپے طویلہ او جُدا
ہر گھوڑے کا اصطبل جُدا ہے

مُنقبض گردند بعضے زیں قِصَص
بعض لوگ اِن قصّوں سے تنگدل ہوئے

زانکہ ہر مُرغے جُدا دارد قفص
کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیٰحدہ ہے

خود ملائک نیز ناہمتا بُدند
ملائک بھی (مرتبہ میں) یکساں نہیں تھے

زیں سبب بر آسماں صف صف شُدند
اِسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہوگئے

کودکاں گرچہ بیک مکتب در اند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں

در سَبَق ہر یک زِ یک بالاتر اند
مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں

مشرقی[3] و مغربی را حِسّہا ست
مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حِسیں ہیں

منصبِ دیدارِ حِس چشم راست
دیکھنے کی حِس کا مقام آنکھ کا ہے

صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں

جُملہ محتاجانِ چشمِ روشن اند
سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

باز صفِّ گوشہا را منصبے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے

در سماعِ جاں واخبار و نُبے
قرآن کی روح اور قصّوں کے سُننے کیلئے

صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے

ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
کوئی آنکھ، سُننے سے واقف نہیں ہے

---

۱ سبق گھڑدوڑ۔ قُل تعالَوا۔ یعنی اے نبی لوگوں سے کہدے کہ آجاؤ۔ حق۔ اللہ تعالیٰ۔ گر نیایند۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهُ اور جو شخص کفر کرے تو اُس کا کفر کرنا تجھے غمگین نہ کرے۔ کرست۔ ہر گھوڑا اپنے اصطبل کی طرف جاتا ہے تو جواہلِ شقاوت ہیں اُن کا اصطبل وہ نہیں ہے جس کی طرف نبی دعوت دیتا ہے۔

۲ منہزم۔ پسپا۔ طویلہ۔ اصطبل۔ قفص۔ قفس۔ خود کلا۔ جس طرح انسانوں میں استعداد کا اختلاف ہے اسی طرح ملائکہ میں بھی ہے اسی لئے اُن کو مختلف صفوں میں رکھا گیا۔ کودکاں۔ ملائکہ اور انسانوں کی صلاحیت کے اختلاف کو اِس مثال سے سمجھو کہ سب بچے ایک ہی مکتب میں پڑھتے ہیں لیکن صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے بعض کو بعض پر فوقیت ہوتی ہے۔

۳ مشرقی و مغربی۔ یہ صلاحیت کا اختلاف حواس میں بھی ہے، کان میں سُننے کی صلاحیت ہے جو آنکھ میں نہیں ہے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت ہے جو کان میں نہیں ہے۔ صد ہزاراں۔ اگر لاکھوں آنکھیں بھی مِل جائیں تو ایک کان کی برابر نہیں سُن سکتیں۔

ہمچنیں[1] ہر حِس یک یک می شمر — ہر یکے معزول ازاں کارِ دگر
اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے — ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے

پنج حِسِ ظاہر و پنج اندرون — در صف اند اندر مقام الصافّون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی — صف باندھنے والوں (فرشتوں) کے قیام میں صف بستہ ہیں

ہر کسے کو از صفِ دیں سرکش ست — میرود سوئے صفے کاں ناخوش ست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے — وہ بُری صف کی جانب چلا جاتا ہے

تو ز گفتارِ[2] تعالوا کم مکن — کیمیائی بس شگرف ست ایں سخن
آپ "آجاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں — یہ کلمہ بہت عجیب کیمیا ہے

گر مسے گردد ز گفتارت نفیر — کیمیا را ہیچ از وے وامگیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو — کیمیا کو اس سے نہ ہٹائیے

ایں زماں گر بست نفسِ ساحرش — گفتِ تو سودش کند در آخرش
اس وقت اس کا جادوگر نفس بہرا ہے — اسکے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دیگی

قُل تَعَالَوا قُل تَعَالَوا اے غلام — ہیں کہ اِنَّ اللہَ یَدعُوا بِالسَّلَام
آپ آجاؤ، آجاؤ کہیئے، اے لڑکے! — آگاہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ، سلامتی کیطرف بلاتا ہے

خواجہ[3] باز آ از منی و از سری — سرورے جو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آجا — کوئی سردار تلاش کرلے، سرداری کا طالب بن

اِعتراض کردنِ معترضے بر رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم بر امیر گردانیدنِ آں ہذیلی را بر سریّہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اُن ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیمبر سرورے کرد از ہذیل — از برائے لشکرِ منصور خیل
جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا — فتحمند گروہ کے لشکر کے لئے

بوالفضولے از حسد طاقت نداشت — اعتراض و لانُسَلِّم بر فراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کرسکا — اعتراض اور "ہم نہیں مانتے" کا اعلان کیا

خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند — در متاعِ فانیے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھو، کس قدر اندھیرے میں ہیں — فانی اسباب پر کس قدر مرنے والے ہیں

---

[1] ہمچنیں۔ تمام حواس کا یہی حال ہے جو جس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے وہ دوسرے میں نہیں ہے۔ پنج حِس۔ حواس ظاہری اور حواس باطنی سب اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے اپنے اپنے کام میں لگے ہیں جیسا کہ ملائکہ کی مختلف صفیں اپنے اپنے کام میں لگی ہیں۔ الصافون۔ یعنی صف بہ صف ملائکہ ہر کسے اگر کسی میں دین کے قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے تو وہ بد دینوں کی صف میں شامل ہوگا۔

[2] تو ز گفتار۔ نبیؐ کا کام دعوت دینا ہے وہ منکرین سے تنگ دل ہوکر دعوت کو نہیں چھوڑتا ہے۔ گر مسے اگر کوئی منکر ایک وقت میں انکار کرے تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آخر میں دعوت کو قبول کرلے۔ اِنَّ اللہ قرآن پاک میں ہے وَاللہُ یَدعُوا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ وَیَهدِی مَن یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّستَقِیمٍ "اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی دعوت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی رہنمائی کر دیتا ہے"۔

[3] خواجہ۔ مولانا پھر نصیحت کرتے ہیں کہ کسی شیخ کے دامن سے وابستہ ہوجانا چاہیئے۔ سرور۔ سردار۔ خیل۔ جماعت، گروہ۔ لانسلم۔ معترض اعتراض میں یہ کہا کرتا ہے کہ مجھے آپ کا دعویٰ تسلیم نہیں ہے۔ ظلمانی۔ تاریک باطن۔ چونکہ دنیاداری کا غلبہ تھا اسلئے اعتراض کی نوبت آئی۔

از تکبر[١] جملہ اندر تفرقہ — مُردہ از جاں زندہ اندر محرقہ
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں — روح کے اعتبار سے مُردہ ہیں جلانیوالی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں

ایں عجب کہ جاں بزنداں اندر ست — وانگہے مفتاحِ زندانش بدست
یہ تعجب ہے کہ جان قیدخانہ میں ہے — جبکہ قیدخانہ کی کنجی اُس کے ہاتھ میں ہے

پایِ تا سر غرقِ سرگیں آنجواں — می زند بر دامنش جُوئی رواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے — (حالانکہ) جاری نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے

دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار — پہلوی آرامگاہ و پُشتِ وار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے — (حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے

نور[٢] پنہاں ست و جُست و جُو گواہ — کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
نور پوشیدہ ہے اور جُستجو گواہ ہے — کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے

گر نبودے حبسِ دنیا را مناص — نے بُدے وحشت نہ دل جُستے خلاص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا — نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا

وحشتت ہمچوں مُوکّل می کشد — کہ بجُوئے ضال منہاجِ رشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے — کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے

ہست منہاج و نہاں در مکمن ست — یافتنش رہنِ گزافہ جُستن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے — اُس کا حصول اٹکل پچو تلاش پر موقوف ہے

تفرقہ[٣] جُو یایِ جمع اندر کمیں — تو دریں طالب رُخِ مطلوب بیں
بصورت مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے — تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے

مُردگانِ باغ بر جستہ زبُن — کاں دہندہ زندگی را فہم کن
باغ کے مُردہ (بیج) جڑ سے اُگ پڑتے ہیں — کہ اُس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے

چشمِ ایں زندانیاں ہر دم بدر — کے بُدے گر نیستے کس مژدہ ور
اِن قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر — کیوں ہوتی، اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟

---

١ از تکبر۔ باہمی اختلاف کا سبب تکبر اور غرور ہوتا ہے۔ محرقہ۔ جلانے والی یعنی دنیا طلبی۔ ایں عجب۔ دنیا سے نجات کی کنجی خود اُس کے ہاتھ میں ہے، مجاہدہ کرکے نکل سکتا ہے لیکن تعجب ہے کہ اُس کو قیدخانہ میں پڑا رہنا منظور ہے۔ پایِ تا سر۔ انسان معصیتوں میں آلودہ ہو حالانکہ روحانیت کی نہر اُس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے اُس سے آلودگی کو دُور کر سکتا ہے۔ دائماً۔ روحانیت کی آرام گاہ اُس کے پہلو میں ہے اُس کے ہوتے ہوئے بیقراری سے پہلو بدل رہا ہے لیکن اُس آرام گاہ میں داخل نہیں ہوتا ہے۔

٢ نور۔ خدا کا نور مخفی ہے اور عابدوں کی جستجو اُس کے وجود کی گواہ ہے۔ (شعر)
دل گواہ است کہ در پردہ دل آرائے ہست
ہستیٔ قطرہ دلیل است کہ دریائے ہست
مناص۔ بچاؤ کی جگہ۔ نے بُدے۔ دنیا سے دل کی وحشت اور عالمِ آخرت کی جستجو راہِ نجات کا پتہ دیتی ہے۔ وحشتت۔ دنیا سے وحشت انسان کو راہِ ہدایت کی جستجو کے لئے مجبور کرتی ہے۔ مُوکّل۔ سپاہی۔ منہاج۔ راستہ۔ ہست منہاج۔ (شعر)
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید
خیرہ یوسف وار می باید دوید

٣ تفرقہ۔ یعنی کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔ مُردگان۔ فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ زمین کی مُردنی کے بعد اُس کی تروتازگی وجودِ باری کی دلیل ہے۔ چشمِ ایں۔ رہائی کی توقع رہائی کے وجود پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کی آمد کی اُمید نہ ہوتی تو رہائی کے لئے دروازہ پر نگاہ کیوں لگی رہتی تو ہدایت کی توقع اُس کے وجود کی دلیل ہے۔

صد[1] ہزار آلودگانِ آب جو | کے بُدندے گر نبودے آبِ جو
لاکھوں آلودہ، پانی تلاش کرنے والے | کب ہوتے، اگر نہر کا پانی نہ ہوتا

بر زمیں پہلوت را آرام نیست | زانکہ در خانہ لحاف و بستریست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے | کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے

بے مقر گاہے نباشد بے قرار | بے خمار اشکن نباشد ایں خمار
سکون کی جگہ کے بغیر کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے | یہ خمار، بغیر خمار اُتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے

گفت نے نے یا رسول اللہ مکُن | سَرورِ لشکر مگر شیخِ کہُن
اُس نے کہا نہیں نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے | لشکر کا سردار سوائے پُرانے بوڑھے کے

یا رسول اللہ جواں ار شیر زاد | غیرِ مردِ پیر سرِ لشکر مباد
اے رسول اللہ، جوان خواہ شیر کا بچہ ہو | بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے

ہم[2] تو گفتستی و گفتِ تو گوا | پیر باید پیر باید پیشوا
آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے | (کہ) پیشوا، بوڑھا چاہیے، بوڑھا

یا رسول اللہ دریں لشکر نگر | ہست چندیں پیر وازوے پیشتر
اے رسول اللہ! اِس لشکر کو دیکھئے | بہت بوڑھے ہیں اور اِس سے بڑھ کر (ہیں)

زیں درخت آں برگِ زردش را مبیں | سیبہائے پختہ اُو را بچیں
اِس درخت کو اُس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے | اُس کے پختہ سیب چُن لیجئے

برگہائی[3] زرد اُو خود کے تہی ست | ایں نشانِ پختگی و کاملی ست
اُس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟ | یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

برگِ زردِ ریش واں موئے سپید | بہرِ عقلِ پختہ می آرد نوید
ڈاڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال | عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں

برگہائے نو رسیدہ سبز فام | شُد نشانِ آنکہ آں میوا است خام
نئے اُگے ہوئے سبز پتے | اِس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے

برگ بے برگی نشانِ عارفی ست | زردیِ زر سرخروئی صیرفی ست
بے سروسامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے | سونے کی زردی صرّاف کی سُرخروئی ہے

---

[1] صد ہزارا ــ لاکھوں گنہگار آبِ رحمت کی جستجو میں ہیں جو آبِ رحمت کے وجود کی دلیل ہے۔ بر زمیں۔ راحت کی توقع پر بے راحتی میں بے چینی ہوتی ہے اگر توقع نہ ہو تو قرار آجائے روح کی بے چینی آخرت کے آرام کی توقع کی وجہ سے ہے۔ بے مقر گاہ۔ بے قراری جب ہی ہوتی ہے جب کوئی متوقع آرامگاہ ہو خمار جب ہی ہوتا ہے جب خمار شکن چیز کی توقع ہو، شراب کا وجود ہی نہ ہو تو اُس کی طلب میں اعضا شکنی نہیں ہو سکتی۔ گفت۔ اس ارشادی مضمون کے بعد پھر اُس مُعترِض کا قصہ شروع کیا ہے۔

[2] ہم تو گفتستی۔ مُعترِض نے کہا آپ نے بھی تو یہی فرمایا ہو کہ پیشوا بوڑھا ہونا چاہیئے۔ اَلشَّیْخُ فِیْ اَھْلِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ بوڑھا اپنے اہل میں ایسا ہے جیسا کہ نبی اپنی امت میں۔ یہ آنحضورؐ کا فرمان ہے۔ یا رسول اللہ۔ اُس اعتراض کرنے والے نے آنحضورؐ سے کہا دیکھئے لشکر میں بہت سے بوڑھے ہیں جو اُس نوجوان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ زیں درخت۔ اِن بوڑھوں کے بڑھاپے کو نہ دیکھئے اُن کی عقل کی پختگی کو دیکھئے۔

[3] برگہائی۔ بڑھاپے کے آثار عقل کی پختگی کی دلیل ہیں۔ برگہا۔ جوانی کے آثار عقل کی خامی کی دلیل ہیں۔

برگ۔ نوجوانی کے ساز و سامان سے بے سامانی اُن کی جانکاری کی دلیل ہے۔ زردی۔ سونے کی زردی صرّاف کی سُرخروئی کا سبب بنتی ہے۔

آنکہ[1] او گل عارض ست و نو خط ست
وہ شخص جو پھول کے سے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے

او بمکتب گاہ مخبر نو خط ست
وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے

حرفہای خطِ او کژمژ بُود
اُس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے

مُر مَنِ عقل ست اگر تن می دود
عقل کا اپاہج ہے، اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے

پای پیر از سرعت ار چہ باز ماند
بوڑھے کے پاؤں اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں

یافت عقلِ او دو پر بر اوج راند
اُسکو عقل کے دو پر حاصل ہو گئے ہیں، بلندی پر اڑاتا ہے

گر مثل[2] خواہی بجعفرؓ در نگر
اگر تو مثال چاہتا ہے، جعفرؓ کو دیکھ لے

داد حق بر جای دست و پاش پر
اللہ (تعالیٰ) نے انکو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیدیئے ہیں

گر ز اسرارِ سخن بوئے بری
اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے

من سخن گویم چو زرِ جعفری
(تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں

بگذر از زر کایں سخن شد مُجتنب
سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی

ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب
میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا

ز اندرونم صد خموشی خوش نفس
میرے اندر سے سو خاموشیاں، خوشبودار

دست بر لب می زند یعنی کہ بس
ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں یعنی کہ بس

خامشی[3] بحر ست و گفتن ہمچو جو
خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے

بحر می جوید ترا جو را مجو
تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے، تو نہر کی تلاش نہ کر

از اشارتہای دریا سر متاب
دریا کے اشاروں سے منھ نہ موڑ

ختم کن واللہ اعلم بالصواب
ختم کردے اور خدا بہتر جانتا ہے

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب
اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا

پیشِ پیغمبر سخن زاں سرد لب
بات پیغمبر کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے

دست می دادش سخن او بے خبر
باتیں اُس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا

کہ خبر ہرزہ بُود پیشِ نظر
کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے

ایں خبرہا از نظرہا نائب ست
یہ خبریں، مشاہدوں کے بعد ہیں

بہر حاضر نیست بہر غائب ست
یہ مشاہد کے لئے نہیں ہیں، غائب کیلئے ہیں

کر رہی ہو کہ اب ان اسرار کی گفتگو ختم کرو۔ ہمچنیں۔ پھر مولانا نے معترض کا ذکر شروع کیا ہے۔ دست۔ جب کسی چیز کا مشاہدہ حاصل ہو تو مشاہدہ کرنیوالوں کو اُس چیز کی خبریں دینا بیکار بات ہے۔ ایں خبرہا۔ کسی چیز کے بارے میں خبریں دیکھنے کے قائم مقام ہیں اور خبروں کا تعلق اُس شخص سے ہے جو اُس چیز سے غائب ہو۔

[1] آنکہ۔ جو نوجوان ہو اُس کے رخسار گلاب کی طرح ہیں اور سبزہ خط نو رستہ ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خط لکھنے میں نوآموز ہے اور اُس کے حروف قاعدہ کے مطابق نہ ہونگے۔ ایسا نوجوان بدن کا اگرچہ چست ہوتا ہے لیکن عقل کا اپاہج ہوتا ہے۔ پای پیر۔ بوڑھے کے ہاتھ پاؤں اگرچہ سست پڑ جاتے ہیں لیکن اُس کی عقل کو پر پرواز حاصل ہو جاتے ہیں۔

[2] گر مثل۔ اگر ہاتھ پاؤں بیکار ہو جانے پر پَر حاصل ہو جانے کی کوئی مثال چاہیئے تو وہ حضرت جعفر طیارؓ ہیں غزوۂ مُوتہ میں جب اُن کے ہاتھ کٹ گئے تھے تو اللہ نے اُن کو جنّت میں پر عنایت فرمادیئے ہیں۔ زرِ جعفری۔ جعفرِ برمکی کے دَور کا سونا خالص ہونے میں مشہور ہے۔ زر۔ دنیاوی سونے کی بات سے اَسرار پوشیدہ ہونے لگے جس کی وجہ سے میرا دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا۔ دست۔ ہونٹوں پر ہاتھ رکھنا خاموش رہنے کا اشارہ ہوتا ہے۔

[3] خامشی۔ انسان خاموشی میں خیالات کو جمع کرتا ہے تب گفتگو شروع کرتا ہے تو خاموشی سمندر ہے جس سے گفتگو کی نہر جاری ہوتی ہے جب سمندر خود انسان کا طالب ہو تو اُس کو نہر کی خواہش نہ کرنی چاہیئے۔ از اشارتہا۔ خاموشی اشارے

ہر کہ اُو اندر نظر موصول شُد ۔۔۔ ایں خبر ہا پیشِ اُو معزول شُد[۵۱]

جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا ۔۔۔ یہ خبریں اُس کے لئے بیکار ہو گئیں

چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں ۔۔۔ دفع کُن دَلاّلگاں را بعد ازیں

جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا ۔۔۔ اِس کے بعد دلاّلہ (عورتوں)، کو دفع کر

ہر کہ از طفلی گذشت و مرد شُد ۔۔۔ نامہ و دلاّلہ بروے سرد شُد

جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا ۔۔۔ خط اور دلاّلہ اُس کیلئے بے ضرورت بنگئے

نامہ خواند از پئے تعلیم را[۵۲] ۔۔۔ حرف گوید از پئے تفہیم را

خط پڑھتا ہے، سِکھانے کے لئے ۔۔۔ بات کرتا ہے، سمجھانے کے لئے

پیشِ بینایاں خبر گفتن خطاست ۔۔۔ کاں دلیلِ غفلت و نقصانِ ماست

دیکھنے والوں کو خبر سُنانا غلطی ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے

پیشِ بینا شُد خموشی نفعِ تو ۔۔۔ بہرِ ایں آمد خطابِ اَنْصِتُوا

صاحبِ بصیرت کے سامنے چُپ بنا رہنا ترے لئے مفید ہے ۔۔۔ اسی لئے حکم ہوا ہے، خاموش رہو

گر بفرماید بگو بر گوئی خوش ۔۔۔ لیک اندک گو دراز اندر مکش

اگر وہ حکم دے کہ بول (تو)، اچھی بات کر ۔۔۔ لیکن بات کو طول نہ دے

ور بفرماید کہ اندر کش دراز ۔۔۔ ہمچُناں شیریں بگو با امر ساز

اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر ۔۔۔ اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان

ہمچُناں کہ من دریں زیبا فسوں[۵۳] ۔۔۔ با ضیاءُ الحق حسام الدّیں کنوں

جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں ۔۔۔ اب ضیاءُ الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

چونکہ کوتہ می کُنم من از رَشَد ۔۔۔ اُو بصد نوعم بگفتن می کَشَد

جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں ۔۔۔ وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں

اے حُسام الدّیں ضیاءِ ذُو الجلال ۔۔۔ چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال

اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہیں ۔۔۔ جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟

ایں مگر باشد زحُبِّ مُشتہیٰ ۔۔۔ اَسْقِنِیْ خَمْرًا وَّ قُلْ لِیْ اِنَّہَا

یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے ۔۔۔ مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے

۵۱ ہر کہ۔ جو شخص مشاہدہ کر رہا ہو اُس کو خبریں سنانا لغو کام ہے۔ چونکہ مقصود حاصل ہو جانے کے بعد وسائل اور ذرائع بیکار ہو جاتے ہیں۔ دلاّلگاں۔ وہ عورتیں جو عاشق و معشوق میں نامہ و پیام کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ہر کہ۔ عاشق کی جوانی خود معشوق کو دعوت دیتی ہے پھر نامہ و پیام کی حاجت نہیں رہتی ہے یعنی جبتک کہ سالک کا بچپن ہے اس کو ذرائع کی ضرورت ہے جب وہ بلوغ پر پہنچ کر مشاہدہ کر لیتا ہے تو وسائل سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

۵۲ نامہ خواند۔ کاملین جو ابتدائی ذرائع اختیار کرتے ہیں وہ دوسروں کی تعلیم اور تفہیم کے لئے ہوتے ہیں۔ پیشِ بینایاں۔ جن کو مشاہدہ حاصل ہے اُن کو خبریں دینا اُن کے مقام سے اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے۔ اَنْصِتُوا۔ قرآن پاک میں ہے: اِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اسکی طرف کان لگاؤ خاموش رہو۔ گر بفرماید۔ اگر صاحب مشاہدہ تم سے اُس چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اچھے پیرایہ میں مختصرات کہہ دو۔ اگر وہ تفصیل کا مطالبہ کرے تو عمدہ طریقہ پر تفصیل کردو۔

۵۳ ہمچناں۔ میرا اور ضیاء الحق کا بھی یہی معاملہ ہے میں اُس صاحب مشاہدہ کے سامنے کچھ مختصر کہتا ہوں لیکن انکی جانب سے تفصیل کا مطالبہ ہوتا ہے۔

چونکہ حسام الدین کا شوقِ سماع مجھے مثنوی کہنے پر مجبور کر دیتا ہو۔ اے حسام الدین، آپکو جب مشاہدہ حاصل ہو تو محبوب کی باتیں سننے کا اسقدر شوق کیوں ہے۔ ایں مگر۔ یہ جواب ہے عشق کا تقاضہ ہو کہ عاشق کے تمام حواس معشوق سے بہرہ ور ہوں آنکھ اگر دیکھتی ہو تو کان باتیں سننے کا اشتاق ہوتا ہو۔ اسقنی میں ست چاہتا ہو کہ ساقی کے شراب صرف منہ کی لذت حاصل نہ کرے بلکہ کان بھی اس کا نام سنیں۔

بر دہانِ[1] تست ایں دم جامِ او — گوش می گوید کہ قسمِ گوش کو
اِس وقت آپ کے منہ سے اُس کا جام لگا ہے — کان کہتا ہے کہ کان کا حصّہ کہاں ہے؟

قسمِ تو گرمی ست نک گرمیست — گفت حرصِ من ازیں افزوں ترست
تیرا حصّہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے — اُسنے کہا میری حرص اِس سے بڑھی ہوئی ہے

جوابِ گفتنِ پیغمبر صلّی اللہ علیہ وسلّم آں اعتراض کنندہ را
اُس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا جواب دینا

در حضورِ مصطفائ قند خو — چوں زحد بُرد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج مصطفیٰ ؐ کے دربار میں — جب اُس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھادی

آں شہِ والنجم و سلطانِ عبس — لب گزید آں سِر دم را گفت بس
والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے — ہونٹ دبایا، اُس سِر لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہرِ منعش بر دہاں — چند گوئی پیشِ دانائ نہاں
اُس کو روکنے کے لئے منھ پر ہاتھ رکھا — واقفِ اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟

پیشِ[2] بینا بُردہ سرگینِ خشک — کہ بخر ایں را بجائِ نافِ مُشک
تو خشک گوبر صاحبِ بصیرت کے سامنے لیجاتا ہے — کہ اِس کو مُشک کے نافہ کی جگہ خرید لے

بعر را اے گندہ مغز گندہ مخ — زیرِ بینی بنہی و گوئی کہ اُخ
اے بد دماغ گندہ مغز، مینگنی کو — ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آخاخا

اَخ اَخے بر داشتی اے گیج و کاج — تا کہ کالائ بدت یابد رواج
اے احمق بھینگے! تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تیرا خراب مال چالو ہوجائے

اَخ اَخے بر داشتی اے خشک مغز — تا نمائی پشکِ دل را مُشکِ نغز
اے خشک دماغ تو آخاخا کرتا ہے — تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مُشک ظاہر کرے

تا فریبی[3] آں مشامِ پاک را — آں چرندہ گلشنِ افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟ — آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو

حلمِ اُو خود را اگرچہ گول ساخت — خویشتن را اندکے باید شناخت
اُس کی بُردباری نے اگرچہ اپنے آپکو بھولا بنالیا ہے — (مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیئے

دیگ[4] را گر باز ماند امشبے دہن — گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا منھ کھلا رہ گیا ہے — بِلّی کو بھی شرم کرنی چاہیئے

۱؎ بر دہان۔ منھ سے اگر جام لگا ہے تو کان اپنا حصّہ مانگتا ہے۔ قسمِ تو۔ کان کو جواب ملتا ہے کہ تیرا حصّہ وہ حرارتِ عشق ہے جو تجھ میں دیکھنے سے سرایت کررہی ہے وہ کہتا ہے نہیں میں اُس سے زیادہ لذّت چاہتا ہوں اور وہ محبوب کا کلام سننے سے حاصل ہوگی۔ در حضور۔ اُس معترض نے ہذیلی نوجوان کے سردار بنائے جانے پر جب بہت زیادہ اعتراض کیا تو آنحضورؐ نے اُس کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ والنجم۔ اِس سورۃ میں آپ کے برحق ہونے کا ذکر ہے۔ سورۃ عبس میں آپ کی ناگواری کا ذکر ہے۔ یہ دونوں باتیں صورتِ حال کے مناسب تھیں اسلئے اُن کا ذکر کیا گیا ہے۔ دانائ نہاں۔ آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی۔

۲؎ پیشِ بینا۔ معترض نے بات اچھے انداز سے کہی تھی لیکن اُس کا منشا حسد اور بدباطنی تھی اسلئے مولانا نے اُس کی یہ تشبیہات ذکر کی ہیں۔ بعر را۔ مینگنی کو سونگھ کر آہا کرتا ہے۔ تاکہ دوسرے خوشبودار مُشک سمجھ لیں۔ گیج۔ احمق۔ کاج۔ بھینگا۔ کالا۔ سامان۔ پشک۔ مینگنی۔

۳؎ تا فریبی۔ تو خوشبوؤں کے ماہر کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ حلم۔ بڑوں کی بُردباری انکو سادہ بنائے رکھتی ہے لیکن دھوکا دینے والے کو اپنی طرف دیکھنا چاہیئے کہ وہ کس کو دھوکا دے رہا ہے۔ دیگ۔ اگر ہنڈیا کا منہ رات کو کھلا رہ جائے تو بلی کو شرم کرنی چاہیئے اور اس میں منہ نہ ڈالنا چاہیئے۔

خویشتن[1] گر خفتہ کرد آں خوب فر | سخت بیدار است دستارش مبر
اگر اُس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے | وہ خوب بیدار ہے اُس کی پگڑی نہ اُتار

چند گوئی اے لجوج بے صفا | ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفیٰ
اے بد باطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟ | یہ شیطانی منتر مصطفیٰ ﷺ کے روبرو

صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ | ہر یکے حلمے ازاں صد چو کوہ
یہ لوگ لاکھوں بُردباریاں رکھتے ہیں | اُن میں سے ہر بُردباری سَو پہاڑوں جیسی ہے

حلمِ شاں بیدار را ابلہ کند | زیرکِ صد چشم را اکمہ کند
اُن کی بُردباری بیدار مغز کو بیوقوف بنا دیتی ہے | سَو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

حلمِ شاں ہمچوں شرابِ خوب و نغز | نغز نغزک بر رود بالائے مغز
اُن کی بُردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے | جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے

مست[2] را بیں زاں شرابِ پُر شگفت | ہمچو فرزیں مست و کژ رفتن گرفت
اِس عجیب شراب سے مست کو دیکھ | فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا

مردِ برنا زاں شرابِ زود گیر | در میانِ راہ می اُفتد چو پیر
اِس زود اثر شراب سے جوان انسان | بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے

خاصہ ایں بادہ کہ از خُمِ نبیؐ ست | نے مئے کہ مستیِ اُو یک شبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؐ کے خُم کی ہے | نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے

آنکہ اصحابِ کہف از نُقل و نَقل | سہ[3] صد و نہ سال گم کردند عقل
وہ (شراب)، کہ اصحابِ کہف نُقل اور سفر سے | تین سَو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے

زاں[4] زنانِ مصر جامے خوردہ اند | دستہا را شرحہ شرحہ کردہ اند
اسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے | اُنھوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے

ساحراں ہم سُکرِ موسیٰؑ داشتند | دار را دلدار می پنداشتند
جادوگر بھی (حضرت) موسیٰؑ کا نشہ رکھتے تھے | اُنھوں نے سولی کو پیارا سمجھا

جعفرِ طیارؓ زاں مے بود مست | زاں گرو می کرد بیخود پا و دست
(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے | اسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

اِس شراب سے ایسے مست ہوگئے کہ سولی پر چڑھنا اُن کو پیارا لگا۔ جعفر۔ حضرت جعفرؓ غزوۂ موتہ میں اسی شراب سے ایسے مست تھے کہ ہاتھوں کے کٹنے کی اُن کو کوئی پروانہ ہوئی

---

۱ خویشتن۔ بڑے لوگ مجرم سے اپنے آپ کو غافل بنا لیتے ہیں لیکن وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ بے صفا۔ بد باطن۔ فسونِ دیو۔ مشہور ہے کہ منتر پڑھ کر جن کو بوتل میں بند کر لیا جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ انبیاء کی بُردباری کا معمولی حصہ سَو پہاڑوں سے زیادہ مُتحمل ہوتا ہے۔ حلمِ شاں۔ اُن میں اِس قدر بُردباری ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا ہوشیار اور بینا دھوکا کھا جاتا ہے۔ حلمِ شاں۔ اُن کی بُردباری میں شراب کی تاثیر ہے جو انسان کو مدہوش کر دیتی ہے۔

۲ مست۔ شرابی مستانہ کج رفتار ہو جاتا ہے۔ فرزین۔ یہ شطرنج کا مہرہ ہے جس کی چال ٹیڑھی ہوتی ہے۔ مردِ برنا۔ جوان آدمی شراب کے نشے سے بوڑھوں کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے۔ خاصہ۔ جب اِس معمولی شراب کے یہ اثرات ہیں تو عشقِ الٰہی کی شراب کے کیا کچھ اثرات نہ ہونگے۔ اصحاب۔ اصحابِ کہف عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسے مست ہوئے کہ نہ اُنکو جینا یاد رہا نہ سفر کرنا اور ایک غار میں تین سَو نو (۳۰۹) سال سوتے رہے۔

۳ زاں۔ حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر مصری عورتیں عشقِ الٰہی کی شراب سے ایسی مست ہوئیں کہ اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے۔ ساحراں۔ جن جادوگروں کو فرعون حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ پر لایا تھا وہ

قصۂ[1] سُبحانی مَا اَعظمَ شَانی گفتنِ بایزید قُدِّسَ سِرُّہٗ واِعتراضِ مُریدان و جوابِ اُو مر ایشاں را نہ بطریقِ گفتِ زباں بلکہ از راہِ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہٗ کے سُبحانی مَا اَعظمَ شَانی کہنے کا قصہ اور مُریدوں کا اعتراض اور ان کو اُن کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مُریداں آں فقیرِ مُحتشم
وہ معزز درویش مُریدوں کے سامنے

بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم
بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں

گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں
اُس صاحبِ کمالات نے مستی کی حالت میں کُھلم کُھلا کہا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا ھَا فَاعْبُدُوْنِ
کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو

چوں[2] گذشت آنحال گفتندش صباح
جب وہ حالت گذر گئی، صبح کو اُنھوں نے اُن سے کہا

تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے

گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ
فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں

کاردہا در من زنند آں دم ہلہ
خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا

حق منزّہ از تن و من با تنم
اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسّم ہوں

چوں چنیں گویم بباید کشتنم
جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیئے

چوں وصیّت کرد آں آزاد مرد
جب اُس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی

ہر مُریدے کاردے آمادہ کرد
ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی

مست گشت اُو باز ز استغراقِ زفت
وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہو گئے

آں وصیّتہاش از خاطر برفت
وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں

عشق آمد عقلِ اُو آوارہ شُد
عشق آیا تو اُن کی عقل بھاگ گئی

صُبح آمد شمعِ اُو بیچارہ شُد
صبح ہو گئی تو اُن کی شمع بے کار ہو گئی

عقل چوں شحنہ است چوں سُلطاں رسید
عقل کوتوال ہے، جب شاہ آیا

شحنۂ بیچارہ در کُنجے خزید
بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

عقل[3] سایۂ حق بُود حق آفتاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے

سایہ را با آفتابِ اُو چہ تاب
سایہ کی اُس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہو

---

[1] قصہ۔ حضرت بایزیدؒ کے اِس قصہ سے بھی شرابِ معرفت کے نشہ اور سُکر کی کیفیت کو ظاہر کرنا ہے۔ سُبحانی مَا اَعظمَ شَانی۔ میں ذات پاک ہوں میری شان کس قدر بڑی ہے۔ بامریداں۔ استغراقِ وحدت اور کمالِ مستی میں بایزیدؒ نے اپنے آپکو خدا کہہ دیا۔ ذوفنون۔ بایزیدؒ۔ گفتندش۔ جب سُکر ختم ہوا اور اُن کی صحو کی حالت ہوئی تو مُریدوں نے اُن سے کہا آپ کے وہ کلمات بہت غیر مناسب تھے۔ گفت۔ بایزیدؒ نے مریدوں سے کہا کہ اگر اس طرح کے کلمات میری زبان سے پھر نکلیں تو مجھے قتل کر دینا میں خدا کیسے ہو سکتا ہوں میں مجسّم ہوں اور خدا جسم سے پاک ہے۔

[2] چوں۔ مُریدوں نے اُن کی وصیت پر چھریاں تیار کریں۔ مست گشت۔ پھر ایک بار اُن پر سُکر کی کیفیت طاری ہو گئی تو وہ اپنی پہلی ساری گفتگو بھول گئے۔ عشق۔ بایزیدؒ کے کلماتِ عشق کی مستی کی وجہ سے مولانا عشق کی تاثیر بیان کرتے ہیں عقل بمنزلہ شمع کے ہے اور عشق سورج ہے سورج نکلنے پر شمع بیکار ہو جاتی ہے اسی طرح عقل عشق کے سامنے لاچار ہے۔ سلطان۔ عشق بادشاہ ہے اور عقل کوتوال۔

[3] عقل سایہ۔ عقل کا بقا اللہ کے حجاب نور کی وجہ سے ہے اگر وہ نور کا پردہ ہٹ جائے تو مخلوق اور عقل تاب نہ لائے اور فنا ہو جائے اِسی طرح سایہ کا وجود سورج کے پردہ پوش ہونے کی وجہ سے ہے اگر پردہ ہٹ جائے تو سایہ باقی نہ رہے

چوںؑ پری غالب شود بر آدمی ۔۔۔ گم شود از مرد وصفِ مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے ۔۔۔ آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہوجاتی ہے

ہرچہ گوید آں پری گفتہ بود ۔۔۔ زیں سری ورزاں سری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے ۔۔۔ اس جانب کی، اگرچہ اُس جانب سے کہا گیا ہو

چوں پری را ایں دم و قانوں بود ۔۔۔ کردگارِ آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے ۔۔۔ (تو) اُس جن کا خدا خود کیسا ہوگا؟

اُوئیؑ اُو رفتہ پری خود اُو شدہ ۔۔۔ تُرک بے الہام تازی گو شدہ
اُس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا ۔۔۔ تُرک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا

چوں بخود آید نداند یک لغت ۔۔۔ چوں پری را ہست ایں ذات و صفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا ۔۔۔ جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی

ق
پس خداوندِ پری و آدمی ۔۔۔ از پری کے باشدش آخر کمی
تو جن و انس کا خدا ۔۔۔ آخر وہ جن سے کب کم ہوگا؟

شیرگیر از شیر کے ترسد بگو ۔۔۔ شرحِ راہ از کور کے پرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟ ۔۔۔ بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟

۳ شیرگیر ار خونِ نرِّ شیر خورد ۔۔۔ تو بگوئی اُو نکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے ۔۔۔ تو کہیگا (یہ کام) اُس نے نہیں کیا شراب نے کیا ہے؟

ور سخن پردازد از رازِ کہن ۔۔۔ تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے ۔۔۔ تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے

بادہ را می بود گر ایں شر و شور ۔۔۔ نورِ حق را نیست آں فرہنگ و زور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے ۔۔۔ تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی؟

ق
کہ ترا از تو بکل خالی کند ۔۔۔ تو شوی پست اُو سخن عالی کند
کہ وہ تجھے، تجھ سے بالکل خالی کردے ۔۔۔ تو مغلوب ہوجائے (اور) وہ بلند بات کرے

۱ چوں پری۔ پہلے تو مولانا نے بایزیدؒ کے اس کلام پر عذر پیش کئے اب کہتے ہیں کہ وہ کہنا دراصل اُن کا کہنا ہی نہ تھا بلکہ وہ خود ذاتِ حق کا کہنا تھا جو اپنی جگہ بالکل صحیح تھا انسان پر اگر جن چڑھ جاتا ہے تو اُس میں سے انسانیت کے اوصاف ختم ہوجاتے ہیں اور وہ جو کچھ بولتا ہے وہ نہیں بولتا بلکہ جن بولتا ہے۔ چوں۔ جب جن کے یہ اثرات ہوتے ہیں تو اللہ تعالےٰ کی تجلیات کے وقت ایک انسان اپنی حالت پر کب رہ سکتا ہے تو لامحالہ

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

۲ اوئی او یعنی اسکی ہستی۔ تُرک۔ جن کے غالب آجانے پر جاہل تُرک عربی بولنے لگتا ہے حالانکہ اُس تُرک نے کبھی عربی نہ سیکھی تھی۔ چوں۔ جب اُس تُرک پر سے جن اُتر جاتا ہے وہ عربی کا ایک لفظ بھی نہیں بول سکتا۔ چوں پری۔ یہ مصرع شرط ہے اُس کی جزاء اگلا شعر ہے یعنی جب جن کے یہ اثرات ہیں تو خدا کی تجلیات میں کیا کچھ اثرات نہ ہوں گے۔ شیرگیر۔ شراب سے نیم مست شیر سے نہیں ڈرتا تو یہ اس کی فطرت نہیں ہے بلکہ شراب کا اثر ہے۔ شرحِ راہ۔ اندھے کو کوئی راستہ معلوم نہیں کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ احکام کا تعلق ذات سے نہیں ہے بلکہ صفات سے ہے تو جب صفتِ انسانیت ختم ہوجائے تو کام اور بات محض ذات کی طرف منسوب نہیں کی جاسکتی۔

۳ شیرگیر نیم مست جب شیر کو بے دھڑک مار ڈالتا ہے تو یہ عمل اُس کی ذات کی طرف منسوب نہیں ہوتا بلکہ اُس اثر کی طرف منسوب ہوتا ہے جو شراب نے پیدا کیا ہے۔ ور سخن۔ اگر نیم مست پرانے راز ظاہر کرنے لگتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نہیں بول رہا ہے شراب بول رہی ہے، جب شراب کے یہ کرشمے ہیں تو نورِ حق اور تجلیِ رب جب انسان پر نازل ہو تو پھر اس کی بات اُس تجلی کی طرف کیوں نہ منسوب کی جائے گی۔

گرچہ قرآں از لبِ پیغمبر است — ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے — (لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے

چوں ہمای بیخودی پرواز کرد — آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
جب بیخودی کے ہما نے پرواز کی — وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی

عقل را سیلِ تحیر در ربود — زاں قوی تر گفت کاول گفتہ بود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا — اُس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی

نیست اندر جبہ ام الا خدا — چند جوئی بر زمین و بر سما
(کہا) میرے جبہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے — تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کریگا؟

آں مریداں جملہ دیوانہ شدند — کاردہا بر جسمِ پاکش می زدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے — اُن کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے

ہر یکے چوں ملحدانِ گردکوہ — کارد می زد پیرِ خود را بے شکوہ
گردکوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک — اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا

ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید — باز گونہ از تنِ خود می درید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا — وہ اُلٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا

یک اثر نے بر تنِ آں ذوفنون — واں مریداں خستہ و غرقابِ خوں
اُس ہنرمند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا — اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے

ہر کہ او سوئے گلویش زخم برد — حلقِ خود ببریدہ دید و زار مرد
جس نے اُن کے گلے پر زخم لگایا — اُس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بُری طرح مرا

وانکہ او را زخم اندر سینہ زد — سینہ اش بشگافت و شد مردہ ابد
اور جس نے اُن کے سینہ پر زخم لگایا — اُس کا سینہ چِرا اور ہمیشہ کے لئے مردہ ہو گیا

وانکہ آگہ بود زاں صاحبقراں — دل ندادش کہ زند زخمِ گراں
اور جو شخص اُس اقبال مند سے واقف تھا — اسکے دل نے اسکو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے

نیم دانش دست او را بستہ کرد — جاں ببرد الا کہ خود را خستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اُس کے ہاتھ باندھ دیئے — اُس نے جان بچالی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

---

۱ گرچہ قرآں کے الفاظ اگرچہ آنحضورؐ کے دہنِ مبارک سے ادا ہوتے تھے لیکن اُس کو آنحضورؐ کا کلام کہنے والا کافر ہے اور اُس کو خدا کا کلام قرار دیا جاتا ہے اسی طرح وہ الفاظ اگرچہ بایزیدؒ کے مُنھ سے ادا ہوئے لیکن وہ خدا کا کلام تھا۔ چوں ہمای حضرت بایزیدؒ پر جب تجلیات سے پھر بیخودی طاری ہوئی تو اس بار انھوں نے پہلے سے بھی زیادہ سخت جملہ کہا اور کہنے لگے کہ میرے جُبّہ میں خدا کے سوا کوئی نہیں ہے اُس کو میرے جبّہ میں تلاش کرو آسمان اور زمین پر کیوں تلاش کرتے پھرتے ہو۔

۲ آں مریداں۔ اس جملہ پر تمام مرید دیوانہ وار ان پر چھریاں لے کر ٹوٹ پڑے اور اُن کے پاک جسم پر چھریاں چلا دیں۔ ہر یکے۔ گردکوہ، رَے کے علاقہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ امام رازیؒ کے زمانہ میں وہاں کافروں کی ایک جماعت تھی جو مسلمانوں کو بے دریغ قتل کرتی تھی۔ بےشکوہ۔ بغیر ہیبت، سنگدل ہونا۔ ہر کہ۔ جو مُرید شیخ کے چھری مارتا تھا اُس کا زخم خود اُس کے لگتا تھا۔ یک اثر نے۔ بایزیدؒ کے بدن پر کسی کی چھری کا زخم نہ لگا اور مرید خون میں نہا گئے۔

۳ ہر کہ۔ جس مُرید نے اُن کا گلا کاٹنے کے لئے حملہ کیا اُس کا خود گلا کٹ گیا اور مر گیا۔ وانکہ جس شخص نے بایزیدؒ کے سینہ کو چاک کرنا چاہا اُس کا خود سینہ چاک ہو گیا اور ابدی نیند سو گیا۔ وانکہ۔ جس شخص نے حضرت بایزیدؒ کی شخصیت کو سمجھا اور اُس نے تھوڑی سی عقل سے کام لیا تو معمولی زخم لگایا پھر بھی وہ زخم خود اُس کے لگا۔

روزگشت[1] واں مُریداں کاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مُردہ مُرید

نوحہا از جانِ شاں برخاستہ
اُن کی جان سے نوحے بلند ہوئے

پیشِ اُو آمد ہزاراں مرد و زن
ہزاروں مرد و زن اُن (شیخ) کے پاس آئے

کاے دو عالم درج دریک پیرہن
کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں

ایں تنِ تو گر تنِ مردم بُدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا

چوں تنِ مردم ز خنجر گم شُدے
انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہوجاتا

با خودے[2] با بےخودے دوچار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا

با خود اندر دیدۂ خود خار زد
تو اُس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا

اے زدہ بر بےخوداں تو ذوالفقار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی

بر تنِ خود می زنی آں ہوشدار
سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے

زانکہ بےخود فانی ست و ایمن ست
کیونکہ بےخود فانی ہے اور محفوظ ہے

تا ابد در ایمنی اُو ساکن ست
وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے

نقشِ اُو فانی و اُو شد آئینہ
اُس کی صورت فنا ہوگئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے

غیر نقشِ رُوئے غیر آنجائے نہ
سوائے غیر کی صورت کے اُس میں کچھ نہیں ہو

گر کُنی تف سوئے رُوئے خود کُنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے مُنہ پر تھوکے گا

ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کریگا

ور بہ بینی[3] رُوئے زشت آنہم توئی
اگر تونے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے

ور بہ بینی عیسیٰؑ مریم توئی
اگر تو عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو دیکھے گا، تو ہی ہے

اُو نہ اینست و نہ آں اُو سادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے

نقشِ تو در پیشِ تو بنہادہ است
اُس نے تیری صورت تیرے سامنے کردی ہے

چوں رسید اینجا سخن لب در بہ بست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کرلیا

چوں رسید اینجا قلم درہم شکست
جب قلم یہاں پہنچا، ٹوٹ گیا

لب بہ بند ارچہ فصاحت دست داد
ہونٹ بند کرلے، اگرچہ فصاحت حاصل ہو

دم مزن واللہ اعلم بالرشاد
دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

[1] روزگشت۔ رات میں یہ سب کچھ ہوا صبح کو جب نیم مُردہ مُریدوں پر حقیقت کھُل گئی تو وہ اور سینکڑوں لوگ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کے لباس میں کسی ایک شخص کا جسم نہیں ہے دونوں جہان ہیں اگر اِس لباس میں انسانی جسم ہوتا تو وہ خنجروں سے زخمی ہوجاتا۔

[2] با خودے۔ جب کوئی دنیا دار کسی بزرگ سے بھڑتا ہے تو وہ خود اپنا نقصان کرتا ہے۔ ذوالفقار۔ آنحضورؐ کی تلوار کا نام ہے جو آنحضورؐ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے پاس رہی تھی اُس کے بعد ہر اچھی تلوار کو ذوالفقار کہہ دیا جاتا ہے۔ زانکہ۔ مقامِ فنا پر پہنچنے کے بعد اُس کا اپنا کچھ نہیں رہتا لہٰذا اُس کے اپنے نقصان کا کوئی امکان نہیں ہے۔ نقشِ اُو۔ فانی کی خود اپنی صورت فنا ہوجاتی ہے اور وہ دوسروں کی صورتوں کا آئینہ بنجاتا ہے اب اُس میں خود اُس کی اپنی صورت نظر نہیں آتی جو غیر بالمقابل ہوتا ہے اُس کی صورت نظر آتی ہے۔ گر کُنی۔ آئینہ پر تھوکنا اپنے مُنھ پر تھوکنا ہے۔

[3] ور بہ بینی۔ اُس میں جو کچھ اچھائی یا بُرائی تجھے نظر آرہی ہو وہ خود تیری اچھائی بُرائی ہے۔ چوں رسید۔ مولانا فرماتے ہیں جب بُرائیاں اِس مقام تک پہنچیں تو ہونٹوں نے بولنے کا راستہ بند کردیا اور لکھنے سے قلم عاجز آگیا۔ لب بہ بند۔ مولانا اپنے آپ کو خطاب کرتے ہیں کہ خواہ کتنی ہی فصاحت حاصل ہو اِن رازوں کو سَربستہ رکھنا چاہیئے۔

بر کنارِ بامی اے مستِ مدام ۱ — پست بنشیں یا فرود آ والسلام
اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے — نیچے ہوکر بیٹھ یا نیچے اُتر آ والسلام

ہر زمانیکہ شدی تو کامراں — آں دمِ خوش را کنارِ بام داں
جس وقت تو کامیاب ہو — اُس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ

بر زمانِ خوش ہراساں باش تو — ہمچو گنجش خفیہ کن نے فاش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ — اُس کو خزانہ کی طرح چھپا، ظاہر نہ کر

تا نیاید بر وِلا ناگہ بلا — ترس ترساں رَو دراں مکمن ہلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہوجائے — خبردار! اُس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل

ترسِ جاں در وقتِ شادی از زوال ۲ — زاں کنارِ بامِ غیب ست ارتحال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف — اُس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جانا ہے

گر نمی بینی کنارِ بامِ راز — روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھتا ہے — روح دیکھتی ہے، کیونکہ اُسی کو خوشی ہے

ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست — بر کنارِ کنگرہ شادی بُدست
جو عذاب اچانک آیا ہے — وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے

جز کنارِ بام خود نبود سقوط — اعتبار از قومِ نوحؑ و قومِ لوطؑ
گرنا، بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے — قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ سے عبرت حاصل کرے

اعتبارے گیر تا یابی صفا — از درونِ انبیا و اولیا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کرلے — انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

سببِ فصاحت و بسیار گفتنِ آں فضول نزدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

پرتوِ مستیٔ بیحدِ نبیؐ ۳ — چوں بزد ہم مست و خوش گشت آں غبی
نبی کی لامحدود مستی کا عکس — جب پڑا، وہ غبی بھی مست اور خوش دگفتار بنگیا

لاجرم بسیار گو شد از نشاط — مست ادب بگذاشت و آمد در خُباط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بنگیا — مستی نے ادب (کا دامن) چھوڑا، دیوانگی میں مبتلا ہوگیا

نے ہمہ جا بے خودی شر می کند — بے ادب را بے ادب تر می کند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے — بے ادب کو زیادہ بے ادب بنادیتی ہے

---

۱ بر کنار۔ بس اس قدر بتا دیتا ہوں کہ عشقِ الٰہی کا مست بالاخانہ کی منڈیر پر بیٹھا ہوا ہے جہاں سے ہر وقت گرنے کا خطرہ ہے یا تو وہ منڈیر سے نیچے اُتر کر بیٹھے یا بالاخانہ کو ہی اُتر آئے ورنہ ہر وقت خطرے میں ہے۔ بر زمانِ خوش۔ قربِ الٰہی سے جو خوش وقتی حاصل ہو اُس کے بارے میں ہر وقت خوفزدہ رہنا چاہیے۔ کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ جاتی رہے اور اُس خزانۂ غیب کے راز کو لوگوں سے مخفی رکھنا ضروری ہے۔ وِلا۔ یعنی خدا کی دوستی۔ مکمن۔ پوشیدہ مقام۔

۲ ترس۔ مقامِ قرب حاصل ہونے پر جو خوشی ہے اُس کے بارے میں خوف یہ ہے کہ یہ مقام زائل نہ ہوجائے۔ گر نمی بینی۔ بسا اوقات سالک کو اِس مقام کا احساس نہیں ہوتا لیکن اُس کی روح اُس کو محسوس کرتی ہے۔ ہر نکالے۔ اقوامِ سابقہ قومِ نوحؑ اور قومِ لوطؑ پر جو عذاب آیا وہ اُن کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے بعد آیا۔ سقوط۔ نزول و سقوط عروج کے بعد ہی متصوّر ہوتا ہے۔ اعتبارے۔ انبیاء کے نقشِ قدم پر چلوگے تو اُن کی طرح آئینہ بنجاؤ گے۔

۳ پرتو۔ آنحضورؐ کو جو قربِ الٰہی کا نشاط اور مستی حاصل تھی اُس معترض پر اُس کا پرتو پڑگیا جس کی وجہ سے وہ خوشی میں پاگل ہوگیا اور غلط اعتراضات شروع کردیئے۔ نے ہمہ جا۔ اُس شخص میں مستی نے جو بُرا اثر کیا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مستی ہر جگہ بُرا اثر دکھاتی ہے۔

۵۱ گر بُوَد عاقل نکوفر می شود — وَر بُوَد بد خوی بَدتَر می شود
اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان شوکت والا بنجاتا ہے — اگر وہ بد عادت ہوتا ہے تو اور زیادہ بُرا بنجاتا ہے

بر لبیب آید لُباب کاسِ اُو — وَز غبی کم گردد اِستیناسِ اُو
اُس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہو — اگر غبی ہے تو اُس کی محبت کم ہو جاتی ہے

بے خود از مے باادب گردد تمام — با خود از مے بے ادب گردد مُدام
فانی، شراب سے مکمل با ادب بن جاتا ہے — خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے

۵۲ لیک اَغلب چوں بَد ند و ناپسند — بَر ہمہ مے را مُحرّم کردہ اَند
لیکن اکثر لوگ بُرے اور ناپسند ہیں — (اسلئے) سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے

حُکم غالب راست چوں اَغلب بَد اند — تیغ را از دستِ رہزن بستد ند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں — انھوں نے تلوار، ڈاکو کے ہاتھ سے لی ہے

بیان کردنِ رسُولِ علیہ السّلام سببِ تفضیل و اختیار کردنِ اُو آں ہُذیلی را بامیری و سرلشکری بر پیرانِ کار دیدہ و کار آزمُودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اُس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چُن لینے کے سبب کا بیان کرنا

۵۳ گفت پیغمبر کہ اے ظاہر نگر — تو مبیں اُو را جوان و بے ہُنَر
پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بیں! — تو اُس کو جوان اور بے ہُنر نہ سمجھ

اے بسا ریشِ سیاہ و مَرد پیر — وَے بسا ریشِ سفید و دل چو قیر
بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں — بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں

عقلِ اُو را آموزدم بارہا — کرد پیری آں جواں در کارہا
میں نے بارہا اُس کی عقل آزمائی ہے — کاموں میں اُس جوان نے بوڑھاپن دکھایا ہے

پیر پیرِ عقل باشد اے پسر — نے سُفیدی مُوی اندر ریش و سَر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے — نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی

از بلیس اُو پیرتر خود کے بُوَد — چونکہ عقلش نیست او لاشئ بُوَد
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟ — چونکہ اُس میں عقل نہیں ہے وہ لاشئ ہے

طِفل گیرش چوں بُوَد صاحب کمال — پیر باشد در ہنر آں خوشخصال
اُس کو بچہ سمجھ، جب وہ صاحبِ کمال ہو — وہ خوش خصلت ہُنر میں بوڑھا ہو گا

۵۱ گر بُوَد۔ جس طرح کے جذبات انسان کے دل میں ہوتے ہیں مستی اُن کو اُبھار دیتی ہے۔ بر لبیب۔ شراب کے اثر سے ذہین کی ذہانت بڑھ جاتی ہو اور بے عقل مزید بے عقلی کرنے لگتا ہے۔ اِستیناس۔ مانوس ہونا۔ بے خود۔ اگر انسان خود غرض نہیں ہے اور اُس میں عالی جذبات ہیں تو وہ جذبات اور اُبھر جاتے ہیں۔ مُدام۔ ہمیشہ۔

۵۲ لیک۔ چونکہ حکم اکثریت پر لگتا ہے اور اکثر لوگ اچھے جذبات کے حامل نہیں ہوتے لہٰذا شراب سب ہی کے لئے حرام کر دی گئی۔ تیغ۔ عوام کے لئے شراب کی اجازت ایسی ہوئی جیسا کہ ڈاکوؤں کے ہاتھ میں تلوار دے دینا۔

۵۳ گفت پیغمبرؐ۔ ہذیلی کے سردار بنانے پر جو اعتراض تھا اُس کا جواب دیا۔ اے بسا یعنی بزرگی بہ عقلست نہ بسال۔ قیر۔ ایک کالا مادّہ ہے۔ از بلیس۔ محض عمر کے اعتبار سے اگر عقلمندی کا حکم لگتا تو شیطان سے زیادہ عمر والا کون ہو گا۔ وہ عقلمند کہلاتا۔ طفل۔ بچہ اگر صاحبِ کمال ہے تو وہ عقلمند ہے۔

طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس — پاک باشد از غرور و از ہوس

اسکو بچہ سمجھ جب وہ حضرت عیسیٰؑ والی باتوں والا ہو — تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہوگا

آں[۱] سفیدی مو دلیل پختگی ست — پیش چشم بستہ کش کوتہ تگی ست

بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے — بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے

آں مقلد چوں نداند جز دلیل — در علامت جوید او دائم سبیل

وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا — تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے

بہر او گفتیم کایں تدبیر را — چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را

اُس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو — جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر

لیک پیرِ عقل نے پیرِ سن — می نداند ممتحَن از ممتحِن

لیکن عقل کا بوڑھا، نہ کہ عمر کا بوڑھا — جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز نہیں کرسکتے

آنکہ[۲] او از پردہ تقلید جست — او بنورِ حق بہ بیند ہر چہ ہست

وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا — وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

نورِ پاکش بے دلیل و بے بیاں — پوست بشکافد در آید در میاں

اُس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے — کھال پھاڑتا ہے اندر گھس جاتا ہے

پیشِ ظاہر بیں چہ قلب و چہ سرہ — او چہ داند چیست اندر قوصرہ

ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا — وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زر سیہ کردہ بدود — تا رہد از دستِ ہر دزدِ حسود

بعض اوقات سونا دھوئیں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے — تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مسہائے[۳] اندودہ بزر — تا فروشد آں بعقلِ مختصر

بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں — تاکہ اُن کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کردے

ما کہ باطن بینِ جملہ کشوریم — دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم

ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں — ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند — حکم بر اشکالِ ظاہر می کنند

وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں — وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود — حکمِ او مومن کنند ایں قوم زود

جب (کلمہ) شہادت پڑھ لیا اور دل میں ایمان نہ تھا — یہ لوگ بہت جلد اُس پر مومن (ہونیکا) حکم لگا دیتے ہیں

---

۱ آں سفیدی۔ بالوں کی سفیدی بھی عقل کی پختگی کی دلیل ہے لیکن یہ ظاہر بیں... لوگوں کے لئے ہے۔ آں مقلد۔ جس کو نور بصیرت حاصل نہیں ہے وہ ہمیشہ دلیل کا طالب ہوتا ہے اور علامتوں کا راستہ تلاش کرتا ہے۔ بہر او۔ مقلد کے لئے یہ حکم ہے کہ وہ کسی بوڑھے سے مشورہ کرے۔ لیک۔ لیکن اس بوڑھے سے عمر کا بوڑھا مراد نہیں ہے بلکہ صاحب بصیرت مراد ہے۔

۲ آنکہ۔ وہ شخص مراد ہے جو تقلید سے نجات پاگیا ہو اللہ کے نور سے چیزوں کو دیکھتا ہو اُس کی نگاہ کھال سے گذر کر باطن کو دیکھ لیتی ہے۔ پیش۔ ظاہر بیں، کھوٹے کھرے میں امتیاز نہیں کرسکتا۔ قوصرہ۔ ٹوکری۔ اے بسا۔ بہت سے صحیح سکے کالے کر دیئے جاتے ہیں تاکہ چور دست درازی نہ کرے۔

۳ مسہائے اندودہ۔ بہت سے سکے تانبے کے ہوتے ہیں جن پر سونے کی ملمع کاری ہوتی ہے۔ ما کہ۔ حضورؐ نے فرمایا ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر پر نظر نہیں رکھتے ہیں۔ قاضیانے۔ قاضی ظاہر پر حکم لگاتا ہے جب کوئی شخص اس کے سامنے کلمہ شہادت پڑھے خواہ اس کے دل میں تصدیق نہ ہو تو وہ اس کو مومن قرار دے گا۔

بس ۱؎ منافق کاندریں ظاہر گریخت ... خونِ صد مومن بہ پنہانی بریخت
بہت سے منافق ہیں جنھوں نے اِس ظاہر میں پناہ پکڑ لی ... در پردہ اُنھوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کُن تا پیرِ عقل و دیں شوی ... تا چو عقلِ کُل تو باطن بیں شوی
کوشش کر تاکہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے ... تاکہ تو عقلِ کُل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقلِ زیبا رُو کُشاد ... خلعتش داد و ہزاراں نام داد
جب حسین عقل، عدم سے رُونما ہوئی ... (قدرت نے) اُس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس ... اینکہ نبود ہیچ اُو محتاجِ کس
اُن بہترین ناموں میں سے کمترین نام ... یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہوگی

گر ۲؎ بصورت وانماید عقل رُو ... تیرہ باشد روز پیشِ نورِ اُو
اگر عقل مجسّم ہوکر رُونما ہوجائے ... دن اُس کے سامنے کالا پڑ جائے

ور مثالِ احمقی پیدا شود ... ظلمتِ شب پیشِ اُو روشن بود
اگر حماقت کی تصویر پیدا ہوجائے ... رات کی تاریکی اُس کے مقابلہ میں روشن ہوگی

کو ز شب مظلم تر و تاری تر ست ... لیک خفاشِ شقی ظلمت خورست
کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے ... لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

اندک ۳؎ اندک خوی کُن با نورِ روز ... ور نہ خفاشے بمانی بے فروز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال ... ورنہ تو نور سے محروم چمگادڑ بنا رہے گا

عاشقِ ہر جا شکال و مشکلے ست ... دشمنِ ہر جا چراغِ مقبلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کی عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے ... اُس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے

ظلمتِ اشکال ازاں جوید دلش ... تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
اُسکا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اسلئے ہے ... تاکہ اُس کی آمدنی زیادہ رونما ہو

تا ترا مشغولِ آں مشکل کُند ... وز نہادِ زشتِ خود غافل کُند
تاکہ تجھے اُس مشکل میں مشغول کردے ... اور اپنی بُری فطرت سے غافل کردے

علامتِ عاقلِ تمام و نیم عاقل و مردِ تمام و نیم مرد و علامتِ شقیِ مغرورِ لاشیٔ

مکمل عاقل اور آدھے عقلمند اور مکمل انسان اور آدھے انسان کی علامت اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

۱؎ بس منافق۔ بہت سے مُنافقوں نے اِسی طرح اپنا ایمان ظاہر کرکے سازشیں کی ہیں اور مسلمانوں کی خونریزی کی ہے۔ عقلِ کُل، عقلِ کامل، جبرئیلؑ۔ از عدم۔ جب عقل پیدا ہوئی تو اللہ تعالےٰ نے اُسکی بہت عزّت افزائی فرمائی۔ کمترین۔ اُس کو ایک یہ خوبی عنایت کی کہ وہ کسی کی محتاج نہیں ہے

۲؎ گر بصورت۔ اگر عقل مجسّم ہوکر دنیا میں رونما ہو تو سورج کی روشنی اُس کے سامنے ماند پڑ جائے۔ ور۔ اگر حماقت مجسّم ہوکر رونما ہو تو رات کی تاریکی اُس سے شرما جائے۔ لیک۔ احمق کی شان تاریکی خور چمگادڑ کی سی ہے لہٰذا اُس کو حماقت ہی پسند آتی ہے۔

۳؎ اندک۔ انسان کو نورِ ہدایت سے تعلق پیدا کرنا چاہئیے ورنہ بُری حالت میں موت آجائے گی۔ عاشق۔ کور باطن تاریکی کو پسند کرتا ہے، اور ہدایت سے بھاگتا ہے چمگادڑ صفت انسان دنیاوی ظلمت کا طالب ہے اور چراغِ ہدایت سے گریزاں ہے اور دنیاوی ظلمت کا طالب اسلئے ہے کہ دنیا کی دولتیں کمائے۔ تا ترا۔ ایسے دولتمند انسان کو دیکھ کر دوسرے بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ علامت۔ اِس بیان سے مولانا کا یہ مقصد ہے کہ کامل عقلمند وہ ہے جو نورِ باطن حاصل کرے۔ لاشیٔ۔

عاقل آں باشد کہ با اُو مشعلہ است[1]
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے

اُو دلیل و پیشوای قافلہ است
وہ قافلہ کا راہنما اور پیشوا ہے

پیرو نورِ خود ست آں پیش رو
وہ پیشوا، اپنے نور کا پیرو ہے

تابعِ خویش ست آں بیخویش رو
وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے

مؤمنِ خویش ست و ایمان آورید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے

ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
اُس نور پر جس سے اُسکی روح نے غذا حاصل کی ہے

دیگرے[2] کہ نیم عاقل آمد اُو
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے

عاقلے را دیدہ خود داند اُو
(اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے

دست در وے زد چو کور اندر دلیل
اُسنے اُسپر اِس طرح ہاتھ رکھ لیا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر

تا بدو بینا شُد و چُست و جلیل
حتیٰ کہ وہ اُس کے ذریعہ بینا اور چُست اور بڑا بنگیا ہے

واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت
وہ گدھا جو ایک جَو برابر عقل نہیں رکھتا

خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
اُسمیں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا

رہ نداند نے قلیل و نے کثیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت

می نجوید ہم نذیر و ہم بشیر
نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے

غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے

ننگش آید آمدن خلفِ دلیل
اُس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے

می[3] رود اندر بیابانِ دراز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے

گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا

شمع نے تا پیشوای خود کُند
شمع نہیں ہے کہ اُس کو اپنا پیشوا بنالے

نیم شمعے نے کہ نورے گد کُند
آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے

نیست عقلش تا دمِ زندہ زند
اُس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونیکا دم بھرے

نیم عقلے نے کہ خود مُردہ کُند
آدھی عقل (بھی) نہیں ہو کہ اپنے آپکو مُردہ بنالے

مُردہ آں عاقل آید اُو تمام
وہ بالکلیہ اُس عقلمند کا مُردہ بن جائے

تا بر آید از نشیب خود ببام
تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے

عقلِ کامل نیست خود را مُردہ کُن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپکو مُردہ بنا

در پناہِ عاقلِ زندہ سُخن
زندہ دَم عقلمند کی پناہ میں

---

[1] مشعلہ۔ یعنی نور کی مشعل۔ اُو۔ وہ دوسروں کا بھی رہنما ہے۔ پیرو۔ وہ خود اپنے نور کا تابع اور پیرو ہوتا ہے۔ مؤمنِ خویش۔ یہ مرتبہ انبیاء کا ہے انبیاء کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اوپر ایمان لائیں اور اپنی نبوّت کی تصدیق کریں۔

[2] دیگرے۔ نیم عقل وہ ہے جو کسی صاحبِ نور کو اپنی آنکھ بنالے اور ہر چیز کو اُس کی آنکھ سے دیکھے۔ دست۔ ہر معاملہ میں اُسپر ایسا اعتماد کرے جس طرح اندھا اپنے رہنما پر کرتا ہے۔ واں خرے۔ تیسرا جو نرا گدھا ہے وہ ہے جس کو نہ خود نور حاصل ہو نہ کسی کو رہنما بنائے۔ نذیر و بشیر۔ یعنی رہنما۔ غرقہ۔ خود غفلت میں غرق ہے اور دوسرے کو رہنما بنانے سے ذلّت محسوس کرتا ہے۔

[3] می رود۔ یہ تیسرا شخص اوہام اور خیالات کی وادیوں میں سرگرداں رہتا ہے۔ شمع۔ اُس کو خود تو نورِ باطن حاصل نہیں ہے اور اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ کسی دوسرے سے نور حاصل کرلے۔ نیست عقلش۔ اسکو خود نور حاصل نہیں ہے اور اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ اپنے آپکو کالمیّتِ فی یدِ الغسّال کرے۔ مُردہ۔ اگر مُردہ بنکر اپنے آپکو کسی عقلمند کے سپرد کردوگے تو بامِ عروج پر پہنچ جاؤگے۔ عقلِ کامل۔ اگر تمہارے اندر کامل عقل نہیں ہو تو اپنے آپکو

زندہ[1] نے تا ہمدمِ عیسیٰ بُود
نہ وہ زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا ہم مشرب ہو
مُردہ نے تا دمگہِ عیسیٰ شود
مُردہ بھی نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پھونک کا اہل ہو

زندہ نے و مُردہ نے لاشی بُود
نہ زندہ ہے نہ مُردہ، وہ کچھ نہیں ہے
غورہ باشد نے عنب نے مے بُود
کچا انگور ہے، نہ انگور ہے نہ شراب

غورۂ کز غورگی در نگذرد
کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے
سنگ بست و خام و تُرش و رد بُود
وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے

جانِ[2] کورش گام ہر سُو می نہد
اُس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے
عاقبت نجہد ولے بر می جہد
عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہو

سُود نہ دہد بر جہیدن آں زماں
اُس وقت اُچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے
زانکہ نازل شُد بلا از آسماں
کیونکہ آسمان سے بلا اتر چکی ہے

قصۂ آبگیر و صیاداں و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ، مُغفل، لاشی و عاقبتِ ایشاں

تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشی تھی اور اُن کا انجام

قصۂ[3] آں آبگیر ست اے عنُود
اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے
کہ درو سہ ماہیِ اشگرف بُود
جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ
قشرِ افسانہ بُود ویں مغزِ جاں
قصہ کا چھلکا تھا اور یہ رُوح کا مغز ہے

چند صیادے سُوئے آں آبگیر
اُس تالاب کی جانب چند شکاری
بر گذشتند و بدیدند آں ضمیر
گذرے اور اُس راز کو سمجھ گئے

پس شتابیدند تا دام آورند
وہ دوڑے تاکہ جال لائیں
ماہیاں واقف شدند و ہوشمند
مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہوگئیں

آنکہ عاقل بُود عزمِ راہ کرد
جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی
عزمِ راہِ مُشکلِ ناخواہ کرد
ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کرلیا

گفت با اینہا ندارم مشورت
کہنے لگی میں اِن سے مشورہ نہ کروں گی
کہ یقیں سُستم کنند از مقدرت
کیونکہ وہ یقیناً طاقت میں مجھے سُست کردیں گی

---

۱ زندہ۔ احمق انسان زندہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح اُس کے دم میں اثر ہو اور نہ مُردہ ہے کہ کسی عیسیٰ نفس کے دم کو زندہ ہو جائے۔ غورہ۔ کچا انگور نہ کھانے کے قابل ہے نہ اُس سے شراب بنتی ہے۔ کز غورگی۔ جو انگور پک نہ پائے ٹھٹھر کر کھٹا رہ جاتا ہے اور نا قابلِ قبول ہوتا ہے۔

۲ جاں۔ احمق انسان اوہام میں پھنسا رہتا ہے۔ عاقبت کی فکر نہیں کرتا ہے پھر ایسے وقت فکر کرتا ہے جبکہ کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا۔ سُود۔ بے وقت ندامت مفید نہیں ہے۔ آبگیر۔ تالاب جھیل۔ قصہ۔ اس قصہ سے اُنہی تین قسم کے آدمیوں کے انجام کو سمجھانا مقصود ہے۔

۳ قصہ۔ ایک جھیل میں تین نادر اور موٹی مچھلیاں رہتی تھیں۔ کلیلہ۔ اور دمنہ مشہور کتاب ہے۔ ضمیر۔ پوشیدہ چیز یعنی مچھلیوں کی اس تالاب میں سکونت۔ آنکہ۔ اِن تینوں مچھلیوں میں سے جو عقلمند تھی اس نے شکاریوں کے ارادے کو بھانپ کر سفر کر جانے کا ارادہ کرلیا اور وہاں سے چل دی۔

مِہرِ زاد و بُودِ شاں بر جاں زَند ¹ — کاہلی و جہلِ شاں بر من نَند
پیدائش اور قیام کی محبت اُن کی جان پر اثر کرے گی — اُن کی سُستی اور نادانی مجھ پر اثر کرے گی

مُشورت با زندہ باید نِکو — کہ ترا زندہ کُند آں زندہ کو
مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہیئے — کہ تجھے زندہ کر دے، وہ زندہ کہاں ہے؟

اے مسافر با مسافر رائے زن — زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر — عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی

ازدمِ ² حُبُّ الوطن بگذر مَایست — کہ وطن آنسوست جاں ایں سُوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا، نہ ٹھہر — اے جان! وطن اُدھر ہے، اِدھر نہیں ہے

گر وطن خواہی گذر آں سُوی شط — ایں حدیث است راکم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اُس کنارے پر چلا جا — اِس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

سِرِّ حدیث حُبُّ الوَطن مِنَ الاِیمَان وکرِ خواندن شخصے
اِس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں
دُعای اِستنشاق را کہ اَللّٰھُمَّ اَرِحنی رَائِحَۃَ الجَنَّۃِ بجای
پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے
وردِ استنجا کہ اَللّٰھُمَّ اجعَلنِی مِنَ التَّوَّابِینَ وَاجعَلنِی
استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کر دے اور مجھے پاکی حاصل کرنے
مِنَ المُتَطَہِّرِینَ وشنیدنِ عزیزے وطاقت نیاوردن و بازنمودن
والوں میں سے کر دے" ہے۔ اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کر سکنا اور بتانا

در وضو ³ ہر عضو را وِردے جُدا — آمدہ است اندر خبر بہرِ دُعا
وضو کرنے میں ہر عضو کا جُدا وظیفہ — حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے

چونکہ استنشاقِ بینی می کُنی — بُوی جنت خواہ از ربِّ غنی
جب تُو ناک میں پانی دے — بے نیاز رب سے، جنت کی خوشبو چاہ

تا ترا آں بُو کَشد سُوی جناں — بُوی گُل باشد دلیلِ گلستاں
تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے — پھول کی خوشبو، چمن کی رہنما ہوتی ہے

چونکہ استنجا کُنی وِرد و سُخن — ایں بُود یارب تو زینم پاک کُن
جب تو استنجا کرے، وظیفہ اور کلام — یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اِس سے پاک کر

¹ مہر۔ اِن دونوں پچھلیوں پر وطن کی محبت غالب آجائے گی۔ اور وہ میرے ارادے میں مجھے سُست کر دیں گی۔ اے مسافر مسافر کو مسافر سے مشورہ کرنا چاہیئے خانہ نشین عورت سفر سے روک دے گی۔

² ازدم۔ اِس حدیث میں وطن سے آخرت مُراد ہے دنیا کا وطن مراد نہیں ہے، اِس حدیث کا غلط مطلب سمجھ کر دھوکا نہ کھانا بہتر۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ ہر دعا کا ایک محل ہے اُس کو غلط مقام پر استعمال نہ کرنا چاہیئے اسی طرح حُبُّ الوطن کو غلط مقام پر استعمال کرنا غلطی ہے۔

³ در وضو۔ بزرگانِ دین وضو میں ہر عضو کو دھوتے وقت ایک خاص دُعا پڑھتے ہیں۔ چونکہ جب ناک میں پانی ڈالتے ہیں تو دعا کرتے ہیں۔ "خدا مجھے جنت کی خوشبو سونگھا دے" تا ترا۔ پھول کی خوشبو چمن کے لئے رہنما ہے اسی طرح سے جنت کی خوشبو جنت کی رہنما ہے چونکہ استنجا۔ یہ دُعا استنجے کے بعد پاخانہ سے نکل کر پڑھنی چاہیئے۔

[1] دستِ من اینجا رسید ایں را شُستت — دستم اندر شُستنِ جاں سُست ست

میرا ہاتھ یہاں پہنچا، اِس کو دھو دیا — روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے

اے ز تو کس گشتہ جانِ ناکساں — دستِ فضلِ تُست در جانہا رساں

اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے — تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے

حدِ من ایں بود کردم من لئیم — زاں سُوی حد را القی کن اے کریم

مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی — حد کی اُس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے

از حدث شُستم خدایا پوست را — از حوادث تو بشُو ایں دوست را

اے خدا! میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو دیا — تو اس دوست کو حوادثِ (زمانہ) سے دھو دے

[2] آں یکے در وقتِ استنجا بگفت — کہ مرا با بوی جنت دار جفت

ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا — مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے

گفت شخصے خوب وِرد آوردہ — لیک سوراخِ دُعا گم کردہ

ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا — لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے

ایں دُعا چوں وِردِ بینی بود چوں — وِردِ بینی را تو آوردی بکوں

یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا، کیوں — تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟

رائحہ جنت ز بینی یافت حُر — رائحہ جنت کے آید از دُبُر

آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے — مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟

[3] اے تواضع بُردہ پیشِ ابلہاں — وے تکبر کردہ تو پیشِ شہاں

اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے! — اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!

آں تکبر بر خساں خوب ست و چُست — ہیں مرو معکوس عکسش بندِ تُست

تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے — خبردار! اُلٹا نہ چل، اُس کا اُلٹا تیری بیڑی ہے

از پئے سوراخِ بینی رُست گُل — بُو وظیفہ بینی آمد اے عُتل

پھول، ناک کے سوراخ کے لئے اُگا ہے — اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے

بُوی گُل بہرِ مشام ست اے دلیر — جای آں بُو نیست ایں سوراخِ زیر

اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے — یہ نچلا سوراخ اُس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

کے ازینجا بوی خلد آید ترا — بُو ز موضع جو اگر باید ترا

تجھے جنت کی خوشبو اس جگہ سے کب آئے گی؟ — اگر تجھے (خوشبو) چاہیے تو اُس کو جگہ سے تلاش کر

---

[1] دستِ من۔ اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ دعا کرنے والا کہتا ہے کہ نجاستِ ظاہری کا ازالہ تو مجھ سے ممکن تھا وہ میں نے کر لیا باطنی نجاست سے خدا ہی پاک کر سکتا ہے۔ اے ز تو۔ یہ خدا کی قدرت ہی کر سکتی ہے کہ وہ روح کو پاک کر دے۔ حدِ من۔ انسان کا مقدور یہی ہے کہ وہ نجاستِ ظاہری سے پاکی حاصل کرلے، نجاستِ ظاہری کی حد سے آگے کی پاکی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ حدث۔ وہ چیزیں جن سے وضو یا غسل ٹوٹ جاتا ہے۔ حوادث یعنی دنیوی معاملات۔

[2] آں یکے۔ ایک آدمی نے استنجے کے وقت وہ دُعا پڑھی جو ناک میں پانی دینے کے وقت کی ہے۔ سوراخ۔ یعنی ناک کا سوراخ اور پاخانہ کے مقام کا سوراخ۔ کوں۔ پاخانہ کا سوراخ۔ دُبُر۔ پاخانہ کا سوراخ۔

[3] اے تواضع۔ جس طرح یہ بے محل دعا ہے اِسی طرح یہ بھی بے محل بات ہے کہ انسان احمقوں کے سامنے تواضع برتے اور شاہوں سے اکڑے۔ ابلہاں۔ دنیادار۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ چند۔ انسان کی اُلٹی چالیں اُسکی رفعت اور بلندی کیلئے مانع ہیں۔ رُست گُل۔ پھول سونگھنے کیلئے ہے اور سونگھنا ناک کا کام ہے۔ عُتل۔ بدمزاج۔ مشام۔ دماغ۔ سوراخِ زیر۔ پاخانہ کا سوراخ۔ کے ازینجا۔ یعنی پاخانہ کے سوراخ سے جنت کی خوشبو کیونکر آ سکتی ہے۔

ہمچنیں حُبُّ الوطن باشد دُرست[1] | تو وطن بشناس اے خواجہ نخُست
اِسی طرح سے وطن کی محبت دُرست ہے | اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

واقف شُدنِ آں ماہیِ عاقل و سفر پیش گرفتن بے مشورت با دیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہوجانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہوجانا

گفت آں ماہیِ زیرک رہ کُنم | دل زرای و مشورت شاں بر کَنم
اُس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کرجاؤں | اُن کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں

نیست وقتِ مشورت ہیں راہ کُن | چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کُن
خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا | (حضرت) علیؓ کی طرح تو کنوئیں میں آہ کر

محرمِ[2] آں راہ کمیاب ست و بس | شب روی پنہاں روی کُن چوں عسس
اُس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے | رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح اختیار کر

سوئے دریا عزم کُن زیں آبگیر | بحر جُو و ترکِ ایں گرداب گیر
اِس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر | سمندر کی تلاش کر اِس بھنور کو چھوڑ دے

سینہ را پا ساخت می رفت آں حذور | از مقامِ با خطر تا بحرِ نور
وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی | پُر خطر مقام سے، نور کے سمندر کی جانب

ہمچو آہو کز پئے اُو سگ بُود | می دود تا در تنش یک رگ بُود
اُس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو | وہ دوڑتا ہے جب تک اُسکے بدن میں ایک رگ ہو

خوابِ خرگوش و سگ اندر پئے خطا ست | خواب خود در چشمِ ترسندہ کجاست
خرگوش کی نیند اور کُتا درپے، غلط ہے | ڈرنیوالے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟

رفت[3] آں ماہی رہِ دریا گرفت | راہِ دُور و پہنۂ پہنا گرفت
وہ مچھلی چلی گئی، دریا کی راہ لی | دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا

رنجہا بسیار دید و عاقبت | رفت آخر سوئے اَمن و عافیت
وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی انجام کار | اَمن اور عافیت کی جانب چلی گئی

خویشتن افگند در دریائے ژرف | کہ نیابد حدِ آں را ہیچ طرف
اُس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا | جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے

---

[1] درست۔ یعنی وطن کی محبت کا جزوِ ایمان ہونا تو درست ہے لیکن اسکو سمجھ لے وہ کونسا وطن ہے، ظاہر ہے مومن کا اصلی وطن عقبیٰ ہے۔ دل۔ یعنی میں دوسری مچھلیوں سے مشورہ نہ کرونگی۔ چوں علیؓ۔ ایک غلط روایت مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے جذبات سے مجبور ہوکر آہ کرنا چاہی تو کوئی اُس آہ کا محرم نہ پایا اور کنوئیں میں مُنھ ڈالکر آہ کی تھی۔

[2] محرم۔ مچھلی نے یہ بھی کہا اِس راستہ کے محرم نایاب ہیں لہٰذا خاموشی سے رات کو نکل جانا چاہیئے سالک کو بھی یہی سوچنا پڑتا ہے اور سلوک کی مشکلات کو خود ہی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ سوئے دریا۔ تالاب کو چھوڑ کر دریا کا رُخ کرنا چاہیئے یعنی محدود دنیا کو چھوڑ کر لا محدود عُقبیٰ اختیار کرنی چاہیئے۔ سینہ۔ سینہ کے بل وہ محفوظ مقام پر پہنچ گئی۔ ہمچو۔ وہ اِس طرح دوڑ کر پُرخطر مقام سے بھاگی جس طرح وہ ہرن بھاگتا ہے جس کا پیچھا شکاری کُتا کر رہا ہو۔ خواب۔ کُتا درپے ہو اور پھر غفلت کی نیند سونا بڑی غلطی ہے۔

[3] رفت۔ وہ عقلمند مچھلی روانہ ہوگئی اور اُس نے لمبا چوڑا راستہ اختیار کرلیا۔ رنجہا۔ راستہ کی تکالیف برداشت کیں اور اَمن کی جگہ پہنچ گئی۔ خویشتن۔ اُسنے اپنے آپکو دریائے ناپیدا

پس[1] چو صیاداں بیاوردند دام
پھر جب شکاری جال لے آئے
نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
اُس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

گفت آہ من فوت کردم فرصت را
بولی، ہائے میں نے وقت گنوا دیا
چوں نگشتم ہمرہِ آں رہنما
میں اُس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟

ناگہاں رفت اُو ولیکن چوں برفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے
می ببایستم شدن در پے بہ تفت
مجھے (بھی) جلد اُس کے پیچھے جانا چاہیئے تھا

ایں زماں سودے ندارد حسرتم
اب میری حسرت مُفید نہیں ہے
چوں کُنم چوں فوت شُد آں فرصتم
کیا کروں، جب کہ وہ موقع جاتا رہا!

بر گذشتہ حسرت آوردن خطا ست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے
باز نایدر رفتہ یادِ آں ہَبا ست
گیا وقت، نہیں لوٹتا ہے اُسکی یاد بیکار ہے

قصہ[2] آں مُرغ گرفتہ کہ وصیّت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخوُر

اُس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو

و سخنِ مُحال باوُر مکُن و در تدارکِ وقت اندیش و

اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں

روزگار مبر در پشیمانی

وقت ضائع نہ کر

آں[3] یکے مُرغے گرفت از مکر و دام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا
مُرغ اُو را گفت کاے خواجہ ہُمام
اُس سے پرند نے کہا کہ اے خواجۂ بزرگ!

تو بسے گاواں و میشاں خوردۂ
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو
صَید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
شکار کر لیا، فرض کر کھا لیا! اے نیک گمان!

تو بسے گاواں و میشاں خوردۂ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں
تو بسے اُشتر بقرباں کردۂ
تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں

تو نگشتی سیر زانہا در زمن
تو زمانہ میں اُن سے پیٹ بھرا نہ بنا
ہم نگردی سیر از اجزاءِ من
میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھریگا

مر مرا آزاد گرداں از کرم
کرم کر کے مجھے آزاد کر دے
اے جواں مردِ کریم محتشم
اے شریف! معزز جوان شخص!

---

[1] پس۔ شکاری جب جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کو فکر ہوئی. گفت۔ اُس نیم عاقل مچھلی نے کہا افسوس میں نے وقت ضائع کیا میں اُس عقلمند مچھلی کے پیچھے پیچھے کیوں نہ چلدی. ناگہاں۔ وہ اچانک چلدی تھی لیکن اب بھی مجھے جلد اُس کے پیچھے چل دینا چاہیئے. ایں زماں۔ گذشتہ بات پر افسوس کرنے سے کوئی فائدہ نہیں گذرا وقت دوبارہ واپس نہیں آسکتا اُس پر افسوس کرنیکی بجائے فوراً کام شروع کر دینا چاہیئے تاکہ پہلی غلطی کی تلافی ہو سکے۔

[2] قصہ۔ اِس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ گذشتہ بات پر افسوس میں وقت ضائع کرنا لغو بات ہے۔ آں یکے۔ ایک شکاری نے ایک پرند پھانس لیا تو اُس پرند نے کہا کہ اگر تو مجھے ذبح کر کے کھا بھی لے گا تو کیا فائدہ ہوگا۔

[3] تو بسے۔ پرند نے شکاری سے کہا کہ تو بہت سے بڑے بڑے جانور کھا چکا ہے اور اُن سے تیرا پیٹ نہ بھرا تو مجھے کھا کر تیرا کیا بھلا ہوگا۔ مر مرا۔ مجھے مہربانی کر کے آزاد کر دے تو میں تجھے تین نصیحتیں کروں۔

هِل مرا تا کہ سہ پندت بر دہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں
تا بدانی زیرکم یا ابلہم
حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں

اوّل[۱] آں پندے دہم بر دستِ تو
اُن میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے)
بدہمت اے جان و دل سرمستِ تو
تجھے کر دونگا، اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں

بر سرِ دیوار بدہم ثانیش
اُن میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا
تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش
تاکہ تو اُس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو

واں سوم پندت دہم من بر درخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر (پہونچکر) کرونگا
کز ازیں سہ پند گردی نیک بخت
تاکہ تو اُن تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بنجائے

انچہ بر دست ست اینست آں سخن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرنی ہے) وہ یہ بات ہے
کہ محالے را ز کس باور مکن
کہ ناممکن (بات)، پر کسی کا یقین نہ کر

بر کفش چوں گفت اوّل پند رفت
اُسکے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہدی اُڑگیا
گشت آزاد و بر آں دیوار رفت
آزاد ہوگیا اور دیوار پر جا بیٹھا

گفت[۲] دیگر بر گذشتہ غم مخور
دوسری نصیحت کی گذری ہوئی (بات) پر غم نہ کر
چوں ز تو بگذشت زاں حسرت مبر
جب تجھ سے گذر گئی، اُس پر حسرت نہ کر

بعد ازاں گفتش کہ در جسمم کتیم
اُسکے بعد اُس نے اُس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا
دہ درم سنگ ست یک درِّ یتیم
دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے

دولتِ تو بختِ فرزندانِ تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ
بود آں گوہر بحقِ جانِ تو
تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!

فوت کردی در کہ روزیت نبود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا
کہ نباشد مثلِ آں در در وجود
کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی

آنچناں[۳] کہ وقتِ زادن حاملہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت
نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
فریاد کرتی ہے، (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا

گشت غمناک و ہمیگفت آہ آہ
غمگین ہوگیا اور کہتا تھا، ہائے ہائے
ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہوگیا

من چرا آزاد کردم مر ترا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟
زیں حیل از راہ بردی مر مرا
تو نے اِن حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا

---

[۱] اوّل۔ میں پہلی نصیحت تو اُس وقت کروں گا جب تو مجھے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہو گا دوسری جب کرونگا کہ تو مجھے چھوڑ دیگا اور میں دیوار پر جا بیٹھوں گا اور تیسری جب کرونگا کہ میں درخت پر جا بیٹھوں گا۔ آنچہ بر دست۔ تیرے ہاتھ میں رہتے ہوئے جو نصیحت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر کوئی تجھ سے ناممکن اور محال بات کہے اُس پر یقین نہ کرنا۔ بر کفش۔ جب پرند نے یہ نصیحت کر دی تو شکاری نے اُس کو چھوڑ دیا اور پرند دیوار پر جا بیٹھا۔

[۲] گفت۔ دیوار پر بیٹھ کر پرند نے دوسری نصیحت یہ کی کہ گذشتہ واقعہ پر کبھی حسرت اور افسوس نہ کرنا اور اُس کے بعد پرند نے کہا کہ میرے پوٹے میں ایک نادر موتی ہے جس کا وزن دس درہم بھر یعنی تین تولے ہے۔ کتیم۔ چھپا ہوا۔ درِّ یتیم۔ درِ یکتا۔ دولت۔ اگر تو مجھے ذبح کرتا تو وہ موتی تیری دولت ہوتا۔ بحق یعنی تیری جان کی قسم۔ فوت کردی۔ چونکہ تیرا مقدر نہ تھا اسی لئے وہ موتی تیرے ہاتھ نہ آیا۔

[۳] آنچناں۔ پرند کی اس بات کو سُن کر وہ شکاری اس طرح نالہ و فریاد کرنے لگا جس طرح حاملہ عورت بچہ جنتے وقت کرتی ہے۔ گشت۔ وہ شکاری پرند کی اس گفتگو پر غمگین ہوکر آہ آہ کرنے لگا اور اُس سے بولا کہ تو نے حیلہ بازی کرکے مجھے

مرغ[1] گفتش نے نصیحت کردمت — کہ مبادا بر گذشتہ دی غمت

پرندنے اُس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کی تھی؟ — کہ گُل کی گذشتہ (بات) پر تو غمگین نہ ہو

چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری — یا نکردی فہم پندم یا کری

جبکہ رفت وگذشت ہوگئی تو کیوں غم کرتا ہے؟ — یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے، یا تو بہرا ہے

واں دُوم پندت بگفتم کز ضلال — ہیچ تو باور مکُن قول محُال

میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے — تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد — دہ درم سنگ اندرونم چوں بود

میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں، اے شیر! — دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟

خواجہ[2] باز آمد بخود گفت کہ ہیں — باز گو پندِ سوم اے نازنیں

خواجہ ہوش میں آیا، بولا کہ ہاں — اے نازنین! تیسری نصیحت کر

گفت آرے خوش عمل کردی بداں — تا بگویم پندِ ثالث رائگاں

اُس نے کہا ہاں تونے اِن (دو) پر اچھا عمل کیا — تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں

ایں بگفت و بر پرید و شاد رفت — سوئی صحرا سرخوش و آزاد رفت

اُس نے یہ کہا اور اُڑ گیا اور خوش (ہوکر) چل دیا — مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا

پند[3] گفتن با جہولِ خوابناک — تخم افگندن بود در شورہ خاک

نادان، جاہل کو نصیحت کرنا — شور یلی زمین میں بیج بونا ہوتا ہے

چاکِ حُمق و جہل نہ پذیرد رفو — تخمِ حکمت کم دہش اے پند گو

حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے — اے نصیحت کرنے والے! اُس میں دانائی کا بیج نہ بو

زانکہ جاہل جہل را بندہ بود — چونکہ تو پندش دہی او نشنود

کیونکہ جاہل جہل کا غلام ہوتا ہے — جب تو اُسے نصیحت کریگا وہ نہ سُنے گا

چارہ اندیشیدنِ آں ماہی نیم عاقل و خود را مُردہ کردن

اُس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مُردہ بنالینا

نیم عاقل گفت در وقتِ بلا — چونکہ ماند از سایۂ عاقل جُدا

مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا — چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جُدا ہوگئی تھی

کو سوئی دریا شد و از غم عتیق — فوت شد از من چُناں نیکو رفیق

کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہوگئی — مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا

---

[1] مرغ۔ پرندے نے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت کی تھی کہ گذری ہوئی بات پر افسوس نہ کرنا۔ اب تو اُس گذری ہوئی بات پر کیوں افسوس کر رہا ہے! تو تو میری نصیحت نہ سمجھا تھا یا بہرا ہے۔ واں دُوم۔ میں نے تجھے دوسری نصیحت یہ کی تھی کہ کسی کی ناممکن بات پر یقین نہ کرنا اور تونے میری ناممکن بات پر یقین کرلیا اور یہ نہ سوچا کہ وہ پرندہ جس کا کُل وزن سارا مع دس ملنے بھی نہ ہوا سکے پیٹ میں تین تولے کا موتی کیسے ہوسکتا ہے۔

[2] خواجہ۔ جب شکاری کو ذرا سکون ہوا تو اُس نے کہا تیسری نصیحت بھی سُنادے۔ گفت۔ پرندے نے طنزاً کہا تونے دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے جو تجھے تیسری نصیحت سُنا کر ضائع کروں اس طنز میں تیسری نصیحت بھی مضمر ہے کہ جو نصیحت قبول نہ کرے اسکو نصیحت نہ کر۔ ایں بگفت۔ اُس پرندے نے طنزاً وہ جملہ کہہ دیا جس میں تیسری نصیحت بھی تھی اور اُڑ کر جنگل کی طرف چلا گیا۔

[3] پند گفتن۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل کو نصیحت کرنا ایسا ہے جیسے شور زمین میں تخم ریزی کرنا۔ چاک۔ حماقت اور جہل ناقابل اصلاح ہے۔ نشنود۔ قبول کرنے کے ارادہ سے سنیگا۔ چارہ اندیشیدن۔ مکمل عقلمندی تو یہی ہے کہ قبل از مصیبت خفیہ کی تدبیر کرے نیم عقلمندی یہ ہے

لیکٓ زاں نندیشم و بر خود زنم ... خویشتن را ایں زماں مُردہ کنم
لیکن میں اُس سوچ میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف ... اِس وقت اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں

پس برآرم اِشکمِ خود بَر زبَر ... پُشت زیر و می رَوم برآب بَر
پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں ... پُشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں

می رَوم بَر وَے چنانکہ خَس رَوَد ... نے بَستاحی چنانکہ کس رَوَد
اُس پر اِس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے ... نہ کہ تیراکی سے، جیسے کہ انسان چلتا ہے

مُردہ گردم خویش بسپارم بآب ... مرگ پیش از مرگ اَمن ست از عذاب
میں اپنے آپ کو مُردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں ... مرنے سے پہلے مرجانا، عذاب سے امن ہے

مرگ پیش از مرگ اَمن ست اے فتیٰ ... اینچنیں فرمودہ ما را مُصطفیٰؐ
اے نوجوان! مرنے سے پہلے مرجانا امن ہے ... مُصطفیٰؐ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے

گفت مُوتُوا کُلُّکُم مِنْ قَبْلِ اَنْ ... یَاْتِیَ الْمَوْتُ تَمُوْتُوْا بِالْفِتَنْ
فرمایا تم سب مرجاؤ اِس سے پہلے کہ ... موت آئے (اور) فتنوں سے مرد

ہمچناں مُردو شِکم بالا فگند ... آب گہ بُردش نشیب و گہ بلند
اسی طرح مُردہ ہوگئی اور پیٹ اوپر کرلیا ... پانی کبھی اُس کو نیچے لے جاتا، کبھی اوپر

ہَر یکے زاں قاصداں بس غُصہ خورد ... کہ دریغا ماہیِ مہتر بمُرد
اُن ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا ... کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی

شادمی شُد اُو ازاں گفتِ دریغ ... پیش رفت ایں بازیم رَستم ز تیغ
اُس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی ... میری یہ چال چل گئی، میں تلوار سے بچ گئی

پس گرفتش یک صیّادِ ارجمند ... پس برو تُف کرد و برخاکش فگند
پھر اُس کو ایک بھلے شکاری نے پکڑ لیا ... پھر اُس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا

غلط غلطاں رفت پنہاں اندر آب ... ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب
وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی ... وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی

از چپ و از راست می جَست آں سلیم ... تاکہ بجہدِ خویش برہاند گلیم
وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی ... تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑالے

دام افگندند و اندر دام ماند ... احمقی اُو را دراں آتش نشاند
اُنھوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی ... بیوقوفی نے اُس کو اِس آگ میں بٹھا دیا

لے لیکٓ۔ اب گذشتہ پر افسوس کرنے میں وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہے میں یہ تدبیر کرتی ہوں کہ اپنے آپ کو مُردہ بنالوں گی۔ برآرم۔ مچھلی مرکر اُلٹی ہوکر سطحِ آب پر آجاتی ہے۔ می رَوَم۔ پانی کے ساتھ اِس طرح چلوں کہ جس طرح تنکا خود بخود بہہ کر چلا جاتا ہے۔ ستاحی۔ تیراکی۔ مرگ۔ حدیث شریف ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا یعنی نجات اِسی میں ہے کہ مرنے سے قبل ہی فنا کا درجہ اختیار کرلو۔

لے تموتوا بالفتن۔ مقامِ فنا نہ اختیار کروگے تو فتنوں میں مبتلا ہوکر مروگے۔ ہمچناں۔ جیسا اُس مچھلی نے سوچا تھا ویسا ہی کیا۔ قاصداں۔ یعنی مچھلی کے شکاری۔ تیغ۔ یعنی ہلاکت۔

سے غلط غلطاں۔ یعنی جب شکاری نے اُس کو زمین پر پھینک دیا تو وہ کسی طرح لوٹتی پوٹتی دریا میں گھس گئی۔ ماند۔ تیسری بے عقل مچھلی اُچھل کود کرتی رہی تاکہ اپنی بے وقت کوشش کے ذریعہ نجات حاصل کرے۔ سلیم۔ سادہ مزاج بیوقوف۔ دام افگندند۔ شکاری نے اُس کو جال سے پکڑ لیا اور اُس کے کباب بنا کر توے پر سینکے۔

بر سرِ آتش بہ پُشتِ تابہٗ
آگ پر، توے کی پُشت پر
با حماقت گشت اُو ہمخوابہٗ
وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی

اُو ہمی جوشید از تَفِ سَعیر
وہ آگ کی گرمی سے اُبل رہی تھی
عقلؔ[1] می گفتش اَلَم یَاْتِکَ نَذِیر
عقل اُس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانیوالا نہ آیا تھا

اُو ہمی گفت از شکنجہ وز بَلا
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی
ہمچو جانِ کافراں قَالُوْا بَلٰی
کافروں کی روح کی طرح کیوں نہیں

باز می گفت اُو کہ گر این بار مَن
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں
وَا رَہم از محنتِ گردن شکن
گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں

مَن نسازم جُز بدریائی وطن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی
آبگیرے را نسازم مَن سَکَن
میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی

آبِ بیحد جُویم و آمِن شوم
لا محدود پانی تلاش کروں گی، امن کی ہو جاؤں گی
تا اَبد در اَمن و در صحت رَوم
ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی

ہمچنیںؔ[2] می کرد با خود عہدہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی
کز چنیں وَرطہ اگر گردم رہا
کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں

دامنِ عاقل بگیرم روز و شب
دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی
تا نیُفتم در چنیں رنج و تعب
تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

بیانِؔ[3] آنکہ عہد کردنِ احمق وقتِ گرفتار و ندم ہیچ سُود

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید

ندارد کہ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَاِنَّھُمْ لَکَاذِبُوْنَ۔

نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیئے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں"

ہیچ کاذِب وَفا ندارد

کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے۔

عقل می گفتش حماقت با تو است
عقل اس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہو
با حماقت عہد را آید شکست
حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے

عقل را باشد وفایِ عہدہا
عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے
تو نداری عقل رَو اے خر بہا
تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھر! تو جا

---

[1] عقل۔ عقل اس پر طنز کر رہی تھی کہ کیا تیرے پاس تجھے عذاب سے ڈرانیوالے نہ آئے تھے؟ آدمی۔ وہ مچھلی کہہ رہی تھی کہ بیشک ڈرانے والے تو آئے تھے لیکن میں نے ان کا کہنا نہ مانا تھا۔ باز می گفت۔ پھر یہ بھی کہتی تھی کہ اگر اس بار بچ جاؤں تو پھر میں تالاب سے محبت نہ کروں گی اور دریا کا رُخ کروں گی۔ یہی حال اُن لوگوں کا ہوگا جو دنیا میں بے عقلی کریں گے اور نصیحت کرنے والوں کی نصیحت نہ سُنیں گے۔

[2] ہمچنیں۔ اب وہ دل میں اس طرح عہد کر رہی تھی کہ اب اگر زندگی حاصل ہو جائے تو میں کسی عقلمند کا دامن پکڑ لوں گی۔

[3] بیان۔ اب مولانا بتاتے ہیں کہ ایسے احمقوں کے اُن عہدوں اور دعووں کا بھی اعتبار نہیں ہے قرآن پاک نے انہی کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر ان کو دوبارہ زندگی دے بھی دی جائے تو یہ بدعہدی کریں گے یہ جھوٹے ہیں۔ عقل می گفتش۔ دوبارہ زندگی کی تمنا کرنے والے سے عقل کہتی ہے۔ خر بہا۔ گدھے کی قیمت والا۔

چونکہ عقلت نیست نسیاں میرِ تُست[1] — دشمن و باطل کنِ تدبیرِ تُست

چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہو — وہ تیری تدبیر کو باطل کرنیوالی اور دشمن ہے

از کمیِ عقل پروانہ خسیس — یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس

کمینہ پروانہ، عقل کی کمی کی وجہ سے — آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے

چونکہ پرش سوخت توبہ می کند — آز و نسیانش بر آتش می زند

جب اُس کے پر جلے توبہ کرتا ہے — حرص اور اُس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے

ضبط[2] و درک و حافظی و یادداشت — عقل را باشد کہ عقل آنرا فراشت

ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یادداشت — عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے انکو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود — چوں مذکر نے ایابش چوں بود

جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟ — جبکہ یاد دلانیوالا نہیں ہے اسکی واپسی کیسے ہو؟

ایں تمنا ہم ز بے عقلیِ اوست — کہ نہ بیند کاں حماقت را چہ خوست

یہ تمنا بھی اُس کی بے عقلی سے ہے — کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟

آں ندامت از نتیجہ رنج بود — نے ز عقلِ روشنِ چوں گنج بود

وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی — نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے

چونکہ[3] شد رنج آں ندامت شد عدم — می نیرزد خاک آں توبہ و ندم

جب تکلیف ختم ہوئی وہ ندامت ختم ہوگئی — وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے

آں ندم از ظلمتِ غم بست بار — پس کلام اللیل یمحوہ النہار

اُس ندامت نے غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے — تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے

چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش — ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش

جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا — دل سے اُس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے

می کند اُو توبہ و پیرِ خرد — بانگ لَو رُدُّوا لعادوا می زند

وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل — پکارتی ہے کہ اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے

در بیانِ آنکہ وہم قلبِ عقل ست و ستیزۂ اوست

اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اُس کا مخالف ہے

و با اُو ماند و اُو نیست

اور اُسکے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

۱ نسیان۔ یعنی عہد کے بارے میں بھول۔ از کمی پروا[نہ] میں عقل کی کمی ہے جس کی وجہ سے شمع کی آگ کی سوزش اُس کو یاد نہیں آتی۔ حسیس۔ ہلکی آواز۔ آز۔ پروانہ کی حرص اور بھول اُس کو جلا دیتی ہے۔

۲ ضبط۔ یعنی عہد کی حفاظت اور اُس کو سمجھنا اور یاد رکھنا یہ عقل کے کام ہیں عقل ہی نے یہ صفتیں پیدا کی ہیں۔ گوہر۔ یعنی عقل۔ تابش یعنی عقل کے آثار۔ مذکر۔ انسان کی عقل اُس کو اُس کا عہد یاد دلاتی ہے۔ ایاب۔ رجوع یعنی عہد کی طرف رجوع۔ ایں تمنا یعنی دوبارہ زندہ ہو کر نیکی کرنے کی تمنا۔ کہ نہ بیند۔ اُس کی بے عقلی یہ ہے کہ وہ اپنی حماقت کے آثار کو نہیں سمجھ رہا ہے۔ آں ندامت۔ عذاب کے وقت ندامت عذاب کا نتیجہ ہے۔

۳ چونکہ۔ جبکہ وہ ندامت، عذاب کا نتیجہ ہے تو جب عذاب ختم ہو جائیگا ندامت بھی ختم ہو جائیگی اسی لئے اس توبہ اور ندامت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ آں ندم۔ وہ ندامت غم کی تاریکی میں پیدا ہوتی ہے رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے تو جب تاریکی ختم ہو جائیگی ندامت بھی باقی نہ رہیگی۔ نتیجہ یعنی ندامت۔ پیرِ خرد۔ تجربہ کار عقل۔ در بیان۔ وہم اور عقل میں بہت فرق ہے۔

عقلؔ ضدِ شہوت است اے پہلواں
آنکہ شہوت می تنند عقلش مخواں

اے بہادر! عقل، شہوت کی ضد ہے
جو شہوت کا چکر کاٹے، اُس کو عقل نہ کہہ

وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست
وہم قلب و نقدِ زرِ عقلہاست

اُس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے
وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں

بے محک پیدا نگردد وہم و عقل
ہر دو را سوئے محک کن زود نقل

وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے
دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف منتقل کر

ایں محک قرآن و حالِ انبیا
چوں محک مر قلب را گوید بیا

یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے
کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے، آ جا

تا بہ بینیؔ خویش را ز آسیبِ من
کہ نہ اہلِ فراز و شیبِ من

تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے
کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے

عقل را گر ارّہ سازد دو نیم
ہمچو زر باشد در آتش او بسیم

اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے
وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

مجاوبات موسیٰؑ کہ صاحب عقل بُود با فرعون کہ صاحب وہم بُود

(حضرت) موسیٰؑ کے جو عقلمند تھے، فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعونِ عالم سوز را
عقل مر موسیٰؑ جاں افروز را

عالم سوز، فرعون کے لئے، وہم ہے
جان کو منور کرنیوالے موسیٰؑ کے لئے عقل ہے

رفتؔ موسیٰؑ بر طریقِ نیستی
گفت فرعونش بگو تو کیستی

(حضرت) موسیٰؑ فنا کے مقام کے طریقہ پر روانہ ہوئے
فرعون نے اُن سے کہا، بتا تو کون ہے؟

گفت من عقلم رسولِ ذوالجلال
حجۃ اللہ ام اما نم از ضلال

انھوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں
میں اللہ کی حجت ہوں گمراہی سے امن دلانیوالا ہوں)

گفت نے خامش رہا کن ہائے و ہوی
نسبت و نامِ قدیمت را بگوی

اُس نے کہا چپ، ہائے و ہو ختم کر
اپنا پہلا نام اور نسب بتا

گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش
نامِ اصلم کمترین بندگانش

فرمایا میری نسبت اُس کے خاکداں سے ہے
میرا اصلی نام "اُس کا کمترین بندہ" ہے

بندہ زادہ آں خداوندِ وحید
زادہ از پشتِ جواری و عبید

اُس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں
لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں

---

۵۱ عقل۔ شہوت نفسانی عقل کی ضد ہے عقل اُس کی طرف مائل نہیں ہوسکتی وہم۔ جو نفسانی خواہش کی طرف مائل ہو وہ وہم ہے، وہم بھی سکہ ہے لیکن کھوٹا اور عقل بھی سکہ ہے لیکن کھرا ہے۔ بے محک عقل اور وہم کے مقتضیات کو قرآن اور سیرت کی کسوٹی پر پرکھنے سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا۔

۵۲ تا بہ بینی۔ قرآن اور سیرت واضح کر دیتے ہیں کہ وہم کے مقتضیات اُن کے مطابق نہیں ہیں عقل۔ عقل کا جس قدر بھی تجربہ کیا جائیگا اُس کا خالص ہونا واضح ہوگا۔ بسیم۔ مسکرانے والا۔ فرعون۔ فرعون وہمی تھا اور حضرت موسیٰؑ صاحب عقل تھے۔

۵۳ رفت۔ حضرت موسیٰؑ فرعون کے پاس پہنچے اور اُس وقت وہ مقام فنا میں تھے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا میں عقل مجسم ہوں، خدا رسول اور اللہ کی دلیل، لوگوں کو گمراہی سے بچانے والا ہوں۔ گفت نے۔ فرعون نے کہا یہ باتیں میں سننا نہیں چاہتا تو اپنا قدیم نام اور نسب بتا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا میرا نسب تو یہ ہے کہ میں خاکزادہ ہوں اور میرا نام اللہ کا کمترین غلام ہے اور میں اللہ کے غلاموں اور لونڈیوں کی پشت و بطن سے پیدا ہوا ہوں۔

نسبتِ اصلم زخاک و آب و گل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے
آب و گل را داد یزداں جان و دل
پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے

مرجعِ ایں جسمِ خاکم ہم بخاک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے
مرجعِ تو ہم بخاک اے سہمناک
اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

اصلِ ما و اصلِ جملہ سرکشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل
ہست از خاکے و آنرا صد نشاں
خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں

نے مدد از خاک می گیرد تنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟
از غذائے خاک فربہ گردنت
خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے

چوں رود جاں می شود او باز خاک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائیگا
اندراں گورِ مخوّف سہمناک
خوفناک، ڈراونی قبر میں

ہم تو و ہم ما و ہم اشباہِ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی
خاک گردند و نماند جاہِ تو
خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا

گفت غیرِ ایں نسب نامیت ہست
اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے
مر ترا آں نام خود اولیٰ ترست
وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام
کہ ازو پرورد اول جسم و جانش
جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی

بندۂ باغی و طاغی و ظلوم
تو ظالم اور سرکش، باغی غلام ہے
زیں وطن بگریختہ از فعلِ شوم
برے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے

خونی و غداری و حق ناشناس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے
ہم بریں اوصافِ خود می کن قیاس
اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے

در غریبی خوار و درویش و خلق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور خستہ حال رہا
کہ ندانستی سپاسِ ما و حق
کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گذاری کو نہ سمجھا

گفت حاشا کہ بود با آں ملیک
انھوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو
در خداوندی کسے دیگر شریک
کوئی دوسرا شریک خدائی میں

واحد اندر ملک و او را یار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے
بندگانش را جز او سالار نے
اس کے بندوں کا اس کے علاوہ کوئی سردار نہیں ہے

١ نسبت۔ میں آدمؑ کی اولاد ہوں۔ آدمؑ کو خدا نے آب و گل سے پیدا فرمایا پھر اس کو جان و دل عطا فرما دیا۔ مرجع۔ میرا خاکی جسم پھر خاک بن جائیگا اور تجھ ظالم کے جسم کو بھی خاک میں ملنا ہوگا۔ اصلِ ما۔ تمام انسانوں کی اصل آب و گل ہے اور اس کی سو علامتیں ہیں۔ نے مدد۔ پہلی نشانی یہ ہے کہ انسان زمین کی پیداوار سے خوراک حاصل کرتا ہے اور اسی سے پرورش پاتا ہے۔

٢ چوں۔ دوسری نشانی یہ ہے کہ سب کو مر کر خاک میں مل جانا ہے اور تجھے بھی خاک میں جانا ہے اور یہ تیرا اقبال فانی ہے۔ گفت۔ فرعون نے غصے سے کہا کہ تیرا ایک اور نام ہے اور وہ زیادہ مناسب ہے اور وہ یہ ہے "فرعون کا غلام" "فرعون کے غلاموں کا غلام"۔ کہ ازو۔ یعنی اس غلام کی جان اور جسم کو فرعون نے ہی پرورش کیا ہے۔

٣ بندہ۔ تو غلام تو ہے لیکن باغی اور سرکش غلام ہے اور تو وہی ہے جو ایک جرم کر کے مصر سے بھاگا تھا۔ فعلِ شوم۔ یعنی ایک قبطی کا قتل۔ ہم بریں۔ یعنی اسی طرح کے اپنے اور اوصاف سمجھ لے۔ در غریبی۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا چونکہ تو نے میرے حقوق ادا نہ کئے اس لئے پردیس میں مارا مارا پھرا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا خدا کا کوئی شریک نہیں ہے۔ واحد۔ وہ تنہا ملک کی مددگار کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنے بندوں کا مختار ہے

۱۶۱

نیست خلقش را دگر کس مالکے | شرکتش[۱] دعویٰ کند جز ہالکے

اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے | اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

نقش او کردہ است و نقاشِ من اوست | غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست

اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے | غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے

تو نتانی ابروئے من ساختن | چوں توانی جانِ من بشناختن

تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا | تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

بلکہ آں غدار و آں طاغی توئی | کز منی با حق تو دعویٰ دوئی

بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے | جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے

[۲]گر بکشتم من عوانے را بسہو | نے برائے نفس کشتم نے بلہو

اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا | تو نفس کے لئے نہیں مارا نہ کھیل سے

من زدم مشتے و ناگہ او فتاد | آنکہ جانش خود نہ بُد جانے بداد

میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا | جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی

من سگے کشتم تو مرسل زادگاں | صد ہزاراں طفلِ بے جرم و زیاں

میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد | لاکھوں، بے خطا اور بے قصور بچے

کشتۂ[۳] و خونِ شاں در گردنت | تا چہ آید بر تو زیں خوں خوردنت

قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے | دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا!

کشتۂ ذریتِ یعقوبؑ را | بر امیدِ قتلِ من مطلوب را

تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے | میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا

کوریِ تو حق مرا خود برگزید | سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید

تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چن لیا | تیرا نفس جو (خیال) پکا رہا تھا وہ اوندھا ہو گیا

گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک | ایں بود حقِ من و نان و نمک

اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک | میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا

کہ مرا پیشِ حشر خواری کنی | روزِ روشن بر دلم تاری کنی

کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے | اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کرے

گفت خواریِ قیامت صعب تر | گر نداری پاسِ من در خیر و شر

(موسیٰؑ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے | اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

---

۱ شرکتش۔ جو اس کی شرکت کا دعویٰ کرے گا وہ تباہ ہوگا۔ نقش۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہی میرا صورتگر ہے اگر کوئی دوسرا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے۔ تو نتانی۔ تو میرا خدا کیسے ہو سکتا ہے تو میری ایک ابرو بھی نہیں بنا سکتا ہے چہ جائیکہ پورا وجود۔ بلکہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا غدار میں نہیں ہوں تو خدا کا غدار ہے۔

۲ گر بکشتم۔ مجھ سے قبطی کا قتل بلا ارادہ ہوا تھا خود نہ بُد۔ وہ کافر تھا اس کی جان جان ہی نہ تھی۔ مرسل یعنی حضرت یعقوبؑ۔ کشتۂ۔ یعنی تو نے ہزاروں بے قصور اولادِ یعقوبؑ کو قتل کیا اس کی سزا میں تو طرح طرح کے عذاب بھگتے گا۔

۳ کشتۂ۔ فرعون بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کا مقصد حضرت موسیٰؑ کو قتل کرنا تھا۔ کوریِ تو۔ خدا نے تیری مرضی کے برخلاف مجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کر لیا۔ سرنگوں۔ یعنی تو میرے قتل پر قادر نہ ہوا۔ گفت۔ فرعون کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ کیا میرے حقوق کا یہی تقاضہ ہے کہ تو مجھے بر سرِ مجمع ذلیل کرتا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا اگر تو خیر و شر میں میرا اتباع نہ کرے گا تو قیامت میں ذلیل ہوگا اور وہ ذلت اس دنیا کی ذلت سے بہت سخت ہے۔

زخمِ کیکے رانمی تانی کشید ۱ | زہرِ مارے را تو چوں خواہی چشید
جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا | سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟
ظاہرا کارِ تو ویراں می کنم | لیک خارے را گلستاں می کنم
میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں | لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است و جمعیت در پریشانی و درستی در شکستگی و مراد در بے مرادی و وجود در عدم و علیٰ ھذا بقیۃ الاضداد والازواج

اِس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اِسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے ۲ آمد زمیں را می شگافت | ابلہے فریاد کرد و بر نتافت
ایک شخص آیا زمین کھودنے لگا | ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا
کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی | می شگافی و پریشاں می کنی
کہ تو اِس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟ | کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے
گفت اے ابلہ برو بر من مراں | تو عمارت از خرابی باز داں
اُس نے کہا، اے احمق! جا مجھ پر حکم نہ چلا | (پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے
کے شود ۳ گلزار و گندم زار ایں | تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں
یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟ | جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو
کے شود بستان و کشت و برگ و بر | تا نگردد نظمِ اُو زیر و زبر
باغ اور کھیتی اور پتّے اور پھل کیونکر ہوں | جب تک اُس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو
تا نہ بشگافی بہ نشتر ریشِ چغز | کے شود نیکو و کے گردید نغز
جب تک تو نشتر سے بند زخم کو نہ چیرے | وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟
تا نسوزد خلطہایت از دوا | کے رود شود شش کجا یابد شفا
جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں | اُس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟
پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را | کس زند آں درزیِ علامہ را
درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا | اُس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟

۱ زخمِ کیکے۔ یہاں تو ایک مچھر کے کاٹنے کو برداشت نہیں کر سکتا تو قیامت میں سانپوں کا زہر کیسے پیئے گا۔ ظاہرا جس کو تو بربادی سمجھتا ہے اُس میں ہی بہتری آبادانی ہے۔ بیان۔ اب مولانا چند ایسی مثالیں دیتے ہیں جن میں بظاہر ویرانی ہے لیکن دراصل وہی تعمیر ہے۔

۲ آں یکے۔ ایک شخص نے زمین کو کھودنا شروع کیا تھا۔ اُس بیوقوف نے زمین میں ہل چلانے والے سے کہا تو زمین کو کیوں ویران کر رہا ہے اور اُس کی مٹی کو متفرق کر رہا ہے۔ تو عمارت۔ تو تعمیر اور تخریب میں فرق نہیں کر سکتا ہے۔ کے شود۔ چمن اور کھیت جب ہی تیار ہوتا ہے جب پہلے زمین کو ویران کر دیا جائے۔

۳ کے شود۔ زمین کو جب تک اُلٹا پلٹا نہ جائے نہ اُس میں کھیتی پیدا ہوتی ہے نہ اُس میں پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ چغز۔ وہ پھوڑا جس کا منہ نہ بنا ہو۔ پارہ۔ درزی قیمتی کپڑے کو تراش کر ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے تو کوئی درزی کو بُرا نہیں کہتا ہے۔

کہ چرا ایں اطلسِ برگزیدہ را — بر دریدی چہ کنم بدریدہ را
کہ اِس منتخب اطلس کو کیوں — تو نے پھاڑا، میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟

ہر بنائے[1] کہنہ کآباداں کنند — نے کہ اوّل کہنہ را ویراں کنند
جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں — کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟

ہمچنیں نجار و حداد و قصاب — ہست شاں پیش از عمارتہا خراب
اِسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی — تعمیرات سے پہلے اُن کی تخریب ہے

آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن — زاں تلف کردند معموری تن
ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا — اُس بربادی سے لوگوں نے جسم کی تعمیر کی ہے

تا نکوبی گندم اندر آسیا — کے شود آراستہ زاں خوانِ ما
جب تک تو گیہوں کو چکّی میں نہ پیسے گا — اُس سے ہمارا دسترخوان کب آراستہ ہوگا

جوابِ دادنِ موسیٰ علیہ السّلام فرعون را در تہدیدِ اُو

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا فرعون کو جواب دینا اُس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا[2] کرد آں نان و نمک — کز شستت وا رہانم اے سمک
اُس نان و نمک نے یہ چاہا — کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں

گر پذیری پندِ موسیٰ وا رہی — از چنیں شستِ بدِ نامنتہی
اگر تو موسیٰؑ کی نصیحت کو قبول کریگا تو نجات پا جائیگا — ایسے بُرے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے

بس کہ خود را کردۂ بندہ ہوا — کرمکے را کردۂ تو اژدہا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے — (کہ) تو نے کیڑے کو اژدہا بنا لیا ہے

اژدہا را اژدہا[3] آوردہ ام — تا باصلاح آورم من دمبدم
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں — تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں

تا دمِ آں از دمِ ایں بشکند — مارِ من آں اژدہا را بر کند
تاکہ اُس کی پھنکار کو اِس کی پھنکار دبا دے — میرا سانپ اِس اژدہے کو برباد کر دے

گر رضا دادی رہیدی از دو مار — ورنہ از جانت بر آرد آں دمار
اگر تو راضی ہو گیا، تو دونوں سانپوں سے بچ گیا — ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

جوابِ فرعون موسیٰ علیہ السّلام را و تہدیدِ اُو

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب دینا اور اُس کی دھمکی

---

[1] ہر بنائے۔ جب پُرانی بنیادوں پر نئی تعمیر کی جاتی ہے تو اُن بنیادوں کو اُکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ہمچنیں۔ جتنے کاریگر ہیں اُن کا یہی عمل ہے کہ تعمیر سے قبل وہ تخریب کرتے ہیں۔ ہلیلہ۔ ہڑ۔ بلیلہ۔ بہیڑہ۔ تلف۔ یعنی اُن کو کوٹ کر دوا بناتے ہیں جس سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔ تا نکوبی۔ گیہوں کو چکّی میں پیس کر لذیذ غذائیں بنائی جاتی ہیں۔

[2] ایں تقاضا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تیرے حقوق کا یہی تقاضا ہے کہ میں تجھے ہلاکت سے نجات دلا دوں۔ گر پذیری۔ اگر تو میری نصیحت قبول کرے گا تو ابدی ہلاکت سے نجات پا جائیگا۔ کرمکے۔ یعنی تیرا نفس جو ایک معمولی کیڑا تھا تو نے اُس کو اژدہا بنا کر اپنے اوپر مسلط کر لیا ہے۔

[3] اژدہا۔ تیرا نفس اژدہا ہے اسکے مقابلہ کے لئے میں عصا کا اژدہا لایا ہوں۔ تا دم۔ اُس کی پھنکاروں کو میرے اژدہا کی پھنکاریں دبا دیں گی۔ دو مار۔ یعنی نفس کا سانپ اور عصا کا سانپ۔ دمار۔ ہلاکت۔

گفت[1] الحق سخت استا جادوئی — کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی

اُس نے کہا یقیناً تو جادو کا بڑا استاد ہے — کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا

خلقِ یک دل را تو کردی دوگروہ — جادوئی زینسان کند در سنگ و کوہ

تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا — تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں بھی شگاف ڈالتی ہے

نفی کردنِ موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرقِ پیغامِ خدا — جادوئی کہ دید با نامِ خدا

اُنھوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں — خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟

غفلت و کفرست مایۂ جادوئی — مشعلۂ دینست جانِ موسوی

جادوگری کا مدار (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے — موسیٰ کی جان دین کی مشعل ہے

من بجادویاں چہ مانم اے وقیح — کز دمم پُر رشک می گردد مسیح

اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟ — کہ میرے دم سے مسیح پُر رشک بنتے ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے جُنُب — کز جانم نور می گیرد کُتُب[2]

اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں

من بجادویاں چہ مانم اے خبیث — کز خدا نازل شود بر من حدیث

اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟ — کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

چوں تو با پرِ ہوا بر می پری — لاجرم بر من گماں آں می بری

تو چونکہ ہوس کے پَروں سے اُڑتا ہے — لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے

ہر[3] کرا افعالِ دام و دد بُود — بر کریمانش گمانِ بد بُود

جس کے پرندوں اور درندوں کے کام ہوں — اُس کا بھلوں کے بارے میں بُرا گمان ہوتا ہے

چوں تو جزوِ عالمی پس اے مہیں — کُل را بر وصفِ خود بینی غوی

چونکہ تو دنیا کا جزو ہے، اسلئے اے ذلیل! — تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے

گر تو بر گردی و بر گردد سرت — خانہ را گردندہ بیند منظرت

اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے — تیری آنکھ گھر کو گھومنے والا دیکھے گی

ور تو در کشتی روی بر یم رواں — ساحلِ یم را ہمی بینی دواں

اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے — دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا

---

[1] گفت۔ فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تو مکمل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر اور جادو سے میری قوم میں اختلاف پیدا کر دیا جادو کا اثر پہاڑ اور پتھر کے بھی ٹکڑے کر دیتا ہے۔ نفی۔ حضرت موسیٰؑ نے جادوگر نہ ہونے کے دلائل بیان فرمائے۔ گفت۔ جادوگر اپنے عمل میں خدا کے نام کا سہارا نہیں لیتا ہے وہ جادو میں شیطان کا نام استعمال کرتا ہے۔ مسیح۔ اس سے مراد حضرت عیسیٰ نہیں ہیں بلکہ اپنے فن کا کامل شخص مراد ہے۔

[2] کتب۔ یعنی آسمانی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔ کز خدا۔ میرے اوپر وحی نازل ہوتی ہے جادوگر کو وحی سے کیا واسطہ۔ چوں تو۔ تو خود جیسا ہے ویسا ہی مجھے سمجھ رہا ہے۔

[3] ہر کرا۔ انسان جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی دوسروں کو سمجھتا ہے۔ چوں تو۔ تو دنیا دار ہے اسلئے دوسروں کو بھی ایسا سمجھتا ہے۔ گر تو۔ مولانا چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں کہ انسان اپنی حالت پر دوسروں کو قیاس کرتا ہے جس کا سر چکرا رہا ہو وہ گھر کو گھومتا ہوا سمجھتا ہے۔ ور تو۔ کشتی میں بیٹھا ہوا انسان سمجھتا ہے کہ ساحل بھی چل رہا ہے۔

گر[1] تو باشی تنگدل از مَلحمہ — تنگ بینی جملہ دنیا را ہمہ

اگر تو جنگ سے تنگدل ہے — تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا

وَر تو خوش باشی بکامِ دوستاں — اِینجہاں بنمایدت چوں گُلستاں

اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے — یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی

اے بسا کس رفتہ تا شام و عراق — اُو ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق

بہت سے انسان شام اور عراق گئے — اُنھوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا

وے بسا کس رفتہ تا ہند و ہرے — اُو ندیدہ جز مگر بیع و شرے

بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے — اُنھوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا

وَے بسا کس رفتہ ترکستان و چیں — اُو ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں

بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے — اُنھوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

طالبِ[2] ہر چیز اے یارِ رشید — جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید

اے بھلے دوست ہر چیز کے طلبگار نے — اُسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا

چوں ندارد مُدرکے جز رنگ و بُو — جملہ اقلیمہا را گو بجُو

جبکہ اُس کا محسوس سوائے رنگ و بُو کے کچھ نہیں ہے — کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

گاو در بغداد آمد ناگہاں — بگذرد اُو زیں سَراں تا آں سَراں

بیل اچانک بغداد میں آگیا — اِس جانب سے اُس جانب گذر گیا

از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ — اُو نہ بیند جز کہ قشرِ خربزہ

تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں — وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے

کہ[3] بُود اُفتادہ در راہ یا حشیش — لائقِ سیرانِ گاوی یا خریش

جو راستے میں پڑا ہو یا گھاس — جو گائے کی رفتار اور اُس کی حماقت کے لائق ہے

خشک بر میخِ طبیعت چوں قدید — بستۂ اسباب و جانش لا یَزید

وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک — وہ اسباب سے وابستہ ہے اُسکی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے

واں فضای خرقِ اسباب و عِلَل — ہست ارض اللہ اے صدرِ اجل

اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا — اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے

ہر زماں مُبدَّل شود چوں نقشِ جاں — نَو بنَو بیند جہانے در عیاں

جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہو — تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے

---

[1] گر تو۔ اگر انسان تنگدل ہوتا ہے تو دنیا کو تنگ سمجھتا ہے۔ مَلحمہ۔ جنگ۔ ور تو خوش۔ اگر انسان خوش ہے تو اُس کو تمام دنیا پُر مسرت معلوم ہوگی۔ شام و عراق۔ جو سلام کے مرکز ہیں منافق کو وہاں بھی کفر و نفاق ہی نظر آئیگا۔ ہرے۔ ملک ہرات۔

[2] طالب۔ انسان جس چیز کی جستجو کرتا ہے وہی اسکو نظر آتی ہے۔ مُدرَک یعلم، جو چیز محسوس ہو۔ بجو یعنی جو شخص باطنی بصیرت سے خالی اور ظاہر بین ہے اسکو تمام عالم میں صرف ظاہر نظر آئیگا۔ گاو۔ بیل اگر بغداد میں پہنچے تو اُس کو خربوزے کے چھلکوں کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے گا۔

[3] کہ بُود۔ بیل کو وہ چھلکا یا گھاس نظر آئے گی جو راستہ میں پڑی ہوگی۔ لائق۔ ظاہر بیں انسان کی سیر بھی اسی گائے کی سی سیر ہے جو صرف ظاہر کو دیکھتا ہے۔ خشک۔ اسباب ظاہری کا پابند انسان صرف اپنی طبیعت پر اعتماد کرتا ہے اور اُس کے مزاج کی مثال اُس گوشت کے پارچہ کی سی ہے جس کو کھونٹی پر لٹکا دیا ہو جس میں اب اضافہ ممکن نہیں بلکہ روز مرہ گھٹ رہا ہے۔ واں فضای۔ اسباب و علل سے گذر کر جب انسان اُس مقام تک پہنچتا ہے جہاں مسبب الاسباب کی قدرت کا عمل جاری ہے تو اسکو ایک وسیع میدان ملتا ہے۔ ہر زماں۔ اس مقام پر پہنچ کر تجدد امثال کے طریقہ پر اسکو نئے عالم نظر آتے ہیں۔

گر بُوَد فردوس و انہارِ بہشت[1]
خواہ فردوس اور جنّت کی نہریں ہوں
چوں فسُردہ یک صفت شد گشت زشت
جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بُری ہیں

اے زغفلت از مُسبّب بے خبر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنیوالے سے بیخبر ہے
بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر
تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بنگیا ہے

لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتۂ
لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہوگیا ہے
مُضطرب احوال و مُضطر گشتۂ
پریشان حال اور مجبور ہوگیا ہے

چشم بکُشا و مُسبّب را نگر
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنیوالے کو دیکھ
تا شوی فارغ ز اسباب ضرر
تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

بیان[2] آنکہ ہر حسّ مُدرِک را از آدمی نیز مُدرکاتے دیگرست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جن

کہ از مُدرکاتِ آں حسّ دیگر بیخبرست چنانکہ ہر پیشہ ور اُستاد

کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور اُستاد دوسرے اُستاد کے کام

اعجمی از کارِ اُوستادِ دیگرے بے خبرست و بے خبریِ او از آنکہ

سے بے خبر ہے اور اُس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اُس کا کام نہیں ہے

وظیفۂ اُو نیست، دلیل نبُود کہ آں مُدرکات نیست

اُس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مُدرکات نہیں ہیں

چُنبرہ[3] دیدِ جہاں ادراکِ تُست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے
پردۂ پاکاں حسِ ناپاکِ تُست
تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے

مُدّتے[4] حسّ را بشو ز آبِ عیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدّت تک دھو ڈال
اینچنیں داں جامہ شُوئیِ صُوفیاں
صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ

چوں شدی تو پاک پردہ بر کَنَد
جب تو پاک ہوجائے گا پردہ اُٹھ جائے گا
جانِ پاکاں خویش را بر تو زند
پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردیگی

جُملہ عالَم گر بُوَد نور و صُوَر
تمام عالَم اگر نور اور صورتیں ہوگا
چشم را باشد ازاں خوبی خبر
آنکھ کو اُس خوبی کی خبر ہوجائے گی

چشم بستی گوش می آری بہ پیش
(اگر) تو آنکھ بند کرلے، کان کو سامنے لائے
تا نمائی زلف و رُخسارہ بُتیش
تاکہ تو اُس کو کسی بُت کی زُلف اور رُخسارہ دکھائے

---

[1] گر بُود. مشہور ہے۔ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را"
اے زغفلت۔ انسان کی غفلت ہے کہ وہ اسباب کی طرف نظر رکھتا ہے، مُسبّب الاسباب سے غافل ہے۔

[2] بیان۔ انسان کے ہر حس کے مدرکات جداگانہ ہیں ایک حس دوسرے حس کے مدرکات سے بے خبر ہے۔

[3] چُنبرہ۔ انسان اپنی عینک سے بزرگوں کو دیکھتا ہے اس کی عینک پردہ اور حجاب ہے۔

[4] مدّتے۔ صوفیا کی طرح حواس کو مشاہدہ کے ذریعہ پاک و صاف کرنا چاہئے۔
چوں شدی۔ جب تیرے حواس پاک ہوجائیں گے، بزرگوں کی حقیقت کو سمجھے گا۔ چشم بستی۔ دیکھنا آنکھ کا کام ہے کان کا کام نہیں ہے۔

گوش گوید من بصورت نگروم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں
صورت ار بانگے زند من بشنوم[1]
صورت اگر پکارے میں سنوں گا

گوش گوید من بصورت ننگرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں
حسِ چشم ست آں ز دیدن قاصرم
وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں

عالمم من لیک اندر فنِ خویش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں
فنِ من جز حرف و صوتے نیست بیش
میرا فن حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

ہیں بیا بینی ببیں ایں خوب را
خبردار! ناک تو آ اس حسین کو دیکھ
نیست بینی در خورِ ایں مطلوب را
ناک (بھی) اس مقصد کے لائق نہیں ہے

گر بود مشک و گلابے بو برم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لونگی
فنِ من اینست و علم و مخبرم
میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے

کے بہ بینم من رخِ آں سیم ساق
میں اس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟
ہیں مکن تکلیف ما لیس یطاق
خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو الٹی تکلیف دے

باز حسِ کژ نہ بیند غیر کژ
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی
خواہ کژ غژ پیشِ او یا راست غژ
خواہ تو اس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے

چشمِ احول[2] از یکے دیدن یقیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقیناً (قاصر ہے)
ناظرِ شرک است نہ توحید بیں
وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو

تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق
تو جو فرعون ہے، مجسم مکر اور فریب ہے
مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے

منگر[3] از خود در من اے کژ باز تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ
تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے

بنگر اندر من ز من یک ساعتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ
تا ورائے کون بینی ساحتے
تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے

وا رہی از تنگی و از ننگ و نام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائیگا
عشق اندر عشق بینی والسلام
عشق میں عشق دیکھے گا والسلام

پس بدانی چونکہ رستی از بدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لیگا
گوش و بینی چشم می تاند شدن
کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں

[1] بانگے۔ بسنا کان کا کام ہے۔ عالمم۔ کان سننے کا ماہر ہے۔ بینی۔ ناک کا کام دیکھنا نہیں ہے سونگھنا ہے۔ کے بہ بینم۔ ناک محبوب کا منہ نہیں دیکھ سکتی ہے۔ باز حس۔ اگر حس ٹیڑھی ہے تو وہ صحیح کام نہیں کرے گی۔

[2] چشمِ احول۔ بھینگے کی آنکھ ایک چیز کو دو کر کے دکھاتی ہے۔ تو کہ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا چونکہ تو مجسم مکر اور فریب ہے لہٰذا تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں کر سکتا۔

[3] منگر۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ تو بھینگا ہے مجھے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ۔ بنگر۔ مجھے میری آنکھ سے دیکھ پھر تجھے عالم غیب کا مشاہدہ ہوگا۔ عشق۔ میرے عشق میں تجھے خدا کا عشق نظر آئے گا۔ پس۔ جب تو جسم کی مادیت سے پاک ہو جائے گا تو تجھے معلوم ہو جائیگا کہ کان اور ناک بھی آنکھ کا کام کرتے ہیں۔

راست گفتست آں شہِ شیریں زباں[۱] ۔ چشم گردد مُو بموئے عارفاں

اُس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے ۔ عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے

جسم را چشمے نبُود اوّل یقیں ۔ در رحم بُود اُو جنینِ گوشتیں

یقیناً شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی ۔ وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

علّتِ دیدن مداں پیہ اے پسر ۔ ورنہ خواب اندر ندیدے کس صُوَر

اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ ۔ ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا

آں پری و دیو می بیند شبیہ ۔ نیست اندر دیدگانِ ہر دُو پیہ

پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں ۔ دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے

نور را با پیہ خود نسبت نبُود ۔ نسبتش بخشید خلاقِ وَدُود

روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی ۔ خلاقِ ودود نے اُس کو نسبت عطا کی ہے

آدمؑ[۲] ست از خاک کے مانَد بخاک ۔ جنّی است از نار بے ہیچ اشتراک

آدمؑ خاک سے (بنے) ہیں، خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟ ۔ بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوتے) ہیں

نیست خود مانندِ آتش آں پری ۔ گرچہ اصلش اُوست چوں می بنگری

پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے ۔ اگرچہ اُس کی اصل وہ ہے جب تو غور کریگا

مُرغ از بادست کے مانَد بباد ۔ نامناسب را خدا نسبت بداد

پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟ ۔ غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے

نسبتِ ایں فرعہا با اصلہا ۔ ہست بیچوں ار چہ دادش وصلہا

اِن فروع کی اصول سے نسبت ۔ بے نظیر ہے، اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں

آدمی چوں زادۂ خاک و ہباست ۔ ایں پسر را با پدر نسبت کجاست

آدمی خاک اور ذرّوں سے پیدا ہوا ہے ۔ اِس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟

نسبتے گر ہست مخفی از خرد ۔ ہست بیچون و خرد کے پے بَرَد

اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے ۔ وہ بے کیفیت ہے اور عقل اُسکو کب پا سکتی ہے؟

بادرا[۳] بے چشم اگر بینش نداد ۔ فرق چوں میکرد اندر قومِ عاد

اگر اُس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہو ۔ تو اُس نے قومِ عاد میں فرق کیسے کیا؟

چوں ہمی دانست مومن از عدو ۔ چوں ہمی دانست مے را از کدو

اُس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟ ۔ اُس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟

---

[۱] شیریں زباں یعنی حضرت بایزید بسطامیؒ۔ جسم۔ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے دوسرے حواس آنکھ کا کام کرتے ہیں۔ علّت۔ محض آنکھ کی چربی کو دیکھنے کی علّت نہ سمجھنا چاہیئے۔ ورنہ خواب میں انسان دیکھتا ہے اور اُس کی آنکھیں بند ہوتی ہیں۔ پری۔ پری اور جن دیکھتے ہیں اُن کی آنکھوں میں یہ چربی نہیں ہے۔ نور۔ آنکھ کی روشنی اور چربی میں کوئی مناسبت نہیں ہے خدا نے اُس میں یہ طاقت رکھی ہے تو اُس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ کسی اور چیز میں دیکھنے کی طاقت رکھدے۔

[۲] آدمؑ۔ انسان خاکی اور جن ناری ہے لیکن اب اُن میں اور اُن کی اصل میں کوئی نسبت نہیں ہے۔ مُرغ پہلے مولانا نے فرمایا تھا کہ پرندوں کی پیدائش مذکر کی ہوا سے ہوتی ہے ہست۔ اِن اصول اور فروع میں وہ نسبت ہے جس کی کیفیت ناقابلِ بیان ہے۔

[۳] باد۔ جس طرح اللہ کی قدرت نے آنکھ کی چربی میں دیکھنے کی قوت عنایت فرمائی دوسری چیزوں کو بھی یہ قوت عنایت کر دیتا ہے۔ قومِ عاد پر جو ہوا مسلّط ہوئی تھی وہ دیکھ دیکھ کر دشمنوں کو ہلاک کر رہی تھی۔

آتشِ نمرود را اگر چشم نیست — باخلیلش چوں تجشم کردنی ست

نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے — اُس کے خلیل کے ساتھ اُس کو کیوں تکلف ہوا؟

گر نبودے نیل را آں نورِ دید — از چہ قبطی را ز سبطی می گزید

اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی — تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟

گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شُد — پس چرا داؤد را اُو یار شُد

اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے — تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں بنے؟

ایں زمیں را گر نبودے چشمِ جاں — از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں

اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی — تو قارون کو اِس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟

گر نبودے چشمِ دل حنّانہ را — چوں بدیدے ہجرِ آں فرزانہ را

اگر (اسطوانہ) حنانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی — تو اُن عقلمندؐ کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟

سنگریزہ گر نبودے دیدہ وَر — چوں گواہی دادے اندر مُشت دَر

اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے — تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟

اے خرد بر کش تو پرّ و بالہا — سورہ برخواں زُلزِلَت زِلزالَہَا

اے عقل تو بال و پر کھول لے — سورۂ زُلزِلَت زِلزَالَہا پڑھ

دَر قیامت ایں زمیں بر نیک و بد — کے ز نادیدہ گواہیہا دہد

نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں — بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟

کہ تُحدّثُ حالَہا و اَخبارَہَا — تُظھِرُ الاَرضُ لَنَا اَسرارَھَا

کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائیگی — زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی

ایں فرستادن مرا پیشِ تو میر — ہست بُرہانے کہ بُد مُرسِل خبیر

تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا — اِس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے

ق

کہ چنیں دارو چناں ناسُور را — ہست در خُورد از پے تیسور را

کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا — سہولت کے لئے مناسب ہے

واقعاتے دیدہ بُودی پیش ازیں — کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں

تونے اِس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے — کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا

من عصا و نُور بگرفتہ بدست — شاخِ گستاخِ تُرا خواہم شکست

میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر — تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

---

۵۱ آتش۔ نمرود کی آگ کو بصارت حاصل تھی اِسی لئے وہ حضرت ابراہیمؑ کو نہیں جلا رہی تھی۔ تجشم۔ تکلیف اٹھانا یعنی حضرت ابراہیمؑ کی حفاظت کی تکلیف اٹھا رہی تھی۔ نیل۔ دریائے نیل کو بھی بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قبطیوں کو ڈبویا اور اسرائیلیوں کو نہ ڈبویا۔ داؤدؑ۔ پہاڑ بھی بصارت تھی تب ہی تو پتھر حضرت داؤدؑ کو پہچان گئے تھے اور اُن سے خواہش کی تھی کہ طالوت کو ہلاک کرنے کیلئے ہمیں ساتھ لے چلو۔

۵۲ زمین۔ زمین کو بصارت حاصل تھی اسی لئے اُس نے قارون کو نگل لیا۔ حنّانہ۔ اسطوانۂ حنانہ حضورؐ کے فراق پر رو دیا اس کی وجہ اُس کی بینائی تھی۔ سنگریزہ۔ اُس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس میں کنکریوں نے حضورؐ کی مٹھی میں حضورؐ کی رسالت کی گواہی دی تھی۔ زُلزِلَت۔ سورۂ زلزال میں اس کا بیان ہے کہ قیامت میں زمین سب راز ظاہر کردے گی۔

۵۳ ایں فرستادن۔ تجھ جیسے ظالم حاکم کے مقابلہ کے لئے خدا کا مجھے بھیجنا اِس بات کی دلیل ہے کہ خدا کے علم میں یہ بات ہے کہ تیرے مرض کا علاج میں ہی ہوں۔

واقعاتے[1] سہمگیں از بہرِ ایں
اسی لئے خوفناک واقعات

گونہ گونہ می نمودت ربِّ دیں
دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے

درخورِ سِرِّ بد و طغیانِ تو
تیرے بُرے عقیدے اور سرکشی کے مناسب

تا بدانی کوست درخوردانِ تو
تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں

تا بدانی کو حکیم ست و خبیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے

مُصلحِ امراضِ درمان ناپذیر
ناقابلِ علاج مرضوں کا مُصلح ہے

تو بتاویلات می گشتی ازاں
تو تاویلوں کے ذریعہ اُن سے بنتا تھا

کور و کر کایں ہست از خوابِ گراں
اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں

واں[2] طبیب و آں منجّم در لمع
اور اُس طبیب اور نجومی نے روشنی میں

دید تعبیرش بپوشید از طمع
اُس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی

گفت دور از دولت و از شاہیت
اُس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دُور

کہ درآید غصّہ در آگاہیت
کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے

از غذائے مختلف یا از طعام
مختلف غذا یا کھانے کی وجہ سے

طبعِ شوریدہ ہمی بیند منام
پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے

زانکہ دید اُو کہ نصیحت جو نۂ
کیونکہ اُس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے

تند و خونخواری و مسکیں خو نۂ
تو بدمزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے

پادشاہاں خوں کنند از مصلحت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کردیتے ہیں

لیک رحمتِ شاں فزونست از عنت
لیکن اُن کی محبت غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے

شاہ[3] را باید کہ باشد خوئے رب
بادشاہ کو چاہیئے کہ خدائی مزاج کا ہو

رحمتِ اُو سبق گیرد بر غضب
اُس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے

نے غضب غالب بود مانندِ دیو
نہ دیو کی طرح اُس پر غصہ غالب ہو

بے ضرورت خوں کند از بہرِ ریو
(اور) مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے

نے حلیمیِّ مخنّث وار نیز
ہیجڑے کی سی بُردباری بھی نہ ہو

کہ شود زن روسپی زان و کنیز
کہ اُس سے بیوی اور باندی بدکار ہوجاتی ہے

دیو خانہ کردہ بودی سینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنالیا تھا

قبلۂ سازیدہ بودی کینہ را
تو نے کینہ کو قبلہ بنالیا تھا

---

[1] واقعاتے۔ تو نے کئی بار خواب میں دیکھ لیا تھا کہ خدا نے تیرے مقابلہ کے لئے مجھے منتخب کرلیا ہے۔ درخور۔ وہ خواب تیرے مناسبِ حال تھے اور تجھے یہ بتانے کے لئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ناقابلِ علاج مرض کا علاج بھی فرمادیتا ہے۔ تو بتاویلات۔ لیکن تو اُن خوابوں کی غلط تاویلیں کرکے اندھا اور بہرا بنا اور کہنے لگا کہ غفلت کی نیند میں ایسے خواب آیا کرتے ہیں۔

[2] واں طبیب۔ اطبّاء اور نجومی اُن خوابوں کا صحیح مطلب سمجھ رہے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تو اُن کی بات نہ مانے گا اور اُن پر عتاب نازل کرے گا اسلئے وہ یہ کہہ دیتے تھے کہ مختلف غذائیں اور ہضم کی خرابی اِن خوابوں کا سبب ہیں۔ پادشاہاں۔ بادشاہ کسی مصلحت کی بنیاد پر قتل بھی کراتے ہیں لیکن رعایا پر اُن کی شفقت اُن کے غصہ پر غالب رہتی ہے۔

[3] شاہ۔ بادشاہ کو اخلاقِ الٰہی اختیار کرنے چاہئیں۔ رحمت۔ خدا کا خُلق یہ ہے کہ اُس کی رحمت اُس کے غضب پر غالب ہے۔ دیو۔ شیطان کا غصہ اُس کی شفقت پر غالب ہے۔ نے حلیمی۔ بادشاہ میں بے موقع حلم بھی نہ ہونا چاہئے جس کی وجہ سے بیوی اور متعلقین بگڑ جائیں۔ روسپی۔ رنڈی، زانیہ۔

شاخِ تیزت بس جگرہا را کہ خست ۱؎ — نک عصایم شاخِ شوخت را شکست
تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے — اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

حملہ آوردنِ ایں جہانیان و تاختن بردن براں جہانیاں
اِس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اُس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک

تا سنورِ دژ کہ سرحدِ غیبت و غفلتِ ایشاں از کمین کہ چوں
جو کہ غیب کی سرحد ہے اور اُن کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب

غازی بغزا نرود کافر تاختن آرد
جہاد نہیں کرتا ہے، کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بردند اسپہ جسمانیاں — جانبِ قلعہ و دژِ روحانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا — رُوحانیوں کے قلعہ کی جانب

تا فرو گیرند دربندانِ غیب — تا کسے ناید ازاں سو پاک جیب
تاکہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کریں — تاکہ کوئی پاک دل اُس جانب سے نہ آئے

غازیاں ۲؎ حملہ غزا چوں کم برند — کافراں بر عکس حملہ آورند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں — تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں

غازیانِ غیب چوں از حلمِ خویش — حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بُردباری کی وجہ سے — تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا

حملہ بردی سوئے دربندانِ غیب — تا نیایند ایں طرف مردانِ غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا — تاکہ غیب کے جوانمرد اِدھر نہ آئیں

چنگ در صلب و رحمہا در زدی — تا کہ شارع را بگیری از بدی
تو نے پُشتوں اور رحموں پر دست درازی کی — تاکہ شرارت سے راستہ روک دے

چوں بگیری شہرہے کہ ذوالجلال — بر گشادست از برائے انتسال
تو اُس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جسکو خدا نے — نسل بڑھانے کے لئے کھولا ہے؟

سد ۳؎ شدی دربندہا را اے لجوج — کوریِ تو کرد سرہنگے خروج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا — تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا

نک منم سرہنگ و ہنگت بشکنم — نک بنامش نام و ننگت بشکنم
اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دونگا — اب اُس کے نام پر تیرے نام و ننگ کو شکست دونگا

۱؎ شاخ۔ یعنی تو ایسا ظالم بادشاہ ہے کہ بے قصور لوگوں کا خون کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے میری لاٹھی کے ذریعہ تیرے سینگ کو توڑا ہے۔ حملہ آوردن۔ قدرِ خداوندی کے خلاف فرعون کی تدابیر، اہلِ دنیا کا عالمِ غیب پر حملہ کرنا ہی سنور دژ۔ بضم اول و ثانی ترکی رومی لغت ہے وہ سرحد جو دو سلطنتوں اور دو بادشاہوں کے درمیان فاصل ہو۔ اسپہ۔ سپاہ۔ دژ۔ قلعہ۔ دربنداں۔ دروازے۔ پاک جیب۔ پاکباز۔

۲؎ غازیان۔ قدرت کیطرف سے ڈھیل ہوتی ہے تو کافروں کو جرأت ہو جاتی ہے۔ کیش۔ مذہب۔ چنگ۔ فرعون نے نسل کشی شروع کی تاکہ موسیٰ کا ظہور نہ ہو سکے۔ شارع۔ راستہ۔ شہرہ۔ شاہراہ۔ انتسال۔ نسل بڑھانا۔

۳؎ سد۔ بند۔ لجوج۔ جھگڑالو۔ سرہنگ۔ یعنی حضرت موسیٰ۔ ہنگت۔ قصدِ تو۔

تو ہلا در بند ہا را سخت بند ۔ چند گاہے بر سبالِ[1] خود بخند

خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے ۔ تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے

سبلتت را بر کند یک یک قدر ۔ تا بدانی کالقدر یعمی البصر

تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دیگی ۔ تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے

سبلتِ تو تیز تر یا آنِ عاد ۔ کہ ہمی لرزید از دمِ شان بلاد

تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی ۔ جن کے دم سے شہر لرزاں تھے

تو ستیزہ رُو تری یا آں ثمود ۔ کہ نیامد مثلِ ایشاں در وجود

تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود ۔ کہ اُن جیسا پیدا نہ ہوا

صد ازینہا گر بگویم تو کری ۔ بشنوی و ناشنودہ آوری

اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے ۔ تو سُنی ہوئی بات کو ان سُنی کردے گا

توبہ کردم از سخن کانگیختم ۔ بے سخن من داروت آمیختم

جو باتیں میں نے اُٹھائیں اُن سے توبہ کرتا ہوں ۔ بغیر کہے میں تیری دوا گھولتا ہوں

کہ نہم بر ریشِ خامت تا پزد ۔ تا بسوزد ریش و ریشت تا ابد

تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے ۔ تاکہ ہمیشہ کے لئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے

تا بدانی[2] کو خبیرست اے عدو ۔ می دہد ہر چیز را در خوردِ او

اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے ۔ ہر چیز کو اس کے مناسبِ حال عطا کرتا ہے

کے کژی کردی و کے کردی تو شر ۔ کہ ندیدی لائقش در پے اثر

تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟ ۔ کہ اس کے مناسب اس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

کے فرستادی دمے بر آسماں ۔ نیکیے کز پے نیامد مثلِ آں

تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟ ۔ نیکی، کہ اُس کے بعد اُس جیسی نہ آئی ہو

گر مُراقب[3] باشی و بیدار تو ۔ ہر دمے بینی جزائے کارِ تو

اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے ۔ ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے

چوں مُراقب باشی و گیری رسن ۔ حاجتت ناید قیامت آمدن

جب تو نگراں ہوگا اور رسی کو پکڑ لے گا ۔ تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت رہیگی

آنکہ رمزے را بداند اُو صحیح ۔ حاجتش ناید کہ گویندش صریح

جو اشارے کو صحیح سمجھ لے ۔ اُس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے

[1] سبال۔ سبلت کی جمع ہے، مونچھ۔ عاد۔ قوم عاد کی طاقت سے سب قومیں ڈرتی تھیں۔ ثمود۔ بہت طاقتور قوم تھی۔ توبہ۔ اب میں نصیحت کو ختم کرتا ہوں وہ تیرے لئے مفید نہیں ہے۔ ریش۔ زخم، داڑھی۔

[2] تا بدانی۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے کہا کہ اب میں تیرا علاج شروع کرتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ قدرت ہر فرعون کیلئے موسیٰ کو پیدا کر دیتی ہے۔ کے کژی۔ انسان کو نیکی اور بدی کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔

[3] مُراقب۔ اگر انسان اپنا محاسبہ کرتا رہے تو اس کو پتہ چل جائے کہ ہر کام کا بدلہ فوراً ملتا ہے۔ چوں مراقب۔ اگر انسان محاسبہ کرتا رہے تو پھر محاسبہ کے دن یعنی قیامت کی اس کیلئے ضرورت نہیں ہے۔ آنکہ۔ جو شخص دنیا میں اشاراتِ خداوندی کو سمجھ لیگا اُس کے لئے قیامت کے صریح اقوال کی ضرورت نہ رہے گی۔

اینؔ بلا از کودنی آید ترا — کہ نکردی فہم نکتہ و رمز را
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آتی ہے — کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا

از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شُد — فہم کُن اینجا نشاید خیرہ شُد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہوگیا — سمجھ لے، اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے

ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی — در رسد در تو جزای خیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائیگی — تجھے بے باکی کی سزا ملے گی

ورؔ نیاید تیرت از بخشایش ست — نے پئے نادیدن آلایش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے، تو یہ بخشش ہے — نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے

پس مُراقب باش گر دل بایدت — کز پئے ہر فعل چیزے زایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیئے تو نگراں بن — اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے

ور ازیں افزوں تُرا ہمت بُود — از مراقب کار بالا تر رَوَد
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہو — نگرانی کرنے والے سے کام بالا تر ہوجائیگا

بیانِ آنکہ تنِ خاکیِ آدمی زاد ہمچو آہنِ نیکو جوہر قابلِ آئینہ
اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے

شُدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت و غیرہا
کے قابل ہے تاکہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرلے

معائنہ بنماید نہ بطریق خیال بل بعیاں
محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پسؔ چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی — صیقلی کُن صیقلی کُن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے — صیقل کر، صیقل کر، صیقل

تا دلت آئینہ گردد پُر صُوَر — اندرو ہر سُو ملیحے سیم بر
تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے — جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو

آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود — صیقلی آں تیرگی از وے زُدود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا — صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کردی

صیقلی دید آہن و خوش کرد رُو — تاکہ صورت تواں دید اندرو
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کرلیا — یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جاسکتی ہیں

۱ اینؔ بلا۔ چونکہ انسان اشارات کو نہیں سمجھتا لہٰذا مصائب میں مبتلا ہوتا ہے۔ از بدی۔ بدی پر سرکشی ہلاکت کا سبب ہے۔

۲ ورؔ۔ اگر انسان کی بُرائی پر اس کی گرفت نہیں ہوئی ہو تو یہ اللہ کا کرم ہے یہ نہیں ہے کہ خدا کو اس کی بُرائی کا علم نہیں ہے۔ کز پئے۔ انسان کے ہر فعل کا اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ ہمت۔ اگر انسان اس مرتبہ سے بڑھنے کی کوشش کرے تو مراقبہ کے مرتبہ سے بڑھ سکتا ہے۔ بیان۔ یہ اونچا مرتبہ حاصل کرنے کی ترکیب بیان کی ہے۔ تا در۔ انسان دل کو مصفیٰ کرلے تو اس پر آخرت منکشف ہوجاتی ہے۔

۳ پسؔ۔ جس طرح کالا لوہا صیقل کے ذریعہ صورتوں کو قبول کرنے کے قابل ہوجاتا ہے انسان کا دل مجاہدات کے ذریعہ غیبی صورتوں کو قبول کرنے لگتا ہے۔ ہیکل۔ جسم۔ سیم بر۔ سیمیں بدن۔ صیقلی۔ لوہے نے صیقل سے حُسن اختیار کرلیا۔

گر تنِ خاکی غلیظ و تیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے

صیقلش کُن زانکہ صیقل گیرہ است
اُس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے

تا درُو اَشکالِ غیبی رُو دہد
تاکہ اُس میں غیبی صورتیں نظر آئیں

عکسِ[1] حُورے و مَلک در وے جہد
حُور اور فرشتے کا عکس اُس میں جھلکے

صَیقلِ عقلت بداں داد ست حق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لئے دیا ہے

کہ بدُو روشن شود دل را وَرق
تاکہ اُس کے ذریعہ دل کا وَرق روشن ہو

صَیقلی را بستۂ اے بے نیاز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے

واں ہَوا را کردہ دو دست باز
اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں

گر ہوا را بَند بنہادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے

صَیقلے را دست بکشادہ شود
صیقل کے ہاتھ کُھل جائیں گے

آہنے کائینۂ غیبی بُدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے

جُملہ صُورتہا درو مُرسَل شُدے
تمام صورتیں اُس میں بھیجدی جاتی ہیں

تیرہ کردی زنگ دادی در نہادُ
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا

ایں بُوَد یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَاد
"وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنیٰ ہیں

تا[2] کنوں کردی چنیں اکنوں مکُن
تو نے اب تک ایسا کیا، اب نہ کر

تیرہ کردی آب را افزوں مکُن
تو نے پانی کو گدلا کر دیا، زیادہ نہ کر

بر مشوراں تا شود ایں آب صاف
اِس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے

واندرو بیں ماہ و اختر در طواف
اور اُس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے

زانکہ مردم ہست ہمچُوں آبِ جُو
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے

چوں شود تیرہ نہ بینی قعرِ اُو
جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے

قعرِ[3] جُو پُر گوہرست و پُر ز دُر
نہر کی تہ موتیوں اور گوہر بھری ہے

ہیں مکُن تیرہ کہ ہست آں صاف و حُر
خبردار اُس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے

جانِ مردم ہست مانندِ ہَوا
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے

چوں بگرد آمیخت شُد پردہ سَما
جب وہ گرد آلود ہو گئی، آسمان کا پردہ بن گئی

مانع آید اُو ز دیدِ آفتاب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے

چونکہ گردش رفت شد صافی و ناب
جب اُس کی گرد جاتی رہی وہ صاف اور خالص بنگئی

---

۱ عکس۔ یعنی عالمِ غیب کی صورتیں۔ ہوا۔ انسان بجائے مجاہدوں کے خواہشاتِ نفسانی کے درپے ہے۔ گر ہوا۔ اگر انسان خواہشات کو ترک کر دے تو اُس کے دل کی صیقل ہو جائے۔ تیرہ کردی۔ قرآن پاک میں ہے۔ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ وہ لوگ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور خدا فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا مولانا نے اِس آیت میں فساد کے معنیٰ قلب کی تیرگی کے کئے ہیں۔

۲ تاکنوں حضرت موسیٰؑ کا فرعون کو خطاب ہے کہ اب تک تو نے فساد پھیلایا اب ایسا نہ کر۔ بر مشوراں۔ مزاج میں جو گندگی پیدا ہو گئی ہے اُسکو زائل کر اور اُس میں آخرت کا مشاہدہ کر۔ چوں شود۔ پانی جب گدلا ہو جاتا ہے تو پانی کی تہ نظر نہیں آتی ہے۔

۳ قعرِ جو۔ انسان کی طبیعت میں زر و جواہر چھپے ہوئے ہیں انسان طبیعت کو مُصفّیٰ کرے تو وہ نظر آئیں گے۔ مانندِ ہوا۔ ہوا میں جب گرد شامل ہو جاتی ہے وہ تاریک ہو جاتی ہے۔ مانع آید۔ جب ہوا کثیف ہو جاتی ہے تو وہ سورج کے لئے پردہ بن جاتی ہے۔

حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرو — صیقلی واللہ اعلم بالصدور

اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر — صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

۱ باز گفتن موسیٰ ؑ اسرار فرعون ۲ را واقعات او بظہر الغیب تا بخبیری حق ایماں آورد و قصۂ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

حضرت موسیٰ ؑ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

باکمال تیرگی حق واقعات — می نمودت تا روی راہ نجات

باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات — تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے

ز آہن تیرہ بقدرت می نمود — واقعاتے کہ در آخر خواست بود

قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے — وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے

۲ تا کنی کم تر تو آں ظلم و بدی — آں ہمی دیدی و بد تر می شدی

تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے — تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا

نقشہائے زشت خوابت می نمود — می رمیدی زاں و آں نقش تو بود

خواب تجھے بری صورتیں دکھلاتے تھے — تو اُن سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے

ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید — روی خود را زشت و بر آئینہ رید

اُس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا — اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ بھر دیا

کہ چہ زشتی لائق اینی و بس — زشتیم آن تو است اے کور خس

کہ تو کیسا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے — اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری بلکہ ہے

۳ ایں جفا بر روی زشتت می کنی — نیست بر من زانکہ ہستم روشنی

یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے — مجھ پر نہیں ہے، کیونکہ میں تو روشن ہوں

گاہ می دیدی لباست سوختہ — گہ دہان و چشم تو بر دوختہ

کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا — کبھی اپنا منھ اور آنکھیں سلی ہوئی

گاہ حیواں قاصد خونت شدہ — گہ سر خود را بدندان ددہ

کبھی جانور تیرے خون کے در پے ہوا — کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)

گہ نگوں اندر میان آبریز — گہ غریق سیل خوں آمیز تیز

کبھی بیت الخلا میں اوندھا — کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

۱ باز گفتن۔ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون کے ڈھکے چھپے واقعات ...... بیان فرمائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان لے آئے۔ باکمال فرمایا کہ اگرچہ تیرا دل تاریک ہے لیکن خدا نے عبرت کے لئے بہت سے واقعات تجھ پر رونما کئے جو ظہور پذیر ہونے والے تھے۔

۲ تا کنی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے فرعون سے کہا کہ یہ واقعات تجھے اس لئے دکھائے جا رہے تھے کہ تو ظلم و ستم کرنا چھوڑ دے لیکن تو نے بجائے توبہ استغفار کے مزید ظلم کرنے شروع کر دیئے۔ نقشہای۔ یہ بری صورتیں خود تیری تھیں لیکن تو ان کو اپنی نہ سمجھتا تھا۔ ہمچو۔ تیری مثال اُس حبشی کی سی ہے جس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی لیکن بجائے اس کے کہ اُس کو اپنی صورت سمجھتا، آئینہ کی خرابی سمجھا اور اُس پر پاخانہ پھر دیا۔ کہ چہ۔ اور آئینہ کو کہنے لگا کہ تو اس قدر بدصورت ہے کہ اسی حرکت کے قابل ہے جو میں نے تیرے ساتھ کی ہے۔

۳ ایں جفا۔ اُس حبشی کا یہ ظلم خود اپنی صورت پر تھا آئینہ تو روشن ہے اُس پر ظلم نہ تھا۔ گاہ۔ تجھے کبھی خواب میں اپنا لباس جلا ہوا نظر آتا تھا کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ کوئی درندہ تیرے خون کے درپے ہے۔ گہ نگوں۔ کبھی تو یہ دیکھتا تھا کہ پاخانہ میں اوندھا گرا ہے کبھی یہ دیکھتا تھا کہ خون ملے ہوئے پانی میں تو غرق ہے۔

گہ زبامے اُوفتادہ گشتہ پَست ۔۔۔ گاہ در اشکنجہ وبَستہ دُو دَست

کبھی بالاخانہ سے گرا ہوا دبا ہوا ۔۔۔ کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے

گاہ دیدہ خویش در زنجیر و غُل ۔۔۔ گاہ مغزت را زدندے چوں دُہل

کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا ۔۔۔ کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے

گہ ندات آمد ازیں چرخِ نقی ۔۔۔ کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی

کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی ۔۔۔ کہ تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے، تو بدبخت ہے

گہ ندات آمد صریحًا از جبال ۔۔۔ کہ برو ہستی ز اصحابِ شمال

کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی ۔۔۔ کہ جا، تو بائیں جانب والوں میں سے ہے

گہ ندا می آمدت از ہر جماد ۔۔۔ تا اَبد فرعون در دوزخ فتاد

کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی ۔۔۔ کہ فرعون ہمیشہ کے لئے دوزخ میں گر گیا

گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات ۔۔۔ گشت مطرودِ اَبد فرعون و مات

کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی ۔۔۔ کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہو گیا اور مر گیا

زیں بتر ہا کہ نمیگویم ز شرم ۔۔۔ تا نگردد طبعِ معکوسِ تو گرم

اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں ۔۔۔ تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو

اندکے گفتم بتُو اے ناپذیر ۔۔۔ زاندکے دانی کہ ہستم من خبیر

اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں ۔۔۔ تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں

خویشتن را کور کردستی و مات ۔۔۔ تا نیندیشی ز خواب و واقعات

تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مُردہ بنا لیا ۔۔۔ تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے

چند بگریزی نک آمد پیشِ تو ۔۔۔ کوریِ ادراکِ مکر اندیشِ تو

تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آ گئی ۔۔۔ تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

دربیانِ آنکہ درِ توبہ و استغفار باز ست از کرمِ حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فراگیر احتراز ۔۔۔ کز بخشایش درِ توبہ است باز

خبردار! اس کے بعد نہ کر، بچاؤ اختیار کر ۔۔۔ کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے

توبہ را از جانبِ مغرب درے ۔۔۔ باز باشد تا قیامت بر وَرے

مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ ۔۔۔ کھلا ہوا ہے، مخلوق پر قیامت تک

۱؎ گہ زبامے۔ کبھی تو خواب میں دیکھتا تھا کہ بالاخانہ سے گرا ہے۔ کبھی یہ دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں کسا ہوا ہے اور تیرے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہیں کبھی دیکھتا تھا کہ تو زنجیر اور طوق میں بندھا ہوا ہے کبھی تو دیکھتا تھا کہ تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹ رہے ہیں۔ گہ۔ کبھی غیب سے آواز آتی تھی کہ تو بدبخت ہے۔

۲؎ گہ ندات۔ کبھی پہاڑوں سے آواز آتی تھی کہ تو جہنمی ہے۔ جماد۔ کبھی تو پتھروں سے اپنے دوزخی ہونے کی آواز سنتا تھا۔ ہر نبات۔ کبھی زمین کے پودے تیرے مردود ہونے کی خبر دیتے تھے۔ زیں بتر ہا۔ اس سے بھی زیادہ خراب باتیں تو نے سُنی ہیں جن میں شرم سے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ کہیں تو اور غضبناک نہ ہو جائے۔

۳؎ اندکے۔ یہ میں نے تھوڑے سے تیرے واقعات تجھے بتلائے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ چند بگریزی۔ ان واقعات سے تو کہاں تک آنکھیں بند کریگا۔ دربیان۔ ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے تو اپنی بدکرداری کی توبہ کر سکتا ہے۔ توبہ۔ جب تک سورج مغرب کی جانب سے طلوع نہ کرے گا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ورے۔ مخلوق۔

تا ز مغرب بر زند سر آفتاب — باز باشد آں دراز وے رُو متاب

جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے — وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رُو گردانی نہ کر

ہستؔ جنت را ز رحمت ہشت در — یک درِ توبہ است زاں ہشت اے پسر

(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں — اِن آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے

آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز — واں درِ توبہ نباشد جُز کہ باز

وہ سب کبھی کھلتے ہیں، کبھی بند ہوتے ہیں — اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے

ہیں غنیمت دار در باز ست زُود — رختِ آنجا کش بکوریِ حسُود

خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے، جلد — سامان وہاں لے جا، حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کے

پیش ازاں کز قہر در بستہ شود — بعد ازاں زاریِ تو کس نشنود

اِس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے — اُسکے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سُنے گا

بازؔ گرد از کفر وایں در باز یاب — تا نگردی از شقاوت رَدِّ باب

کفر سے پلٹ جا اور اِس دروازہ کو حاصل کر لے — تاکہ تو بدبختی سے مردودِ بارگاہ نہ بنے

گفتنِ موسیٰ علیہ السّلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کُن و

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور

چہار فضیلت عوض بستان و پُرسیدنِ فرعون کہ آں چہار کدام است

بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کرلے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں ز من بپذیر یک چیز و بیار — پس ز من بستاں عوض آں را چہار

آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجالا — پھر مجھ سے اُس کے بدلے میں چار لے لے

گفتؔ اے موسیٰ کُدام ست آں یکے — شرح کُن با من ازاں یک اندکے

اُس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟ — اِس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کرے

گفت آں یک کہ بگوئی آشکار — کہ خدائے نیست جُز از کردگار

فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے — کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے

خالقِ افلاک و انجم بر عُلا — مردم و دیو و پری و مرغ را

جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنیوالا ہے — (اور) انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو

خالقِ دریا و کوہ و دشت و تیہ — مُلکتِ اُو بے حد و اُو بے شبیہ

دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنیوالا ہے — اُس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے

لہ ہشت جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک توبہ کا دروازہ ہے اُس دروازہ کے علاوہ دوسرے دروازے کسی وقت کھلے رہتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں لیکن توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ ہیں ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، بہت جلد اُس کی طرف رجوع کر لینا چاہیئے اُسکے بند ہو جانے کے بعد آہ وزاری کام نہ آئیگی۔

؁ بازگرد۔ حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا اے فرعون اِس دروازے کی طرف جلد رجوع کرلے گفتن۔ حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ ایک بات مان لے اور اُس کے عوض میں چار فضیلتیں حاصل کرلے۔

؁ گفت۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ اُس ایک بات کی تشریح کر دیجئے۔ کہ بگوئی۔ حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا وہ ایک بات یہ ہے کہ تو توحید کا قائل ہو جا۔ خالق۔ اسی کو آسمانوں، ستاروں، انسانوں اور تمام کائنات کا خالق مان لے۔ تیہ۔ میدان جنگل مُلکت۔ مملکت۔ بے شبیہ۔ بے مثال۔

حافظِ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے

رازقِ ہر جانور اندر جہاں
دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے

ہم نگہدارندۂ ارض و سما
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے

ہم پدید آرندۂ گُل از گیا [1]
گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے

مُطّلع اُو بر ضمیرِ بندگاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے

حاکم و جبّار بر گردن کشاں
وہ متکبّروں پر حاکم اور زبردست ہے

اُوست بر ہر بادشاہے بادشاہ
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے

حکم اُو را یفعلُ اللهُ مایشاء
اُس کا حکم ہے، اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

گفت اے موسیٰ کدام ست آں چہار
اُس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟

کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا، لا

تا بُوَد کز لطفِ آں وعدہ حَسَن
ہوسکتا ہے کہ اُس اچھے وعدے کی خوبی سے

سُست گردد چار میخ کُفرِ مَن
میرے کفر کی سزا سُست پڑ جائے

بُو کہ زاں خوش وعدہائے مُغتنم
ہوسکتا ہے کہ اچھے مُغتنم وعدوں کی وجہ سے

بر کُشاید قفلِ کُفر صد منم
میرے کفر کا سینکڑوں مَن کا قفل کھل جائے

بُو کہ از تاثیرِ جُوئے انگبیں [2]
ہوسکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے

شہد گردد در تنم ایں زہرِ کیں
یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے

یا ز عکسِ جُوئے آں پاکیزہ شیر
یا اُس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے

پرورش یابد دمے عقلِ اسیر
تھوڑی دیر کے لیے قیدی عقل پرورش پالے

یا بُوَد کز عکسِ آں جُوہائے خمر
یا شاید شراب کی اُن نہروں کے پرتو سے

مست گردم بُو برم از ذوقِ اَمر
میں مست ہوجاؤں، حکمِ خداوندی کا ذوق حاصل کروں

یا بُوَد کز لطفِ آں جُوہائے آب [3]
یا شاید اُن پانی کی نہروں کی لطافت سے

تازگی یابد تنِ شورہ خراب
برباد، بنجر جسم تازگی حاصل کرلے

شورہ اَم را سبزہ پیدا شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہوجائے

خارزارم جنّةُ المأویٰ شود
میرا کانٹوں کا کھیت جنّتُ الماویٰ بن جائے

بُو کہ از عکسِ بہشت و چار جُو
ہوسکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے

جاں شود از یاریِ حق یار جُو
جان، اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے

---

[1] گیا۔ گھاس۔ مُطّلع۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے دل کے راز جانتا ہے۔ گردن کشاں۔ متکبر لوگ۔ گفت۔ فرعون نے کہا۔ بر گو۔ بتا۔ بیار۔ لا۔ چار میخ۔ سزا کا ایک طریقہ تھا جس میں مجرم کے چاروں ہاتھ پاؤں کیلوں سے باندھ دیے جاتے تھے۔ کفر صد من۔ بھاری کفر۔

[2] جوئے انگبیں۔ جنت کی شہد کی نہر شیر۔ جنت کی دودھ کی نہر۔ یا بُوَد۔ جنت کی تیسری نہر جو شراب کی ہے۔ اَمر۔ یعنی اَمرِ خداوندی۔

[3] آب جنت کی چوتھی نہر جو پانی کی ہے۔ شورہ۔ یعنی شوریلی زمین جنّةُ المأویٰ ایک جنت کا نام ہے۔ بُو کہ۔ انسان کے اخلاقِ حمیدہ جنت کا عکس اور اخلاقِ ذمیمہ دوزخ کا عکس ہیں۔ چار جُو جنت کی چار نہریں۔

آنچناں کز عکسِ دوزخ گشتہ اَم — آتش و در قہرِ حق آغشتہ اَم
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بنگیا ہوں — آگ، اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں

کز[1] عکسِ نارِ دوزخ ہمچو مار — گشتہ اَم بر اہلِ جنّت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح — جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں

کز عکسِ جوششِ آبِ حمیم — آبِ ظلمم کرد خلقاں را رمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے — میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنادیا،

من زعکسِ زمہریرم زمہریر — یا زعکسِ آں سعیرم چوں سعیر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں — یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

دوزخِ درویشِ مظلومم کنوں — وایِ آنکہ یابمش ناگہ زبوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں — اُس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں

موسیا[2] باشد کہ بکشائیم در — وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰ! ہوسکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھول دے — اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہوجاؤں

موسیا باشد کہ یابم مامنے — وا رہم از کثرتِ ما و منے
اے موسیٰ! ہوسکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں — میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں

ہیں بگو با من کہ آں چہار چیست — کہ عوض خواہیم دادن بر شمار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟ — جو مجھے تو بدلے میں دے گا، شمار کر

شرحِ کردنِ موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہتِ پامزدیِ ایمانِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا اُن چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاولین آں چہار — صحتے[3] باشد تنت را پائیدار
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اُن چاروں میں پہلی یہ ہے — کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہوگی

ایں عِلَلہایِ کہ در طب گفتہ اند — دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں — اے با اقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی

ثانیاً باشد تُرا عمرِ دراز — کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہوگی — کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی

ویں نباشد بعد عمرِ مستوی — کہ بنا کام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہوگا — کہ تو دنیا سے ناکام جائے

---

[1] کز عکس۔ انسان کا ظلم دوزخ کی آگ کا عکس ہے۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی جو دوزخیوں کو پلایا جائے گا۔ رمیم۔ پرانا، بوسیدہ۔ من زعکس۔ زمہریر دوزخ کا ایک طبقہ ہے جو انتہائی سرد ہے۔ وای۔ میں ہر کمزور پر ظلم کرتا ہوں۔

[2] موسیا۔ فرعون نے کہا اے موسیٰؑ شاید میں تیری فضیلتوں پر ایمان لے آؤں۔ مامن۔ امن کی جگہ۔ ما و منے۔ یعنی تکبر اور خودی۔ ہیں۔ وہ چار چیزیں بتادے جو تو ایمان کا قائل ہونے پر مجھے حاصل ہونگی۔ شرح کردن۔ حضرت موسیٰؑ نے اُن چار باتوں کی تفصیل کی جو ایمان کے عوض میں فرعون کو حاصل ہونگی۔

[3] صحتے۔ یعنی اگرچہ تو اس وقت بھی صحتمند ہے لیکن ایمان لانے پر آئندہ صحتمند رہنے کا وعدہ ہے۔ ثانیاً۔ دوسری بات جو تجھے حاصل ہوگی وہ عمر کی درازی ہے۔ ویں نباشد۔ بالآخر موت آئیگی لیکن ایسی حالت میں آئیگی کہ تو دنیا سے بامقصد جائیگا۔

بلکہ[۱] خواہانِ اَجَل چوں طفلِ شیر — نے ز رَنجے کہ تُرا دارد اَسیر
بلکہ موت کا خواہاں ہو کہ جس طرح دودھ پیتا بچہ — نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو

مرگ جُو باشی ولے نز عجز و رَنج — بلکہ بینی در خرابِ خانہ گنج
تو موت کا جویاں ہوگا لیکن عجز اور تکلیف کی وجہ سے نہیں — بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا

پس بدستِ خویش گیری تیشہ — می زَنی بر خانہ بے اندیشہ
تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا — بے تامل گھر پر مارے گا

کہ حجابِ گنج بینی خانہ را — مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ را
کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا — اس ایک دانہ کو سنکڑوں کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)

پس در آتش افگنی ایں دانہ را — پیش گیری تیشہ مردانہ را
تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا — مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

بر کنی ایں خانۂ تن بے دریغ — تا بروں آید مہت از زیرِ میغ
بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا — تاکہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے

اے[۲] بیک برگے ز باغے ماندہ — ہمچو کرمے برگش از رز راندہ
اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم رہ گیا ہے — اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے

چوں کرم ایں کرم را بیدار کرد — اژدہائے جہل را ایں کرم خورد
جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا — اس کیڑے نے جہل کے اژدہے کو نگل لیا

کرم کرمے شد پُر از میوہ درخت — ایں چنیں تبدیل کرد او نیکبخت
کیڑا انگور کی بیل، میوہ بھرا درخت بن گیا — اس نیک بخت نے اس طرح تبدیل کر لی

تفسیر[۳] کُنتُ کَنزًا مَخفِیًّا فَاَحبَبتُ اَن اُعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ لِاُعرَفَ

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ بر کن کز عقیقِ ایں یمن — صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق سے — لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں

گنج زیرِ خانہ است و چارہ نیست — از خرابی ہیں میندیش و مایست
خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے — ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر

کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج — می تواں کردن عمارت بے ز رنج
ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر — تکلیف کے بغیر تعمیر کئے جا سکتے ہیں

---

۱ بلکہ۔ تجھے پھر مرنے کی ایسی تمنا ہوگی جیسی کہ بچہ کو دودھ کی ہوتی ہے۔ مرگ۔ دنیا سے تنگ آکر مرنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ اسلئے ہوگی کہ تو یہ سمجھے گا کہ جب تک جسم ویران نہ ہوگا اس کے اندر مدفون خزانہ ہاتھ نہ آئے گا۔ خانہ۔ یعنی جسم۔ کہ حجاب۔ جسمانی زندگی کو خزانہ معرفت کیلئے تو پردہ سمجھے گا۔ تا بروں۔ تو سمجھے گا کہ معرفت کا چاند اس جسم کے ابر میں پوشیدہ ہے۔

۲ اے بیک۔ جو لوگ جسم پروری میں لگے ہیں اُن کی مثال اُس کیڑے کی سی ہے جو ایک پتے کو چمٹا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے وہ انگور کی لذتوں سے محروم ہے۔ چوں کرم۔ جب خدا کے کرم سے یہ کیڑا پیدا ہو جائیگا تو جہل اور نادانی کے اژدہے کو نگل جائیگا۔

۳ تفسیر۔ مخلوق سے خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدائی صفات حاصل کر لیتا ہے تو اس کے ذریعہ خدا کی صفات کی معرفت ہوتی ہے۔ عقیقِ ایں یمن۔ یمن سے مراد قلب اور روح ہے اور عقیق سے مراد حکمت ہے۔ مایست۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ جسم کو فنا کرنے سے نہ رک۔ کہ ہزاراں۔ خزانہ ہاتھ آجائے تو اس ویران شدہ گھر جیسے سینکڑوں اس کے ذریعہ تعمیر کرلئے جائینگے۔

عاقبت[1] ایں خانہ خود ویراں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا

گنج از زیرش یقیں عُریاں شود
خزانہ یقیناً اُس کے نیچے سے ظاہر ہوگا

لیک آں تو نباشد زانکہ رُوح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہوگا کیونکہ روح (کیلئے)

مُزدِ ویراں کردنستش آں فتوح
وہ نذرانہ اِس (جسم)، کو ویران کرنے کی مزدوری ہے

چوں نکرد آنکار مُزدش ہست لا
جب وہ کام نہ کیا، اُس کی مزدوری معدوم ہے

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰے
انسان کے لئے وہی ہے جو اُس نے کوشش کی

دستِ خائی بعد ازاں تو کاے دریغ
اِس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس

ایں چنیں ماہے بُد اندر زیرِ میغ
اَبر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

مَن[2] نکردم انچہ گفتند از بہی
جو بھلائی کی بات اُنھوں نے کہی میں نے نہ کی

گنج رفت و خانہ و دستم تہی
خزانہ گیا اور گھر (بھی)، اور میرا ہاتھ خالی ہے

مانعِ صد خرمن ایں یک دانہ بُود
سینکڑوں کھلیانوں کیلئے ایک دانہ مانع تھا

حائلِ گنج و حجاب ایں خانہ بُود
خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا

خانہ را اُجرت گرفتی و کرے
تو نے گھر اُجرت اور کرایہ پر لیا ہے

نیست مِلکِ تو بہ بیعے یا شرے
خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے

ایں کرے را مُدّتے اُو تا اجل
اِس کرایہ کی مدت موت تک ہے

تا دریں مُدّت کُنی دروے عَمل
تاکہ تو اِس مدت میں اُس میں کام کرلے

پارہ[3] دوزی میکنی اندر دُکاں
تو دُکان میں چیتھڑے سی رہا ہے

زیرِ ایں دُکانِ تو مدفوں دو کا
اِس دوکان کے نیچے دو کانیں مدفون ہیں

ہست ایں دُکاں کرائی زود باش
یہ دکان کرایہ کی ہے جلدی کر

تیشہ بستاں وتگش را می تراش
کُدال لے اور اُس کی تہ کو کھود

تاکہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی
تاکہ تو کُدال اچانک کان پر رکھدے

از دُکان و پارہ دوزی وارہی
دُکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پاجائے

پارہ دوزی چیست خوردِ آب و ناں
چیتھڑے سینا کیا ہے؟ روٹی پانی کی خوراک

میزنی ایں پارہ بر دلقِ گراں
بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے

ہر زماں می دَرّد ایں دلقِ تنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹتی رہتی ہے

پارہ بروے می زنی زیں خوردنت
تو اِس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے

۱ھ عاقبت۔ بالآخر جسم کو فنا ہونا ہے لیکن مزدوری محنت سے ملتی ہے اگر اُس کے فنا کرنے میں تیری محنت شامل نہیں ہے تو غیبی خزانے تیری مزدوری میں تجھے نہ ملیں گے۔ چوں نکرد۔ جب محنت نہ کی تو مزدوری معدوم ہے اِس لئے کہ انسان کو اُس کی محنت اور سعی کا ہی ثمرہ ملتا ہے۔ دستِ خائی۔ جب خزانہ نمودار ہوگا اور وہ تیرا نہ ہوگا تو افسوس کریگا۔

۲ھ من نکردم۔ اُس وقت نصیحت پر عمل نہ کرنے سے تو افسوس کرے گا اور سمجھے گا کہ جسم کا ایک دانہ اِس کھلیان کے حاصل کرنے سے مانع بنا۔ خانہ۔ یہ جسم کا گھر تیری ملکیت نہیں ہے یہ ایک کرایہ کا اور عارضی گھر ہے۔ ایں کری۔ یہ کرایہ داری موت کے وقت تک کی ہے اور اسی لئے ہے کہ اُس میں عمل کرے۔

۳ھ پارہ دوزی۔ کھانے پینے کے ذریعہ تو جسم کو درست کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اُس میں دو کانیں مدفون ہیں۔ تگش یعنی اُس کی گہرائی۔ دلقِ گراں یعنی جسم انسانی۔ ہر زماں۔ انسان کی بھوک پیاس جسم کی شکست و ریخت ہے اور کھانا پینا اسکی رفوگری ہے۔

اے ز نسلِ بادشاہِ[۱] کامیار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے

باخود آ زیں پارہ دوزی ننگ دار
ہوش میں آ اِس چیتھڑے سینے سے شرم کر

پارۂ برکن ازیں قعرِ دوکاں
اِس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا

تا برآرد سر بہ پیشِ تو دوکاں
تاکہ تیرے سامنے دو کانیں رونما ہوں

پیش ازاں کایں مہلتِ خانہ کرے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت

آخر آید تو نخوردہ زو برے
ختم ہو (اور) تو نے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

پس[۲] ترا بیروں کند صاحب دکاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے

ایں دکاں را برکند از روی کاں
اس دکان کو، کان کے منہ پر سے اکھاڑ دے

تو ز حسرت گاہ بر سر می زنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا

گاہ ریشِ خامِ خود بر می کنی
کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا

کاے دریغا آنِ من بود ایں دکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی

کور بودم بر نخوردم زیں مکاں
میں اندھا تھا میں نے اس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا

اے دریغا گنج را بگذاشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا

آبِ حیواں را بخاک انباشتم
آبِ حیات کو مٹی سے ڈھک دیا

اے دریغا بودِ ما را برد باد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہوگیا

تا ابد یا حسرتا شد للعباد
قیامت تک "بندوں کے لئے حسرت ہے" رہ گیا

غرہ[۳] شدنِ آدمی بہ ذکاوت و تصوراتِ طبعِ خویش و طلب
انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور

ناکردنِ علمِ غیب کہ علمِ انبیاست علیہم السلام
علمِ غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے

بودم اندر عشقِ خانہ بے قرار
میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا

ماندہ ام در خانہ حیران و نزار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا

لابد از معنیٰ شدم من عور و زار
لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا

عشقِ خانہ در دلِ من کار کرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی

لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا

---

۱ بادشاہ۔ یعنی حضرت آدمؑ جو پہلے خلیفۃ اللہ ہیں۔ پارہ کن۔ اِس عارضی دُکان یعنی جسم کو توڑ ڈال اِس میں سے زر و جواہر کی دو کانیں برآمد ہوں گی۔ پیش ازاں۔ یہ عارضی جسم ہے اِس سے فائدہ اٹھالے اور اسکی صورت یہی ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اسکو فنا کر دے۔

۲ پس۔ ایک وقت آجائیگا کہ یہ عارضی جسم تجھسے لے لیا جائیگا اور تو اُس کان سے محروم ہوجائے گا جو اس میں مدفون ہے اور تو افسوس کرے گا اور کہے گا کہ میں خزانہ سے محروم ہوگیا اور میں نے آبِ حیات کو مٹی سے چھپا دیا۔ تا ابد۔ پھر تو اس آیت کا مصداق بن جائیگا۔

۳ غرہ شدن۔ انسان اپنی ذہانت اور عقلمندی کے بھروسہ پر علمِ نبوت سے محروم رہ جاتا ہے۔ دیدم۔ بالآخر اُس کو افسوس کرنا پڑتا ہے کہ مکان کے نقش و نگار میں مصروف ہوکر اُس کے خزانہ سے محروم ہوگیا۔ عشق۔ پھر افسوس کے ساتھ اُس کو کہنا پڑے گا میں گھر کے نقش و نگار میں کھو گیا اور خزانہ سے محروم ہوگیا۔

بودم از گنجِ نہانی بے خبر | ورنہ دستنبوئے من بودے تبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا | ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا

آہ اگر داد تبر را دادمے | ایں زماں غم را تبرا دادمے
افسوس، اگر میں تبر کی قدر کر لیتا | اِس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

چشم را بر نقش می انداختم | ہمچو طفلاں عشقہا می باختم
میں نے نقش (ونگار) پر آنکھ جما دی | بچوں کی طرح محبت کرنے لگا

بس نکو گفت آں حکیمِ کامیار | کہ تو طفلی خانہ پُر نقش ونگار
اُس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے | کہ تو بچہ ہے، اور گھر نقش ونگار سے بھرا ہوا ہے

در الٰہی نامہ بس اندرز کرد | کہ برآر از دودمانِ خویش گرد
الٰہی نامہ میں اُس نے نصیحت کی ہے | کہ اپنے خاندان کو برباد کر

تمامیِ شرح کردنِ موسیٰ علیہ السّلام بافرعون فضیلت چہارگانہ

حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدۂ سوم | کہ دلِ من زاضطرابش گشت گم
اے موسیٰ بس کر، تیسرا وعدہ بتا | کیونکہ میرا دل اُس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے

گفت موسیٰ آں سوم مُلکِ دوتو | دو جہانے خالص از خصم و عدو
حضرت موسیٰؑ نے فرمایا وہ تیسری، دوہری حکومت ہے | دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے

بیشتر زاں مُلک کاکنوں داشتی | کاں بُد اندر جنگ وایں در آشتی
اُس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے | کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے

آنکہ در جنگت چناں مُلکے دہد | بنگر اندر صُلح خوانت چوں نہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے | غور کر کے صلح میں تیرے سامنے کیسا دسترخوان بچھائیگا؟

آں کرم کاندر جفا آنہا ت داد | در وفا بنگر چہ باشد افتقاد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا | غور کر وفاداری میں اُس کی دلجوئی کیسی ہوگی؟

گفت اے موسیٰ چہارم چیست زود | باز گو صبرم شد و حرصم فزود
اُس نے کہا اے موسیٰؑ! چوتھی کیا ہے، جلد | کہدے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے

گفت چارم آنکہ مانی تو جواں | موئے ہمچوں قیر و رخ چوں ارغواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا | بال تارکول کی طرح اور چہرہ گلِ بابونہ کی طرح (رہیگا)

۱ے دستنبو۔ ایک مصنوعی خوشبوؤں کا گولا ہوتا تھا جس کو ہاتھ میں رکھا جاتا تھا۔ تبرزے یعنی میں تبر کے ذریعہ اِس خزانہ کو کھود دیتا۔ تبرا۔ کسی چیز سے برأت کا اظہار کرنا۔ چشم الخ۔ میں نے مکان کے ظاہری نقش ونگار پر نظر رکھی۔

۲ے بس نکو۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حدیقہ میں فرمایا ہے۔ الٰہی نامہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب الٰہی نامہ میں فرمایا ہے۔
ہمہ اندرزِ من بتو اینست
کہ تو طفلی و خانہ رنگینست
دودماں۔ خاندان یعنی اعضاءِ جسمانی۔ بس کن۔ یہاں تک مولانا کی تقریر حضرت موسیٰؑ کی زبانی تھی اب فرعون نے کہا کہ تقریر ختم کرو اور تیسری بات بتاؤ۔ گفت موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ایمان لائے گا تو تجھے دونوں جہانوں کی دوہری بادشاہت حاصل ہو جائے گی جس میں تجھے کسی دشمن کا بھی ڈر نہ ہوگا۔

۳ے در جنگت۔ کفر کی حالت میں تجھے اتنا بڑا ملک دے رکھا ہے تو اگر تو صلح کرلے گا اور ایمان لے آئے گا تو دیکھنا کتنی بڑی سلطنت حاصل ہوتی ہے۔ جفا یعنی کفر۔ وفا۔ یعنی ایمان۔ افتقاد۔ دلجوئی۔ گفت حضرت موسیٰؑ نے فرمایا ایمان لانے پر چوتھی چیز جو تجھے ملیگی وہ یہ ہے کہ بقیہ عمر میں بھی تو جوان رہیگا۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ارغواں۔ گلِ بابونہ۔

رنگ و بُو در پیشِ ما بس کاسِدست[1] | لیک تو پستی سُخن کردیم پست
رنگ و بُو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں | لیکن تو گھٹیا ہے اِسلئے ہم نے گھٹیا بات کہی

اِفتخار از رنگ و بُو و از مکاں | ہست شادی و فریبِ کودکاں
رنگ و بُو اور مکان پر فخر کرنا | بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیانِ ایں خبر کہ کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

اِس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے اُن کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ

لا علٰی قدرِ عقولِکم حتّٰی لا یُکذَّبُ اللہ و رسولُہٗ صلّی اللہ علیہ وسلّم

اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اُس کا رسول جھٹلا نہ دیا جائے

چونکہ با کودک سروکارم فتاد | ہم زبانِ کودکاں باید کُشاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا | مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیئے

کہ بُرو کُتّاب[2] تا مُرغت خرم | یا مویز و جوز و فُستُق آورم
کہ مدرسہ جا، تیرے لئے پرند خرید دوں گا | یا مُنقّی یا اخروٹ یا پستہ لادوں گا

جز شبابِ تن نمیدانی بگیر | ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے لے | اِس جوانی کو، اے گدھے! جو لے لے

ہیچ آژنگے نیفتد بر رُخت | تازہ ماند ایں شبابِ فرخت
تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی | یہ تیری مُبارک جوانی تازہ رہے گی

نے نژندِ پیریت آید برو | نے قدِ چوں سروِ تو گردد دوتو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی | نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہوگا

نے شود زورِ جوانی از تو کم | نے بدندانہا خللہا یا اَلم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا | نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئیگی)

نہ کمی در شہوت و طَمث[3] و بعال | کہ زناں را آید از ضعفت ملال
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی | کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو

نے شود مُویت سفید و پُشت خم | لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی | بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہوگا

آنچناں بکشایدت فرِّ شباب | کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہؓ باب
تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اِسطرح کشادہ ہوگی | جسطرح (حضرت) عکاشہؓ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

---

[1] کاسِد۔ کھوٹا۔ کودکاں۔ یہ چیزیں، بچوں کی خوشی کی ہیں۔ کلّموا۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگوں سے دین کی ایسی باتیں کہو جو اُن کی سمجھ کے مطابق ہوں ورنہ وہ اُن کی تکذیب کردینگے۔

[2] کُتّاب۔ بچوں سے ایسی بچکانہ باتیں کی جاتی ہیں فُستُق۔ پستہ۔ خر۔ حِس۔ ریچھ۔ آژنگ۔ جھری۔ نژند۔ ذلت و خواری۔ اَلم۔ تکلیف۔

[3] طَمث۔ حیض، جماع، بعال۔ بیوی سے کھیل کود کرنا۔ خوشتر۔ یعنی دم بدم جوانی میں اضافہ ہوگا۔ عکاشہ۔ حضرت عکاشہؓ مشہور صحابی ہیں ایک روز حضورؐ نے فرمایا میری اُمّت میں کچھ لوگ ایسے ہونگے جو بغیر حساب وکتاب جنّت میں داخل ہونگے حضرت عکاشہؓ نے عرض کیا حضورؐ دعا فرمادیجئے کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے ہوں تو حضورؐ نے اُن کو بشارت دی اور فرمایا کہ تم بھی اُنہی لوگوں میں سے ہو۔

معنیٔ حدیث مَن بَشَّرَنِی بِخُرُوجِ الصَّفَرِ بَشَّرْتُہٗ بِدُخُولِ الجنّۃِ و سبقتِ عکاشہ

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دیگا میں اسکو جنت کی خوشخبری دینے والا ہوں اور حضرت عکاشہ کی پہل

احمدِ آخر زماں را انتقال
(نبی) آخرالزماں احمدؐ کا انتقال

در ربیع الاول آمد بے جدال
بلا اختلاف، ربیع الاول میں ہوا ہے

چوں خبر یابد دلش زیں وقتِ نقل
جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہوگیا

عاشقِ آں وقت گردد او بعقل
آپ (دل و جان) سے اس وقت کے مشتاق ہوگئے

چوں صفر آمد شود شاد از صفر
جب (ماہِ صفر) آیا، آپ صفر سے خوش ہوئے

کز پسِ ایں ماہ می سازم سفر
کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا

ہر شبے تا روز از شوقِ ہدے
راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک

او رفیقِ راہِ اعلیٰ می زدے
آپ راہِ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے

گفت ہر کس کہ مرا مژدہ دہد
فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا

چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد
جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالیگا

کہ صفر بگذشت و شد ماہِ ربیع
کہ صفر گذر گیا اور ربیع کا مہینہ ہوگیا

مژدہ ور باشم مر او را و شفیع
میں اسکو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنیوالا ہونگا

چوں صفر بر بست رخت و ماہِ نو
جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند

گشت پیدا بر فلک با تاب و ضو
رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہوگیا

گفت عکاشہ صفر بگذشت و رفت
(حضرت) عکاشہ نے عرض کیا صفر گذر گیا اور چلا گیا

گفت جنت مر ترا اے شیر زفت
(آنحضورؐ نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے

دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر
دوسرے آئے کہ صفر گذر گیا

گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر
فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

بس رجال از نقلِ عالم شادماں
بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں

وز بقایش شادماں ایں کودکاں
اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں

چونکہ آبِ خوش ندید آں مرغِ کور
چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے

پیشِ او کوثر نماید آبِ شور
اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے

ہمچنیں موسیٰؑ کرامت می شمرد
(حضرت) موسیٰ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے

ہم بدنیساں بے قدم رہ می سپرد
اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے

لہ احمدؐ۔ اہلِ سنت کے نزدیک بالاتفاق حضورؐ کی وفات ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی ہے۔ وقتِ نقل۔ انتقال کا وقت۔ رفیق۔ وفات کے قریب حضورؐ یہ جملہ فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی یعنی اب میں رفیق اعلیٰ کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

لہ گفت۔ حضورؐ نے فرمایا جو صفر کے ختم ہونے اور ربیع الاول کی آمد کی خوشخبری دیگا میں قیامت میں اسکا سفارشی بنوں گا۔ ماہِ نو۔ یعنی ربیع الاول کا چاند نظر آیا۔

لہ دیگرے۔ کسی دوسرے صحابی نے بھی صفر کے ختم ہونے کی خوش خبری دی۔ آپ نے فرمایا کہ عکاشہ بازی لے گئے۔ بس رجال جن لوگوں کو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ ہوجاتا ہے وہ دنیا سے منتقل ہونے پر خوشی محسوس کرتے ہیں اور جو لوگ دنیا میں رہنے پر خوش ہوتے ہیں وہ طفل طبع ہیں۔ ہمچنیں۔ ایمان لانے پر جو اس کو انعام ملیں گے حضرت موسیٰؑ وہ شمار کراتے رہے۔

کہ نہ گردد صافِ اقبالِ تو دُرد[۱] ... ہم نگردد اطلسِ بختِ تو بُرد

کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا ... تیرے نصیب کا اطلس، بُرد نہ بنے گا

ہر چہ خواہی یابی از بختِ جواں ... شادماں مانی نگردی ناتواں

تو اپنی نصیب سے تو جو چاہے گا، پائے گا ... تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا

گفت اَحسَنت نکو گفتی ولیک ... تا کنم من مشورت با یارِ نیک

فرعون نے کہا بہت اچھا تو نے عمدہ بات کہی لیکن ... میں اچھے دوست سے مشورہ کر لوں

مشورت کردنِ فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن

حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے، فرعون کا مشورہ

بموسیٰ علیہ السلام و فرمودنِ آسیہ اُورا با یمان آوردن

کرنا اور حضرت آسیہ کا اُس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت اُو ایں سُخن با آسیہ ... گفت[۲] جاں افشاں بریں اے دل سیہ

پھر اُس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں ... اُنھوں نے فرمایا اے سیاہ دل! اِن پر جان چھڑک دے

بس عنایتہاست متنِ ایں مقال ... زود دریاب اے شہِ نیکو خصال

اِس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں ... اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کرلے

وقتِ کِشت آمد زہے پُر سود کِشت ... ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت

کھیتی کا وقت آگیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی ... یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں

بر جہید از جا و گفتا بخ لک ... آفتابے تاج گشتت اے کلک

جگہ سے کود پڑیں اور کہا تجھے مبارک ... اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے

عیبِ[۳] کل را خود بپوشاند کلاہ ... خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ

عیب، خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے ... خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو

ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں ... چوں نگفتی آرے و صد آفریں

اُسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سُنا تھا ... تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟

ایں سخن در گوشِ خورشید ار شُدے ... سر نگوں بر بُوئے آں زیر آمدے

یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی ... اس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا

ہیچ میدانی چہ وعدہ است آں چہ داد ... می کُند ابلیس را حق افتقاد

تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کس قدر سخاوت ہے ... اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے

---

۱ کہ نہ گردد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا تو ایمان لے آئیگا تو تیرا اقبال بنا رہیگا۔ بُرد۔ دھاری دار معمولی کپڑے کی چادر ہوتی تھی۔ گفت۔ فرعون نے نصیحتیں سُن کر کہا میں جب تک اپنی بیوی سے مشورہ نہ کرلوں اُس وقت تک کوئی جواب نہیں دے سکتا

۲ گفت۔ حضرت آسیہ جو فرعون کی بیوی تھیں اُنھوں نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی نصیحتوں پر عمل کرے۔ متن۔ وہ عبارت جس کی تشریح کی جائے۔ گرم گشت۔ یعنی عشقِ خداوندی میں گرم ہوگئیں۔ بخ لک۔ خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ کلک۔ کل، گنجا اِس میں کاف تصغیر کا ہے۔

۳ عیب۔ کل گنجے کا گنج اگر اس کو ٹوپی اُڑھا کر اُس کا عیب چھپائے تو تعجب کی بات ہے مزید تعجب جب ہے کہ ٹوپی بھی چاند اور سورج کی ہو۔ ہمدراں۔ حضرت آسیہ نے فرعون سے کہا تجھے فوراً اُسی مجلس میں ایمان لے آنا تھا۔ ہیچ۔ ایمان پر فرعون کی بخشش کا وعدہ ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ شیطان کی دل جوئی کرے۔

چوں بدیں لطف آں کریمت بازخواند ۔۔۔ اے عجب چوں زہرہ ات جائے ماند

جب اُس کریم نے اِس مہربانی سے تجھے بُلایا ہے ۔۔۔ تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟

زہرہ ات نہ درید تا زاں زہرہ ات ۔۔۔ بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات

تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اِس پتے سے ۔۔۔ دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا

زہرہ کز بہرِ حق اُو بر درد ۔۔۔ چوں شہیداں از دو عالم بر خورد

وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے ۔۔۔ وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان کے فائدہ اُٹھاتا ہے

غافلی ہم حکمت ست و ایں عمی ۔۔۔ تا بماند لیک تا ایں حد چرا

غفلت اور یہ اندھاپن بھی حکمت ہے ۔۔۔ تاکہ اُس کا وجود رہے، لیکن اِس حد تک کیوں ہے

غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست ۔۔۔ تا نپرد زود سرمایہ ز دست

غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے ۔۔۔ تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نہ نکل جائے

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود ۔۔۔ زہرِ جان و عقلِ رنجورے شود

لیکن نہ اِس قدر کہ ناسور بن جائے ۔۔۔ ایک بیمار کی جان اور عقل کا زہر بن جائے

خود کہ یابد ایں چنیں بازار را ۔۔۔ کہ بیک گل می خری گلزار را

ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟ ۔۔۔ کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے

دانہ را صد درختانت عوض ۔۔۔ حبہ را آیدت صد کاں عوض

ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں ۔۔۔ ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں

کان للہ دادنِ آں حبہ است ۔۔۔ تا کہ کان اللہ لہ آید بدست

اِس رتی کا دینا، اللہ کا ہو جانا ہے ۔۔۔ تاکہ "اللہ اُس کا ہوگیا" ہاتھ آجائے

زانکہ ایں ہوی ضعیفِ بیقرار ۔۔۔ ہست شد زاں ہوی ربِ پایدار

کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت ۔۔۔ اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے

ہوی فانی چونکہ خود با اُو سپرد ۔۔۔ گشت باقی دائم و ہرگز نمرد

جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اُسکے سپرد کردیا ۔۔۔ وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہوگئی اور ہرگز نہ مریگی

ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک ۔۔۔ کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک

اُس قطرے کیطرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے ۔۔۔ کہ اِن دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہوجائے گا

چوں باصلِ خود کہ دریا بود جست ۔۔۔ از تفِ خورشید و باد و خاک رست

جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا ۔۔۔ (تو) اُس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پائی

۱؎ چوں۔ اپنے جیسے معصیت کار پر اللہ کی رحمت دیکھ کر تیرا پتہ کیوں نہ پھٹا، اگر پھٹ جاتا تو دونوں جہان کی کامیابی تھی۔ زہرہ۔ جو پتہ اللہ کیلئے پھٹ جائے اُس کو شہیدوں کی طرح خدا کی جانب سے غذا ملتی ہے۔ غافلی۔ نظامِ عالم کی بقا کے لئے خدا سے غفلت اور اندھے پن کی بھی ضرورت ہے لیکن تیری غفلت حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

۲؎ غافلی۔ اگر انسان ہر وقت استغراق میں رہے اور اُس کے حواس معطل رہیں تو اُس کے علم کا سرمایہ گھٹ جائے۔ لیک۔ لیکن ایسی غفلت جو ناسور کے درجہ کی ہو بُری چیز ہے۔ خود کہ یابد۔ حضرت موسیٰؑ کی دعوت کو قبول کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک پھول کے عوض چمن خرید لیا جائے۔ درختستاں۔ باغ۔

۳؎ کان للہ۔ حدیث میں ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ جو شخص اللہ کا ہوا اللہ اس کا ہوگیا۔ ھوی۔ ذات، شخصیت۔ گشت باقی۔ حدیث قدسی ہے مَنْ اَحَبَّنِیْ قَتَلْتُہٗ وَمَنْ قَتَلْتُہٗ فَاَنَا دِیَتُہٗ جو مجھ سے محبت کرتا ہے میں اُسکو قتل کردیتا ہوں اور میں جسکو قتل کرتا ہوں اُس کا بدلہ میں خود ہوں۔ ہمچو۔ پانی کی بوند کو سورج کی گرمی، ہوا، خاک ختم کردیتی ہے۔

ظاہرش گم گشت در دریا ولیک
اُس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن
ذاتِ اُو معصوم و پابرجا و نیک
اُس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے
تا بیابی در بہای قطرہ یم
تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کرے

ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش
در کفِ دریا شو و ایمن از تلف
دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا

خود کرا آید چنیں دولت بدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟
قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنیوالا ہوا ہے

چوں تقاضا می کند دریا تُرا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے
پس چہ اِستادی و درماندی ہلا
تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟

اللہ اللہ زود بفروش و بخر
خدا کے لئے، جلد بیچ اور خرید
قطرہ دہ بحرِ پُر گوہر ببر
قطرہ دیدے، جواہر بھرا سمندر لے جا

اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکُن
خدا کے لئے، بالکل تاخیر نہ کر
کہ ز بحرِ لطف آمد ایں سخن
کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے

اللہ اللہ زود بشتاب و بجُو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر
چونکہ بحرِ رحمتست ایں نیست جُو
کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے، نہر نہیں ہے

اللہ اللہ گوی شو بے دست و پا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا
تا شود چوگانِ موسیٰؑ پا تُرا
تاکہ موسیٰؑ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے

اللہ اللہ تو گمانِ بد مبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر
بر چنیں انعامِ عام اے بیخبر
اے بے خبر! ایسے عام انعام پر

اللہ اللہ زود دریاب اے فتا
خدا کے لئے، اے نوجوان! جلد حاصل کرلے
تا نگردی در غلط بینی فنا
تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے

اللہ اللہ ترک کُن ہستیِ خود
خدا کے لئے، اپنی ہستی کو چھوڑ دے
چونکہ خواندستت برو اے معتمد
جب اُس نے بلایا ہے اے معتمد! چلا جا

اللہ اللہ زود تر تعجیل کُن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر
بر فروز از ایں اشارتِ بے سخن
اِس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا

---

۱ ظاہرش۔ جو قطرہ دریا میں مل گیا بظاہر وہ فنا ہوا ہے حقیقتاً وہ زیادہ محفوظ ہو گیا ہے۔ ہیں بدہ۔ اپنی ذات کو فنا کرکے ذاتِ باری حاصل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ قطرے کے عوض میں سمندر حاصل کرنا۔ ایں شرف۔ قطرے کا دریا میں مل جانا قطرے کی عزت ہے۔ خود کرا۔ یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی ہے۔

۲ چوں۔ جب دریائے وحدت خود دعوت دے رہا ہے تو اب توقف کیا ہے۔ اللہ۔ جلد قطرہ دے کر پُر جواہر دریا خرید لے۔

۳ گوی شو۔ جس طرح موسیٰؑ کہیں وہ کرنا چاہیئے اور اپنے آپ کو موسیٰؑ کے بلّے کی گیند بنا دینا چاہیئے۔ ترک کُن۔ اپنی ہستی کو ترک کرکے قُرب حاصل کرلینا چاہیئے۔ اشارت۔ موسیٰؑ کی دعوت قدرتی اشارہ ہے اُس سے منوّر ہوجانا چاہیئے۔

اللہ اللہ تاکنوں کژ باختی — گردن اندر معصیت افراختی
خدا سے ڈر، ابتک تونے ٹیڑھی بازی چلی — تونے گردن کو گناہ میں اُبھارا

اللہ اللہ چوں عنایت دررسید — بے توقف در وے آمیز اے عنید
سُبحان اللہ، جب اللہ کی مہربانی ہوگئی — اے سرکش! بغیر تاخیر کے اُس سے وابستہ ہوجا

اللہ اللہ چونکہ عصیانات تو — در نمی نالد بروئیت شکر گو
خدا کے لئے، جب تک تیرے گناہ — تیری رُسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں شکر ادا کر

اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد — سر بخاکِ پایِ اُو باید نہاد
خدا کیلئے، جبکہ اُس نے فضل کرکے تجھے راستہ دیا ہے — اُس کی خاکِ پا پر سر رکھ دینا چاہیئے

اللہ اللہ با چنیں کفرِ دوتو[2] — چوں قبولت می کُند اکرامِ او
تعجب ہے، ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے — اُس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟

لُطف اندر لُطفِ اُو گم می شود — کاسفلے بر چرخِ ہفتم می شود
مہربانی اُس کی مہربانی میں گم ہورہی ہے — کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جارہا ہے

ہیں کہ یک بازے فتادت بوالعجب — ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آگیا ہے — اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پاسکتا

در پذیر ایں چار خلعت زود زود — تا بہ بینی در عوض صد عزّ و سُود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کرلے — تاکہ تو بدلے میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے

گفت[3] با ہاماں بگویم اے ستیر — شاہ را لازم بُود رایِ وزیر
اُسنے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کرونگا — کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے

گفت با ہاماں مگو ایں راز را — کوزکم پیرے چہ داند باز را
اُس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا — کبُڑی بڑھیا، باز کو کیا جانے؟

قصۂ بازِ بادشاہ وکم پیرزن کہ در خانہ اُو بُود

بادشاہ کے باز اور اُس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

بازِ اسپیدے بکم پیرے دہی — اُو ببُرد ناخنش بہر بہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے — وہ بھلائی کے لئے اُس کے ناخن تراش دیگی

ناخنے کہ اصل کارست و شکار — کوژ کم پیرے ببُرّد کور وار
وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں — کبُڑی بڑھیا، اندھے پن سے کاٹ دے

لہ اللہ اللہ۔ حضرت آسیہ نے فرمایا تو اب تک ٹیڑھی چال چلتا رہا ہے اور گناہوں میں سر بلندی حاصل کرتا رہا ہے۔ عنایت۔ خدائی توجہ۔ عنید۔ سرکش۔ شکر گو۔ اس پر اللہ کا شکر ادا کر ابتک کے گناہ تیری رسوائی کا باعث نہیں ہوئے ہیں۔

لہ۲ کفرِ دوتو۔ خود فرعون کا کفر اور اُس کی قوم کا کفر۔ اسفلے۔ نیچے درجہ کے انسان کو بلندی حاصل ہورہی ہے۔ بازے۔ یعنی توفیقِ خداوندی۔ نیابد۔ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔ چار خلعت۔ وہ چار باتیں جو ایمان لانے پر تجھے حاصل ہوجائینگی۔

لہ۳ گفت۔ حضرت آسیہ کی باتیں سُن کر فرعون نے کہا میں اس معاملہ میں ہامان وزیر سے مشورہ کروں گا۔ کوزکم پیرے۔ کبڑی بڑھیا اور باز کا قصہ آگے نقل فرماتے ہیں۔ اسپیدے۔ سفید باز بہت قیمتی ہوتا ہے۔ ناخنے۔ باز کے تمام ہنروں کا مدار اُس کے پنجوں پر ہے۔ کور وار۔ اندھا پن۔

که کجا بُود ست مادر تا ترا [1] ‏ ناخُناں زینساں دراز ست اے کیا
کہ تیری، ماں کہاں تھی کہ تیرے ناخن اتنے لمبے ہیں، اے بھلے مانس!

ناخُن و مِنقار و پرّش را بُرید ‏ وقتِ مہر ایں می کُند زالِ پلید
ناخن اور اُس کی چونچ اور اُسکے پَر کاٹ ڈالے ناپاک بُڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

چونکہ تُتماجش دِہد اُو کم خورد ‏ خشم گیرد مِہر ہا را بر دَرَد
جب وہ اُس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے

کہ چنیں تُتماج پُختم بہرِ تُو ‏ تو تکبّر می نمائی و عُتُو
کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے

تو سزائی مر ہُماں اِدبار را ‏ نعمت و اقبال کے سازد ترا
تو اُسی بدبختی کے لائق ہے نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آسکتی ہے؟

آبِ [2] تُتماجش دِہد کایں را بگیر ‏ گر نمی خواہی کہ نوشی زاں فطیر
اُس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے

آبِ تُتماجش نگیرد طبعِ باز ‏ زاں بتر رنجد شود خشمش دراز
باز کی طبیعت اُس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے اِس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اُسکا غصہ بڑھ جاتا ہے

از غضب آں آشِ سوزاں بر سرش ‏ زن فرو ریزد شود کل مغفرش
غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اُس کے سر پر عورت ڈال دیتی ہے، اُسکی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے

اشک از اں چشمش فرو ریزد ز سوز ‏ یاد آرد لطفِ شاہِ دل فروز
سوزش سے اُس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اُسکو یاد آتی ہے

زاں [3] دو چشمِ نازنینِ با دلال ‏ کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
اُن نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے جو شاہ کے چہرے کیوجہ سے سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں

چشمِ مازاغش شدہ پر زخمِ زاغ ‏ چشمِ نیک از چشمِ بد با درد و داغ
اُسکی کج نہ ہونیوالی آنکھ کوّے کے زخم سے پُر ہو گئی اچھی آنکھ، بد نظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)

چشمِ دریا بسطتے کز بسطِ اُو ‏ ہر دو عالم می نماید تارِ مُو
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے دونوں جہان ایک بال نظر آتے تھے

گر ہزاراں چرخ در چشمش رود ‏ ہمچو چشمہ پیشِ قلزم گم شود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں

---

[1] کہ کجا۔ بوڑھی عورت نے یہ بھی کہا کہ باز کی ماں کہاں چلی گئی تھی کہ اُس کے ناخن اِس قدر بڑھ گئے ہیں چنانچہ اُس بوڑھی نے اِس باز کے پَر اور چونچ اور پنجے کاٹ ڈالے۔ تُتماج۔ یہ ایک تُرکی کھانا ہے جو دلیے اور شوربے کی طرح کا ہوتا ہے۔ خشم گیرد۔ باز تُتماج کو نہیں پیتا ہے تو بوڑھی اور غضبناک ہوتی ہے اور اُسکی محبت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں۔ عُتو۔ سرکشی۔ اِدبار۔ نحوست۔

[2] آبِ تُتماجش۔ اُسکو تُتماج دیتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر بے خمیری روٹی پسند نہیں ہے تو یہ کھا لے۔ فطیر۔ وہ روٹی جس میں خمیر نہ ہو۔ کل۔ گنجا۔ مِغفر۔ سر پر اوڑھنے کی لوہے کی خود یہاں مراد سر ہے۔ یاد۔ اب اُس باز کو بادشاہ کی محبت یاد آتی ہے۔

[3] زاں دو چشم یعنی باز کی وہ آنکھیں جو نازنین تھیں جن سے وہ شاہ کا دیدار کرتا تھا۔ مازاغ۔ وہ ٹیڑھی نہیں ہے معراج کے واقعہ میں قرآن نے کہا ہے کہ آنحضورؐ کی نگاہیں صحیح پڑیں اور اُن کو دیدارِ رب حاصل ہوا۔ بسط۔ کشادگی۔ قلزم۔ سمندر۔

چشمِ بگذشتہ ازیں محسوسہا[1] — یافتہ از غیب بینی بوسہا

وہ آنکھ جو اُن محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے — غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من — نکتہ گویم ازاں چشمِ حسن

میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں — کہ اُس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں

می چکیدآں آبِ محمودِ جلیل — می ربودے قطرہ اش را جبرئیل

اُس سے وہ قابلِ تعریف عظیم آنسو ٹپکتے — کہ جبرئیلؑ اُس کے قطرے کو لے اُڑتے

تا بمالد در بر و منقارِ خویش — گر دہد دستوریش آں خوب کیش

تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں — اگر وہ پاک خصلت اُن کو اجازت دے

باز گوید[2] خشمِ کم پیرار فروخت — فر و نور و صبر و حلمم را نسوخت

باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اُٹھا ہے — میری شان وشوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا

بازِ جانم باز صد صورت تند — زخم بر ناقہ نہ بر صالح زند

میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کریگا — وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے

صالح ار یکدم کہ آرد باشکوہ — صد چناں ناقہ بزاید متنِ کوہ

(حضرت) صالحؑ اگر ایک پرشوکت پھونک مار دیں — پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے

دل ہمی گوید خموش و ہوشدار — ور نہ درّانید غیرت پود و تار

دل کہتا ہے کہ چُپ اور ہوش میں آ — ورنہ غیرتِ (خداوندی) تانا بانا اُدھیڑ دیگی

غیرتش[3] را ہست صد حلمِ نہاں — ور نہ سوزیدے بیک دم صد جہاں

اُس کی غیرت میں سینکڑوں حلم پوشیدہ ہیں — ورنہ ایک دَم سے سینکڑوں جہان پھونکدے

نخوتِ شاہی گرفتش جای پند — تا دلِ خود را ز پند اُو کرد بند

شاہی تکبر نے اُس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا — حتیٰ کہ اُس نے نصیحت کیجانب سے دل کو روکدیا

کہ کنم با رائے ہاماں مشورت — کوست پشتِ ملک و قطبِ مقدرت

کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا — کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے

مصطفیٰؐ را رایِ زن صدیقِ رضؓ — رایِ زن بوجہل را شد بولہب

حضرت مصطفیٰؐ کے مشیر اللہ کے صدیقؓ ہیں — ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا

عرقِ جنسیت چنانش جذب کرد — کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد

ہم جنس ہونے کی رگ نے اُسکو ایسا کھینچا — کہ وہ نصیحتیں اُس کے لئے ٹھنڈی پڑ گئیں

---

[1] چشم۔ باز سے مراد اللہ کا وہ ولی ہے جو مخالف جاہلوں میں پھنس جاتا ہے ایسے ولی کی آنکھیں محسوسات سے گذر کر مغیبات سے لطف اندوز ہوتی ہیں۔ می چکید۔ وہ آنسو اس قدر قیمتی ہوتا ہے کہ اُس کو حضرت جبرئیلؑ اٹھا لیتے ہیں اور تبرکاً اپنے جسم پر ملتے ہیں۔

[2] باز گوید۔ وہ ولی جو دشمن کے ہاتھوں تکلیف اٹھا رہا ہے کہتا ہے کہ مخالفوں کے غصہ سے میرے استقلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا ہے۔ بازِ جانم۔ اگر مادی جسم ہلاک بھی ہوجائے تو کیا پروا ہے اس کی مثال تو حضرت صالحؑ کی اونٹنی کی سی ہے خصوصیت حضرت صالحؑ میں تھی نہ کہ اونٹنی میں۔

[3] غیرتش۔ غیرتِ خداوندی بڑی بُردبار ہے ورنہ اس طرح کے غیبی راز افشا کرنے سے وہ اس قدر غضبناک ہوجاتی کہ عالم کو تباہ کردیتی۔ نخوت۔ یعنی فرعون کا شاہی تکبر نصیحت قبول کرنے سے مانع بنا۔ کہ کنم۔ تکبر کی وجہ سے اُس نے کہا میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کروں گا۔ مصطفیٰؐ۔ ہم جنس اپنی جنس سے مشورہ کرتا ہے آنحضورؐ کے مُشیر حضرت ابوبکرؓ تھے اور ابوجہل کا مُشیر ابولہب تھا۔ نصیحتہا۔ یعنی حضرت آسیہ کی نصیحتیں۔

جنس[۱] سوی جنس صد پرہ پرد — بر خیالش پردہ ہا را بر درد

جنس، جنس کی جانب سینکڑوں پروں سے اڑتی ہے — اُس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصۂ آں زن کہ طفلِ اُو بر سرِ ناوداں غژیدہ بود و خطرِ افتادن داشت

اُس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا

واز امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جُستن مادرِ اُو

اور اُس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیشِ مُرتضیٰ — گفت شُد بر ناوداں طفلے مرا

ایک عورت (حضرت) مرتضیٰ ؓ کے پاس آئی — بولی، میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے

گرش میخوانم نمی آید بدست — ور ہلم ترسم کہ اُفتد اُو بہ پست

اگر میں اُس کو بُلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے — اگر چھوڑتی ہوں، ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے

نیست[۲] عاقل تا کہ دریابد چو ما — گر بگویم کز خطر سوی من آ

وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے — اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آجا

ہم اشارت را نمی داند بدست — ور بداند نشنود اینہم بدست

وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے — اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی بُرا ہے

بس نمودم شیر و پستاں را بدو — اُو ہمی گرداند از من چشم و رُو

میں نے اُس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی — وہ مجھ سے آنکھ اور مُنہ پھیر لیتا ہے

از برائے حق شمائید اے مہاں — دستگیر ایں جہان و آں جہاں

اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں — اس جہان اور اُس جہان کے دستگیر

زُود درماں کُن کہ می لرزد دلم — کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم

جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے — کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں

گفت[۳] طفلے را بر آور ہم ز بام — تا بہ بیند جنسِ خود را آں غلام

فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا — تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے

سُوی جنس آید سبک زاں ناوداں — جنس بر جنس ست عاشق جاوداں

وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کیطرف آجائیگا — ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

زن چناں کرد و چو دید آں طفلِ اُو — جنسِ خود خوش خوش بدو آورد رُو

عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اُس بچہ نے اسکو دیکھا — اُس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رُخ کر دیا

۱ جنس۔ ہر چیز اپنی ہم جنس کی طرف تیزی سے جاتی ہے۔ قصہ۔ حضرت علیؓ نے مشورہ دیا کہ ایک بچہ چھت پر چھوڑ دیا جائے وہ بچہ پرنالے سے اسکے پاس آجائے گا۔ مرتضیٰ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ ناوداں۔ پرنالہ۔ پست۔ یعنی پرنالے سے زمین پر۔

۲ نیست۔ اُس میں اتنی عقل نہیں کہ اس خطرے کو محسوس کر سکے۔ بدست۔ پہلے مصرع کے آخر میں بمعنی از دست ہو دوسرے مصرع کے آخر میں بمعنی "بُرا ہے" ہے۔ کہ بدرد۔ یعنی میرا بچہ ہلاک ہو جائے۔

۳ گفت۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایک بچہ چھت پر بٹھا دے وہ بچہ پرنالے سے اُس کے پاس آجائے گا۔ زن۔ اُس عورت نے حضرت علیؓ کے مشورہ پر عمل کیا وہ بچہ اُس بچے کے پاس آگیا۔

سوئے بام آمد ز متنِ ناوداں ⁵¹ — جاذبِ ہر جنس را ہم جنس داں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آ گیا — ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ

غژ غژاں آمد بسوئے طفل طفل — وارہید او از فتادن سوئے سِفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آ گیا — نیچے گرنے سے نجات پا گیا

زاں بُود جنسِ بشر پیغمبراںؑ — تا بجنسیّت رہند از ناوداں
اسی لئے پیغمبرؑ انسان کی جنس کے ہوتے ہیں — تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالے سے نجات پا جائیں

پس بشر فرمود خود را مثلکم — تا بجنس آیند و کم گردند گُم
پس انھوں نے اپنے آپ کو تم جیسا انسان کہا — تاکہ ہم جنس کی طرف آ جائیں اور گم نہ ہوں

زانکہ جنسیت عجائب جاذبے ست — جاذبش جنس ست ہر جا طالبے ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے — جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے

عیسیٰ ⁵² و ادریسؑ بر گردوں شدند — با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
حضرت عیسیٰؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے — چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے

باز آں ہاروت و ماروت از بلند — جنسِ تن بودند زاں زیر آمدند
پھر وہ ہاروت اور ماروت بلندی سے — (چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آ گئے

کافراں ہم جنسِ شیطاں آمدہ — جانِ شاں شاگردِ شیطاناں شدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں — اُن کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی

صد ہزاراں خوئے بد آموختہ — دیدہ ہائے عقل و دل بر دوختہ
اُنھوں نے لاکھوں بُری عادتیں سیکھ لیں — عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں

کمتریں ⁵³ خوشاں بُد ستے ایں حسد — آں حسد کہ گردنِ ابلیس زد
حسد اُن کی کم از کم عادت ہے — وہ حسد جس نے شیطان کی گردن مار دی

زاں سگاں آموختہ حقد و حسد — کہ نخواہد خلق را مُلکِ ابد
اُنھوں نے اُن کتّوں سے کینہ اور حسد سیکھا — جو مخلوق کے لئے اَبدی سلطنت نہیں چاہتے

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست — از حسد قولنجش آمد درد خاست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحبِ کمال دیکھتا ہے — تو حسد کی وجہ سے اُس کو قولنج کا درد ہوتا ہے

زانکہ ہر بد بختِ خرمن سوختہ — می نخواہد شمعِ کس افروختہ
کیونکہ جس بد بخت کا کھلیان جل گیا ہو — وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو

---

⁵¹ سوئے بام۔ وہ بچہ پرنالہ سے چھت پر آ گیا۔ جاذب۔ کھینچنے والا۔ سِفل یعنی زمین۔ زاں۔ چونکہ ہر چیز اپنی جنس کی طرف مائل ہوتی ہے اسی لئے انسان پیغمبر بنائے گئے ہیں۔ مثلکم۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ طالب۔ جو طلبگار رہتا ہے اُس کو اُس کی جنس اپنی طرف کھینچتی ہے۔

⁵² عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ادریسؑ آسمان پر بلا لئے گئے۔ چونکہ وہ ملائک کے ہم جنس تھے۔ ہاروت۔ ہاروت اور ماروت فرشتے تھے لیکن انسانوں کے ہم جنس تھے۔ آسمان سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ کافراں۔ کافر شیطان کے ہم جنس ہیں اسی لئے اُن سے اُن کی عادتیں سیکھ لیتے ہیں۔

⁵³ کمتریں۔ حسد شیطان کی خصلت ہے جو کافروں نے اُس سے سیکھ لی ہے۔ مُلکِ ابد یعنی آخرت کی زندگی۔ ہر کرا۔ شیطان چونکہ اپنا سب کچھ تباہ کر چکا ہے اسلئے وہ کسی کی نیکی کو برداشت نہیں کرتا ہے اور کسی کی نیکی کی شمع کو روشن نہیں دیکھ سکتا

ہین[1] کمالے دست آور تا تو ہم — از کمالِ دیگراں نفتی بغم

خبردار! کمال حاصل کر۔ تاکہ تو بھی — دوسروں کے کمال سے غم میں مبتلا نہ ہو

از خدا می خواہ دفعِ ایں حسد — تا خدایت وا رہاند زیں حسد

اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ — تاکہ خدا تجھے اِس حسد سے نجات دیدے

مر ترا مشغولیٔ بخشد دروں — کہ نہ پردازی ازاں سوی بروں

تجھے (اپنے) باطن کی مصروفیت عطا کردے — تاکہ تو اُس جانب سے باہر مشغول نہ ہو

جرعۂ مے را خدا آں می دہد — کہ بدو مست از دو عالم می رہد

خدا اُس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کردیتا ہے — کہ اُس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے

خاصیت[2] بنہادہ در کفِ حشیش — کو زمانے می رہاند از خودیش

ایک مٹھی بھنگ میں اُس نے خاصیت رکھی ہے — کہ وہ اُس کو تھوڑی دیر کیلئے خودی سے چھڑا دیتی ہے

خواب را یزداں بداں ساں میکند — کز دو عالم فکر را برمی کند

نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے — کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے

کرد مجنوں را ز عشقِ پوستے — کو نہ بشناسد عدو از دوستے

مجنوں کو کھال کے عشق سے ایسا کر دیا — کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا

صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او — کہ بر ادراکاتِ تو بگمارد او

وہ اِس طرح کی لاکھوں چیزیں رکھتا ہے — جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے

ہست میہائے شقاوت نفس را — کز رہِ بیروں برد آں نحس را

بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں — جو اُس منحوس کو گمراہ کردیتی ہیں

ہست[3] میہائے سعادت عقل را — کہ بیابد منزلِ بے نقل را

نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں — کہ وہ منتقل نہ ہونیوالی منزل کو حاصل کرلیتی ہے

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش — برکند زاں سو بگیرد راہ پیش

وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو — اُکھاڑ دیتی ہے اور اُس جانب آگے راستہ اختیار کرتی ہے

ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو — ہست عیسیٰ مستِ حق خر مستِ جو

خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا — حضرت عیسیٰ اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے

ایں چنیں مے را بجو زیں خنبہا — مستیش نبود ز کوتہ دُنبہا

ان مٹکوں سے ایسی شراب پی — اُس کی مستی کوتاہ دُم والوں کیلئے نہیں ہے

---

[1] ہین۔ اگر انسان کے پاس کمال نہیں ہوتا ہے تو وہ دوسروں پر حسد کرتا ہے اور دوسرے کے کمال کو دیکھ کر غم میں مبتلا ہوتا ہے۔ نفتی۔ نہ اُفتی کا مخفف ہے۔ از خدا۔ حسد کا دفعیہ خدا کر سکتا ہے۔ مشغولیے۔ اگر انسان اپنے احوال میں مشغول ہوتا ہے تو اُس کو دوسرے کے دیکھنے کا موقع نہیں ملتا اور وہ حسد سے محفوظ رہتا ہے۔ جرعہ۔ خدا نے بہت سی چیزوں میں وہ خاصیت رکھی ہے جو دوسروں میں مشغول ہونے سے محفوظ کر دیتی ہے۔

[2] خاصیت۔ بھنگ بھی دوسروں کے احوال سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ کرد۔ مجنوں لیلیٰ کے ظاہر پر عاشق ہو کر دوسروں سے غافل ہو گیا تھا۔ صد ہزاراں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی پیدا فرمائی ہیں جو دوسروں کے احوال سے غافل بنا دیتی ہیں۔ ہست۔ نفس ایسی مستیوں میں مبتلا ہے جو اُسکو راہِ مستقیم سے غافل بنا دیتی ہیں۔

[3] ہست۔ عقل ایسی مستیوں میں رہتی ہے جس سے وہ ابدی مقام حاصل کرلیتی ہے جس کے نتیجہ میں اُس کی پرواز آسمانوں سے بالا ہو جاتی ہے۔ ہین۔ انسان کو مستیوں میں فرق کرنا چاہیے ہر مستی محمود نہیں ہے حضرت عیسیٰؑ کی مستی اور خرِ عیسیٰ کی مستی جداگانہ ہے۔ خنب۔ خم۔

لہ زانکہ ہر معشوق چوں خُنبِ ست پُر
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پُر ہے
آں یکے دُرد و دگر صافی چو دُر
ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے

مَے شناسا ہیں بچش با احتیاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ
تا مئے یابی مُنزّہ ز اختلاط
تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے

مَے شناسا ہیں بچش از ذوقِ خَش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ
آں مئے صافی کز و گردی خَمُش
اُس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہوجائے

ہر دو مستی می دہندت لیک ایں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ
مستیت آرد کشاں تا ربِّ دیں
مستی تجھے دین کے رب کیطرف کھینچ کرلاتی ہے

تا رہی از مکر و وسواس و حِیَل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پاجائے
بے عِقالِ عقل در رقصِ الجمل
وہ عقل کی رسّی کے بغیر اُچھل کود میں ہے

لہ انبیاء چوں جنسِ روح اند و مَلَک
انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں
مر ملک را جذب کردند از فلک
فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا

باد جنسِ آتش ست و یارِ اُو
ہوا، آگ کی جنس اور اُس کی یار ہے
کہ بُود آہنگِ ہر دو بر عُلو
کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے

چوں بہ بندی تو سرِ کوزہ تہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے
درمیانِ حوض یا جوئے نہی
حوض یا نہر میں اُس کو رکھے

تا قیامت اُو فرو ناید بہ پست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رُخ نہ کریگا
کہ دلش خالی ست در وے باد ہست
کیونکہ اُس کا پیٹ خالی ہے اسمیں ہوا ہے

مَیلِ بادش چوں سوئے بالا بُود
چونکہ اُس کی ہوا کا میلان اوپر ہے
ظرفِ خود را ہم سوئے بالا کشد
وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی

لہ باز آں جانہا کہ جنسِ انبیاست
پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں
سوئے ایشاں کَش کشاں چوں سایہاست
وہ سایوں کی طرح اُن کی جانب کشش میں ہیں

زانکہ عقلش غالب ست و بے زشک
کیونکہ اُس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے
عقل جنسِ آمد بخلقت با ملک
عقل، خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے

واں ہوای نفس غالب بر عدو
خواہشِ نفسانی دشمن پر غالب ہے
نفس جنسِ اسفل آمد شہ بدو
نفس، اسفل کا ہم جنس ہے اُس پر تُف ہے

لہ زانکہ۔ ہر شئے کی صحبت میں کشش ہوتی ہے لیکن ہر کشش کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ مے شناسا سالک کو امتیاز کرنا چاہیئے اور وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے جو خالص ہو۔ گردی خمش۔ اُس کشش کو اختیار کرنا چاہیئے جو "آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد" کا مصداق ہو۔ تا ربِّ دیں۔ جو کشش خدا کی طرف لے جائے وہ کشش اختیار کرنی چاہیئے۔ رقص الجمل۔ اونٹ کا رقص یعنی بے قاعدہ اُچھل کود۔

لہ انبیا۔ انبیا کا تعلق ملاءِ اعلیٰ سے ہوتا ہے اسلئے فرشتے اُن تک پیغام لاتے ہیں۔ باد۔ ہوا اور آگ کا عروج اوپر کی جانب ہے۔ چوں۔ خالی پیالے کو اگر سر بند کرکے پانی میں ڈالو تو چونکہ اُس میں ہوا بھری ہوئی ہے وہ نیچے نہ جائیگا۔ میلِ بادش۔ وہ ہوا اُس پیالے کو بھی نیچے نہ جانے دیگی۔

لہ باز۔ جو روحیں انبیاء کی ہم جنس ہیں وہ انبیا کے ساتھ سایہ کی طرح لگی رہتی ہیں۔ زانکہ۔ اُن لوگوں میں عقل کا غلبہ ہوتا ہے اور عقل فرشتہ کی ہم جنس ہے۔ ہوای نفس۔ خواہشاتِ نفس کا میلان اسفل کی طرف ہے۔ ثُمّ بدو۔ اُس پر تف ہے۔

بُود قبطی[1] جنسِ فرعونِ ذمیم — بُود سبطی جنسِ موسیٰ کلیم
قبطی بُرے فرعون کا ہم جنس تھا — سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا

بُود ہاماں جنسِ تر فرعون را — برگزیدش بُرد تا صدرِ سرا
ہامان، فرعون کا ہم جنس تھا — اُس نے اُس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا

لاجرم از صدر در قعرش کشید — کہ ز جنسِ دوزخ اند آں دو پلید
لامحالہ اُس نے اُسکو بلندی سے گہرائی کیطرف کھینچا — کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے

ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضدِّ نور — ہر دو چوں دوزخ ز نورِ دل نفور
دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں — دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں

زانکہ دوزخ گوید اے مومن تو زود — برگذر کہ نورت آتش را ربود
کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد — گذر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

دربیانِ[2] حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جُز یا مومن فانَّ نورکَ اطفاءَ ناری

آنحضورؐ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گذر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورت می کُشد — آتشم را چوں کہ دامن می کشد
اے مومن! گذر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے — میری آگ کو، جب وہ ناز سے چلتا ہے

می رمد آں دوزخی از نور ہم — زانکہ طبعِ دوزخستش اے صنم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے — اے پیارے! کیونکہ اُس کا مزاج دوزخی ہے

دوزخ از مومن گریزد آنچناں — کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں
دوزخ، مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح — مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے

زانکہ جنسِ نار نبود نورِ او — ضدِّ نار آمد حقیقت نور جو
اُس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے — نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے

در حدیث[3] آمد کہ مومن در دعا — چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں — خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے

دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں — کہ خدایا دور دارم از فلاں
دوزخ اُس سے (دل و) جان سے پناہ چاہتی ہے — کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ

جاذبہ جنسیت اکنوں بہ بیں — کہ تو جنسِ کیستی از کفر و دیں
جنسیت کی کشش ہے، اب تو دیکھ لے — کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟

---

١ قبطی۔ فرعون کی قوم کا۔ سبطی، بنی اسرائیلی۔ ہامان۔ فرعون کا وزیر باوجود اسرائیلی ہونے کے فرعون کا ہم جنس تھا اسی لئے فرعون نے اُسکو مشورہ کے لئے منتخب کیا۔ لاجرم۔ ہامان کے مشورے سے وہ تباہی کے گڑھے میں گر گیا۔ زانکہ۔ دوزخ اور نور میں تضاد ہے، دوزخ نورِ ایمان سے متنفر اور نور دوزخ سے متنفر ہے۔

٢ دربیان۔ اس حدیث سے نور اور نار کے تضاد کو سمجھانا مقصود ہے۔ بگذر۔ جس وقت مومن پل صراط سے گذرے گا جہنم یہ کہے گی۔ نور جو۔ یعنی جنتی۔

٣ درحدیث۔ یہ مضمون حدیث میں مذکور ہے۔ جاذبہ۔ ہر انسان میں جنسیت کا جذبہ ہوتا ہے غور کر لینا چاہئے کہ اُس میں کفر کی کشش ہے یا دین کی کشش ہے۔

گر بہ ہاماں مائلی ہامانیی — ور بموسیٰؑ مائلی سُبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے — اگر تو موسیٰؑ کی طرف مائل ہے تو ربّانی ہے

ور بہر دو مائلی انگیختہ — نفس و عقلی ہر دو آں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے، اُکسایا ہوا ہے — تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں

ہر دو در جنگند ہان و ہاں بکوش — تا شود بر نفسِ غالب عقل و ہوش
دونوں برسرِ پیکار ہیں، ہاں ہاں کوشش کر — تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آ جائے

ساغرِ صدق از کفِ موسیٰؑ بنوش — تا شود غالب معانی بر نقوش
(حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی — تاکہ معانی، نقوش پر غالب آ جائیں

در جہانِ جنگ شادی ایں بس است — کہ ببینی بر عدو ہر دم شکست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے — کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے

جہد کُن تا خصمت اشکستہ شود — گرچہ فرعونِ دنی ایں نشنود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے — خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے

ایں حدیث آمد درازاے ناگزیر — باز گو اضلالِ فرعونِ مُشیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری تھی — فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

مشورت کردنِ فرعون با وزیرش ہامان در ایمان آوردنِ بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں ستیزہ رُو بسختی عاقبت — گفت با ہاماں برای مشورت
بالآخر اُس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے — مشورے کی غرض سے، ہامان سے کہا

وعدہای آں کلیم اللہ را — گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہؑ کے وعدوں کو — اُس گمراہ سے کہا اور اُس کو رازدار بنا لیا

گفت با ہاماں چو تنہاییش بدید — جست ہامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اُس سے کہا — ہامان اُچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا

بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں — کوفت دستار و کُلہ را بر زمیں
اُس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا — ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا

کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ — اینچنیں گُستاخ آں حرفِ تباہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟ — وہ بُری بات ایسے گستاخ نے

۱ گر بہ ہاماں۔ اگر انسان ہامان کی طرف مائل ہے تو وہ ہامان کی جنس سے ہے اور اگر موسیٰؑ کی طرف میلان ہے تو وہ انسان اللہ والا ہے۔ ور بہر دو۔ اگر انسان کا خیر اور شر دونوں کی طرف میلان ہے تو معلوم ہوا کہ اُس میں نفس اور عقل کی کشمکش جاری ہے۔ ساغر۔ ایسے انسان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اُس پر عقل کا غلبہ رہے۔

۲ در جہاں۔ اِس کشمکش میں کامیابی یہ ہے کہ انسان ہر وقت نفس کو مغلوب رکھے۔ گرچہ۔ جس کی طبیعت فرعونی ہو گی وہ اِس نصیحت کو قبول نہ کریگا۔ اضلال۔ یعنی ہامان نے فرعون کو کس طرح گمراہ کیا۔

۳ آں ستیزہ رُو۔ یعنی فرعون۔ کلیم اللہؑ۔ حضرت موسیٰؑ نے ایمان لانے پر جو وعدے کئے تھے وہ سب ہامان سے کہدیئے۔ جست۔ ہامان اُچھلا اور اُس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کہ چگونہ۔ اور کہنے لگا کہ موسیٰؑ کو کیسے جرأت ہوئی کہ تجھ جیسے شاہ سے ایسی باتیں کرے۔

جُملہ عالم را مُسخّر کردہ تو ١ ۔ کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے ۔ تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے

از مشارق وز مغارب بے لجاج ۔ سوی تو آرند سلطاناں خراج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے ۔ بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں

بادشاہاں لب ہمی مالند شاد ۔ بر ستانہ خاکِ تو اے کیقباد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں ۔ اے عالیمقام تیرے آستانہ کی خاک پر

اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما ۔ رُو بگرداند گریزد بے عصا
باغی گھوڑا جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے ۔ بغیر ڈنڈے کے رُخ پھیر لیتا ہے، بھاگ جاتا ہے

تاکنوں ٢ معبود و مسجودِ جہاں ۔ بودہ، گردی کمینہ بندگاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود ۔ رہا ہے، (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا

در ہزار آتش شُدن زیں خوشتر ست ۔ کہ خداوندے شود بندہ پرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے ۔ کہ ایک آقا غلام پرست بنے

نے بکُش اوّل مرا اے شاہ ہیں ۔ تا نہ بیند چشمِ من بر شاہ ایں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے ۔ تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے

خسروا اوّل مرا گردن بزن ۔ تا نہ بیند ایں مذلّت چشمِ من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے ۔ تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے

خود ٣ نبُود ست و مبادا ایں چنیں ۔ کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو ۔ کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین

بندگانماں خواجہ تاشِ ما شوند ۔ بیدلاماں دلخراشِ ما شوند
ہمارے غلام، ہمارے ہمسر بنیں ۔ ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں

چشمِ روشن دشمنان و دوست کُور ۔ گشت مارا ایں گلستاں قعرِ گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا ۔ تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

تزییفِ سخنِ ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ
فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشناخت او ۔ نرد را کورانہ کژ می باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا ۔ اُس نے اندھے پن سے بازی اُلٹی چلی

---

١ جملہ عالم ۔ ہامان نے فرعون سے کہا کہ تو نے تمام عالم کو تابع فرمان بنا لیا ہے۔ اور سلطنت کے معاملات کو سونے کی طرح چمکدار کر دیا ہے۔ لجاج ۔ جھگڑا۔ خراج ۔ وہ محصول جو بادشاہ کو ادا کیا جائے۔ بادشاہاں ۔ دنیا کے بادشاہ تیرے در کی خاک چاٹنا فخر سمجھتے ہیں۔ اسپ باغی ۔ مخالف لشکر ہمارے لشکر کو دیکھ کر بھاگ پڑتا ہے۔

٢ تاکنوں ۔ تو اب تک معبود بنا ہوا ہے لوگ تجھے سجدے کرتے ہیں اب تو غلاموں کا غلام بنے گا ایسی زندگی سے ہزار آگیں بہتر ہیں۔ نے بکش ۔ موسیٰ پر ایمان لانے سے پہلے مجھے قتل کر دے تاکہ تیری یہ رُسوائی اور ذلت میری آنکھیں نہ دیکھیں۔

٣ خود ۔ یہ اب تک نہیں ہوا کہ بادشاہ غلام، اور غلام بادشاہ بنے اور نہ ہوگا۔ بندگانماں ۔ یہ اسرائیلی جو اب تک ہمارے غلام ہیں وہ شریکِ سلطنت بنیں۔ چشمِ روشن دشمناں ۔ اس حالت سے دوست رنجیدہ ہونگے اور دشمن خوش ہونگے۔ اور ہمارا عیش و عشرت خاک میں مل جائیگا۔ تزییف ۔ کھوٹا پن۔ دوست ۔ اُس ہامان کو دوست اور دشمن میں تمیز نہ تھی لہٰذا وہ اُلٹی بازی کھیل رہا تھا۔

دشمنِ[1] تو جز تو نبود اے لعیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے

بیگناہاں را مگو دشمن بکیں
کینہ سے، بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ

پیشِ تو ایں حالتِ بد دولت است
تیرے لئے یہ بُری حالت دولت ہے

کہ دَوا دَو اوّل و آخر لت است
کہ جس کی ابتدا بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے

گر ازیں دولت نتازی خز خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا

ایں بہارت را ہمی آید خزاں
تیری اس بہار پر خزاں آجائے گی

مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں

کہ سرِ ایشاں زتن ببریدہ اند
جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں

مشرق و مغرب کہ نبود برقرار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں

چوں کنند آخر کسے را پائیدار
وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟

تو بداں[2] فخر آوری کز ترس و بند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے

چاپلوست گشت مردم روز چند
چند روز کیلئے انسان تیرے خوشامدی بنگئے ہیں

ہر کرا مردم سجودے می کنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں

زہر اندر جانِ او می آگنند
اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں

چونکہ برگردد ازو آں ساجدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے رُوگردانی کرتا ہے

داند او کاں زہر بود و موبدش
وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا

اے[3] خنک آں را کہ ذلت نفسہٗ
مبارک باد ہے اسکے لئے جس کا نفس خاکسار بنا

وایِ آں کز سرکشی شد چوں کہِ او
اس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بنگیا

ایں تکبر زہرِ قاتل داں کہ ہست
اس تکبر کو زہرِ قاتل سمجھ کہ جو ہے

از مئے پُر زہر گشت آں گیج و مست
زہر بھری شراب (کی قسم) سے (جس نے) وہ احمق اور مست بنا ہے

چوں مئے پُر زہر نوشد مدبرے
جب کوئی بدنصیب زہر ملی ہوئی شراب پیتا ہے

از طرب یکدم بجنباند سرے
تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے

بعد یکدم زہر در جانش فتد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اسکی جان میں اثر کرتا ہے

زہر در جانش کند داد و ستد
زہر اسکی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے

گر نداری زہریش را اعتقاد
اگر تو اسکے زہر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا ہے

گرچہ زہر آمد نگر در قوم عاد
اگرچہ وہ زہر ہے، قومِ عاد کو دیکھ لے

۱ہ دشمنِ تو۔ مولانا کی طرف سے ہامان کا جواب ہے کہ تو خود اپنا دشمن ہے بے قصور لوگوں کو دشمن نہ سمجھ۔ دولت۔ تو اس دنیا کو دولت سمجھتا ہے جس کی ابتدا بھاگ دوڑ ہے اور آخر میں وہ لات مار کر چل دیتی ہے۔ گر۔ اگر انسان خود دنیا کو نہیں چھوڑتا ہے تو دنیا خود اُسے چھوڑ دیتی ہے۔ مشرق۔ دنیا نے بہت سے شاہوں کو قتل کیا ہے۔ برقرار۔ دنیا ناپائیدار ہے وہ کسی کو پائیداری کیا دے سکتی ہے۔

۲ہ تو بداں۔ مجبوری سے چند انسان تعظیم کرنے لگتے ہیں تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے۔ ہر کرا۔ لوگوں کی تعظیم ایک زہر ہے جو انسان کی روح کو ہلاک کرتا ہے۔ چونکہ۔ خود سجدہ کرنے والے بھی اس زہر سے متاثر ہوتے ہیں اور اُن کو اس زہر کا پتہ جب چلتا ہے جب اُن کو ہوش آتا ہے۔ موبد۔ آتش پرستوں کا سردار۔

۳ہ اے خنک۔ جو لوگ دنیا میں فروتنی اختیار کرتے ہیں وہ بڑے خوش نصیب ہیں۔ تکبر۔ تکبر ایک زہر ملی ہوئی شراب ہے۔ چوں۔ تکبر کی شراب پی کر کچھ دیر انسان مستی کا اظہار کرتا ہے۔ بعد یک دم۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ زہر اثر دکھاتا ہے۔ قوم عاد۔ یہ قوم تکبر کے زہر سے ہلاک ہوئی ہے۔

۱ چونکہ شاہے دست یابد بر شہے — بکشدش یا باز دارد در چہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے — اسکو قتل کر دیتا ہے یا اُس کو کوئیں میں قید کر دیتا ہے

ور بیابد خستۂ افتادہ راہ — مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے — بادشاہ اُسکی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے

گر نہ زہر ست آں تکبر پس چرا — کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟ — اُس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا

ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت — زیں دو جنس زہر را باید شناخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟ — زہر کی اِن دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے

۲ راہزن ہرگز گدائے را نزد — گرگ گرگ مردہ را ہرگز گزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا — بھیڑیے نے کسی مُردہ بھیڑیے کو کبھی نہیں پھاڑا

خضر کشتی را برائے آں شکست — تا تواند کشتی از فجار رست
(حضرت) خضرؑ نے کشتی اِسی لئے توڑی — تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے

چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو — امن در فقر ست اندر فقر رو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے، شکستہ ہو جا — امن فقر میں ہے فقر اختیار کر

آں کہے کو داشت از کاں نقد چند — گشت پارہ پارہ از زخم کلند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا — وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

تیغ بہر اوست کو را گردنیست — ۳ سایۂ کافگندہ ست بر وے زخم نیست
تلوار اُس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے — وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اُس پر وار نہیں ہے

مہتری نفط ست و آتش اے غوی — اے برادر چوں بر آذر می روی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے — اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟

ہر چہ او ہموار باشد با زمیں — تیرہا را کے ہدف گردد ببیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو — وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے

سر برآرد از زمیں آنگاہ او — چوں ہدفہا زخم یابد بے رفو
وہ زمین سے سر اُبھارتی ہے تب وہ — نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے

نردبانِ خلق ایں ما و منی ست — عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے — انجام کار اِس سیڑھی سے گر پڑنا ہے

---

۱ چونکہ۔ تکبر کے زہر ہونے کی ایک مثال یہ ہے کہ شاہ اپنے تکبر کی وجہ سے مارا جاتا ہے اور زخمی سپاہی بچ جاتا ہے۔ گر نہ زہر ست۔ اِس بادشاہ کے مارے جانے کا سبب اِس کا زہر تکبر ہے۔ ویں دگر۔ اُس کی خستہ حالی اُس پر رحم کا سبب بنی۔

۲ راہزن۔ ڈاکو بھی متکبر مالدار کو لوٹتا ہے۔ گرگ بھیڑیا بھی متکبر زندہ بھیڑیے کو پھاڑتا ہے۔ خضر۔ کشتی کی شکستگی اُس کی نجات کا سبب ہے۔ چوں شکستہ۔ شکستہ حالی نجات کا سبب ہے تو انسان کو شکستہ حال ہونا مناسب ہے۔ کہے۔ جس پہاڑ میں کانیں ہوتی ہیں اُس کی کھدائی ہوتی ہے۔ تیغ۔ گردن متکبر، سر بلند کی کٹتی ہے۔

۳ سایہ۔ سایہ پست چیز ہے اُس پر تلوار نہیں چلائی جاتی۔ نفط۔ ایک مادہ ہے جو آگ کو جلد پکڑ لیتا ہے۔ ہموار۔ ہموار زمین کو تیروں کا نشانہ نہیں بنایا جاتا۔ سر برآرد۔ جو چیز زمین سے سر اُبھارتی ہے وہی نشانہ بنتی ہے۔ نردبان۔ تکبر اور خودی انسانوں کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جس سے پھسل کر زمین پر گرتا ہے۔

ایں[۱] فروع ست و اصولش آں بود — کہ ترفُّع شرکت یزداں بود

یہ فروعی باتیں ہیں اور اُس کی اصل یہ ہے — کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے

چوں نہ مُردی و نہ گشتی زندۂ زو — باغیی باشی بشرکت مُلک جو

جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اُس کے ذریعہ زندہ نہوا — تو باغی ہوگا، شرکت کے ذریعہ مُلک کا جویاں ہوگا

چوں بدُو زندہ شدی آں خود دُوست — وحدت محض ست آں شرکت کے ست

جب تو اُس کے ذریعہ زندہ ہوگیا وہ خود وہ ہے — خالص وحدت ہے، یہ شرکت کب ہے؟

شرح[۲] ایں در آئینہ اعمال جُو — کہ نیابی فہم ایں از گفتگو

اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر — کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا

گر بگویم آنچہ دارم در درُوں — بس جگرہا گردد اندر حال خوں

اگر میں وہ کہدوں جو دل میں رکھتا ہوں — تو بہت سے جگر فوراً خون ہوجائیں گے

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست — بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست

بس کرتا ہوں، عقلمندوں کیلئے یہ کافی ہے — میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے

حاصل[۳] آں ہاماں بداں گفتار بد — ایں چنیں راہے براں فرعون زد

خلاصہ یہ ہے کہ اُس ہامان نے بُری گفتگو کے ذریعہ — ایسا راستہ فرعون پر بند کردیا

لُقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں — از گلوی اُو بُریدہ ناگہاں

دولت کا لُقمہ مُنہ تک پہنچ چکا تھا — اچانک اُس کے گلے سے جُدا کردیا

خرمن فرعون را داد او بباد — ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد

اُس نے فرعون کا کھلیان برباد کردیا — (خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو

از چنیں ہمراہ بد دوری گزیں — زینہار اللہُ اعلمُ بالیقیں

ایسے بُرے ساتھی سے دُوری اختیار کر — خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

نومید شدنِ موسیٰؑ از ایمان آوردنِ فرعون وجا یافتن سخنِ ہامانِ لعین در دلِ فرعون

حضرت موسیٰؑ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہوجانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کرلینا

گفت موسیٰؑ لُطف بنمودیم و جُود — خود خداوندیت را روزی نبود

(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی — آقائی خود تیرے مُقدر میں نہ تھی

[۱] ایں۔ تکبر کی یہ صورتیں تو فروعی ہیں بنیادی بات یہ ہے کہ تکبر دراصل خدائی میں شرکت کا دعویٰ ہے۔ چوں۔ وحدت الوجود کے نظریہ کے مطابق اگر تونے خود کو فانی نہیں بنایا اور بقا باللہ نہ حاصل کیا تو خدا کا باغی ہے چوں بدُو جب تجھے بقا باللہ کا مقام حاصل ہوجائے تو اب تیرا وجود خود خدا کا وجود ہے اور یہ خالص توحید ہے۔

[۲] شرح۔ وحدت الوجود کے مسئلہ کی تشریح گفتگو کے ذریعہ ممکن نہیں یہ مقام حاصل ہوجانے سے اُس کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ گر بگویم۔ اس مسئلہ کے متعلق اگر میں اپنے پورے خیالات ظاہر کروں تو لوگوں کے جگر خون بن جائیں گے لہٰذا انہی اشارات پر اکتفاء کرتا ہوں جو عقلمندوں کے لئے کافی ہیں۔

[۳] حاصل۔ غرضیکہ فرعون نے ہامان سے مشورہ کیا اور اُس نے اُس کی راہ ہدایت مسدود کردی۔ لُقمہ۔ قریب تھا کہ وہ ہدایت حاصل کرلیتا لیکن ہامان اُس کی بربادی کا سبب بن گیا خدا ایسا وزیر کسی بادشاہ کو نہ دے جو بربادی کا سبب بنے۔ گفت موسیٰ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ ہم تو ابدی سلطنت دینا چاہتے تھے لیکن فرعون کے مقدر میں نہ تھی

آں[۱] خداوندی کہ نبود راستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو
مُردُرا نے دست داں نے آستیں
سمجھ لے اُس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستیں

آں خداوندی کہ دُزدیدہ بُوَد
وہ آقائی جو چُرائی ہوئی ہو
بے دل و بے جان و بے دیدہ بُود
وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے

آں خداوندی کہ دادندت عوام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے
باز بستانند از تو ہمچو وام
قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لینگے

آں خداوندیِ تو از بندگی
تیری وہ آقائی غلامی سے
کمتر ست ار باز دانی اندکی
کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے

دہ خداوندیِ عاریت بحق
عارضی آقائی خدا کے سُپرد کردے
تا خداوندیت بخشد مُتّفَق
تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کردے

منازعت[۲] کردنِ امیرانِ عرب با رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ مُلک را مُقاسمہ کُن تا نزاعے نباشد و جوابِ رسول ایشاں را کہ من مامورم دریں امارت و بحثِ ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضورؐ کا اُن کو جواب دینا کہ میں اِس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے اُن کی بحث

آں امیرانِ عرب گرد آمدند
عرب کے سردار جمع ہو گئے
نزدِ پیغمبر منازِع می شُدند
پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے

کہ تو میری ہر یکے از ما ہم امیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے
بخش کُن ایں مُلک و بخشِ خود بگیر
اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصّہ لے لیجئے

ہر[۳] یکے در بخشِ خود انصاف جو
ہر ایک اپنے حصّہ میں انصاف چاہتا ہے
تو ز بخشِ ما دو دستِ خود بشُو
آپ ہمارے حصّہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھولیجئے

گفت میری مر مرا حق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے
سروری و امرِ مطلق دادہ است
(اُس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرمایا ہے

کایں قرانِ احمدست و دورِ اُو
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دَور ہے
ہیں بگیرید امرِ اُو را اتّقوا
خبردار! اُس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو

۱ آں خداوندی۔ غلط قسم کی آقائی بے دست و پا ہوتی ہے۔ آں خداوندی۔ جو آقائی انسانوں کی عطا کردہ ہے وہ تو انسان واپس لے لیتے ہیں۔ آں خداوندی۔ انسانوں کی عطا کردہ آقائی غلامی سے بدتر ہے ہاں جو آقائی خدا کی جانب سے ملے وہ پائیدار اور متفق علیہ ہوتی ہے۔

۲ منازعت۔ اس حکایت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی آقائی خدائی عطیہ تھی۔ کہ تو میری۔ ان سرداروں نے آنحضورؐ سے کہا ملک تقسیم کر لیا جائے تم اپنے حصہ پر حکومت کرو ہم اپنے حصہ پر حکومت کریں۔

۳ ہر یکے۔ ہر شخص اپنے حصہ پر حکومت کرے آپ ہمارے حصہ سے دست بردار ہو جائیں۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے پورے ملک کی سرداری عنایت کی ہو کہ یں۔ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ احمدؐ کا دَور ہے اُس کا حکم مانو اور پرہیزگار بنو۔

قوم[1] گفتندش کہ ما ہم زاں قضا قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے	حاکمیم و داد امیری ما خدا حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے
گفت لیکن مر مرا حق مُلک داد آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) نے حکومت دی ہے	مر شما را عاریۃ از بہر زاد تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے
میریِ من تا قیامت باقی ست میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے	میریِ عاریتی خواہد شکست عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی
قوم گفتند اے امیر افزوں مگو لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ	چیست حُجت بر فزوں جوئیِ تو آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سَیل[2] آمدن و قضیب انداختنِ اُمرا جہت دفع شدن سَیل
سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں کا لکڑی ڈالنا

و غالب شدن مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں
اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آجانا

در زماں ابرے بر آمد ز امر مُر فوراً، سخت حکم سے ایک ابر آیا	سَیل آمد گشت آں اطراف پُر سیلاب آیا اور اطراف (پانی سے) پُر ہو گئے
رُو بشہر آورد سَیلے بس مُہیب ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رُخ کیا	اہلِ شہر افغاں کُناں جملہ رَعیب شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے
گفت مغمبر کہ وقتِ امتحاں پیغمبرؐ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت	آمد اکنوں تا نہاں گردد عیاں اب آگیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے
ہر[3] امیرے نیزۂ خود در فگند ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا	تا شود در امتحاں آں سَیل بند تاکہ آزمائش (کے وقت) یہ سیلاب رک جائے
نیزہا را ہمچو خاشاکے رُبُود نیزوں کو تنکوں کی طرح (بہا لے گیا	آب تیز سَیل پُر جوش و عَنُود جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی
پس قضیب انداخت در وے مصطفیٰؐ پھر مصطفیٰؐ نے ایک شاخ اسمیں ڈالدی	آں قضیبِ معجز فرماں روا وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنیوالی اور حاکم تھی
نیزہا گم گشت جملہ و آں قضیب سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ	بر سرِ آب ایستادہ چوں رقیب نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی

[1] قوم گفتندش۔ اُن سرداروں نے آنحضورؐ سے عرض کیا کہ ہم بھی سردار ہیں اور ہماری سرداری بھی خدا کا عطیہ ہے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے فرمایا میری سرداری ابدی ہے تمہاری سرداری دنیاوی عارضی ہے۔ قوم گفتند۔ سرداروں نے کہا اپنی ابدی سرداری پر کوئی دلیل پیش کیجئے۔

[2] سَیل آمدن۔ اس قصہ کا حدیث اور تاریخ میں کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس قصے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ آنحضورؐ کی ایک معمولی شاخ سے پانی کا سیلاب رُک گیا اور یہ معجزہ آنحضورؐ کی ابدی سرداری پر دلیل بنا۔ مُہیب۔ ہیبتناک۔ رَعیب۔ مرعوب خوفزدہ۔ نہاں۔ یعنی اب تک میری ابدی سرداری جو تم پر پوشیدہ ہے واضح ہو جائے۔

[3] ہر امیرے۔ اس سیلاب کو روکنے کیلئے ہر سردار نے اپنے ہاتھ کا نیزہ پانی میں ڈالا۔ عنود۔ سرکش۔ قضیب۔ شاخ۔ رقیب۔ نگراں۔

زاہتمامِ آں قضیب آں سیل رفت ‌‌ ‌ رو بگردانید و سوی بحر رفت
اُس شاخ کے بند و بست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا ‌ اُس نے رُخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا

چوں بدیدند از وی آں امرِ عظیم[۱] ‌ پس مُقر گشتند آں میراں زبیم
جب اُنھوں نے اُن سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا ‌ وہ سردار ڈر سے اقرار کرنیوالے بن گئے

جز سہ کس کہ حقدِ ایشاں چیرہ بود ‌ ساحرش گفتند و کاہن از جحود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا ‌ اُنھوں نے انکار سے اُنکو جادوگر اور کاہن کہا

بُود بوجہلِ لعین و بولہب ‌ واں سوم ہم بُود بوسفیانِ حرب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب ‌ اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا

مُلکِ بر بستہ چناں باشد ضعیف ‌ مُلکِ بے رستہ چناں باشد شریف
بارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہو ‌ آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے

تیرہا[۲] را گر ندیدی یا قضیب ‌ نامِ شاں بیں نامِ اُو بیں اے نجیب
اگر تونے تیرے یا شاخ نہیں دیکھی ہے ‌ اے شریف! اُن کا نام اور اِن کا نام دیکھ لے

نامِ شاں را سیلِ تیزِ مرگ بُرد ‌ نامِ اُو و دولتِ تیزش نمُرد
اُن کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہالے گیا ‌ اُن کا نام اور اُن کی تیز حکومت نہیں مری ہے

پنج نوبت می زنندش بر دوام ‌ ہم چنیں ہر روز تا روزِ قیام
ہمیشہ پانچ وقت اُن کے نام پر نوبت بجتی ہے ‌ اسی طرح قیامت تک ہر روز

در تمامیِ حدیثِ موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخِ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا[۳] عقل ست کردم لُطفہا ‌ ور خری آوردہ ام خر را عصا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں ‌ اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں

آنچناں زیں آخُرت بیروں کُنم ‌ کز عصا گوش و سرت پُرخوں کُنم
تجھے اصطبل سے اس طرح نکالوں گا ‌ کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کردوں گا

اندریں آخُر خراں و مردماں ‌ می نیابند از جفای تو اماں
اِس اصطبل میں گدھے اور انسان ‌ تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں

یک عصا آوردہ ام بہرِ ادب ‌ ہر خرے را کو نباشد مستجب
سزا دینے کیلئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں ‌ ہر اُس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے

---

۱ امرِ عظیم یعنی آنحضورؐ کی شاخ سے سیلاب کا رُک جانا۔ جز سہ کس۔ یعنی دوسرے سردار تو ایمان لے آئے ابوجہلؔ، ابولہب اور ابوسفیان ایمان نہ لائے اور حضورؐ کو جادوگر اور کاہن کہنے لگے۔

۲ تیرہا۔ اے مخاطب اگر تونے وہ تیروں اور شاخ کا معاملہ خود نہیں دیکھا ہے تو اب ناموں سے اُس معاملہ کو سمجھ لے۔ نامِ شاں۔ اُن کے ناموں کو موت کا سیلاب بہا لے گیا اور آنحضورؐ کے نامِ نامی کا پانچ وقت قیامت تک اذان میں ڈنکا بجتا ہے۔

۳ گر ترا۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے دین کی راہ دکھا کر تجھ پر مہربانیاں کی ہیں اور اگر گدھا ہے تو تیرے لئے یہ میری لاٹھی ہے۔ آخر۔ اصطبل۔ اندریں۔ اِس دنیا میں انسان اور حیوان تجھ سے مصیبت میں ہیں۔ یک عصا۔ یہ میری لاٹھی بے ادبوں کو ادب سکھانے کے لئے ہے۔

اژدہائے می شود در قہرِ تو ¹ | کاژدہائے گشتۂ در فعل و خُو

تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی | جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے

اژدہائے کوہیی تو بے اَماں | لیک بنگر اژدہائے آسماں

تو بے امان، پہاڑی سانپ ہے | لیکن آسمانی اژدہے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی | بر تو و بر مُومن آمد رُوشنی

یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے | تیرے لئے، اور مومن کے لئے روشنی ہے

مر ترا گوید کہ اے گبرِ دنی | کہ ہلا بگریز اندر روشنی

تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر | خبردار! روشنی میں بھاگ آ

ورنہ درمانی تو در زندانِ من | مخلصت نبُود ز در بندانِ من

ورنہ تو میری قید میں رہے گا | تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے

بازگرد ² از کفر سُوی دینِ حق | ورنہ در نارِ ابد مانی خلق

کفر سے دین حق کی طرف آجا | ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہوگا

بازگرد اے گمرہِ بدبختِ دُوں | ورنہ در دوزخ در اُفتی سرنگوں

اے کمینہ، بدبخت گمراہ! باز آ | ورنہ تو اوندھا دوزخ میں گرے گا

ایں عصائے بُود ایں دم اژدہاست | تا نگوئی دوزخ یزداں کُجاست

یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے | تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

دربیان آنکہ نشناسائے قدرت حق تعالےٰ پُرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست ³ ایں دوزخ اَما بر دلت | ہست پوشیدہ بقیں ز آب و گِلت

یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر | یقیناً تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے

ہر کُجا خواہد خُدا دوزخ کُند | اَوج را بر مُرغ دام و فخ کُند

خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کردے | بلندی کو، پرندے کے لئے جال اور پھندا بنا دے

ہم ز دندانت برآرد درد ہا | تا بگوئی دوزخ ست و اژدہا

تیرے دانتوں میں درد پیدا کردے | حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے

یا کُند آبِ دہانت را عسل | تا بگوئی کہ بہشت است و حُلل

یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنادے | حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں

---

¹ اژدہا۔ یہ لاٹھی تیرے لئے اژدہا بنے گی چونکہ تو خود اژدہا بنا ہوا ہے۔ کوہیی تو پہاڑی سانپ ہے اور یہ لاٹھی آسمانی اژدہا ہے۔ ایں عصا منکر کے لئے یہ لاٹھی دوزخ کا اثر رکھتی ہے اور مومن کے لئے نورِ ہدایت ہو۔ دَرنہ۔ اگر تو کہنا نہ مانے گا تو ہمیشہ کے لئے میری قید میں رہے گا۔

² بازگرد۔ حضرت موسیٰؑ نے فرعون سے فرمایا کفر چھوڑ کر دینِ حق اختیار کرلے ورنہ دوزخ میں بُری حالت میں رہے گا۔ ایں عصا۔ یہ لاٹھی دوزخ کے عذاب کا نمونہ ہے تاکہ دوزخ کا ثبوت ہو جائے۔ دربیان۔ جو شخص قدرت الٰہی کا قائل ہوتا ہے وہ دوزخ اور بہشت کے بارے میں شکوک نہیں ہوتا ہے۔

³ ظاہرست۔ عالم غیب کی خبروں کے آثار اس عالمِ شہود میں موجود ہیں لیکن انسانوں کا عالمِ ناسوت میں انہماک اُن کے ادراک سے مانع ہے۔ اَوج۔ بلندی۔ فخ۔ جال۔ ہم ز دندانت۔ انسان دانتوں کے درد میں ایسا مبتلا ہوتا ہے کہ اس کو دوزخ اور اژدھوں کی تکلیف محسوس کرتا ہے۔ یا کُند۔ لعاب دہن کو ایسا لذیذ کر دیتا ہے کہ بہشت کا مزہ آجاتا ہے۔

از بُنِ دنداں بروید شکر — تا بدانی قوّت حکم و قدر

دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرمائے — تا کہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے

پس[1] بدنداں بیگناہاں رامگز — فکر کُن از ضربتِ نا مُحترز

پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ — ناقابلِ بچاؤ ضرب کی فکر کر

نیل را بر قبطیاں حق خوں کُند — سبطیاں را از بلا محصُوں کُند

(دریا) نیل کو اللہ تعالےٰ قبطیوں کیلئے خون کر دیتا ہے — سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے

آب بر فرعون در دم خوں شوَد — بر کلیمے قندِ نا ممنوں شوَد

پانی فوراً فرعون پر خون ہو جاتا ہے — کلیم (اللہ) پر بغیر منّت شکر بنجاتا ہے

تا بدانی پیشِ حق تمیز ہست — درمیانِ ہوشیار راہ و مست

تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تمیز ہے — راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان

نیل[2] تمیز از خدا آموختہ است — کہ کشاد آں را و ایں را سخت بست

(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے — کہ اُس نے اُسکو کھول دیا اور اِس کو مضبوط باندھ دیا

لطفِ اُو عاقل کُند مر نیل را — قہرِ اُو ابلہ کُند قابیل را

اُس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے — اُس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے

در جمادات از کرم عقل آفرید — عقل از عاقل بقہرِ خود بُرید

کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی — قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی

در جماد از لطف عقلے شد پدید — وز نکال از عاقلاں دانش رمید

جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی — عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی

عقل چوں باراں بامر آنجا بریخت — عقل ایں سو خشمِ حق دید و گریخت

عقل حکم سے اُس جگہ بارش کی طرح برسی — عقل نے اُس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی

ابر[3] و خورشید و مہ و انجم بلند — جملہ بر ترتیب آیند و روند

ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر — سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں

ہر یکے ناید مگر در وقتِ خویش — کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش

کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں — کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے، نہ آگے

چوں نکردی فہم ایں را زانبیا — دانش آوردند در سنگ و عصا

جب تو انبیاء کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا — انھوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی

---

[1] پس بدنداں ـ انسان میں اگر طاقت ہے تو اُس کو کمزوروں کی ایذا رسانی کے لئے نہ استعمال کرنا چاہیئے ۔ نیل ـ دریائے نیل فرعونیوں کے لئے خون ثابت ہوا اور اسرائیلیوں کے لئے نجات کا سبب بنا۔ کلیم ـ حضرت موسیٰؑ۔ تا بدانی ـ یہ باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ جو ذات اِن جمادات کو باشعور بنا دیتی ہے وہ کس قدر علیم و خبیر ہے ۔

[2] نیل ـ دریائے نیل میں یہ قوتِ تمیز منجانب اللہ آئی تھی۔ آں ـ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ وایں ـ یعنی فرعون ـ در جمادات ـ اللہ تعالےٰ کبھی جمادات کو عقلمند بنا دیتا ہے اور کبھی عقلمندوں کو بے عقل بنا دیتا ہے ۔

[3] ابر ـ تمام فلکی اجرام ترتیب سے معروفِ عمل ہیں ہر یکے ۔ ہر چیز اُس ترتیب سے کام کرتی ہے کہ اپنے مقررہ وقت سے نہ وہ تقدیم کرتی ہے نہ تاخیر کرتی ہے ۔ چوں نکردی ـ اس بات کو جب انسان انبیاء کے ذریعہ نہیں پہچانتا ہے تو اللہ تعالیٰ جمادات میں یہ سمجھ پیدا کر دیتا ہے ۔

تا[1] جمادات دگر را بے لباس — چوں عصا و سنگ دانی از قیاس

تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ — قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے

طاعتِ سنگ و عصا ظاہر شود — وز جمادات دگر مخبر شود

پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو — تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہے

کہ ز یزداں آگہیم و طائعیم — ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم

کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں — موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں

ہمچو آبِ نیل دانی وقتِ غرق — کو میانِ ہر دو امت کرد فرق

نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرتے وقت — کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا

چوں زمیں کش دانش آمد وقتِ خسف — در حقِ قاروں کہ قہرش کرد نسف

زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی — قارون کے بارے میں کہ اسکے قہر نے اسکو ملیا میٹ کر دیا

چوں[2] قمر کہ امر بشنید و شتافت — پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت

چاند کی طرح کہ اس نے حکم سنا اور دوڑا — پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا

چوں ستوں نالید از ہجرِ نبیؐ — باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی

جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا — جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے

چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام — مصطفیؐ را گفت ظاہر السلام

جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر — مصطفیؐ کو واضح طور پر سلام کیا

بحث کردنِ سُنّی و فلسفی و جوابِ دہری کہ منکر الوہیت است

سُنّی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے

و عالم را قدیم داند

اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی[3] یکے می گفت عالم حادث است — فانی ست ایں چرخ و حقش وارث است

کل ایک شخص کہتا تھا عالم نو پیدا ہے — یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا مالک ہے

فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث — حادثِ ابر چوں داند غیوث

فلسفی نے کہا تو نے اسکے نو پیدا ہونیکو کیسے جانا — بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟

ذرۂ خود نیستی از انقلاب — تو چہ میدانی حدوثِ آفتاب

تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے — تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟

---

[1] تا جمادات۔ لاٹھی اور پتھر پر قیاس کر کے سمجھ لو کہ دوسرے جمادات کو بھی اللہ تعالیٰ نے عقل عنایت فرما دیتا ہے۔ بےلباس۔ التباس۔ طاعت۔ لاٹھی نے حضرت موسیٰؑ کی اور پتھروں نے آنحضورؐ کی اطاعت کی۔ ہر دو امت۔ یعنی حضرت موسیٰؑ اور فرعون کی قوم۔ چوں زمیں۔ قارون کے بارے میں زمین میں شعور پیدا ہوا۔

[2] چوں قمر۔ آنحضورؐ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ ستون۔ استوانہ حنانہ آنحضورؐ کے فراق میں رویا۔ والسلام۔ پتھروں اور درختوں سے آنحضورؐ کو سلام کرنے کا معجزہ ظاہر ہوا۔

[3] دی۔ سُنّی نے کہا کہ تمام عالم اللہ کی قدرت سے پیدا ہے۔ فلسفی۔ فلسفی نے کہا تو خود عالم کی پیداوار ہے، پیداوار کو اس کے بارے میں کیا علم ہو سکتا ہے جس سے وہ پیدا ہوئی ہے۔ بارش ابر سے پیدا ہوتی ہے تو بارش ابر کے بارے میں کیا جان سکتی ہے۔ ذرہ۔ ذرہ کو آفتاب کے حادث ہونے کا کیا علم ہو سکتا ہے۔

کِرمَکے کاندر حدث باشد دفیں — کے بداند آخر و بدوِ زمیں

وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے — وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟

ایں بتقلید از پدر بشنیدۂ — از حماقت اندریں پیچیدۂ

تونے یہ باپ سے تقلیداً سُنا ہے — بیوقوفی سے اِس میں پھنسا ہوا ہے

چیست بُرہاں بر حدوثِ ایں بگو — ورنہ خامُش کُن فزوں گوئی مجو

یہ بتا! اِس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟ — ورنہ چپ ہو جا، زیادہ باتیں نہ بنا

گفت دیدم اندریں بحرِ عمیق — بحث می کردند روزے دو فریق

اُس نے کہا میں نے دیکھا اِس گہرے سمندر میں — ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے

در جدال و در خصام و در شکوہ — گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروہ

لڑائی اور جھگڑے اور شور میں — (اور) اُس ہنگامہ میں اُن دونوں پر مجمع ہو گیا تھا

سوئے آں ہنگامہ گشتم من رواں — تا بیابم اطلاع از حالِ شاں

اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا — تاکہ اُن کی حالت سے باخبر ہوسکوں

من[2] بسوئے جمع ہنگامہ شُدم — اطلاع از حالِ ایشاں بستدم

میں ہنگامے کے مجمع کی جانب چلا گیا — (اور) اُن کے حال کی معلومات حاصل کیں

آں یکے می گفت گردوں فانی ست — بے گمانے ایں بنا را بانی ست

ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے — بلا شبہ اِس بنا کا کوئی بنانے والا ہے

واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست — نیستش بانی و یا بانی ویست

دوسرے نے کہا یہ قدیم اور کب سے ہے کے بغیر ہے — اُس کو کوئی بنانیوالا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانیوالا ہے

گفت مُنکر گشتۂ خلّاق را — روز و شب آرندہ و رزّاق را

اُس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا — دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والے کا

گفت[3] بے بُرہاں نخواہم من شنید — آنچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید

اُس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا — تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے

ہیں بیا در حُجّت و بُرہاں کہ من — نشنوم بے حُجّت ایں را در زمن

خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں — اس کو زمانہ میں بغیر دلیل کے نہ سُنوں گا

گفت حُجّت در درونِ جانم ست — در درونِ جاں نہاں بُرہانم ست

اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے — جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے

[1] کِرمکے۔ گوبر میں جو کیڑا ہو اُس کو زمانہ کی ابتدا اور انتہا کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔ ایں۔ انسان کے باوا دادا سے عالم کے پیدا ہونے کی بات سُن لی ہے اسی طرح بلا تحقیق اُسکو مانتا چلا آتا ہے چیست۔ فلسفی نے کہا اگر اِس مسئلہ میں کوئی دلیل ہے تو وہ بیان کر خواہ مخواہ زیادہ باتیں نہ کر۔ گفت۔ سُنّی نے کہا میں نے ایک روز دو فریق کو اِس مسئلہ میں گفتگو کرتے سنا تھا۔ در جدال۔ دونوں میں زوردار بحث ہوئی تھی اور ایک مجمع ہو گیا تھا۔ سوئے۔ میں بھی اس ہنگامے کو دیکھنے پہنچ گیا تھا۔

[2] من بسوئے۔ میں بھی اُس مجمع میں پہنچا تاکہ اُن کی باتیں سنوں۔ آں یکے۔ ایک یہ کہتا تھا کہ اِس عالم کا کوئی بنانے والا ہے لہٰذا یہ نو پیدا چیز ہے۔ واں دگر۔ دوسرا یہ کہتا تھا کہ عالم قدیم ہے اُس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے اگر ہے تو وہ خود اپنے آپ کو بنانے والا ہے۔ بے کیست یعنی عالم کے بارے میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کب سے ہے۔ گفت۔ دوسرے نے کہا کہ تو پیدا کرنیوالے اور رزاق کا منکر ہو گیا۔

[3] گفت بے برہان۔ فلسفی نے کہا میں بغیر برہان کے کوئی بات نہ سنوں گا تو محض تقلیدی باتیں کر رہا ہے۔ گفت حجت۔ سُنّی نے کہا حجت ذوقی ہے وہ یہ کہ خود انسان اپنے حالات پر غور کرے تو اس سے وجود باری پر استدلال کر سکتا ہے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے آپکو پہچان لیا اُسنے خدا کو پہچان لیا۔

۱۸
تو [۱] نمی بینی ہلال از ضعفِ چشم — من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے — میں دیکھ رہا ہوں، تو مجھ پر غصہ نہ کر

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج — در سر و پایانِ ایں چرخ بپیچ
بات لمبی ہوگئی اور لوگ حیران ہوگئے — اِس بارادہ آسمان کی ابتدا اور انتہا میں

گفت [۲] یارا در درونم حجتےست — بر حدوثِ آسمانم آیتےست
اُس نے کہا اے دوست میرے دل میں ایک دلیل ہے — جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے

من یقیں دانم نشانش آں بود — مر یقیں داں را کہ در آتش رود
مجھے یقین ہے، اُس کی علامت یہ ہے — کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھُسے

در زباں می ناید ایں حجت بداں — ہمچو حال و سرِ عشقِ عاشقاں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے — جیسے کہ عاشقوں کا حال اور راز

نیست پیدا سرِ گفت و گوی من — جز کہ زردی و نزاری روی من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے — سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے

اشک [۳] چوں بر رخ روانہ می رود — حجتِ حسن و جمالش می شود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں — اُس کے حُسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں

گفت من اینہا ندانم حجتے — کہ بود در پیشِ عامہ آیتے
اُس نے کہا میں اِسکو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں — جو عوام کے سامنے علامت بنے

گر بیاری من کنم آنرا قبول — ورنہ کوتاہ کن حدیثِ عرض و طول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا — ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر

گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند — کہ تو قلبی من نکویم وار جمند
اُس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعویٰ کریں — کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں

ہست آتش امتحانِ آخریں — کاندر آتش در فتند آں دو قریں
تو آخری آزمائش آگ ہے — کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں

عام و خاص از حالِ شاں عالم شوند — از گمان و شک سوی ایقاں روند
عوام اور خواص اُن کے حال سے باخبر ہوجائینگے — گمان اور شک سے یقین کیجانب چلے جائینگے

آب و آتش آمد اے جاں امتحاں — نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں — اِس کھرے اور کھوٹے کیلئے جو پوشیدہ ہو

---

۱ تو نمی بینی۔ اس دلیل کی مثال پہلی رات کے چاند کی سی ہے جو اس کو نہ دیکھ سکے وہ خود اپنے آپ کو ملامت کرے۔ گفتگو۔ اُن دونوں میں بات اتنی بڑھی کہ لوگ عالم کے حادث ہونے نہ ہونے میں حیران ہوگئے۔

۲ گفت یارا۔ سُنّی نے کہا اے دوست وہ ذوقی اور باطنی دلیل دنیا کے حادث ہونے پر مضبوط دلیل ہے۔ اور اُس سے مجھے یقین حاصل ہے اور میرے سچے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اور تو آگ میں کودیں جو سچا ہے وہ سالم رہے گا۔ در زباں۔ یہ دلیل قولی نہیں ہے عاشق کے عشق کو دلائل سے نہیں بلکہ اُس کے آثار اور حالات سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔ عاشق کے چہرے کی زردی اور آنسو دلیل ہوتے ہیں۔

۳ اشک۔ عاشق کے آنسو عشق اور معشوق کے حُسن کی دلیل ہوتے ہیں۔ گفت۔ فلسفی نے کہا میں ایسی دلیل چاہتا ہوں جو عوام بھی سمجھ سکیں۔ ہست۔ سُنّی نے کہا اگر کھرے کھوٹے میں بحث ہو تو آزمائش کی یہی صورت ہے کہ انکو آگ میں تپایا جائے اس سے شکوک و شبہات رفع ہوجائینگے لہٰذا تجھے اور مجھے آگ میں داخل ہونا چاہئے جو سچا ہے وہ بچے گا۔

تامن[1] وتو ہر دو در آتش رویم — حجّت باقی حیراناں شویم

میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں — باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں

یامن وتو ہر دو در بحر اوفتیم — کیں در دعویٰ من وتو کوفتیم

یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں — کیونکہ میں نے اور تو نے دعوے کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے

ہمچناں کردند در آتش شدند — ہر دو خود را بر تفِ آتش زدند

انھوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے — دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈالدیا

فلسفی را سوخت خاکستر بکرد — مشتقی را ساخت تازہ تر بکرد

اس نے فلسفی کو جلادیا راکھ بنا دیا — مشتقی کو سنوار دیا، ترو تازہ کر دیا

آں خدا گوینده مرد مدّعی — رست و سوزید اندر آتش آں دعی

وہ مرد مدّعی خدا کا ماننے والا — بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا

آزموده بشنو ایں اعلام را — کوری افزول روانِ خام را

اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن — جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے

کز[2] نسوزید ست ایں نام از اجل — کش مسمّٰی صدر بوده است و اجل

کہ موت سے یہ نام نہ جلا — کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا

صد ہزاراں روح شد دلداده — در رهِ او سر بسر افتاده

لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں — اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں

صد ہزاراں خلق را در بادیہ — سر گروه و بے عصارا راویہ

جنگل میں لاکھوں انسانوں کا — سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کیلئے سیراب کرنیوالا (بنا)

صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں — بر دریده پرده ہای منکراں

قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں — جنھوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں

چوں[3] گرو بستند غالب شد صواب — در دوام معجزات و در جواب

جب انھوں نے بازی لگائی تو صحیح بات غالب آئی — معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں

فہم کردم کانکہ دم زد از سبق — در حدوث چرخ پیروز ست و حق

میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا — آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب ہے صحیح ہے

حجّت منکر ہماره زرد رو — یک نشاں بر صدق ایں انکار کو

منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے — اسکے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟

ل۱ تامن وتو۔ پانی سے بھی آزمائش ہوجائے گی تو اور میں سمندر میں کودیں جو سچا ہے وہ بچ جائے گا۔ ہمچناں۔ چنانچہ دونوں آگ میں کودے مشتی بچ گیا فلسفی جل گیا۔ دعی۔ وہ شخص جو جھوٹے نسب کا دعویٰ کرے۔

ل۲ کزنسوزید۔ نیکوں کا نام موت بھی نہیں مٹا سکتی۔ کیونکہ نام والا صدر اور بزرگ ہوتا ہے۔ صدہزاراں۔ ایسے بزرگوں کی لاکھوں روحیں دلدادہ ہوتی ہیں۔ صدہزاراں۔ غالباً آنحضورؐ کے اس معجزے کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے کہ پانی بلا کر بہت سے پیاسوں کی جان بچائی تھی۔ زیاں۔ باہمی شرط لگانا۔

ل۳ چوں گرو۔ جب بھی مخالفین نے بازی لگائی تو انبیاء معجزوں کے ذریعہ جیتے ہیں۔ فہم۔ ان دلائل سے میں یہ سمجھا کہ عالم کو نو پیدا کہنے والا سچا ہے۔

یک منارہ[۱] در ثنای منکراں ‏ ‏ کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی) ‏ ‏ دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو

منبرے کو کہ در آنجا مخبرے ‏ ‏ یاد آرد روزگارِ منکرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اُس پر کوئی خبر دینے والا ‏ ‏ منکر کے زمانے کو یاد کرے؟

رُوی دینار و درم از نامِ شاں ‏ ‏ تا قیامت می دہد از حق نشاں
دینار اور درہم کا رُخ اُن کے نام سے ‏ ‏ قیامت تک حق کا نشان دے گا

سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر ‏ ‏ سکۂ احمدؐ بہ بیں تا مستقر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے ‏ ‏ احمدؐ کے سکے کو قیامت تک دیکھ

بر رُخِ نقرہ و یا رُوی زرے ‏ ‏ وا نما بر سکّہ نامِ منکرے
چاندی پر یا سونے پر ‏ ‏ سکے پر کسی منکر کا نام دکھا

بر رُخِ سیم و زرے اندر جہاں ‏ ‏ سکۂ بنما بنامِ منکراں
دنیا میں چاندی اور سونے پر ‏ ‏ منکروں کے نام کا سکہ دکھا

خود[۲] بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب ‏ ‏ صد زبان و نامِ اُو اُمّ الکتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے ‏ ‏ جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے

زہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں ‏ ‏ یا بدزدد یا فزاید در میاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف ‏ ‏ چرائے یا درمیان میں بڑھائے

یارِ غالب شو کہ تا غالب شوی ‏ ‏ یارِ مغلوباں مشو ہیں اے غوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بن جائے ‏ ‏ خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن

حجتِ منکر ہمی آمد کہ من ‏ ‏ غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں ‏ ‏ اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہیں دیکھتا ہوں

ہیچ[۳] نندیشد کہ ہر جا ظاہر لیست ‏ ‏ آں ز حکمتہای پنہاں مخبر لیست
اُس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے ‏ ‏ وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنیوالا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست ‏ ‏ ہمچو نفع اندر دواہا کامن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے ‏ ‏ جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے

ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں ‏ ‏ تا بدانند اہلِ عرفاں در جہاں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے ‏ ‏ تاکہ اہلِ عرفان دنیا میں سمجھ لیں

---

۱ منارہ - وہ بلند جگہ جہاں علامت کے لئے آگ روشن کرتے تھے۔ مخبرے - خبر دینے والا۔ زردی - سکوں پر انبیاء کا نام اُن کی سچائی کا نشان ہے۔ مستقر - دائم، ہمیشہ۔ منکرے - یعنی منکرِ خدا۔

۲ خود - یعنی اگر سکوں پر نام قائم رہنے کے معاملہ میں شکوک و شبہات ہیں آنحضورؐ کا معجزہ قرآن ہے اُس کو دیکھ لے۔ زہرہ - قرآن میں ایک حرف کی بھی کمی زیادتی ممکن نہ ہو سکی۔ غالب - یعنی اللہ تعالیٰ۔ مغلوب - یعنی مخلوق۔ حجتِ منکر - منکر کی سب سے بڑی دلیل یہ ہوئی کہ ظاہر عالم بتاتا ہے کہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا ہے، پیدا کرنے والا کہیں ظاہر نہیں ہے۔

۳ ہیچ - دلیل کی کمزوری یہ ہے کہ ظاہر کو سب کچھ سمجھ لیا گیا حالانکہ ظاہر، باطن کی خاطر پیدا کیا جاتا ہے۔ فائدہ - ظاہر مقصد نہیں ہے بلکہ ظاہر سے مقصود بھی باطن ہے دوا کا فائدہ دوا میں چھپا ہوا ہے اور وہ مقصود ہے۔

عمرِ کرگس سہ ہزار و پانصد ست
گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے

مر کبوتر را چہ باشد زاں بدست
کبوتر کو اُس سے کیا ہاتھ آیا

می بمیرند از کبوتر صد ہزار
لاکھوں کبوتر مرتے ہیں

مرگِ کرگس می نہ بینند آشکار
گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

جملہ پندارند کرگس باقیست
سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے

نے غلط کردند یک کس باقیست
نہیں! اُنھوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے

چونکہ ظاہر بیں شدند از جہلِ خویش
وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں ہیں

می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش
اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا

می نماند در جہاں یک تارِ مو
دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ
سوائے اُس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

ہر چہ پیدا کرد بہرِ معنی ست
اُس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے

باطنش بنگر بریں ظاہر مایست
اُس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیۂ کریمہ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ نیافریدشاں از بہر ہمیں کہ شما می بینید بلکہ بہر معنی و حکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور اُن دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ"۔ اُن کو صرف اِسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پہ جسکو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگارد زیں نقش
کوئی مصوّر عمدہ تصویر بناتا ہے

بے امیدِ نفع بہرِ عین نقش
نفع کی اُمید کے بغیر محض تصویر کیلئے؟

بلکہ بہرِ میہمانان و کیاں
بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے

کہ بفرجہ وارہند از اندہاں
تاکہ مسرّت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

شادیِ بچگان و یادِ دوستاں
بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے

دوستانِ رفتہ را از نقشِ آں
گزرے ہوئے دوستوں کو اُن کی تصویر سے

ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب
کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے

بہرِ عین کوزہ نے از بہرِ آب
محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے؟

لہ کرگس۔ مشہور ہے کہ گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار سال کی ہوتی ہے، یعنی اپنی عمر کی کوتاہی اور گدھ کی طویل عمر ہونے کی وجہ سے اُس کو قدیم مان لیتا ہے۔ جملہ۔ سب کبوتر گدھ کو ہمیشہ رہنے والا سمجھتے ہیں حالانکہ باقی صرف خدا کی ذات ہے۔

لہ می نماند۔ دنیا کی ہر چیز فانی ہے، بس باقی ذاتِ خداوندی ہے۔ ہر چہ۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا کی ہو کسی پوشیدہ حکمت کی وجہ سے کی ہے۔ ہیچ۔ کوئی مصوّر تصویر برائے تصویر نہیں بناتا ہے بلکہ اُس کا اُس میں کوئی پوشیدہ مقصود ہوتا ہے۔

لہ بلکہ مُصوّر کا مقصد دوستوں اور بڑوں کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ شادی۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ بچہ دیکھ کر خوش ہو یا غائب دوستوں کی تصویر کو دیکھ کر دوست خوش ہوں۔ کوزہ۔ کمہار سکورا اس لئے بناتا ہے کہ اُس میں بھر کر پانی پیا جائے۔

ہیچ کاسہ[1] گر کُند کاسہ تمام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے
بہرِ عینِ کاسہ نے بہرِ طعام
محض پیالہ کی خاطر، نہ کہ کھانے کے لئے؟

ہیچ خطّاطے نویسد خط بفن
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے
بہرِ عینِ خط نہ بہرِ خواندن
محض خط کی خاطر، نہ کہ پڑھنے کے لئے؟

نقشِ ظاہر بہرِ نقشِ غائب است
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے
واں برایِ غائبِ دیگر بہ بست
وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے

تا سُوم چارم دہم بر می شمر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کرلے
ایں فوائد را بمقدارِ نظر
ان فوائد کو نظر کے انداز کے مطابق

ہمچو[2] بازیہای شطرنج اے پسر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح
فائدہ ہر لعب در ثانی نگر
ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ

ایں نہادہ بہرِ آں لعبِ نہاں
اُس نے اِس کے لئے پوشیدہ چال چلی
واں برایِ آن واں بہرِ فلاں
وہ اُس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے

ہمچنیں دیدہ جہات اندر جہات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں
در پے ہم تا رسی در بُرد و مات
پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے

اوّل[3] از بہرِ دُوم باشد چناں
پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ
کہ شُدن بر پایہای نردباں
سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا

واں دُوم بہرِ سُوم می داں تمام
دوسری کو تیسری کے لئے یقیناً سمجھ لے
تا رسی تو پا بہ پایہ تا ببام
تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالاخانہ تک پہنچ جائے

شہوتِ خوردن زبہرِ آں منی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے
واں منی از بہرِ نسل و روشنی
اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

کُند بینش می نہ بیند غیرِ ایں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے
عقلِ اُو بے سیر چوں نبتِ زمیں
اُس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہو

نبت را چہ خواندہ چہ ناخواندہ
گھاس کا کیا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا
ہست پای اُو بگِل درماندہ
اُس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے

١ کاسہ۔ پیالہ اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اُس میں رکھ کر کھانا کھایا جائے۔ خطّاطی۔ خطاط خطاطی کا کمال اس لئے دکھاتا ہے کہ اُس کو لوگ شوق سے پڑھیں۔ نقش۔ نقشِ ظاہر معنی پر دلالت کرتا ہے وہ معنی کسی اور مقصود پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح دنیا میں سلسلہ قائم ہے اور عقل کے مطابق لوگ ادراک کرتے ہیں۔

٢ ہمچو۔ شطرنج میں جو چال چلی جاتی ہے اُس سے مقصود یہی چال نہیں ہوتی ہے بلکہ اُس کی بنیاد پر جو اگلی چال چلنی ہے وہ مقصود ہوتی ہے۔ ہمچنیں۔ آخر تک کی چالیں پیشِ نظر رکھ کر چال چلی جاتی ہے اسی سے انسان بازی جیت لیتا ہے۔

٣ اوّل۔ پہلی چال دوسری چال کے لئے اسی طریقہ سے ذریعہ جیسے سیڑھی کے ڈنڈے پہلا ڈنڈا دوسرے ڈنڈے کا ذریعہ اور دوسرا تیسرے اور تیسرا چوتھے ڈنڈے کیلئے واسطہ ہے۔ شہوتِ خوردن۔ کھانے کی خواہش ہوتی ہے وہ ذریعہ بنتی ہے منی کی تولید کا اور منی کی تولید سبب بنتی ہے نسل کی بقا کا۔ کُند بینش۔ جو شخص کوتاہ نظر ہے وہ سمجھتا ہے کہ کھانے کا مقصد صرف کھانا ہے اور کچھ نہیں ہے ایسا کوتاہ نظر انسان گھاس کی طرح اپنی جگہ جما ہوا ہے، اُس کے نزدیک مقصود اور غیر مقصود میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ نبتِ زمیں۔ زمین کی گھاس کو بلانا اور نہ بلانا یکساں ہے وہ کبھی نہیں چل سکتی ہے اس کے پاؤں مٹی میں پھنسے ہیں۔

گر[۱] بسر رش جنبد بباد تیز رو — تو بسر جنبانیش غرّہ مشو

اگر تیز چلنے والی ہوا سے اُس کا سر ہلے — تو اُس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا

آں سرش گوید سمعنا یا صبا — پای او گوید عصینا خلّنا

اُس کا سر کہتا ہے ہم نے اے بادِ صبا کی اطاعت کی — اُس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ

چوں ندارد سیر میراند چو عام — بر توکل می نہد چوں کور گام

چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے، عوام کی طرح چلتا ہے — اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے

بر[۲] توکل تا چہ آید در نبرد — چوں توکل کردنِ اصحابِ نرد

جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ — جیساکہ چوسر باز کا توکل کرنا

واں نظرہای کہ آں افسردہ نیست — جز روندہ جز درندہ پردہ نیست

وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں — وہی چلنے والی، پردہ چاک کرنے والی ہیں

انچہ در دہ سال خواہد آمدن — ایں زماں بیند بچشمِ خویشتن

جو کچھ دس سال میں آئے گا — وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے

ہمچنیں ہر کس باندازِ نظر — غیب و مستقبل ببیند خیر و شر

اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق — غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے

چونکہ سدِ پیش و سدِ پس نماند — شد گزارہ چشم و لوحِ غیب خواند

چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی — وہ گذر جانے والی آنکھ بنگیا اور اسنے غیب کی تختی پڑھ لی

چوں[۳] نظر پس کرد تا بدوِ وجود — آخر و آغازِ ہستی رو نمود

جب اُس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتدا تک — وجود کا آخر اور آغاز رونما ہوگیا

بحثِ املاک و زمیں با کبریا — در خلیفہ کردنِ بابای ما

خدا کے ساتھ ملکوں اور زمین کی بحث — ہمارے آبا جان کو خلیفہ بنانے میں

چوں نظر در پیش افگند او بدید — انچہ خواہد بود تا محشر پدید

اُس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا — ہر اُس چیز کو جو حشر تک رونما ہوگی

پس زپس می بیند او تا اصلِ اصل — پیش می بیند عیاں تا روزِ فصل

پس، وہ پیچھے کی جانب اُس کی اصل تک دیکھتا ہے — سامنے کی، بجانب قیامت تک واضح طور پر دیکھتا ہے

ہر کسے اندازۂ روشندلی — غیب را بیند بقدرِ صیقلی

ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے — صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے

---

۱ گر رش۔ گھاس کے تنکے سے دھوکا نہ کھانا چاہیے، وہ کھڑی کھڑی سر ہلا رہی ہے۔ آں سرش۔ بادِ صبا کی دعوت پر اُس کا سر لبیک کہتا ہو اُس کا پاؤں نافرمانی کرتا ہے۔ چوں ندارد۔ اُس کو آفاق اور اَنفُس کی سیر حاصل نہیں ہے وہ غائبانہ باتیں کرتا ہے اور بغیر دیکھے اندھوں کی طرح قدم بڑھاتا ہے اور توکل کا سہارا پکڑتا ہے۔

۲ بر توکل۔ اسباب کو ترک کرکے توکل اختیار کرنا غلط ہے میدانِ جنگ اور شطرنج کی بازی میں جب تک اچھی چالیں نہ چلے گا کام نہ بنے گا۔ نظرہای۔ اولیاء کی نظریں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں وہ آفاق اور اَنفُس کی سیر کرتی ہیں اور پردوں کو چاک کردیتی ہیں دس سال میں ہونیوالے واقعات کو عالمِ مثال میں دیکھ لیتی ہیں اُن کے آگے پیچھے کی رکاوٹیں ختم ہوجاتی ہیں اور اُن کی نظریں لوحِ غیب سے ہونیوالے واقعات پڑھ لیتی ہیں۔

۳ چوں نظر۔ اُن بزرگوں کی نظریں ابتداءِ آفرینش کو بھی دیکھ لیتی ہیں ازل میں حضرت آدمؑ کو خلیفہ بنانے کے بارے میں ملائکہ نے جو گفتگو کی اُسکو بھی سن لیتے ہیں۔ در پیش۔ ابد تک جو واقعات ہونے والے ہیں اُنکو بھی یہ دیکھ لیتے ہیں غرضکہ ازل اور ابد اُنکی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے اور اُنکا علم اگرچہ علمِ خداوندی کیطرح محیط نہیں ہوتا لیکن حضرت حق اُنکو بہت سی

ہر کہ صیقل بیش کرد اُو بیش دید
جس نے زیادہ صیقل کرلی، اُس نے زیادہ دیکھا
بیشتر آمد بر و صورت پدید
اُس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں

گر تو[1] گوئی کاں صفا فضلِ خدا ست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے
نیز ایں توفیقِ صیقل زاں عطا ست
نیز اِس صیقل کی توفیق اُس کی عطا ہے

قدرِ ہمّت باشد آں جہد و دُعا
وہ کوشش اور دُعا ہمت کے اندازے سے ہے
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی
نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے

واہبِ[2] ہمّت خداوند ست و بس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے
ہمّتِ شاہی ندارد ہیچ خس
کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے

نیست تخصیصِ خدا کس را بکار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا
مانعِ طوع و مُراد و اختیار
اطاعت اور مقصد اور اختیار کیلئے مانع نہیں ہے

لیک چوں رنجے دہد بدبخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے
اُو بگرداند بکفراں رَخت را
تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کرلیتا ہے

نیک بختے را چو حق رنجے دہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے
رَخت را نزدیک تر وا مے نہد
وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے

بَددلاں از بیمِ جاں در کارزار
بُزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے
کردہ اَسبابِ ہزیمت اختیار
پسپائی کے اَسباب اختیار کرلئے

پُردلاں در جنگ ہم از بیمِ جاں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے
حملہ کردہ سُوی صَفِّ دشمناں
دشمنوں کی صف پر حملہ کردیا

رستماں[3] را ترس و غم وا پیش بُرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا
ہم ز ترس آں بَددل اندر خویش مُرد
بُزدل خوف سے خود بہ خود مرگیا

چوں محک آمد بلا و بیمِ جاں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا
زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
اُس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہوگیا

حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسہ سے ہر جانب سے جدا ہوگیا
از قضا ہم در قضا باید گریخت
اُسکو قضاء (خداوندی) سے قضاء کیجانب بھاگنا چاہئے۔

[1] گر تو۔ اگر تو یہ خیال کرے کہ دل کی صفائی محض عطیۂ خداوندی ہے انسان کی کوشش کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے تو یہ غلطی ہے انسان کوشش کرتا ہے تو دریائے رحمت جوش میں آکر عطیہ کردیتا ہے۔

[2] واہب۔ انسان کی کوشش اور دعا بقدر ہمت ہے اور ہمت دینے والا بھی خدا ہے ورنہ ناچیز انسان عرفان کا تنات کا ارادہ نہیں کرسکتا۔ نیست۔ تقدیر اختیار کے منافی نہیں ہے تقدیر کے ساتھ اختیار باقی ہو بدبخت اس اختیار کو غلط استعمال کرتا ہے اور مصیبت آنے پر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے نیک بخت اس مصیبت پر آہ وزاری کے ذریعہ اور قرب حاصل کرلیتا ہے۔ بَددلاں۔ جنگ کے آثار بہادر اور بُزدل پر مختلف مرتب ہوتے ہیں اور انکے اختیار ہی کی بنیاد پر ہیں۔

[3] رستماں۔ بہادروں کے لئے خوف پیش قدمی کا سبب بنتا ہے اور بُزدل خوف سے خود بخود مرجاتا ہے۔ چوں۔ جان کا خوف بہادر اور بُزدل کی کسوٹی ہے۔ حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو اپنے تمام مقاصد میں شیطانی وسوسوں سے بچکر قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگنا چاہئیے۔ ایک موقع پر جب حضرت عمرؓ نے طاعون کے خطرے سے سفر چھوڑ کر مدینہ کی طرف واپسی کی تو بعض صحابہؓ نے اعتراض کیا اور کہا کہ تَفِرُّ عَنْ قَدْرِ اللّٰہ آپ قضاءِ الٰہی سے بھاگتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا نَعَمْ نَفِرُّ مِنْ قَدْرِ اللّٰہِ اِلٰی قَدْرِ اللّٰہ۔ ہاں ہم قضاءِ الٰہی سے قضاءِ الٰہی کی طرف بھاگتے ہیں یعنی مصالح کی بنیاد پر جو راہ بھی اختیار کی جائیگی وہ بھی قضاءِ الٰہی ہے۔

وحی کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من کہ خالق ام ترا دوست دارم

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰؑ را بوحیِ دل خدا | **کاے گزیدہ دوست می دارم تُرا**
اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰؑ سے کہا | کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت چہ خصلت بُود اے ذوالکرم | **موجبِ آں تا من آں افزوں کنم**
(حضرت موسیٰؑ نے) عرض کیا اے صاحبِ کرم! کونسی عادت ہو | اُس کا سبب، تاکہ میں اُس کو بڑھاؤں

گفت چوں طفلے بہ پیشِ والدہ | **وقتِ قہرش دست ہم بر وے زدہ**
فرمایا (تو)، ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے | جو اُس کے غصہ کے وقت (بھی) اُس سے چپٹا ہوا ہے

خود نہ داند کہ جز اُو دیّار ہست | **ہم ازو مخمور و ہم ازو ست مست**
وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اُس (ماں) کے سوا کوئی | اُسی سے وہ مخمور ہے اور اُسی سے وہ مست ہے

مادرش گر سیلیے بر وے زند | **ہم بمادر آید و بر وے تند**
اگر اُس کی ماں اُس کے طمانچہ مارے | ماں کے پاس آتا ہے اُس کا چکر کاٹتا ہے

از کسے یاری نخواہد غیرِ اُو | **اُوست جملہ شرِّ اُو و خیرِ اُو**
اُس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا | اُس کا اچھا بُرا سب کچھ وہی ہے

۲ خاطرِ تو ہم زما در خیر و شر | **التفاتش نیست جاہائے دگر**
بھلائی اور بُرائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے | اُس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے

غیرِ من پیشت چو سنگ ست و کلوخ | **گر صبی و گر جوان و گر شیوخ**
میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے | خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

ہمچناں کہ ایّاکَ نعبدُ در حنیں ۳ | **در بلا از غیرِ تو لا نستعین**
جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے | مصیبت میں تیرے غیر سے "ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے

ہست ایں ایّاکَ نعبدُ حصر را | **در لغت واں از پئے نفیِ ریا**
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کیلئے ہے | عربی میں سمجھ لے، ریا کی نفی کے لئے ہے

ہست ایّاکَ نستعین ہم بہرِ حصر | **حصر کردہ استعانت را و قصر**
"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں"، بھی حصر کے لئے ہے | جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مخصوص کر رہا ہو

---

۱ وحی۔ اس قصہ کا مقصود یہ ہے کہ مومن کو خدا کے معاملہ میں ایسا ہی ہونا چاہیئے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ تھے۔ گزیدہ۔ برگزیدہ۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا میری کونسی خصلت دوستی کا سبب ہے وہ بتا دیجئے تاکہ میں اُس میں اور اضافہ کروں۔ طفلے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا تیرا میرے ساتھ وہی معاملہ ہے جو بچہ کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے اگر ماں اُس کو مارتی ہے تو بھی وہ ماں ہی کو چپٹتا ہے کسی دوسرے کی طرف مدد کے لئے نہیں جاتا ہے۔ دیّار۔ گھر میں رہنے والا۔

۲ خاطر تو۔ حضرت حق نے حضرت موسیٰؑ سے فرمایا تیرا مزاج بھی یہی ہے کہ ہماری جانب سے خیر ہو یا بظاہر شر تو میری ہی طرف متوجہ ہوتا ہو کسی دوسری جانب توجہ نہیں کرتا ہے۔ غیر من۔ میرے سوا تیرے لئے ناقابلِ التفات ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بڑھا۔ صبی۔ بچہ۔ شیوخ۔ شیخ کی جمع ہے، بوڑھا۔

۳ ایّاکَ نعبدُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں عربی زبان میں عبادت کو اللہ تعالیٰ کیلئے منحصر کرنے کیلئے ہے یعنی دوسرے کی عبادت کرنا تو درکنار ہم عبادت میں ریاکاری کو بھی گوارا نہیں کرتے ہیں۔ ایّاکَ نستعین۔ ہم تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں، بھی حصر کیلئے ہے اور مدد مانگنے کو اللہ تعالیٰ کیساتھ مخصوص کرنے کیلئے ہے۔

کہ[1] عبادت مر ترا آریم و بس — طمع یاری ہم ز تو داریم و بس
کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس — مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

خشم کردنِ پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردنِ شفیع مغضوب علیہ را و از پادشاہ درخواستن و قبول کردنِ پادشاہ درخواست و شفاعت کردنِ شفیع را و رنجیدنِ ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیمے خشم کرد — خواست تا از وے بر آرد دود و گرد
ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا — چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے

کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف — تا زند بر وے جزائے آں خلاف
بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی — تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے

ہیچکس[2] را زہرہ نے تا دم زند — یا شفیعے بر شفاعت بر تند
کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے — یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو

جز عماد الملک نامی از خواص — در شفاعت مصطفیٰ وار انہ خاص
سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا — اور حضرت مصطفیٰ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا

بر جہید و زود در سجدہ فتاد — در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد
وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا — بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی

گفت اگر دیو ست من بخشیدمش — ور بلیسی کرد من پوشیدمش
اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان ابھی ہو تو میں نے اسکو معاف کر دیا — اگرچہ اس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی

چونکہ[3] آمد پاے تو اندر میاں — راضیم گر کرد مجرم صد زیاں
چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے — میں راضی ہوں اگر مجرم نے سیکڑوں نقصان کئے ہیں

صد ہزاراں خشم را تانم شکست — کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست
میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں — کیونکہ تیری بزرگی اور مرتبہ ایسا ہے

لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست — زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست
تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں — کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے

---

[1] کہ۔ دونوں جملوں کا مطلب یہ ہوا کہ ہم صرف خدا کی عبادت کرتے ہیں اور صرف اسی سے مدد چاہتے ہیں۔ خشم۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مصاحب کی عماد الملک نے شاہ کے معاملہ میں جو مدد کی وہ اس مصاحب کو ناگوار گذری یہی حالت ایک مومن کی خدا کے معاملہ میں ہونی چاہیئے۔ ندیم۔ مصاحب۔ دود۔ یعنی اسکو قتل کر دے۔ خلاف۔ یعنی اس کام کی سزا جو مصاحب نے شاہ کی مرضی کے خلاف کیا تھا۔

[2] ہیچکس۔ بادشاہ کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ اس مصاحب کی سفارش کرے۔ جز۔ عماد الملک جو بادشاہ کے خواص میں سے تھا وہ سفارش کے ساتھ اسی طرح مختص تھا، جس طرح آنحضورؐ حشر میں عام شفاعت کیلئے مخصوص ہونگے۔ در زماں۔ بادشاہ نے عماد الملک کی سفارش پر فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی۔ گفت۔ بادشاہ نے کہا خواہ یہ مصاحب شیطان تھا اور اس نے شیطنت کی تھی میں نے اسکو معاف کر دیا۔

[3] چونکہ۔ بادشاہ نے عماد الملک سے کہا مجرم کی خواہ سیکڑوں خطائیں ہوں جبکہ تو بیچ میں آ گیا ہے میں سیکڑوں غصوں کو پی لوں گا۔ لابہ۔ چونکہ تجھ میں اور مجھ میں بالکل اتحاد ہے تیرا خوشامد کرنا بعینہ میرا خوشامد کرنا ہے۔

گر[1] زمین و آسماں را برہم زدے — زانتقام ایں مرد بیروں نامدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے — یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا

ور شدے ذرّہ بذرّہ لابہ گر — اُو نبردے ایں زماں از تیغ سر
اگر ذرّہ ذرّہ خوشامدی بنتا — وہ تلوار سے اِسوقت سر نہ بچا سکتا

بر تو می ننہیم منّت اے کریم — لیک شرحِ عزّتِ تست اے ندیم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں — ہاں اے مصاحب! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے

ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں — اے صفاتت در صفاتِ ما دفیں
یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقیناً میں نے کی ہے — اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں گم ہوگئی ہیں

تو دریں مستعملی نے عاملی — زانکہ محمولِ منی نے حاملی
تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنیوالا نہیں ہے — کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل

ما رمیت[2] اِذ رمیت گشتۂ — خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ
تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بنگیا ہے — تو نے اپنے آپ کو جھاگ کیطرح موج کے سپرد کر دیا ہے

لاشدی پہلوی اِلّا خانہ گیر — اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر
تو لا بن گیا، اِلّا کے پہلو میں مقیم ہوگیا — تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی

انچہ دادی تو ندادی شاہ داد — اُوست بس واللہ اعلم بالرشاد
جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا، شاہ نے دیا ہے — بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

واں[3] ندیم رستہ از زخم و بلا — زیں شفیع آزرد و برگشت از ولا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر — اِس سفارش سے ناراض ہوگیا اور دوستی سے منحرف ہوگیا

دوستی ببرید زاں مخلص تمام — رُو بحایط کرد تا نارد سلام
اُس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی — دیوار کی طرف کو مُنھ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کرے

زیں شفیعِ خویشتن بیگانہ شد — زیں تعجب خلق در افسانہ شد
اپنے اُس سفارشی سے بیگانہ بن گیا — اِس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے

۱؎ گر زمیں۔ اگر تو سفارش نہ کرتا تو خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے میں کبھی معاف نہ کرتا۔ بر تو۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ میرا بیان تجھ پر احسان رکھنے کے لئے نہیں بلکہ تیرے مرتبہ اور عزت کی تشریح ہو رہی ہے۔ یہ سفارش تو نے نہیں کی بلکہ میں نے کی ہے کیونکہ تو اپنی صفات اور خواہشات کو میری صفات اور خواہشات میں فنا کر چکا ہے اِس صورت میں تجھ پر احسان جتانے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ تو دریں۔ جبکہ اصل سفارش میری جانب سے ہے تو تو محض ایک آلہ ہے کام کرنے والا تو میں ہوں میں نے تجھ پر سفارش لادی ہے تو نے خود اُس بوجھ کو نہیں اٹھایا ہے۔

۲؎ ما رمیت۔ آنحضورؐ نے جبکہ اپنی شخصیت کو ذاتِ باری میں فنا کر دیا تو جنگِ بدر میں آنحضورؐ کا مُٹھی بھر کنکریوں کو پھینکنا آنحضورؐ کیطرف منسوب نہ ہوا بلکہ خدا کی طرف منسوب ہوا اِسی طرح جب تو اپنی صفات کو میری صفات میں گم کر چکا ہے تو سفارش کرنا تیری طرف منسوب نہ ہوگا۔ لاشدی۔ کلمۂ طیبہ میں لا الٰہ میں غیر اللہ کی نفی ہے اور الا اللہ میں ذاتِ باری کا اثبات ہے تو اِسی طرح تیرا میرے ساتھ معاملہ ہے۔ تو غیر کا انکار کر چکا ہے اور مجھ میں فنا ہو چکا ہے لہٰذا تو فانی بھی ہے اور باقی بھی اور تو محکوم بھی ہے اور حاکم بھی۔ اُوست بس۔ وجودِ حقیقی صرف شاہ کا ہے تو تیرا دینا تیری طرف منسوب نہ ہوگا شاہ کیطرف منسوب ہوگا۔

۳؎ واں ندیم۔ عماد الملک کی سفارش سے نجات پا جانے کے بعد وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہوگیا۔ زیں شفیع۔ جب وہ مصاحب عماد الملک سے ناراض ہوگیا تو لوگوں نے طرح طرح کی باتیں کہنی شروع کر دیں کوئی اُس کو پاگل کہتا کوئی اسکی تحسین کرتا اور لوگ کہتے کہ ایسے محسن کی تو خاک پا بننا چاہیے تھا نہ کہ ناراض ہونا۔

گر نہ مجنون ست یاری چون بُرید
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اُس نے دوستی کیوں توڑی؟
از کسے کہ جانِ اُو را وا خرید
ایسے شخص سے جس نے اُس کی جان دوبارہ خریدی

وا خریدش آں دم از گردن زدن
اُس وقت اُس نے اُس کو گردن کٹنے سے بچایا
خاکِ نعلِ پاش بایستے شدن
اُسکو تو اُس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہوجانا چاہیئے

باز گونہ رفت و بیزاری گرفت
اُس نے اُلٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کرلی
با چُنیں دلدار کیں داری گرفت
ایسے دوست سے کینہ وری شروع کردی

بس[1] ملامت کرد اُو را ناصحے
اُس کو ایک نصیحت کرنیوالے نے بہت ملامت کی
کیں جفا چوں میکنی با مُصلحے
کہ ایسی نیکی کرنیوالے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟

جانِ تو بخرید آں دلدارِ خاص
اُس خاص دوست نے تیری جان خریدی
آں دم از گردن زدن کردت خلاص
اُس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا

گر جفا کردے نبایستے رمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیئے تھا
خاصہ نیکی کرد آں یارِ حمید
خصوصاً جبکہ اُس قابلِ تعریف دوست نے بھلائی کی ہے

گفت بہرِ شاہ مبذول ست جاں
اُس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے
اُو چرا آید شفیع اندر میاں
وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟

لِی[2] مَعَ اللہِ وقت بُود آندم مرا
اُسوقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا
لَا یَسَعُ فِیہِ نَبِیٌّ مُجتبیٰ
جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے

من نخواہم رحمتے جُز رحمِ شاہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں
من نخواہم غیرِ آں شہ را پناہ
میں اُس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں

غیرِ[3] شہ را بہرِ آں لا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لئے نفی کی ہے
کہ بسوئے شہ تولّا کردہ ام
کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کرلی ہے

گر ببُرّد اُو بقہرِ خود سرم
اگر وہ (شاہ) اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا
شاہ بخشد شصت جانِ دیگرم
شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کردے گا

کارِ من سربازی و بیخویشی ست
میرا کام سر دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے
کارِ شاہنشاہِ ما سر بخشی است
ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے

فخر آں سر کہ کفِ شاہش بُرد
وہ سر قابلِ فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے
ننگ آں سر کہ بغیرے سر بُرد
وہ سر (باعثِ) ذلت ہے جو اُسکے غیر کے آگے جھکے

---

[1] بس ملامت کرد۔ ایک ناصح نے کہا ایسی بھلائی کرنے والے سے تو کیوں خفا ہوگیا اُس نے تو تجھے قتل سے بچایا ہے۔ گر جفا۔ ایسا محسن اگر ظلم بھی کرے تو اسکو برداشت کرنا چاہیئے نہ کہ اُس کی بھلائی سے ناراض ہونا چاہیئے۔ گفت۔ اُس مصاحب نے کہا کہ میری جان تو شاہ کے لئے تھی یہ بیچ میں آکر بچانیوالا کون تھا۔

[2] لی مع اللہ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے لِی مَعَ اللہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِی فِیہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میرے لئے خدا کے ساتھ وہ وقت بھی ہوتا ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ کی گنجائش ہوتی نہ کسی مرسل نبی کی۔ اُس مصاحب نے کہا کہ مجھے شاہِ وقت سے ایسا قرب حاصل تھا جیسا کہ آنحضورؐ کو جنابِ باری سے حاصل ہوتا تھا، لہٰذا اعداء الملک کی اسمیں گنجائش کہاں تھی۔

[3] غیر شہ۔ میں نے شاہ کے علاوہ سب کی نفی کردی ہے اور صرف کی دوستی پر بھروسہ کرلیا ہے اب اُس کو اختیار ہے میرے ساتھ جو چاہے معاملہ کرے میں اُس کی رضا پر راضی ہوں۔ فخر۔ جو سر شاہ کے ہاتھ سے کٹ جائے وہ باعثِ فخر ہے اور جو سر دوسرے کے سامنے جھکے وہ باعثِ ذلت ہے۔

شب[1] کہ شاہ از قہر در قبرش کشید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تار کول میں ڈالا

ننگ دارد از ہزاراں روزِ عید
عید کے ہزاروں دنوں سے وقت محسوس کرتی ہے

خود طوافِ آنکہ او شہ بیں بود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر کاٹنا

فوقِ قہر و لطف و کفر و دیں بود
غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے

زاں نیامد یک عبارت در جہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے

کہ نہانست و نہانست و نہاں
کیونکہ وہ پوشیدہ ہے، پوشیدہ ہے، پوشیدہ

زانکہ ایں اسماء و الفاظِ حمید
اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ

از گلابہ[2] آدمی آمد پدید
انسان کے جسم سے نکلے ہیں

عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ بُد آدم را امام
علم الاسماء آدم کا امام تھا

لیک نے بُد در لباس عین و لام
لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا

چوں نہاد از آب و گل بر سر کلاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی

گشت آں اسمای جانی روسیاہ
وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے

کہ نقابِ حرف و دم در خود کشید
کیونکہ اُن (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا

تا شود بر آب و گِل معنی پدید
تاکہ پانی اور مٹی پر معنی واضح ہو جائیں

گرچہ[3] از خشمِ شہم کرد او خلاص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا

لیک ہم شہ شُد مرا حقا مناص
لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا

گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست
گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے (حقیقت کو) ظاہر کرنیوالی ہے

لیک از دہ وجہ دیگر مکتنف ست
لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

گفتنِ جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ

هَلْ لَكَ حَاجَةٌ قَالَ بَلٰى اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا
تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیلِ وقتم و او جبرئیل
میں اپنے زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (بمنزلہ) جبرئیل ہے

من نخواہم در بلا او را دلیل
میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں

اصل مقصود الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا الفاظ اگرچہ ایک حیثیت سے مقصد کو واضح کرتے ہیں لیکن دس حیثیتوں سے اس میں اور ابہام پیدا کر دیتے ہیں۔ من خلیل۔ مصاحب نے کہا میرا اور بادشاہ کا وہی معاملہ تھا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا اللہ تعالیٰ سے جس طرح خلیل اللہ نے حضرت جبرئیل کی مدد کو پسند نہ کیا مجھے بھی عماد الملک کی مدد پسند نہ آئی۔

[1] شب۔ جس رات کو شاہ کے غصہ نے کالا کیا ہو وہ عید کے ہزاروں دنوں سے افضل ہے۔ خود جس کو مشاہدۂ حق حاصل ہے اور وہ ذات حق کا طواف کرتا ہے اس کے لئے قہر و لطف میں یکساں لذت ہوتی ہے اور وہ کفر اور اس کی سزا سے بالاتر ہوتا ہے۔ دین۔ یعنی کفر کی سزا یا یوم الدین یعنی یوم حشر کا غم۔ زاں۔ اس مقام مشاہدہ کو کسی عبارت کے ذریعہ تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ نہایت مخفی ہے، عبارتیں اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

[2] گلابہ۔ گل و آب یعنی جسم انسانی، مادی الفاظ روح کے اعلیٰ مقام کی تعبیرات سے قاصر ہیں۔ علم الاسماء۔ اگرچہ اسماء اور الفاظ کی تعلیم من جانب اللہ اور حضرت آدم کو سکھائے گئے تھے لیکن وہ اسماء اس مادی حروف تہجی سے نہ بنے تھے۔ چوں۔ جب ان غیر مادی اسماء نے مادہ کا لباس پہنا تو انکی روحانیت ختم ہوگئی اور ان میں سیاہی پیدا ہوگئی۔ کہ نقاب۔ ان اسماء کو مادی لباس اس لئے پہنا دیا گیا تاکہ مادی انسان انکے معانی سمجھ سکیں۔

[3] گرچہ۔ اس مصاحب نے کہا اگرچہ عماد الملک نے بظاہر مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میری اصل گریزگاہ خود شاہ ہے لہٰذا میں اس کا ممنون احسان نہیں ہوں۔ گرچہ۔ مصاحب نے کہا کہ میں اپنا

اُو ادب ناموخت از جبریلؑ راد ¹ | کہ بپرسید از خلیلِ حق مُراد
اُس نے عقلمند جبرئیلؑ سے ادب نہ سیکھا | کہ اُس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی

کہ مُرادت ہست تا یاری کُنم | ورنہ بگریزم سُبکباری کُنم
کہ تیری کوئی مراد ہے، تاکہ میں مدد کروں | ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں

گفت ابراہیمؑ نے رَو از میاں | واسطہ زحمت بُوَد بعدَ العیاں
ابراہیمؑ نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا | کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے

بہرِ ایں دنیاست مُرسَل رابطہ | مُومناں را زانکہ ہست اُو واسطہ
اِس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے | مومنوں کے لیئے، کیونکہ وہ واسطہ ہے

ہر دلے ارسامعِ بُدے وحیِ نہاں | حرف و صوتے کے بُدے اندر جہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سُننے والا ہوتا | تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟

گرچہ² اُو محوِ حق ست و بے سَر است | لیک کارِ من ازاں نازک‌تر است
اگرچہ وہ (جبرئیلؑ) اللہ تعالیٰ میں فنا اور بیخود ہو | لیکن میرا کام اُس سے زیادہ نازک ہے

کردہٴ اُو کردہٴ شاہ است لیک | پیشِ چشمم بد نمایندہ است نیک
اگرچہ اُس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن | لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے

آنچہ³ عینِ لُطف باشد بر عوام | قہر شد بر عشق کیشانِ کِرام
جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے | شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے

بس بلا و رنج می باید کشید | عامہ را تا فرق را تانند دید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں | عوام کو، تاکہ فرق کو دیکھ سکیں۔

کایں حروفِ واسطہ اے یارِ غار | پیشِ واصل خار باشد خار خار
اے یارِ غار! یہ واسطہ کے حروف | واصل (بحق) کیلئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا

بس بلا و رنج بایست و وقوف | تا رہد آں روحِ صافی از حروف
بہت سی بلائیں اور رنج (اور دانیں) ٹکا دُی جائیں | تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اُٹھے

لیک بعضے زیں بلا کژتر شدند | باز بعضے صافی و برتر شدند
لیکن بعض اِس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہوگئے | بعض صاف اور زیادہ بلند ہوگئے

مقولہ ہو حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن جو کام نیک لوگوں کے حسنات ہیں وہ کام بسا اوقات مقربین بارگاہ کے لئے گناہ شمار ہوتے ہیں۔ بس۔ اِس بات کو سمجھنے کیلئے ریاضت اور مجاہدہ کی ضرورت ہے تب عوام سمجھ سکتے ہیں کہ مشاہدہ کے بعد درمیانی حروف اور واسطہ مناسب نہیں ہیں۔ بس بلا بہت سے مصائب جھیلنے کے بعد حروف کے ذریعہ اِس حقیقت کو سمجھا جا سکتا ہے۔ لیک مصائب پر شکوہ ہو تو تباہی ہو ہاں اگر صبر و شکر ہو تو درجات بلند ہوتے ہیں۔

---

¹ او ادب۔ عماد الملک کو جبرئیلؑ کے اِس قصہ سے نصیحت حاصل کرلینی چاہیئے تھی کہ مراد حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں تھے تو حضرت جبرئیلؑ نے آکر مدد کرنی چاہی، حضرت ابراہیمؑ نے انکار کر دیا اور فرمادیا مشاہدہ کے بعد وسائط کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ بہر ایں دنیا۔ عام مومنین جو مشاہدہ سے محجوب ہیں اُن کے لئے رسول واسطہ ہوتے ہیں حضرت ابراہیمؑ خود مشاہدہ میں مستغرق تھے اُنکو جبرئیلؑ کا واسطہ ناگوار گذرا۔ ہر دل۔ ہر انسان میں یہ استعداد نہیں کہ وہ وحی کو سُن سکے اِسلئے کہ وحی کو بذریعہ حروف اور آواز سنایا گیا ہے اگر ہر سننے والے میں وحی کو سننے کی استعداد ہوتی تو پھر حرف اور آواز کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔

² گرچہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کو فنائیت کا مقام حاصل ہے لیکن میرا معاملہ اِس سے بھی نازک ہے اِس میں کسی واسطہ کی گنجائش نہیں خواہ فنا فی اللہ ہی کیوں نہ ہو۔ کردہ۔ جبرئیلؑ کا کام مقامِ فنائیت کی وجہ سے خدا ہی کا کام ہے لیکن وہ اُس کام میں ماذون ہیں اللہ کیجانب سے مامور نہیں ہیں ورنہ وہ کہتے کہ میں خدا کے حکم سے مدد کیلئے آیا ہوں۔

³ آنچہ۔ اسطرح کی مدد عوام کے لئے عین لطفِ خداوندی ہے لیکن عاشقانِ خدا کے لئے مناسب نہیں ہے مشہور

ہمچو آبِ نیلؔ آمد ایں بلا — سَعد را آبست و خوں بر اَشقیا
یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے — جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کیلئے خون ہو

ہر کہ پایاں بیں تراُو مسعود تر — جِدّ تر اُو کارد کہ افزوں دید بر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہو زیادہ نیک بخت ہے — زیادہ محنت سے وہ بوئیگا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو

زانکہ داند کایں جہانِ کاشتن — ہست بہرِ محشر و بَرداشتن
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا — محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کیلئے ہے

ہیچؔ عقدے بہرِ عینِ خود نبُود — بلکہ از بہرِ مقامِ رِبح و سُود
کوئی معاملہ بعینہ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے — بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے

ہیچ نبُود مُنکرے گر بنگری — مُنکریؔش بہرِ عینِ مُنکری
اگر تو دیکھے تو کوئی مُنکر نہیں ہوتا ہے — (کہ) اُس کا انکار محض انکار کے لئے ہو

بَل برای قہرِ خصم اندر حَسد — یا فزونی جُستن و اظہارِ خود
بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کیلئے ہوتا ہے — یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کیلئے ہوتا ہے

واںؔ فزونی ہم پئے طمعِ دگر — بے معانی چاشنی ندہد صُوَر
وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے — محض، صورتیں بلامعانی کے لطف نہیں دیتی ہیں

زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی — کہ صُوَر زیت است و معنیٰ روشنی
اسی لئے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟ — کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنیٰ روشنی ہیں

ورنہ ایں گفتن چرا از بہرِ چیست — چونکہ صورت بہرِ عینِ صورتیست
ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے — جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے

ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست — جز برای ایں چرا گفتن بدست
یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہو — اس کے سوا کیلئے "کیوں" کہنا بُرا ہے

از چہ رُو فائیدہ جوئی اے امیں — چوں بُود فائیدہ ایں خود ہمیں
اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟ — جبکہ یہ (فعل) خود فائدہ ہو

پس نقوشِ آسماں و اہلِ زمیں — نیست حکمت کاں بُود بہرِ ہمیں
تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں — (ان میں) کوئی حکمت نہیں ہو کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں

ورنہ۔ اگر ہر معاملہ کی ظاہری صورت مقصود ہوتی تو کیوں کا سوال نہ کیا جاتا۔ پس۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ معاملہ کی محض صورت مقصود نہیں ہے تو اب سمجھ کہ آسمان اور دنیا کے پیدا کرنے سے اُن کی صورت مقصود نہیں ہے بلکہ اُن کی پیدائش میں حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

لہ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی قبطیوں کی تباہی اور سبطیوں کی نجات کا سبب بنا۔ ہر کہ۔ جو اُن مصائب کے عمدہ نتائج پر نظر رکھے گا سعادت حاصل کرلے گا جو کھیتی کی عمدہ پیداوار کو دیکھے گا وہ کھیتی میں محنت کرے گا۔ زانکہ۔ انجام بیں سمجھتا ہے کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے جو یہاں بوئیگا وہاں کاٹے گا۔

لہ ہیچ عقدے جس طرح دنیا خود مقصود نہیں بلکہ آخرت کا ذریعہ ہے اسی طرح کوئی بھی معاملہ صرف معاملہ کیلئے نہیں ہوتا ہے بلکہ اُس کا مقصد نفع اور فائدہ اٹھانا ہوتا ہے۔ منکری۔ کوئی شخص کسی حقیقت کا انکار محض انکار کے لئے نہیں کرتا بلکہ اسکے پیشِ نظر بالمقابل کی مغلوبیت اور اپنی فوقیت ہوتی ہے۔

سہ واں فزونی۔ برتری بھی انسان کا خود مقصد نہیں ہوتا بلکہ اور نتائج مقصود ہوتے ہیں۔ صُوَر یعنی کام کی محض صورت اُس وقت لذت بخش ہوتی ہے جبکہ اُس میں کوئی مقصد مُضمر ہو۔ چرا ایں میکنی۔ کام کرنے والے سے لوگ پوچھتے ہیں تو کیوں کام کرتا ہے تو اُن کا مقصد اس کے اصلی مقصود کو دریافت کرنا ہوتا ہے۔ کہ صُوَر۔ معاملوں کی ظاہری صورت کی مثال تیل کی سی ہے اور اصل مقصود کی مثال تیل سے پیدا ہونے والی روشنی ہے۔

گر[1] حکیمے نیست ایں ترتیب چیست
اگر وہ (خالق) صاحبِ حکمت نہیں ہے تو یہ کائنات کی ترتیب کیسی ہے!

ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اُس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے؟

کس نسازد نقشِ گرمابہ خضاب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہو

جُز پئے قصدِ صواب و ناصواب
کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو

ہر چہ بینی در جہاں از آیتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا

ہست بہرِ معنیے و حکمتے
وہ کسی معنٰی اور حکمت کے لئے ہے

مطالبت[2] کردنِ موسیٰؑ از حضرتِ عزّت کہ لِمَ خَلَقْتَ خَلْقًا فَاَھْلَکْتَہٗ وَاَحْرَقْتَہٗ وجواب آمدن از حضرتِ عزّت

حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر تو اُس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰؑ اے خداوندِ حساب
حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے محاسبہ کے مالک

نقش کردی باز چوں کردی خراب
تو نے صورت بنائی پھر اُس کو کیوں تباہ کیا؟

نر و مادہ نقش کردی جانفزا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے

وانگہے ویراں کُنی ایں را چرا
پھر تو ویران کر دیتا ہے یہ کیوں ہے؟

گفت[3] حق دانم کہ ایں پرسش تُرا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال

نیست از انکار و غفلت و ز ہوا
انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے

ورنہ تادیب و عتابت کردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا

بہرِ ایں پرسش تُرا آزردمے
اِس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا

لیک می خواہی کہ در افعالِ ما
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں

باز جوئی حکمت و سرِّ قضا
حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے

تا ازاں واقف کُنی مر عام را
تاکہ تو اِس سے عوام کو باخبر کرے

پُختہ گردانی بدیں ہر خام را
اِس سے ہر کچے کو پکا بنائے

قاصداً سائل شُدی در کاشفی
وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے

بہرِ عامہ ارچہ تو زاں واقفی
عوام کے لئے، اگرچہ تو اُس سے واقف ہے

زانکہ نیمِ علم آمد ایں سوال
یہ سوال نصف علم ہے

ہر برونے را نباشد ایں مجال
ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے

لہ گر حکیمے - حکمت والے کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا آسمان اور دنیا کا پیدا کرنیوالا حکیم ہے کائنات کا نظام اور ترتیب یہ بتاتی ہے۔ کس۔ حمام میں جو تصویریں بنائی جاتی ہیں اُن کا بھی کوئی مقصد ہے خواہ صحیح ہو یا غلط۔ ہرچہ۔ دنیا میں ہر چیز کے پیدا کرنے میں حکمت مُضمر ہے۔

٢ہ مطالبت۔ اِس قصہ کا مقصد مخلوقات میں حکمتِ الٰہی کا بیان کرنا ہے۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا تو انسانوں کو پیدا کرتا ہے پھر مار دیتا ہے اِس میں کیا حکمت ہے۔ خداوندِ حساب۔ یعنی یومِ حساب کے مالک۔

٣ہ گفتِ حق۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا چونکہ تیرا یہ سوال انکار اور غفلت پر مبنی نہیں ہے اِس لئے میں درگذر کرتا ہوں ورنہ سزا دیتا تو اسلئے معلوم کر رہا ہو تاکہ عام کو ہماری حکمتوں سے آگاہ کر دے ورنہ تجھے مخلوق کے پیدا کرنے میں ہماری حکمتیں معلوم ہیں۔ زانکہ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ مشہور ہے اَلسُّؤَالُ نِصْفُ الْعِلْمِ یعنی کسی چیز کے بارے میں دریافت کرنا اُس چیز کا آدھا علم ہے حضرت موسیٰ حکمتوں سے واقف تھے۔

ہم[1] سوال از علم خیزد ہم جواب
سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے
ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول

ہم ضلال از علم خیزد ہم ہُدے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی
ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندے
جیساکہ تری سے تلخ اور شیریں

ز آشنائی خیزد ایں بُغض و وِلا
یہ بُغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہو
وز غذائے خوش بُود سُقم و شفا
بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے

مُستفید[2] اعجمی شُد آں کلیم
وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنیوالا بنانیوالے بنے
تا عجمیاں را کُند زیں سِر علیم
تاکہ ناواقفوں کو اِس راز سے باخبر کریں

ما ہم از وَے اعجمی سازیم خویش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں
پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش
بیگانوں کی طرح اُس کا جواب پیش کرتے ہیں

خر فروشاں خصمِ یکدیگر شُدند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے
تا کلیدِ قُفلِ آں عَقد آمدند
یہاں تک کہ اُس معاملہ کے قفل کیلئے کُنجی بنگئے

پس بفرمودش خدا اے ذو لُباب
پھر اُن سے خدا نے فرمایا اے عقلمند!
چوں بپُرسیدی بیا بشنو جواب
جبکہ تو نے سوال کیا ہے، آ جواب سُن

موسیا[3] تخمے بکار اندر زمیں
اے موسیٰؑ! زمین میں بیج بو دے
تا کہ تو خود وادہی انصافِ ایں
تاکہ تو خود اِس کا انصاف کرلے

چونکہ موسیٰؑ کشت شد کشتش تمام
جب حضرت موسیٰؑ نے کھیتی بوئی اُنکی کھیتی پوری ہوگئی
خوشہا یش یافت خوبی و نظام
اُسکے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کرلی

داس بگرفت و مرآں را می بُرید
انھوں نے درانتی لی اور اُس کو کاٹ لیا
پس ندا از غیب در گوشش رسید
تو اُن کے کان میں غیب سے آواز آئی

کہ چرا کِشتے کُنی و پروری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟
چوں کمالے یافت آں را می بُری
جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اسکو کاٹتا ہے

گفت یا رب زاں کُنم ویران و پست
(موسیٰؑ نے) عرض کیا اے خدا! میں (کھیت کو) ویران
کہ درینجا دانہ ہست و کاہ ہست
کہ اُس میں دانہ بھی ہے اور بھُوسا بھی ہے

حضرت موسیٰؑ سے دریافت کیا کہ تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر اب اُس کو کیوں کاٹ ڈالا۔ گفت۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ کھیتی کے پکنے پر اُس میں دانہ اور بھوسا تھا اور دونوں کو ملا جُلا دینا مناسب نہ تھا حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ دونوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جائے۔

[1] ہم سوال۔ کسی چیز کا علم ہو جانے کے بعد ہی اُس کے بارے میں سوال و جواب ہو سکتا ہے یہ دونوں متضاد باتیں ایسی ہی ہیں جیسا کہ مٹی سے پھول بھی اُگتا ہے اور کانٹا بھی۔ ہم ضلال۔ علم ہی گمراہی اور ہدایت کا سبب بنتا ہے جیسا کہ نمی اور تری ہی پھل میں تلخی بھی پیدا کرتی ہے اور شیرینی بھی، ملاقات اور تعارف سے دشمنی اور دوستی پیدا ہوتی ہے اور غذا سے بیماری اور صحت پیدا ہوتی ہے۔

[2] مُستفید۔ حضرت حق نے فرمایا کہ موسیٰؑ ناواقفوں کو حکمتوں سے واقف کرنا چاہتا ہے اِس لئے تجاہل عارفانہ برت رہا ہے ہم بھی اس کے علم سے انجان بن کر اس کو جواب دیتے ہیں۔ خر فروشاں۔ دنیا میں یہ طریقہ رائج ہے کہ تجاہل برت کر معاملہ کو حل کر لیتے ہیں گدھا بیچنے والے آپس میں فرضی طور پر ایسی باتیں شروع کر دیتے ہیں کہ گاہک گدھا خرید لیتا ہے۔

[3] موسیا۔ حضرت موسیٰؑ کو جواب دینے سے قبل حضرت حق تعالےٰ نے حضرت موسیٰؑ سے وہ عمل کرایا جس میں خود جواب پوشیدہ تھا تاکہ جواب اچھی طرح اُن کی سمجھ میں آ جائے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ تم کھیتی بو دو اور جب کھیتی تیار ہو گئی تو انھوں نے اُس کھیتی کو کاٹ ڈالا۔ کہ چرا۔ اللہ تعالےٰ نے

دانہ لائق نیست در انبار کاہ — کاہ در انبارِ گندم ہم تباہ

دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے — بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے

نیست حکمت ایں دو را آمیختن — فرق واجب می کند در بیختن

ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے — وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بناتی ہے

گفت[1] ایں دانش تو از کہ یافتی — کہ بدانش بیدرے بر ساختی

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟ — کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا

گفت تمییزم تو دادی اے خدا — گفت پس تمییز چوں نبود مرا

حضرت موسیٰ نے عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی — (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟

در خلائق روحہائے پاک ہست — روحہائے تیرہ و گلناک ہست

مخلوق میں پاک روحیں ہیں — کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں

ایں[2] صدفہا نیست در یک مرتبہ — در یکے دُرست و در دیگر شبہ

یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں — ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے

واجب ست اظہار ایں نیک و تباہ — ہمچناں کاظہار گندمہا ز کاہ

نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے — جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا

بہر اظہار ست ایں خلق جہاں — تا نماند گنج حکمتہا نہاں

دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے — تا کہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے

کنت[3] کنزاً گفت مخفیاً شنو — جوہر خود گم مکن اظہار شو

سُن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا — تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اُس کو ظاہر کر

بیانِ آنکہ روحِ حیوانی و عقلِ جزوی و وہم و خیال بر مثالِ دوغند

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں

در روح وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں

اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اُس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہر صدقت خفی شد در دروغ — ہمچو طعم روغن اندر طعم دوغ

تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا — جس طرح گھی کا مزا، چھاچھ کے مزے میں

میں جو موتی ہے اُس کو ضائع نہ کرنا چاہیئے۔ بیان۔ مولانا ارشادی مضمون میں اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ روح جسم میں اِس طرح پوشیدہ ہے جس طرح مسکا چھاچھ میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ در دروغ۔ جھوٹ یعنی جسم فانی۔ دوغ۔ چھاچھ۔

[1] گفت۔ حضرت حق نے فرمایا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ دانش اور عقل آپ کی عطا کردہ ہے۔ حضرت حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ دانش پھر مجھ میں کیوں نہ ہوگی۔ در خلائق۔ اب اللہ تعالیٰ نے اصل جواب دیا کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک ایک ناپاک۔

[2] ایں صدفہا۔ سب انسانی جسم ایک رتبہ کے نہیں ہیں، کسی جسم میں موتی جیسی روح ہے کسی جسم میں کنج کے پوتھ کی طرح ہے۔ واجب۔ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گیہوں کو بھوسے سے تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بُری روحیں دوزخ میں۔ بہر اظہار۔ پہلی حکمت تو ما رنے کی تھی، پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔

[3] کنت۔ حدیث قدسی ہے کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ میں پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا، مخلوقات مظہر صفات خداوندی ہے۔ جوہر خود۔ انسان کے جسم

آں دروغت ایں تنِ فانی بُوَد
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے

راستت[1] آں جانِ ربانی بُوَد
تیری سچائی، خدائی روح ہے

سالہا ایں دوغِ تن پیدا و فاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے

روغنِ جاں اندرو فانی و لاش
روح کا روغن اُس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے

تا فرستد حق رسولِ بندۂ
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے

دوغ را در خمرہ جُنبانندۂ
چھاچھ کو مٹکی میں بلونے والے کو

تا بجنباند بہنجار و بفن
یہاں تک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے

تا بدانم من کہ پنہاں بُود مَن
تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا

یا کلامِ بندۂ کاں جزوِ اوست
یا اُس بندہ کا کلام جو اُس (نبی) کا جزو ہے

در رود در گوش آنکو وحی جوست
اُس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے

اُذنِ[2] مؤمن وحیِ ما را واعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنیوالا ہے

آنچناں گوشے قرینِ داعی است
ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے

آنچناں کہ گوشِ طفل از گفتِ مام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے

پُر شود ناطق شود او در کلام
بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے

ور نباشد طفل را گوشِ رَشَد
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہو

گفتِ مادر نشنود گنگے شود
وہ ماں کی بات نہیں سُنتا گونگا ہو جاتا ہے

دائماً ہر کرِّ اصلی گنگ بُود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے

ناطق آں کس شد کہ از مادر شنُود
بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے (بات) سُنتا ہے

وانکہ[3] گوشِ کر و گنگ از آفتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کیوجہ سے

زانکہ در گوشش رسیدہ علتے ست
کیونکہ اُسکے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہو

کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

لاجرم مر نطق را تسلیم نیست
(تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے

آنکہ بے تعلیم بُد ناطق خداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے

کہ صفاتِ اُو ز علتہا جداست
کیونکہ اُسکی صفات علتوں سے پاک ہیں

یا چو آدمؑ کردہ تلقینش خُدا
یا آدمؑ جیسا، جس کو خدا نے پڑھایا

بے حجاب مادر و دایہ وُرا
اُس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر

---

[1] راستت۔ سچ یعنی روح۔ سالہا۔ کافی وقت ایسا گذرتا ہے جس میں روح جسم میں گم رہتی ہے۔ لاش۔ لاشی مُعدم۔ تا فرستد۔ اللہ تعالیٰ رسولوں کو بھیجتے ہیں تاکہ وہ جسم کی چھاچھ کو بلو کر روح کا مُسکہ اُس سے نکالیں۔ خمرہ۔ چھوٹی مشکی۔ مَن۔ اس کا ترجمہ مختلف شارحوں نے مختلف کیا ہے ہم نے شہد سے کیا ہے اس سے مُراد روح ہے۔ یا کلام۔ روح کی تربیت رسول کرتے ہیں یا وہ لوگ کرتے ہیں جو رسولوں کیلئے بمنزلہ جُزو کے ہوتے ہیں۔

[2] اُذن۔ قرآن پاک میں ہے وَتَعِیَهَا اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ اور اس وحی کو محفوظ رکھنے والے کان محفوظ کر لیتے ہیں۔ داعی یعنی رسول یا وہ شخص جو اُن کا جُزو ہے۔ مام۔ ماں یعنی بچہ ماں کی بات کو سُنتا ہے اور پھر خود بولنے لگتا ہے۔ ور نباشد۔ جس بچہ کے کان میں سُننے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہ گونگا ہو جاتا ہے۔ دائماً۔ عموماً بہرا، گونگا اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ ماں کی بات نہیں سُن پاتا۔

[3] وانکہ۔ جو بچہ بہرا اور گونگا ہوتا ہے وہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ اسکے کان میں کوئی بیماری ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ ماں کی بات نہیں سُنتا ہے۔ تسلیم۔ قابل۔ آنکہ۔ مخلوقات سُن کر بولنے پر ماں کی تعلیم سے قادر ہوتی ہے بغیر تعلیم کے بولنے والی صرف ذاتِ خداوندی ہے۔

اور حضرت آدمؑ کو ماں باپ کے بغیر تعلیم عطا فرمائی۔

یا مسیحے[۱] کو بہ تعلیمِ وَدُود — دَر ولادت ناطق آمد دَر وُجُود
یا مسیح کہ وہ خدا کی تعلیم سے — پیدائش کے وقت بولنے لگے

از برایِ دفعِ تہمت دَر وِلاد — کہ نہ زادست از زنا و از فساد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے — کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں

جُنبشے بایست اندر اِجتہاد — تا کہ دوغ آں روغن از دل باز داد
کوشش میں حرکت چاہیئے — تاکہ چھاچھ مسکے کو اندر سے واپس دیدے

روغن اندر دوغ باشد چوں عدم — دوغ در ہستی برآوردہ عَلَم
مسکا، چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے — چھاچھ، وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے

آنکہ ہستت می نماید ہست پوست — وانکہ فانی می نماید اصل اُوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے — جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے

دوغِ روغن ناگرفتست و کُہن — تا نہ بگزینی بنہ خرجش مکُن
مسکا، نہ نکالی ہوئی اور پُرانی چھاچھ — جب تک تو نکال نہ لے اسکو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر

ہیں[۲] بگردانش بدانش دست دست — تا نماید انچہ پنہاں کردہ است
خبردار، سمجھداری سے اسکو ہاتھ سے خوب چلا — تاکہ وہ اُس کو نمایاں کردے جو اُسنے چھپایا ہو

زانکہ ایں فانی دلیلِ باقی است — لابۂ مستاں دلیلِ ساقی ست
کیونکہ یہ فانی، باقی کی دلیل ہے — مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

روغن[۳] اندر دوغ پنہاں میشود — ہر چہ می سازی تو اَش آں میشود
مسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے — تو جو اُس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

مثالِ دیگر ہمدریں معنیٰ
دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہایِ آں شیرِ عَلَم — مُخبرے از بادہایِ مُکتتم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود — چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں

گر نبودے جُنبشِ آں بادہا — شیرِ مُردہ کے بجستے در ہوا
اگر اُن ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی — بے جان شیر ہوا میں کب کودتا؟

موجود مخفی چیز کے وجود کی دلیل بنتا ہے۔ ہست۔ جھنڈے کے پھریرے پر شیر کی تصویر بناتے ہیں پھریرے کا ہلنا اور شیر کی تصویر کا مختلف طریقوں پر متحرک ہونا ہوا کے وجود کی دلیل ہے۔

[۱] یا مسیحے۔ حضرت مسیح بھی بغیر تعلیم کے اپنے اوپر سے تہمت دفع کرنے کیلئے تعلیمِ خداوندی سے بول پڑے۔ جنبشے۔ جس طرح چھاچھ سے مسکا نکالنے کیلئے چھاچھ کا بلونا ضروری ہے اسی طرح روح کے اظہار کے لئے جسم کو مجاہدات کے ذریعہ بلونا ضروری ہے۔ روغن۔ مسکا چھپا ہوا ہے چھاچھ ظاہر ہے۔ آنکہ۔ جو ظاہر ہے یعنی جسم وہ بمنزلہ چھلکے کے ہے۔ فانی۔ روح جو نظر نہیں آتی ہے وہ بمنزلہ مسکے کے ہے۔ دوغ۔ جس چھاچھ میں سے مسکا نہ نکالا گیا ہو اُس کو محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ مسکا نکالا جاسکے اُس کو خرچ نہ کرنا چاہیئے۔

[۲] ہیں۔ جسم کو خوب اچھی طرح بلونا چاہیئے تاکہ وہ روح کو ظاہر کردے۔ زانکہ۔ روح کے مخفی ہونے کی وجہ سے اُس کو معدوم نہ سمجھ لینا یہ جسم فانی اُس روحِ باقی کی دلیل ہے۔ روح جب تک جسم میں ہے جسم سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو روح کے نکلنے کے بعد ختم ہوجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ روح کوئی چیز تھی لابۂ مستاں۔ مست، ساقی کی خوشامد کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ساقی موجود ہے

[۳] روغن۔ روح جسم میں چھپی ہوئی ہے تو اُس کو جیسا بنائے گا وہ ویسی بن جائیگی۔ مثالِ دیگر۔ اِس مثال سے بھی یہی سمجھانا ہے کہ ظاہر ادر

زاں تناسی باد را کہ آں صباست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پُروا ہے
یا دبور ست ایں بیانِ آں خفاست
یا پچھوا ہے، یہ اُس پوشیدہ کا اظہار ہے

ایں بدن مانندِ آں شیرِ علَم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے
فکر می جنباند اُو را دمبدم
فکر اُس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

فکر کاں از مشرق آمد آں صباست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پُروا ہے
وانکہ از مغرب دبور باد باست
اور جو مغرب کی جانب سے وہ بیماری بھری پچھوا ہے

مشرق ایں بادِ فکرت دیگر ست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے
مغربِ ایں بادِ فکرت زاں سر ست
تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے

خور جماد ست و بُود شرقش جماد
سورج جماد ہے، اُس کی مشرق جماد ہے
جانِ جانِ جاں بُود شرقش فؤاد
جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے

شرقِ خورشیدے کہ شد باطن فروز
اُس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنیوالا ہے
قشر و عکس آں بُود خورشیدِ روز
دن کا سورج اُس کا چھلکا اور عکس ہے

زانکہ چوں مردہ بُود تن بے لہب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے
پیشِ اُو نے روز بنماید نہ شب
اُس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات

ور نہ باشد آں چو باشد ایں تمام
اگر وہ نہ رہے، اور یہ مکمل ہو
بے شب و بے روز دارد انتظام
تو بغیر شب و روز، وہ منتظم رہے گا

ہمچنانکہ چشم می بیند بخواب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے
بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو

نومِ ما چوں شد اخ الموت اے فلاں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے
زیں برادر آں برادر را بداں
اِس بھائی کو اُس بھائی سے سمجھ لے

ور بگویندت کہ ہست آں فرعِ ایں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اِس کی فرع ہے
مشنو آں را اے مقلد بے یقیں
اے بے یقین مقلد! اُس کو نہ سن

می بہ بیند خواب جانت وصف حال
تیری روح نیند میں اُس حالت کے اوصاف دیکھتی ہے
کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا

خواب میں وہی چیزیں نظر آتی ہیں جو انسان نے سورج اور چاند کی روشنی میں دیکھی تھیں لہٰذا یہ کہنا کہ روح اپنے دیکھنے میں چاند، سورج سے بے نیاز ہے غلط ہے تو اُس کی بات نہ ماننا۔ می بہ بیند۔ انسان خواب میں وہ مناظر اور صورتیں دیکھتا ہے جو وہ کوشش سے بھی چاند سورج کی روشنی میں نہیں دیکھ پاتا۔

۱ے زاں۔ شیر کی حرکتوں سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ پُروا ہوا چل رہی ہے یا پچھوا۔ ایں بدن۔ انسانی جسم کو جھنڈے کا شیر سمجھو اور فکر و ارادہ جو روح سے پیدا ہوتا ہو اُس کو ہوا جیسا سمجھو۔ فکر۔ انسان کے جو خیالات مشرق سے آئیں اُن کو صبا اور جو مغرب سے آئیں اُنکو دبور کہنا چاہیے۔ مشرق۔ لیکن فکر کی ہوا کا مشرق اور مغرب یہ مشرق اور مغرب نہیں ہے۔
۲ے خور۔ ہوا ایک بے روح چیز ہے اُس کا مشرق بھی بے روح ہے، روح جس سے فکر پیدا ہوا ہے اُس کا مشرق قلب ہے۔ شرقِ خورشیدے۔ روح جس نے قلب کو روشن کیا ہے یہ دن کا خورشید اُس کا چھلکا اور عکس ہے۔ زانکہ۔ اگر دل کو روشن کرنے والا خورشید یعنی روح نہ ہو تو پھر دن رات نظر نہیں آتے ہیں اور دنیا کا سورج بیکار ہو جاتا ہے۔ ور نہ۔ سورج نہ ہو اور روح پاکیزہ ہو تو انسان سب کچھ دیکھ لیتا ہے اور اُس کا کام منتظم ہوتا ہے۔
۳ے ہمچنانکہ۔ روح خواب میں بغیر چاند سورج کے سب کچھ دیکھتی ہے۔ نوم۔ مشہور مقولہ ہے "النوم اخ الموت" نیند موت کی بہن ہے لہٰذا جب نیند کی حالت میں انسان سب کچھ دیکھتا ہے تو مرنے کے بعد بھی سب کچھ دیکھ سکتا ہے۔ ور بگویند۔ اگر کوئی یہ کہے کہ

در پئے[۱] تعبیرِ آں تو عمرہا
تو اُس کی تعبیر کے لئے سالوں
میدوی سوی شہانِ بادہا
عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا پھرتا ہے

کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست
کہ بتائیے اُس خواب کی کیا تعبیر ہے؟
فرع گفتن اینچنیں سر راسگی ست
اس طرح کے راز کو فرع کہنا کُتاپن ہے

خوابِ عام ست این و خود خوابِ خواص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب
باشد اصلِ اجتبا و اختصاص
برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے

پیل باید تا چو خسپد اوستاں
ہاتھی ہونا چاہیئے تاکہ جب وہ چت سوئے
خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے

خر نہ[۲] بیند ہیچ ہندوستان بخواب
گدھا خواب میں کبھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے
خر ز ہندوستاں نکردہ ست اغتراب
گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے

جان ہمچو پیل باید نیک و زفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیئے
تا بخواب او ہند داند رفت تفت
تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جاسکے

ذکرِ ہندستاں کند پیل از طلب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے
پس مُصوّر گردد آں ذکرش بشب
تو اُسکی یاد شب میں مُصوّر ہوجاتی ہے

اُذکُرُوا اللہ کارِ ہر اوباش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے
اِرْجِعِی بر پای ہر قلاش نیست
"تو لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کیلئے نہیں ہے

لیک[۳] تو آیس مشو ہم پیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن
ور نہ پیلی در پئے تبدیل باش
اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو

کیمیا سازانِ گردوں را ببیں
آسمان کے کیمیاگروں کو دیکھ
بشنو از میناگراں ہر دم طنیں
ہر وقت صنّاعوں کی آواز سُن

نقشبندانند در جوِّ فلک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں
کارسازانند بہرِ لی و لک
وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کررہے ہیں

گر نہ بینی خلقِ مُشکیں جیب را
اگر تو مُشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے
بنگر اے شب کور ایں آسیب را
تو اے رات کے اندھے، اس اثر کو دیکھ لے

---

۱ در پئے۔ اگر انسان نے وہ واقعات آنکھ سے دیکھے ہوں جو خواب میں اُس نے دیکھے ہیں تو پھر کبھی تعبیر کے لئے دوڑا نہ پھرے لہٰذا یہ کہنا کہ خواب بیداری کی دید کا اثر ہے غلط ہے۔ خوابِ عام۔ یہ تو ہم عوام کے خواب کی بات کررہے تھے، خواص کا خواب تو اُن کو اس سے بھی زیادہ اسرارِ غیب دکھا دیتا ہے۔ پیل باید۔ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے، جب دوسرے ملک میں وہ آرام کی نیند سوتا ہے تو وہ خواب میں ہندوستان کے حسین مناظر دیکھتا ہے اور مست ہوجاتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اسرارِ غیبی بھی اُس روح کو خواب میں نظر آئیں گے جس کا تعلق عالمِ غیب سے ایسا ہی ہو جیسا کہ ہاتھی کا ہندوستان سے۔

۲ خر نہ بیند۔ گدھے میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہندستان کو خواب میں دیکھے اور مست ہوجائے اُس کو یہ رتبہ بھی حاصل نہیں ہے کہ اُس کو ہندوستان سے لے جایا جائے۔ جاں۔ جو روح ہاتھی کیطرح ہوگی وہ اپنے اصل وطن عالمِ غیب کو خواب میں دیکھے گی۔ ذکر۔ ہاتھی ہندستان کو یاد کرتا ہو تو اُس کی یاد اور مناظر خواب میں اُسکے لئے مصوّر ہوجاتے ہیں۔ اُذکُرُوا۔ اللہ کا ذکر اور یاد روح کو ہاتھی صفت بنادیتی ہے لیکن یہ کام ہر کمینہ کا نہیں ہے۔ اِرْجِعِی۔ قرآن پاک میں ہے کہ حضرت حق تعالیٰ پاک روح اور نفسِ مطمئنہ کو فرماتے ہیں اِرْجِعِی إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ اپنے خدا کیطرف لوٹ جا تو بھی خوش ہے اور خدا بھی تجھ سے خوش ہے۔ ۳ لیک۔ اگرچہ ہاتھی کیطرح آسان نہیں ہے لیکن مایوس نہ ہونا چاہیئے اپنے اندر تبدیلی کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کیمیا۔ اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر تیرے اندر تبدیلی پیدا ہوجائیگی۔ طنین۔ بھنبھناہٹ۔ نقشبندان۔ اولیاء۔ گر نہ بینی۔ اگر تجھے اولیاء نظر نہیں آتے ہیں تو ان کے آثار دیکھ لے۔

ہر دم[1] آسیب ست بر ادراکِ تو — نبتِ نو نو رستہ بیں از خاکِ تو

تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے — مٹی میں سے نئی گھاس کو اُگا ہوا دیکھ لے

زیں بُد ابراہیم ادھم رح دید خواب — بسطِ ہندستانِ دل را بے حجاب

یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادھم رح نے خواب دیکھا — دل کے ہندستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

لاجرم زنجیر ہا را بر درید — مملکت برہم زد و شُد ناپدید

لا محالہ اُنھوں نے زنجیریں توڑ دیں — سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے

آں نشانِ دیدِ ہندستاں بُوَد — کہ جَہد از خواب و دیوانہ شَوَد

یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے — کہ وہ نیند سے اُٹھے اور دیوانہ بن جائے

می فشاند[2] خاک بر تدبیر ہا — می درانَد حلقہ و زنجیر ہا

تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے — حلقہ اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے

ترک گیرد مُلکِ دنیا سَر بسَر — جُملگی برہم زند بے دردِ سَر

دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے — بغیر دردِ سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے

آنچناں کہ گفت پیغمبر ز نُور — کہ نشانش آں بُوَد اندر صُدُور

جیسا کہ پیغمبر ص نے نور کے بارے میں فرمایا ہے — کہ سینوں میں اُس کی علامت یہ ہوتی ہے

کہ تجافی جُوید از دارُ الغُرور — ہم اِنابت آرد از دار السُّرور

کہ وہ دنیا سے دوری چاہتا ہے — آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے

بہرِ شرحِ ایں حدیثِ مصطفیٰ ص — داستانے بشنو اے یارِ صفا

آنحضور ص کی اس حدیث کی تشریح میں — اے مخلص یار! ایک قصہ سُن لے

حکایتِ[3] آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے رُونمود و یَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ نقدِ وقت اُو شُد و بادشاہیِ ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام کُنند آں کودکے کہ چیرہ آید بر سرِ خاک تودہ برآید و لاف زند کہ

اس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اس کے سامنے آگیا اس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعے فتح کرنا کہتے ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ

---

1. ہر دم۔ اولیاء اللہ کے تصرفات جاری ہیں۔ زیں۔ حضرت ابراہیم کی روح اچھی بنی اُنھوں نے روحانی وسعت کو بغیر حجاب کے دیکھا۔... ہندستان یعنی روح۔ اصلی وطن عالمِ غیب۔ آں نشاں۔ عالمِ غیب کے مشاہدہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان خواب سے دیوانہ بن کر اُٹھتا ہے۔

2. می فشاند۔ جو عالمِ غیب کا خواب میں مشاہدہ کر لیتا ہے وہ تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے۔ آنچناں حضور ص نے فرمایا دل میں نور پیدا ہو جانے کی علامت یہ ہے کہ انسان دنیا سے متنفر اور آخرت کا مشتاق ہو جاتا ہے۔ دار الغرور۔ دھوکے کا گھر، دنیا۔ دار السرور۔ خوشی کا گھر، عالمِ آخرت۔ بہرِ ایں۔ اس مضمون کی تشریح کے لئے حسب ذیل قصہ سُن لو۔

3. حکایت۔ ایک بادشاہ تھا جس نے حقیقی بادشاہت دیکھ لی اور قیامت کا منظر اس کے سامنے آگیا تھا۔ وہ دنیاوی بادشاہت کو بچوں کی مٹی کے ڈھیر کی بادشاہت سمجھنے لگا تھا۔ بچے کھیلنے میں مٹی کا ڈھیر لگا لیتے ہیں۔ جو بچہ کھیل میں جیت جاتا ہے وہ کود کر اُس ڈھیر پر چڑھ بیٹھتا ہے اور کہنے لگتا ہے کہ یہ میرا قلعہ ہے جو میں نے فتح کر لیا ہے اور دوسرے بچے اُس پر رشک کرنے لگتے ہیں۔

قلعہ مراست کو دکانِ دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیعُ الصبیان
قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اُس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار ہے

آں بادشاہزادہ چوں از قیدِ رنگہا برست گفت من ایں خاکہای رنگیں را ہماں تودہ خاکِ دوں میگویم
وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اُس نے کہا کہ میں اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے قیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں

وزر و اطلس[1] و اکسوں نمیگویم من ازیں اکسونِ رہزن رستم و بیک سُو جستم
اور سونا اور اطلس اور اکسون نہیں کہتا ہوں میں اِس راہزن اکسوں سے نجات پاگیا اور ایک دم کود گیا

و اٰتیناہُ الحُکمَ صبیاً ارشادِ حق رامُورِ سالہا حاجت نیست
اور ہم نے اُس کو بچپن میں حکم عنایت کردیا اللہ کی رہنمائی کے لئے سالوں کی ضرورت نہیں ہے

در قدرتِ کُن فیکوُن کس سخنِ قابلیت نگوید
"ہوجا پس ہوگیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے

بادشاہے داشت یک نیبا پسر — ظاہر و باطن مزیّن از ہُنر
ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا — جس کا ظاہر اور باطن ہُنر سے آراستہ تھا

خواب[2] دید او کاں پسر ناگاہ بمُرد — صافیِ عالم برآں شہ گشت دُرد
اُس نے خواب دیکھا کہ اُس کا لڑکا اچانک مرگیا ہے — اُس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہوگئی

خشک شُد از تابِ آتش مشکِ او — کہ نماند از تفِ آتش اشکِ او
آگ کی گرمی سے اُس کی مشک (آنکھ) خشک ہوگئی — آگ کی سوزش سے اُس کے آنسو نہ رہے

آنچناں پُر شُد ز دودِ درد شاہ — کہ تہی یا بید در وے راہ آہ
بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پُر ہوگیا — کہ اُس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا

خواست[3] مُردن قالبش بیکار شُد — عمر ماندہ بُود شہ بیدار شُد
وہ مرنے لگا اُس کا جسم بیکار ہوگیا — کچھ عمر باقی رہ گئی تھی، شاہ بیدار ہوگیا

شادیے آمد ز بیداریش پیش — کو ندیدہ بُود اندر عمرِ خویش
بیداری سے اُس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی — کہ اُس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی

کہ ز شادی خواست ہم فانی شُدن — پس مُطوّق آمد ایں جاں با بدن
وہ خوشی سے مرنے کو تھا — (لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی

---

[1] اطلس۔ ریشمین کپڑا جس پر نقش و نگار نہیں ہوتے ہیں۔ اکسوں۔ کالا دیبا۔ و بیک سُو۔ انسان کے مراتب بلند ہونے میں سالہا سال کی ریاضتیں ہی ضروری نہیں ہیں بلکہ یک وقت عروج حاصل ہوجاتا ہے۔

[2] خواب۔ اُس بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ اُس کا وہ حسین لڑکا مرگیا۔ آتش یعنی غم کی آگ۔ مشکِ او یعنی اُس کی آنکھیں۔ آہ۔ یعنی آہ کرنے کی بھی اُس میں طاقت نہ رہی۔

[3] خواست۔ اُس خواب سے بادشاہ مرنے کے قریب ہوگیا اور جسم بیکار ہوگیا لیکن ابھی عمر باقی تھی لہٰذا بیدار ہوگیا۔ شادیے۔ بیدار ہوکر اُس کو ایسی خوشی ہوئی کہ عمر بھر کبھی نہ ہوئی تھی۔ کہ ز شادی۔ اب وہ خوشی سے مرا جاتا تھا انتہائی خوشی بھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ لیکن جسم روح کے لئے طوق بن گیا اور اُس کو پرواز نہ کرنے دیا۔ مطوق۔ وہ جس کے گلے میں طوق پہنا دیا جائے۔

از دمِ غم می بمیرد ایں[۱] چراغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے

وز دمِ شادی بمیرد اینت لاغ
اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہے یہ کھیل ہے

در میانِ ایں دو مرگ اُو زندہ است
وہ اِن دو موتوں کے درمیان زندہ ہے

ایں مُطوّق شکل جای خندہ است
یہ طوق بنی ہوئی شکل، ہنسنے کا مقام ہے

شاہ با خود گفت شادی را سبب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب

آنچناں غم بُود از تسبیبِ رب
ایسا غم، اللہ (تعالےٰ) کے سبب بنانے سے تھا

ایں عجب یک جُزو از یک رُوی مرگ
یہ تعجب ہے، ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے

واں ز یک رُوی دِگر احیا و برگ
وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

آں یکے[۲] نسبت بداں حالت ہلاک
ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے

باز ہم از سُوی دیگر امتساک
پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادیِ تن سُوی دنیاوی کمال
جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے

سُوی روز عاقبت نقص و زوال
آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں
خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے

گریہ گوید با دریغ و اندُہاں
افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح
خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت

ہست در تعبیر اے صاحب مرح
تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ[۳] اندیشید کایں غم خود گذشت
شاہ نے سوچا کہ یہ غم گذر گیا

لیک جاں از جنسِ ایں بدظن بگشت
لیکن اِس جیسی چیز سے جان بدگمان ہوگئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم
اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے

گر رود گل یادگارے بایدم
اگر پھول جاتا ہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہئے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود
خدا کرے اِس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے

یادگارے بایدم گر اُو رود
اگر وہ مر جائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہئے

چوں فنا را شُد سبب بے منتہا
جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں

پس کدامیں راہ را بندیم ما
تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

لڑکے کے مرنے کا صدمہ مجھے نہ پہنچے بہرحال احتیاط کا تقاضا ہے کہ اُس کی یادگار کا بندوبست کر لینا چاہئے۔ چونکہ موت کے سینکڑوں اسباب ہیں اُن پر قابو پانا مشکل ہے۔

۱ ایں چراغ۔ یہ عجب تماشہ ہے کہ چراغ زندگی غم سے بھی بُجھتا ہے اور خوشی سے بھی۔ درمیان۔ موت کے ان دونوں سببوں کے درمیان انسان زندہ رہتا ہے اور اس پر ہنسی آتی ہے کہ انسان کا جسم روح کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔ شاہ۔ بادشاہ نے سوچا کہ ایسا غمناک خواب اِس قدر خوشی کا سبب بنے۔ یہ سبب کچھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوا ہے۔ ایں عجب۔ وہی خواب موت کا سبب بھی تھا اور وہی خواب زندگی اور خوشی کا سبب بھی ہوا۔

۲ آں یکے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہی ہیں کہ وہ ایک جانب موت کا سبب بنتی ہیں تو دوسری جانب زندگی کا سبب بھی بنتی ہیں۔ شادیِ تن۔ جسمانی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے آخرت کے اعتبار سے زوال ہے۔ خندہ۔ تعبیر دینے والے خواب میں ہنسی کی تعبیر رنج اور غم سے کرتے ہیں اور خواب میں رونے کی تعبیر مسرت اور خوشی سے کرتے ہیں۔

۳ شاہ۔ شاہ نے سوچا کہ اگرچہ خواب کی بات ختم ہوگئی ہے لیکن ایک بدظنی باقی ہے اب اگر خدانخواستہ لڑکا مرے تو اُس کی کوئی یادگار تو باقی رہنی چاہیے۔ گل۔ یعنی لڑکا۔ یادگار یعنی اُس کی یاد دلانے والا اُس کا اولاد کا۔ چشم زخمے۔ خدا کرے

صد[1] دریچہ و در سوی مرگِ لدیغ
ڈسنے والی موت کیلئے سیکڑوں کھڑکیاں اور دَر ہیں

می کنند اندر کشادن ژیغ ژیغ
جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژیغ ژیغِ تلخِ آں درہای مرگ
موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں

نشنود گوشِ حریص از حرصِ برگ
سازوسامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از[2] سُوی تن دردہا بانگِ در ست
جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں

وز سُوی خصماں جفا بانگِ در ست
مخالفوں کی جانب سے ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو بر خواں کتابِ طب را
خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ

تا شمارِ ریگ بینی رنجہا
تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

اے پسر برخواں دمے فہرستِ طب
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے

نارِ علتہا نظر کُن ملتہب
بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ

زاں ہمہ بر من دریں خانہ رہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے

ہر دو گامے پُر ز کژدمہا چہ است
ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے

باد تُند ست و چراغم اَبترے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے

زو بگیرانم چراغِ دیگرے
میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کرلوں

تا[3] بود کز ہر دو یک وافی شود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے

گر بباد آں یک چراغ از جا رود
اگر ہوا سے، ایک چراغ بجھ جائے

ہمچو عارف کز تنِ ناقص چراغ
جیسا کہ عارف (باللہ) نے جسم کے ناقص چراغ سے

شمعِ دل افروخت از بہرِ فراغ
فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کرلی ہے

تا کہ روزے کایں بمیرد ناگہاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مرجائے

پیشِ چشمِ خود نہد او شمعِ جاں
وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے

او نکرد ایں فہم پس داد از غرر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا

شمعِ فانی را بفانیِ دگر
فنا ہونیوالی شمع کو دوسری فنا ہونیوالی کے بدلے میں

چارہ اندیشید لیکن چارہ نے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے

گفتِ با خود نیست بیروں رفتنے
خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

عُروس خواستنِ بادشاہ از بہرِ پسر از خوفِ انقطاعِ نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کیلئے دُلہن کا چاہنا

---

[1] صد دریچہ۔ موت کے آنے کے سینکڑوں راستے اور دروازے ہیں جب وہ دروازے کھلتے ہیں تو اُن کے کواڑ چوں چوں کرتے ہیں۔ ژیغ۔ اُن کی چوں چوں کی آواز دنیا کی حرص کی وجہ سے کان نہیں سنتے ہیں۔

[2] از سُوی تن۔ جسم کے درد اور دشمنوں کے ظلم موت کے دروازوں کے کواڑوں کی چوں چوں ہے۔ تا شمارِ ریگ۔ یعنی لاتعداد۔ ملتہب شعلہ زن۔ زآں ہمہ۔ ہر مرض کا بدن میں راستہ ہے۔ چراغم۔ یعنی میرے لڑکے کے اولاد نہیں ہے۔ دیگرے۔ یعنی لڑکے کے اولاد ہوجائے۔

[3] تا بود۔ خدانخواستہ بیٹا مرے تو پوتا رہ جائے۔ ہمچو۔ بادشاہ کی تدبیر ایسی ہی تھی جیسے باخدا انسان کرتا ہے کہ جسم کا چراغ بجھ جائے تو روح کا چراغ روشن رہے۔ او نکرد۔ بادشاہ اور عارف کے کام میں فرق یہ ہے کہ اُس نے فانی کا بدل فانی سوچا یعنی لڑکے کا بدل پوتا۔ چارہ۔ بادشاہ نے جو تدبیر کی وہ درست نہ تھی چونکہ وہ خودی میں مبتلا تھا اس لئے اُس کی گفتگو مصیبت سے باہر نکلنے کی نہ تھی۔ عروس۔ دُلہن۔

پس عروسے خواست باید بہرِ او
اُس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے
تا بماند زیں تزوّج[۱] نسلِ او
تاکہ اِس نکاح سے اُس کی نسل باقی رہے

گر رود سوئے فنا ایں باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے، پھر
فرخِ او گردد ز بعدِ باز باز
اُس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے

صورتِ ایں باز گر زینجا رود
اِس باز کی صورت اگر اِس جگہ سے چلی جائے
معنیِ او در ولد باقی بود
اُس کی معنویت بچہ میں باقی رہے

بہرِ ایں فرمود آں شاہِ نبیہ
اسی لئے فرمایا ہے اُس شریف شاہ
مصطفیٰؐ کہ اَلوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ
مصطفیٰؐ نے، کہ بچہ باپ کا راز ہے

بہرِ ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف
اسی لئے تمام لوگ شوق سے
می بیاموزند طفلاں را حرف
بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں

تا بماند آں معانی در جہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں
چوں شود آں قالبِ ایشاں نہاں
جب اُن کا جسم چھپ جائے

حق بحکمت حرصِ شاں داد ست و جد
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے اُنکو حرص اور کوشش عطا
بہرِ رُشدِ ہر صغیرِ مستعد
ہر صاحبِ استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے

من[۲] ہم از بہرِ دوامِ نسلِ خویش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے
جفت خواہم پورِ خود را خوب کیش
اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤں گا

دخترے خواہم ز نسلِ صالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا
نے ز نسلِ بادشاہے طالحے
نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی

شاہ خود آں صالح ست آزادہ او
بادشاہ وہ ہے، جو نیک اور آزاد ہے
نے اسیرِ حرصِ فرج ست و گلوست
نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہو

مر اسیراں[۳] را لقب کردند شاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے
عکس چوں کافور نامِ آں سیاہ
بالعکس، جیسا کہ حبشی کا نام کافور

شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام
خونخوار جنگل کا نام مفازہ بنا
نیک بخت آں پیس را گویند عام
کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں

۱؎ تزوّج۔ نکاح کرنا۔ باز۔ یعنی لڑکا۔ فرخ۔ پرند کا بچہ یعنی لڑکے کا لڑکا۔ معنیِ او۔ لڑکے کی خوبیاں۔ بہرِ ایں۔ چونکہ بیٹے میں باپ کی خو بو ہوتی ہے اِسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہے اَلوَلَدُ سِرُّ اَبِیہ "بچہ باپ کا راز ہے"... حرف۔ کاریگر اولاد کو اپنا ہنر سکھاتا ہے تاکہ وہ ہنر اُس کے مرنے کے بعد بھی باقی رہے۔ حق۔ اللہ تعالےٰ نے والدین میں یہ جذبہ اسی لئے رکھا ہے کہ اُنکے ہنر اُن کے بعد بھی باقی رہیں۔

۲؎ من ہم۔ بادشاہ نے کہا میں بھی اپنی نسل باقی رکھنے کیلئے اپنے لڑکے کی شادی کردوں گا۔ صالحے۔ لڑکے کی دُلہن کسی نیک شخص کی لڑکی کو بناؤں گا۔ طالح۔ بدکار و بدمعاش۔ صالح۔ باخدا انسان کو شاہ کہنا چاہیئے دنیادار تو شرمگاہ اور حلق کا قیدی ہوتا ہے۔

۳؎ اسیراں۔ عام بادشاہوں کو بادشاہ کہنا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ حبشی کا نام کافور رکھ دیا جائے یہ بالعکس بات ہے عموماً بادشاہ کھانے پینے اور عیاشی کے قیدی ہوتے ہیں، حبشی کالا ہوتا ہے کافور سفید ہوتا ہے۔ شد مفازہ۔ مفازہ کے معنیٰ ہیں کامیابی کی جگہ لیکن جنگل کو مفازہ کہا جاتا ہے حالانکہ وہ ہلاکت کی جگہ ہے۔ پیس۔ کوڑھی کو نیک بخت کہا جاتا ہے حالانکہ اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔

ہر اسیرِ شہوت و حرص و اَمَل — بر نوشتہ میر یا صدرِ اجل ۱

ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو — میر یا بڑا صدر لکھا ہے

آں اسیرانِ اجل را عام داد — نامِ میرانِ اجل اندر بلاد

اُن موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے — شہروں میں بڑے حاکموں کا نام

صدر خوانندش کہ در صفِ نعال — جانِ اُو بستہ است یعنی جاہ و مال

اُس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں — جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

اختیار کردنِ پادشاہ دختر زاہد را از جہتِ پسر و اعتراض کردنِ اہلِ بیت و ننگ داشتنِ ایشاں از پیوندِ درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خواست جفت — بہر پورِ خویشتن شاہ از نہفت

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، بیوی مانگ لی — بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کیلئے

شاہ چوں با زاہدے خویشی گزید — ایں خبر در گوشِ خاتوناں رسید

بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا — یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

مادرِ شہزادہ گفت از نقصِ عقل — شرطِ کفویت بود در عقل و نقل

عقل کی کمی کیوجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا — عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے

تو ز شحِّ ۲ و بخل خواہی و ز دہا — تا بہ بندی پورِ ما را بر گدا

تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے — کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے

گفت صالح را گدا گفتن خطاست — کو غنیُّ القلب از دادِ خداست

اُس نے کہا ایک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے — کیونکہ وہ خدا کی دین سے، دل کا مالدار ہے

در قناعت ۳ میگریزد از تُقیٰ — نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا

پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہو — نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے

قلّتے کاں از قناعت و ز تقاست — آں ز فقر و قلّتِ دوناں جداست

وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کیوجہ سے ہے — وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جدا گانہ ہے

حبّہ آں گر بیابد سر نہد — ویں ز گنجِ زر بہمت مے جہد

وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے — یہ سونے کے خزانے سے ہمت کیوجہ سے بھاگتا ہے

۱ اَجل۔ پہلے مصرع میں موت کے معنی میں ہے دوسرے مصرع میں بزرگ کے معنی میں ہے۔ نعال۔ جوتے یعنی رتبہ اور مال۔ اختیار کردن۔ بادشاہ نے لڑکے کی دلہن بنانا ایک نیک شخص کی لڑکی کو پسند کیا بیوی نے اُس پر اعتراضات شروع کر دیئے۔ پور۔ لڑکا۔ کفویت۔ شریعت اور عقل کہتی ہے کہ لڑکے اور لڑکی کا جوڑ ہونا چاہیئے۔

۲ شُحّ۔ سخت قسم کا بخل۔ دِہا۔ مکر یعنی تو خرچ سے ڈر کر فقیر گھرانے میں لڑکے کی شادی کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ نیک اور قانع انسان کو گدا اور فقیر کہنا درست نہیں ہے

۳ قناعت۔ تھوڑے پر صبر، اگر انسان تقوے کی وجہ سے قناعت اختیار کرتا ہے تو اُس کو گدا نہیں کہا جاسکتا۔ حبّہ۔ گدا اور قانع میں بہت فرق ہے گدا ایک پیسہ کے لئے سر جھکا دیتا ہے اور قانع خزانوں پر لات مار دیتا ہے۔

شہ[1] کہ اُو از حرص قصدِ بر حرام — میکند اُو را گدا گوید ہمام

وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ — کرتا ہے، اُس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے

گفت کو شہر و قِلاع اُو را جہیز — یا نثارِ گوہر و دینار ریز

اُسنے کہا شہر اور قلعے اُسکے پاس جہیز میں دینے کو کہاں؟ — یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کیلئے موتی اور دینار (کہاں ہیں)؟

گفت رُو ہر کو غمِ دیں بر گزید — باقیِ غمہا خدا از وے برید

اُسنے کہا، جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا ہے — باقی غموں کو خدا نے اس سے جُدا کر دیا ہے

غالب[2] آمد شاہ و پسندید دخترے — از نژادِ صالحے خوش جوہرے

بادشاہ غالب آگیا اور اُس نے ایک لڑکی پسند کر لی — عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے

در ملاحت خود نظیرِ خود نداشت — چہرہ اَش تاباں تر از خورشید چاشت

حُسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی — چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی

حُسنِ دختر ایں خصالش آنچناں — کز نکوئی می نگنجد در بیاں

لڑکی کا حُسن (اور) اُس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں — کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

صیدِ دیں کُن تا رسد اندر تبع — حُسن و مال و جاہ و بختِ مُنتفع

دین کا شکار کر، تاکہ تابع بن کر آئے — حُسن اور مال اور رُتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ

آخرت[3] قطّارِ اُشتر داں عمو — در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مُو

اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ — اُس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)

پشم بگزینی شُتر نبُود تُرا — ور بُود اُشتر چہ قیمت پشم را

اگر تو اُون پسند کریگا، اونٹ تیرے نہ ہونگے — اور اگر اونٹ ہیں تو اُون کی کیا قیمت؟

جادوئی کردن کمپیرِ کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شُدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کر دینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں بر آمد ایں نکاح آں شاہ را — با نژادِ صالحان و اولیا

جب اُس شہزادے کا نکاح ہو گیا — نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرکِ جادو کہ بُود — عاشقِ شہزادہ با حُسن وجُود

قضائے (خداوندی) سے جادوگرنی بڑھیا جو کہ تھی — حسین شہزادے پر عاشق

جادوئی کردش عجوزِ کابلی — کہ بُرد زاں رشکِ سحرِ بابلی

اُس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا — کہ (جادو) بابل کا جادو (بھی)، اُس پر رشک کرے

---

1. شہ۔ جو بادشاہ کمانے میں حلال حرام کا فرق نہ کرے بزرگ لوگ اُس کو گدا کہتے ہیں۔ گفت۔ ملکہ نے کہا ان لوگوں کے پاس نہ علاقہ ہے نہ قلعے جو وہ لڑکی کو جہیز میں دینگے نہ لڑکی کی رخصتی کے وقت ڈولے پر نثار کرنے کے لئے زر و جواہر ہیں۔۔۔ گفت رَو۔ شاہ نے ملکہ سے کہا کہ مجھے اب دین کی فکر ہے اور جو شخص دین کی فکر میں لگ جاتا ہے دوسرے غموں سے آزاد ہو جاتا ہے لہٰذا مجھے جہیز وغیرہ نہ ہونے کا کوئی غم و فکر نہیں ہے۔
2. غالب آمد۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ نے ملکہ کی باتیں نہ سُنیں اور ایک نیک شخص کی لڑکی کو بیاہ لایا جو انتہائی حسین تھی جس کا حُسن بیان سے باہر ہے۔ صیدِ دیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کو دین حاصل کرنا چاہیئے دوسری چیزیں اُس کے تابع ہیں وہ اصل مقصود نہ ہونی چاہئیں۔
3. آخرت۔ آخرت کی مثال اونٹوں کی قطار کی ہے اور دنیا کی مثال اُن کی۔۔۔ مینگنیوں اور بالوں کی سی ہے۔ پشم بگزینی۔ اگر تو محض انکے اون کی فکر میں لگا تو قطار ہاتھ نہ آئیگی۔ جادوئی۔ شادی کے بعد شہزادے پر ایک بڑھیا جادوگرنی نے جو کابلی تھی جادو کر دیا وہ بڑھیا اسپر عاشق ہو گئی تھی اور اسکو اپنے جال میں پھنسا لیا۔ بابلی۔ بابل جادو کا مشہور شہر تھا۔

شہ بچہ شُد عاشقِ کمپیرِ[1] زِشت
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا
تا عُروس و آں عَروسی را بہشت
یہاں تک کہ اُس نے دُلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا

یک سیہ دیوے و کابولی زنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت
گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی

زاں سیہ روئے خبیثِ نابکار
اُس کلموئی، خبیث نابکار کی وجہ سے
گشت آں شہزادہ مدہوش و نَزار
شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا

آں نود سالہ عجوزِ گندہ پیر
اُس نوّے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے
نے خرد ہشت آں مَلِک را نے ضمیر
اُس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل

تا بسالے[2] بُود شہزادہ اَسیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا
بوسہ جایش نعلِ کفشِ گندہ پیر
بڑھیا کی جوتی کا تلا اُس کی بوسہ گاہ تھی

صُحبتِ کمپیر اُو را می ربُود
بڑھیا کی صحبت اُس کو تباہ کر رہی تھی
تا زکاہش نیم جانے ماندہ بُود
یہاں تک کہ گھٹاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی

دیگراں از ضعفِ وے با دردِ سَر
دوسرے اُس کی کمزوری سے دردِ سر میں تھے
اُو زسُکرِ سحر از خود بے خبر
وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا

ایں جہاں بر شاہ چوں زنداں شُدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی
ویں پسر بر گریہ شاں خنداں شُدہ
یہ لڑکا اُن کے رونے پر ہنستا تھا

شاہ[3] بس بیچارہ شُد در بُرد و مات
اُس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا
روز و شب می کرد قربان و زکات
دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا

زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا
عشقِ کمپیرک ہمی شُد بیشتر
بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں سَر است
تو اُسکو یقین ہو گیا کہ (یہ) مطلقاً اُس (اللہ) کی جانب سے ہے
چارہ اُو را بعد ازیں لابہ گریست
اُسکے بعد اُس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے

سجدہ می کرد اُو کہ ہم فرماں تُرا ست
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے
غیرِ حق بر مُلکِ حق فرماں کرا ست
اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟

لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عُود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے
دست گیرش اے رحیم و اے وَدُود
اے رحم کرنیوالے! اے محبوب! اسکی دستگیری کر

[1] کمپیر۔ بڑھیا، بوڑھا۔ کابولی کابلی۔ زاں۔ شہزادہ اُس خبیث کے عشق میں مدہوش رہنے لگا اور لاغر ہو گیا۔ گندہ پیر بہت بوڑھا یا بڑھیا۔ ملک یعنی شہزادہ۔ ضمیر۔ دل۔

[2] تا بسالے۔ ایک سال تک شہزادہ اُسکی قید میں رہا اور اُس کی جوتیاں چومتا تھا۔ صحبت۔ یعنی اُس بڑھیا کی ہمبستری سے وہ گھل کر آدھا رہ گیا تھا۔ دیگراں۔ دوسرے اُس کی لاغری کو دیکھ کر دردِ سر میں مبتلا ہوئے اور وہ اپنی حالت سے بے خبر تھا۔ ویں پسر۔ بادشاہ شہزادے کے غم میں روتا تھا تو شہزادہ اُس کے رونے پر ہنستا تھا۔

[3] شاہ۔ بادشاہ اُس جادو کے معاملہ میں لاچار تھا اور صدقہ خیرات کرتا رہتا تھا کہ اُس کے ذریعہ یہ مصیبت ٹل جائے۔ زانکہ۔ اگرچہ اُس جادو کا کوئی توڑ کراتا تھا تو جادو اور مضبوط ہو جاتا تھا۔ پس۔ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو اُس کو یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ اللہ کی جانب سے ہے اسی کے سامنے رونا اور دعا کرنا چاہیے لہٰذا اُسنے اللہ کی عبادت اور دعائیں شروع کر دیں۔ لیکن۔ بیشک تیرا ہی حکم ہے لیکن میں اگر کی طرح جل رہا ہوں میری دستگیری فرما۔

مستجاب[1] شدن دعای بادشاه در خلاص پسر از جادوی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تا زیارب یارب و افغانِ شاه
یہانتک کہ بادشاہ کی یارب یارب اور فریاد کیوجہ سے
ساحرے اُستاد پیش آمد زراه
ایک اُستاد جادوگر، سفر سے سامنے آگیا

اُو شنیده بُود از دور ایں خبر
اُس نے دُور سے یہ بات سُنی تھی
کہ اسیرِ پیره زن شُد آں پسر
کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

کاں عجوزه بُود اندر جادوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں
بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی

دست[2] بر بالای دستست اے فتیٰ!
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے
در فن و در زور تا ذاتِ خدا
ہنر اور طاقت میں اللہ (تعالیٰ) کی ذات تک

مُنتہای دستہا دستِ خداست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے
بحر بیشک مُنتہای جوہاست
یقیناً دریاؤں کا آخر سمندر ہے

ہم ازو گیرند مایہ ابرہا
ابر اُسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں
ہم بدُو باشد نہایت سیل را
اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے

گفت شاہش کایں پسر از دست رفت
بادشاہ نے اُس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا
گفت اینک آمدم درمانِ زفت
اُسنے کہا اب میں زبردست علاج آگیا ہوں

نیست[3] ہمتا زال را ایں ساحراں
ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے
جُز منِ داہی رسیده زاں کراں
سوائے مجھ ہوشیار کے، جو اُس جانب سے آگیا ہو

چوں کفِ موسیٰ بہ امرِ کردگار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی طرح
نک برآرم من ز سحرِ اُو دمار
اب میں اُس کے جادو کی تباہی مچا دوں گا

کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف
کیونکہ میرا یہ علم اُس (اللہ تعالیٰ) کیطرف سے آیا ہے
نے ز شاگردیِ سحرِ مُستخف
ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے

آمدم تا بر کُشایم سحرِ اُو
میں آیا ہوں تاکہ اُس کا جادو کھول دوں
تا نماند شاہزاده زرد رُو
تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے

سُوئے گورستاں برو وقتِ سحور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا
پہلوی دیوار ہست اسپید گور
ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے

---

۱ مُستجاب۔ قبول شُدہ تا زیارب۔ بادشاہ کے یارب یارب سے ایک جادوگر سفر کرکے آگیا۔ اُو شنیدہ۔ اُس جادوگر نے سُن لیا تھا کہ شہزادہ جادوگرنی کے پھندے میں ہے۔ کاں عجوزہ۔ کیونکہ اُس بڑھیا جادوگرنی کی بہت شہرت تھی۔

۲ دست۔ مولانا فرماتے ہیں دنیا میں ہنرمند سے بڑھ کر ہُنرمند ہے تمام ہُنرمندیاں خدا پر جاکر ختم ہوتی ہیں۔ بحر۔ تمام دریا سمندر میں جاکر گرتے ہیں۔ ہم از و۔ سمندر کے ابخرات بادل بنکر برستے ہیں۔ گفت۔ بادشاہ نے اُس آنے والے جادوگر سے کہا کہ شہزادہ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا۔ آمدم۔ اِس جادوگر نے کہا میں اُس کا علاج بن کر آیا ہوں۔

۳ نیست۔ اُس جادوگر نے کہا اُس بڑھیا کے توڑ جوڑ کا سوائے میرے کوئی جادوگر نہیں ہے۔ کفِ موسیٰ جیسی طرح حضرت موسیٰؑ کے یدِ بیضا کے معجزے نے تمام جادوگروں کو شکست دی تھی میں اُس کا مقابلہ کرکے اُس کے جادو کو تباہ کردوں گا۔ کہ مرا۔ میرا علم خداوندی الہام سے ہے میں نے کسی جادوگر سے نہیں سیکھا ہے۔ مُستخف۔ ذلیل۔ سحوری۔ جادوگر نے کہا صبح کے وقت قبرستان جائیے وہاں آپ کو دیوار کے پہلو میں ایک سفید قبر ملے گی۔

۱ سوی قبلہ باز کاو آں جائ را
اُس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود
تا بہ بینی قدرت و صنعِ خدا
تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے

پس دراز ست ایں حکایت تو ملول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے
زبدہ را گویم رہا کردم فضول
خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

سوی گورستان رفت آں شاہ زود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا
گور را آں شاہ آں دم بر کشود
بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا

جادو یہا دید پنہاں اندرو
بڑا جادو اُس میں دبا ہوا دیکھا
صد گرہ بر بستہ بر یک تارِ مو
ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں

۲ واں گرہ ہای گراں را بر کشاد
اُس (جادوگر) نے اُن مضبوط گرہوں کو کھولا
پس ز محنت پورِ شہ را راہ داد
شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی

آں پسر با خویش آمد شد دواں
وہ شہزادہ ہوش میں آگیا (اور) دوڑا
سوی تختِ شاہ با صد امتحاں
بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب

سجدہ کرد و بر زمیں می زد ذقن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی
در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے

شاہ آئیں بست و اہلِ شہر شاد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہوگئے
واں عروسِ نا امید و بے مراد
اور وہ مایوس اور نامراد دلہن

عالم از سر زندہ گشت و با فروز
دنیا از سرِ نو زندہ اور پُر رونق ہوگئی
۳ اے عجب آں روز روز امروز روز
تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے

یک عروسی کرد شاہ او را چناں
بادشاہ نے اُس کی شادی کی دعوت ایسی کی
کہ جلاب و قند بُد پیشِ سگاں
کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا

جادوی کمپیر از غصہ بمرد
جادوگرنی بڑھیا رنج سے مر گئی
روی و خوی زشت با مالک سپرد
چہرہ اور بری عادت مالک کے سپرد کردی

شاہ آئیں بست و آمد در نیاز
شاہ نے جشن منایا اور نیازمندی اختیار کی
راز گفتے با خدای کارساز
خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا

شاہزادہ در تعجب ماندہ بود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا
کز من او عقل و نظر چوں در ربود
کہ وہ (بڑھیا) میری عقل و نظر کس طرح اچک لے گئی

۱ سوی قبلہ۔ اُس آنے والے جادوگر نے بادشاہ سے کہا کہ اُس سفید قبر کو قبلہ کی جانب سے کھودنا پھر تجھے خدا کی قدرت نظر آجائیگی۔ زبدہ۔ خلاصہ۔ فضول۔ زاید چیز۔ جادو یہا۔ اُس بڑھیا نے ایک بال میں سینکڑوں گرہیں لگا کر جادو کیا تھا وہ اُس قبر میں سے نکلا۔

۲ واں۔ بادشاہ اُس بال کو اُس جادوگر کے پاس لے آیا تو اُس نے اُس کی گرہیں کھولدیں اور شہزادے کو جادو سے نجات دیدی۔ آں پسر۔ جادو ختم ہونے کے بعد شہزادہ فوراً باپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ در بغل۔ اپنے فعل پر شرمندہ تھا اور اپنے آپ کو مجرم قرار دے کر اپنے ساتھ تلوار اور کفن بھی لایا۔ آئیں بست۔ جشن منایا۔

۳ اے عجب۔ مولانا فرماتے ہیں جس دن جادو ہوا تھا وہ بھی ایک دن تھا اور آج جبکہ جادو ختم ہوا اور خوشیاں منائی جارہی ہیں یہ بھی ایک دن ہے۔ عروسی یعنی ولیمہ۔ جلاب۔ گلاب۔ پیش سگاں۔ یعنی اُس دعوت کی نعمتوں سے کتے بھی محروم نہ رہے۔ مالک۔ اُس فرشتہ کا نام ہے جو جہنم کا داروغہ ہے۔ شاہ۔ بادشاہ انتہائی خوش تھا اور اللہ تعالے سے راز و نیاز کی باتیں کرتا تھا۔ شاہزادہ۔ جب جادو ختم ہوگیا تو اپنے معاملہ پر شہزادہ حیران تھا۔

نوعروسے[1] دید ہمچوں ماہِ حسن — کہ ہمی زد بر ملیحاں راہِ حسن

اُس نے حسن کا چاند جیسی دُلہن دیکھی — جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

گشت بیہوش و برُو اندر فتاد — تا سہ روز از صدرِ اُو گم شد فواد

وہ بیہوش ہو گیا اور مُنھ کے بَل گر پڑا — تین دن تک اُس کا دل سینے سے غائب رہا

سہ شبانہ روز اُو بیہوش گشت — تا کہ خلق از غشیِ اُو پُر جوش گشت

تین دن رات وہ بے ہوش رہا — یہاں تک کہ مخلوق اُسکی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی

از گلاب و از علاج آمد بخود — اندک اندک فہم گشتش نیک و بد

وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا — رفتہ رفتہ وہ اچھے بُرے کو سمجھنے لگا

بعد سالے[2] شاہ گفتش در سخن — کاے پسر یاد آر از آں یارِ کہن

ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا — کہ اے بیٹا! پُرانے دوست کو بھی، یاد کر لیا کر

یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش — تا بدیں حد بیوفا و مُر مباش

اُس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر — اِس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن

گفت رَو من یافتم دار السُّرور — وارہیدم از چہِ دار الغُرور

اُس نے کہا جائیے میں نے خوشی کا گھر پالیا — میں دھوکے کے گھر کے کنوئیں سے نجات پا گیا

ہمچناں[3] باشد چو مومن راہ یافت — سُوئے نورِ حق ز ظلمت رُوی تافت

ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پالیا — اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اُسنے تاریکی سے مُنھ موڑا

مخلصِ ایں قصہ بر گفتم تمام — تا بدانی مقصدِ خود والسلام

میں نے اِس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا — تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

در بیانِ آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدمؑ صفیؔ خلیفۂ حقؔ مسجودِ ملائکہ و آں کمپیرِ کابلی دنیا است کہ آدمی بچہؔ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیبِ تدارک کنندہ اند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مُراد) ہے اور اُس (شہزادے) کا باپ حضرت آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفہ، ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدمؑ کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنیوالے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی — در جہانِ کہنہ زادہ از نوی

اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے — پُرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے

---

[1] نوعروسے۔ اب اپنی دُلہن کے پاس گیا تو اُس کو انتہائی حسین پایا۔ گشت۔ اُس کا حسن دیکھ کر بیہوش ہو گیا اور تین دن تک بیہوش رہا جس سے لوگ پریشان ہو گئے۔ از گلاب۔ بیہوشی کا علاج ہوا تب اُس کو رفتہ رفتہ ہوش آیا۔

[2] بعد سالے۔ ایک سال کے بعد دورانِ گفتگو میں بادشاہ نے شہزادے سے کہا کہ اپنی بڑھیا جادوگرنی کو بھی کبھی یاد کر لیا کرو۔ مُر۔ کڑوا۔ دار السُّرور۔ جنت یعنی دُلہن۔ دار الغرور۔ دنیا یعنی بڑھیا جادوگرنی۔

[3] ہمچناں۔ جو حالت شہزادے کی تھی کہ اُس بڑھیا کو یاد کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا یہی حالت ایک مومن کی ہوتی ہے جبکہ اُس کو نورِ خداوندی حاصل ہو جائے وہ دنیا کے ظلمتکدہ کو یاد کرنا بھی پسند نہیں کرتا۔ اے برادر۔ ہم نے اِس قصہ میں جو شہزادہ کہا ہے اُس سے ہر آدمؑ زاد (انسان) مُراد ہے اور کابلی جادوگرنی سے مُراد دنیا ہے جس نے بنی آدمؑ پر جادو کر رکھا ہے۔

کابلیِ جادو ایں دنیاست کو — کردہ مرداں را اسیرِ رنگ و بو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے، جس نے — انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے

چوں درافگندت دریں آلودہ رُوذ[۱] — دمبدم میخواں و میدم قُل اَعُوذ
جبکہ اُسنے تورا تجھے اِس گندگی میں ڈالدیا ہے — ہر وقت قُل اَعُوذ پڑھ اور دَم کرتا رہ

تارہی زیں جادوئی وزیں قلق — استعانت خواہ از ربُّ الفلق
تاکہ اِس جادو اور پریشانی سے نجات پالے — صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ

زاں نبیؐ دنیات را سحّارہ خواند — کو بافسوں خلق را درچہ نشاند
اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے — کیونکہ اُسنے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنوئیں میں ڈالدیا ہے

ہیں فسونِ گرم دارد گندہ پیر — کردہ شاہاں را دمِ گرمش اسیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے — بادشاہوں کو اُسکے گرم دَم نے قیدی بنا لیا ہے

در درونِ سینہ نفّاثاتِ[۲] اوست — عُقدہای سحر را اثبات اوست
وہ سینہ میں (منتر پڑھکر) پھونکیں مارنیوالی ہے — وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے

ساحرہ دنیا قوی دانازنے ست — حلّ سحرِ او بپائے عامہ نیست
جادوگرنی دنیا، بہت عقلمند عورت ہے — اُس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے

ور گشادے عقدہ اُو را عقلہا — انبیا را کے فرستادے خدا
اگر عقلیں اُس کی گرہیں کھول سکتیں ہوتیں — اللہ تعالےٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

ہیں طلب کُن خوش دمے عُقدہ گشا — راز دانِ یفعل اللّٰہُ ما یشا
آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنیوالا تلاش کرلے — جو یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ کا رازداں ہو

ہمچو ماہی[۳] بستۂ استت او بہ شست — شاہزادہ ماندہ سالے وتو شصت
اُس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے — شہزادہ ایک سال (پھنسا) رہا تو ساٹھ سال

شصت سال از شستِ او در محنتی — نے خوشی نے بر طریقِ سُنّتی
تو ساٹھ سال سے اُسکے کانٹے میں مصیبت میں ہے — تو نہ خوش ہے، نہ سنّت کے راستہ پر ہے

فاسقی بدبخت نے دنیات خوب — نے رہیدہ از وبال و از ذنوب
تو بدبخت، فاسق ہے، نہ تیری دنیا ہی اچھی ہو — نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے

نفخِ او ایں عُقدہا را سخت کرد — پس طلب کُن نفخۂ خلّاقِ فرد
اُس کے پھونکنے نے اِن گرہوں کو مضبوط کردیا ہے — خالقِ اَحد کی پھونک کا طلبگار بن

---

۱ زنود۔ اگر دال سے پہلے حرف علّت ہو تو بعض جگہ اس کو ذال سے بدل لیتے ہیں۔ قُلْ اَعُوذ۔ آنحضورؐ پر یہ سورت جادو کے توڑ کے لئے نازل ہوئی۔ اسی سورت میں خدا کو رَبّ الفلق یعنی صبح کی سفیدی کا رب فرمایا گیا ہے۔ زاں۔ آنحضورؐ نے دنیا کو جادوگرنی فرمایا ہے جو انسانوں کو جادو کے کنوئیں میں بند کردیتی ہے۔ سحّارہ۔ جادوگرنی۔ فسونِ گرم۔ تیز جادو۔

۲ نفّاثات۔ منتر پڑھ کر پھونکنے والیاں۔ حلِّ سحر۔ دنیا کے جادو کا توڑ ہر شخص کے بس کا نہیں ہے۔ ور گشادے۔ دنیا کے جادو کی گرہیں اگر عقل کھول سکتی تو نبیوں اور رسولوں کے آنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے یعنی مقدّراتِ خداوندی۔

۳ ہمچو ماہی۔ شہزادہ تو جادوگرنی کے جال میں ایک سال ہی رہا تو ساٹھ سال یعنی اپنی ساری عمر دنیا کے جال میں پھنسا رہا۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ فاسقی۔ تیری دنیا اور دین دونوں برباد ہیں۔ نفخِ او۔ دنیا نے منتر پڑھ کر جو گرہ لگائی ہے وہ بہت سخت ہے وہ اللہ کے پھونکنے ہی کھل سکے گی۔

تا نفخت فیہ من روحی ترا [۱]
"تاکہ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ" تجھے
وارہاند زین و گوید بر تر آ
اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آجا

جز بنفخ حق نسوزد نفخ سحر
جادو کی پھونک، اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے
نفخ قہرست این و آں دم نفخ مہر
یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے

رحمت او سابق ست از قہر او
اُس کی رحمت اُس کے قہر سے پہلے ہے
سابقی خواہی برو سابق بجو
تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر

تا رسی اندر نفوس زوجت
"تاکہ تو زُوِّجَتْ والے نفسوں میں داخل ہو جائے"
کاے شہ مسحور اینک مخرجت
کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے

با وجود زال [۲] ناید انحلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہ کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا
در شبیکہ در بر آں پیر دلال
(اور) وہ نازوں بھری جان اور بغل میں (نہ آئیگی)

نے کہ فرمود آں سراج امتاں
کیا اُمتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا
اینجہان و آنجہاں را ضرتاں
اِس دنیا اور اُس جہان کو دو سوتیں

پس وصال ایں فراق آں بود
تو اِس کا وصال اُس کا فراق ہے
صحت ایں تن سقام جاں بود
اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

سخت می آید فراق ایں ممر
اِس گذرگاہ کی جُدائی سخت لگتی ہے
پس فراق آں مقرداں سخت تر
تو اُس قیامگاہ کی جُدائی زیادہ سخت ہے

چوں فراق [۳] نقش سخت آید ترا
جب تجھے نقش کی جُدائی سخت لگتی ہے
تا چہ سخت آید ز نقاشش جدا
تو اُس کے نقاش کی جدائی کسقدر سخت ہوگی؟

اے کہ صبرت نیست از دنیای دوں
اے وہ کہ تجھے اِس کمینی دنیا سے صبر میسّر نہیں ہے
چونت صبرست از خدا اے دوست چوں
اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کسطرح صبر آگیا ہے؟

چونکہ صبرت نیست زیں آب سیاہ
جبکہ اِس کالے پانی سے تجھ میں صبر نہیں ہے
چوں صبوری داری از چشمۂ آلہٰ
خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟

چونکہ بے ایں شرب کم داری سکون
جبکہ اس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے
چوں ز ابراری جدا وز یشربون
تو یشربون اور نیکیوں سے کیسے جُدا ہے

یعنی آخرت۔ زابراری۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا نیک لوگ ایسے پیالے سے پئیں گے جس کی ملونی کافور ہوگی۔

[۱] نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ میں نے اُس میں اپنی روح پھونک دی یعنی تیرے اندر بھی وہ روح آجائے۔ نفخ۔ دنیا کے جادو کی پھونک اللہ کی پھونک سے چلے گی۔ رحمت او۔ حدیث قدسی ہے۔ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لئے ہوئے ہے۔ زُوِّجَتْ۔ قرآن پاک میں ہے اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ جبکہ نفسوں کے جوڑ لگائے جائیں گے یعنی جنت کے ساتھ یا حوروں کے ساتھ۔

[۲] باوجود۔ جب تک انسان بوڑھی دنیا کے ساتھ رہے گا نہ اُس کا جادو ٹوٹیگا نہ شہزادے کی طرح دُلہن یعنی آخرت اُس کے پہلو میں آئے گی۔ ضرتان۔ حدیث شریف ہے۔ اَلدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں اگر ایک راضی ہوتی ہے تو دوسری ناراض ہو جاتی ہے۔ پس۔ اگر دنیا کا وصال ہے تو آخرت کا فراق ہے۔ ممر۔ گذرگاہ یعنی دنیا۔ مقر۔ قرارگاہ یعنی آخرت۔

[۳] چوں فراق۔ دنیا کا نقاش خدا ہے جب اِس نقشِ دنیا کی جدائی اِس قدر شاق ہے تو خدا نقاش کی جدائی کس قدر شاق ہوگی۔ آب سیاہ یعنی دنیا۔ چشمۂ الٰہ۔

گر بہ بینی یک نفس حسنِ ودود [١] — اندر آتش افگنی جان و وجود

اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حُسن دیکھ لے — جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے

جیفہ بینی بعد ازاں ایں شرب را — چوں بہ بینی کر و فرِ قرب را

اُس کے بعد تو اس پینے کو مُردار سمجھے گا — جب تو خدا کی شان و شوکت اور قُرب کو دیکھ لیگا

ہمچو شہزادہ رسی در یارِ خویش — پس بروں آری ز پا تو خارِ خویش

تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے — تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے

جہد کن در بیخودی خود را بیاب — زودتر واللہ اعلم بالصواب

اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے — بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے

ہر زمانے [٢] ہیں مشو با خویش جفت — ہر زماں چوں خر در آب و گل مخفت

ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو — ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر

از قصورِ چشم باشد آں عثور — کہ نہ بیند شیب و بالا از دور

وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے — کیونکہ وہ دُور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہو

بوی پیراہانِ یوسفؑ کن سند — زانکہ بویش چشم روشن می کند

حضرت یوسفؑ کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ — کیونکہ اُس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

صورتِ پنہان و آں نورِ جبیں — کردہ چشمِ انبیا را دُور بیں

پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے — نبیوں کی آنکھ کو دُور بین بنا دیا ہے

نورِ [٣] آں رخسار برہاند ز نار — ہیں مشو قانع بنورِ مستعار

اُس رخسار کا نور، نار سے نجات دلاتا ہے — خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن

چشم را ایں نور حالی بیں کند — چشمِ عقل و روح را گرگیں کند

یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے — روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے

صورتش نور است و در تحقیق نار — گر ضیا خواہی دو دست از وے بدار

اُس کا ظاہر نور ہے، حقیقتاً نار ہے — اگر حقیقی روشنی چاہتا ہے اُس سے دستبردار ہو جا

دمبدم در رُو فتد ہر جا رود — دیدہ و جانے کہ حالی بیں بود

جس جگہ جاتی ہے، لمحہ بہ لمحہ اوندھی گرتی ہے — وہ آنکھ اور جان جو حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے

دُور بیند دُور بینِ بے ہنر — ہمچناں کہ دور دیدن خواب در

بے ہنر دُور بین ایسا ہی دُور بین ہے — جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا

---

[١] گر بہ بینی۔ اگر اللہ کا جلوہ تجھے ذرا بھی نظر آجائے تو اپنے جسم اور روح کو قربان کر ڈالے۔ جیفہ۔ مردار۔ قُرب۔ یعنی خداوندی قرب۔ ہمچو۔ جس طرح شہزادہ اپنی حقیقی دُلہن سے مل گیا تھا تو بھی اپنے حقیقی محبوب کو پالے اور دنیا کا کانٹا پاؤں سے نکال پھینکے۔ جہد کن۔ اِس کی ترکیب یہی ہے کہ فنا کا درجہ حاصل کرلے۔

[٢] ہر زمانے۔ فنا کا درجہ جب حاصل ہو جائے گا کسی وقت بھی خودی نہ اختیار کریگا اور دنیا سے کنارہ کش ہو جائیگا۔ از قصور۔ جب نگاہ و بصیرت نہیں ہوتی ہے تو انسان نشیب و فراز کو نہیں دیکھ پاتا ہے اور ٹھوکر کھاتا ہے۔ بوی۔ حضرت یعقوبؑ کی بینائی حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے روشن ہوگئی تھی تو قدرت کے مناظر دیکھ کر نظر روشن ہوجائیگی اور مشاہدے تک پہنچ سکے گا۔ صورت۔ انبیاء کو چشم بصیرت اسی سے حاصل ہوئی ہے۔

[٣] نور۔ اِس نور کا مشاہدہ نارِ شہوت سے نجات دیتا ہے۔ ایں نور۔ یعنی عارضی دنیاوی نور صرف وقتی چیزوں کو دکھاتا ہے اور بصیرتِ عقل کو بیمار بناتا ہے۔ گرگیں۔ خارش کے مرض میں مبتلا۔ صورتش۔ عارضی نور بظاہر نور ہے لیکن حقیقتاً نار اور تباہی کا باعث ہے۔ دمبدم۔ عارضی نور والا ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ دور بیند۔ اِس

نزدیک کی چیز بھی نہیں دیکھ سکتا، خواب میں دور دور کی چیزیں دیکھتا ہے

خفتہ باشی بر لبِ جُو خشک لب — می دَوی سوئے سراب اندر طلب

تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے — جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے

دُور می بینی سراب و می دَوی — عاشقِ آں بینشِ خود می شوی

تو سراب کو دُور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے — اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق بنتا ہے

میزنی در خواب با یاراں تو لاف — کہ منم بینا دل و پردہ شگاف

تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے — کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں

نک بداں سُو آب دیدم ہیں شتاب — تا رویم آنجا و آں باشد سراب

یہ میں نے اس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو — تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے

ہر قدم زیں آب تازی دُور تر — دَو دَواں سوئے سراب با غرر

تو ہر قدم پر اسی پانی سے زیادہ دُور بھاگتا ہے — دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے

عینِ آں عزمت حجابِ آں شُدہ — کہ بتو پیوستہ است و آمدہ

تیرا پختہ ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا — جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

بس کسا عزمے بجائے می کند — از مقامے کاں غرض در وے بود

بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لیجاتا ہے — اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے

دید و لافِ خفتہ می ناید بکار — جز خیالے نیست دست از وے بدار

سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے — وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا

خوابناکی لیک ہم بر راہ خسپ — اللہ اللہ بر رہِ اللہ خسپ

تو نیند کا ستایا ہے، پھر بھی راستہ پر سو — خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو

تا بُود کہ سالکے بر تو زند — از خیالاتِ نعاست بر کند

ہو سکتا ہے کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے — نیند کے خیالات سے تجھے جدا کر دے

خفتہ را گر فکر گردد ہمچو موی — او ازاں دقت نیابد راہِ کوی

سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو — وہ اس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا

فکرِ خفتہ گر دوتا و گر سہ تاست — ہم خطا اندر خطا اندر خطاست

سوئے ہوئے کا فکر خواہ دُہرا ہو یا تہرا — غلط در غلط در غلط ہی ہے

گرچہ چشمش تیز بین و باضیاست — ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست

اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہو — خاک، در خاک، در خاک ہی ہے

---

۱ خفتہ۔ سوئے ہوئے کی دُور بینی یہ ہے کہ دریا کے کنارے پیاسا سو رہا ہے اور بہت دور کے ریت کو دیکھ رہا ہے جو پانی نظر آ رہا ہے۔ عاشق۔ اور سمجھ رہا ہے کہ میں بہت دُور بین ہوں دُور سے پانی دیکھ لیا ہے۔ میزنی۔ خواب میں دوستوں سے اپنی دُور بینی کی شیخی بھی بگھارتا ہے۔ نک۔ دوستوں سے کہتا ہے کہ میں نے دُور سے پانی دیکھ لیا وہاں چلو۔

۲ ہر قدم۔ نہر کو چھوڑ کر خواب میں جس قدر سراب کی طرف بھاگ رہا ہے وہ پانی سے اسی قدر دُور ہو رہا ہے۔ عین۔ سراب تک پہنچنے کا عزم نہر کے اس پانی کا حجاب بن رہا ہے جو اسکے قریب تھا۔ بس۔ بہت سے ایسے شخص ہوتے ہیں جن کا عزم اُن کو مقصود کی اصل جگہ سے دُور کر دیتا ہے۔ خفتہ۔ سوئے ہوئے کا کسی چیز کو دیکھنا محض خیال ہوتا ہے جو بیکار ہوتا ہے۔

۳ خوابناکی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ تو نیند میں ہے اگر تجھے سونا ہی ہے تو سر راہ سو اور اللہ کے راستہ پر سو شاید کوئی اللہ کا نیک بندہ وہاں سے گزرے تو تیرے خواب والے خیالات دُور کر دے۔ خفتہ۔ جبکہ تو سویا ہوا ہے تو اپنی تدبیر سے راہ یاب نہ ہو گا کسی باخدا کا ہاتھ پکڑ لے۔

موج[1] بر وے می زند بے احتراز — خفتہ پویاں در بیابانِ دراز
بغیر بچاؤ کے موج اُس پر پڑ رہی ہے — سویا ہوا، دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے

خفتہ می بیند عطشہائے شدید — آب اَقرَبُ مِنہُ مِن حَبلِ الوَرِید
سویا ہوا سخت پیاس محسوس کرتا ہے — پانی اُس کی شہ رگ سے زیادہ اُس سے قریب ہے

حکایتِ آں زاہد کہ در سالِ قحط خنداں و شاد بُود با مُفلسی و بسیاریِ عیال و خلق می مُردند از گرسنگی، با وُ گفتند کہ ہنگام تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اُس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مُفلسی اور بہت عیالداری کے مُسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اُس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اُس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں[2] کاں زاہد اندر سالِ قحط — بُود اُو خنداں و گریاں جملہ رہط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال — مُسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا

پس بگفتندش چہ جای خندہ است — قحط بیخِ مومناں برکندہ است
تو لوگوں نے اُس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟ — قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے

رحمت از ما چشمِ خود بر دوختہ ست — ز آفتابِ تیز صحرا سوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں — تیز سورج سے، جنگل جل گیا ہے

کِشت و باغ و رزسیہ افتادہ ست — در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں — زمین میں نمی نہیں ہے، نہ اوپر نہ نیچے

خلق می میرند زیں قحط و عذاب — دہ[3] دہ و صد صد چو ماہی دور ز آب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں — دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دُور

بر مسلماناں نمی آری تو رحم — مومناں خویشند یک تن شحم و لحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا — (حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں

رنجِ یک جزوے ز تن رنجِ ہمہ ست — گر دمِ صُلح ست یا خود ملحمہ ست
جسم کے ایک جُزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے — خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

گفت در چشمِ شما قحط ست ایں — پیشِ چشمم چوں بہشت ست ایں زمیں
اُس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے — میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے

[1] موج۔ سوئے ہوئے شخص پر موجوں کی تھپیڑیں بھی لگ رہی ہوں تب بھی سراب کیلئے دوڑتا ہے۔ خفتہ۔ نہر کے کنارے سویا ہوا پیاس محسوس کرتا رہتا ہے اور پانی بالکل اُس کے قریب ہوتا ہے۔ یہی حال اہلِ دنیا کا ہے کہ ذاتِ حق اُن کے قریب تر ہے لیکن وہ اُس تک نہیں پہنچ پاتے۔

[2] ہمچناں۔ جس طرح سوئے ہوئے کی حالت ہوتی ہے ایسی ہی اُن لوگوں کی حالت ہے جو اُس درویش پر مُعترض ہوئے۔ رہط۔ قبیلہ۔ رز۔ انگور کی بیل۔

[3] دہ۔ یعنی کہیں دس دس مر رہے ہیں کہیں سو سو۔ شحم۔ چربی۔ ملحمہ۔ جنگ۔ گفت۔ اُس نیک شخص نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے میری نظر میں بہشت ہے۔

من ہمی بینم بہر دشت و مکاں — خوشہا[1] انبہ رسیدہ تامیاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں — بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک

خوشہا در موج از بادِ صبا — پُر بیاباں سبز تر از گندنا
بالیں پُروا ہوا سے، لہلہا رہی ہیں — جنگل بھرا ہوا ہے، گندنے سے زیادہ سرسبز ہے

ز آزموں من دست بر وے میزنم — دست و چشمِ خویش را چوں بر کنم
آزمانے کے لئے میں اُن کو چھُوتا ہوں — اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟

یارِ فرعونِ تنید اے قومِ دُوں — زاں نماید مر شما را نیل خوں
اے کمینہ قوم! تم فرعونی جسم کے یار ہو — اس لئے تمھیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے

یارِ موسیٰؑ خرد گردید زُود — تا نماند خون و بینید آبِ رُود
جلد عقلِ موسوی کے یار بن جاؤ — تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو

از پدر[2] بر تو جفائے چوں رَوَد — آں پدر در چشمِ تو سگ می شود
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو — وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے

آں پدر سگ نیست تاثیرِ جفاست — کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
باپ کتا نہیں ہے، ظلم کی تاثیر ہے — کہ ایسی رحمت، نگاہ میں کتا جیسی ہے

گرگ می دیدند یوسف را بچشم — چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم
(حضرت) یوسفؑ کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا — چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا

با پدر چوں صُلح کردی خشم رَفت — آں سگی شد گشت بابا یارِ زَفت
جب تو نے باپ سے صلح کرلی غصہ ختم ہوا — وہ کتا پن (بھی) ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

دربیانِ آنکہ مجموعۂ عالم صورتِ عقلِ کُل است چوں با عقلِ کُل بکژ
اِس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقلِ کُل کی صورت ہے جب تو عقلِ کُل کیساتھ ٹیڑھا

رَوی جفا[3] کردی صورتِ عالَم ترا غم فزاید اغلبِ احوال چنانکہ با
چلے گا، تو نے ظلم کیا، عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائیگی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے

پدر بد کردی صورتِ پدر ترا غم فزاید و نتوانی اُو را دیدن اگرچہ
بُرائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اُسکو دیکھ نہ سکیگا، اگرچہ

پیشِ ازاں نورِ دیدہ بُودہ باشد و راحتِ جاں
اُس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

۱ے خوشہا۔ میں ہر جگہ اپنی اونچی کھیتی دیکھ رہا ہوں جو کمر کمر ہے۔ خوشہا۔ کھیتی کی بالیں ہوا سے لہلہا رہی ہیں۔ گندنا۔ لہسن کی قسم کی ایک ترکاری ہے۔ ز آزموں۔ آزمانے کے لئے میں اُس کھیتی پر ہاتھ بھی پھیرتا ہوں تو اب میں اپنے ہاتھ اور آنکھ کو کیسے جھٹلا دوں۔ یار۔ تم اپنے فرعونی جسم کے دوست ہو لہٰذا فرعون کی طرح تمہیں بھی دریائے نیل کا پانی خون نظر آرہا ہے۔ خرد۔ عقل جو بمنزلہ موسیٰؑ کے ہے اُس کے یار بنو تو حقیقتِ حال واضح ہوگی۔

۲ے از پدر۔ انسان کی اپنی اندرونی کیفیت حقائق کو تبدیل کر دیتی ہے، اگر انسان باپ سے ناراض ہو جائے تو وہ اُس کو کتا نظر آنے لگتا ہے۔ گرگ۔ اپنی باطنی کیفیت کی بنا پر حضرت یوسفؑ اپنے بھائیوں کو بھیڑیا نظر آتے تھے۔ با پدر۔ اگر باپ سے محبت ہو تو وہ سراسر رحمت نظر آتا ہے۔

۳ے جفا۔ تمام عالم حضرتِ حق کا مظہر اور اُس کا پیدا کیا ہوا ہے اِس اعتبار سے وہ تمام عالم کا باپ ہے اگر تمہارے دل میں اُس سے بیزاری ہے تو یہ تمام عالم غیر واقعی صورت میں تمہیں نظر آئے گا۔

کُلِّ عالَم صورتِ عقلِ کُل[1] ست
پورا عالم عقلِ کُل کی صورت ہے
کوست بابای ہر آں کاہلِ قُل ست
وہ ہر اُس شخص کا باپ ہے جو قول والا ہے

چوں کسے با عقلِ کُل کُفراں فزود
جب کوئی عقلِ کُل کی نافرمانی کرے
صورتِ کُل پیشِ اُو ہم سگ نمود
کُل کی صورت اُس کو کُتا نظر آتی ہے

صُلح کُن با ایں پدر عاقی بہل
اِس باپ سے صلح کر لے، نافرمانی کو چھوڑ دے
تا کہ فرشِ رز نماید آب و گِل
تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے

پس قیامت نقدِ حالِ تو بُوَد
پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو
پیشِ تو چرخ و زمیں مُبدَل شود
تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں

مَنکہ صلحم دائماً با ایں پدر
میری ہمیشہ اِس باپ سے صلح ہے
ایں جہاں چوں جنّتستم در نظر
یہ دنیا میری نگاہ میں جنّت کی طرح ہے

ہر زماں[2] نو صُورتے و نو جَمال
ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حُسن ہے
تا ز نو دیدن فرو میرد مَلال
مشاہدے کرنے سے غم زائل ہو جاتا ہے

من ہمی بینیم جہاں را پُر نعیم
میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں
آبہا از چشمہا جوشاں مقیم
چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے

بانگِ آبش می رسد در گوشِ من
پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے
مَست می گردد ضمیر و ہوشِ من
میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں

شاخہا رقصاں شُدہ چوں تائباں
شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں
برگہا کف زن مثالِ مُطرِباں
پتّے گویّوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں

برقِ آئینہ است لامع از نمد
آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے
گر نماید آئینہ تا چوں بُوَد
اگر آئینہ نظر آ جائے تو کیا ہوگا؟

از ہزاراں[3] من نمی گویم یکے
میں ہزار (باتوں) میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہوں
زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے
کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

پیشِ وہم ایں گفت مُژدہ دادنست
وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے
عقل گوید مُژدہ چہ نقدِ من ست
عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے

ہیں۔ پیشِ وہم۔ جن کی عقول ناقص ہیں وہ ان باتوں کو بمنزلہ خوشخبری کے سنتے ہیں۔ کامل عقل والے اُن کا مشاہدہ کرتے ہیں ——

[1] عقلِ کُل۔ مولانا عقلِ کُل کا بہت سی چیزوں پر اطلاق کرتے ہیں یہاں خدائے تعالےٰ مراد ہے۔ اہلِ قُل۔ یعنی وہ روحیں جنھوں نے ازل میں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے جواب میں بَلٰی کا قول کیا تھا۔ چوں کسے۔ جب انسان کے دل میں خدا کا کفر ہوتا ہے تو اُس کو سارا جہاں بھیانک نظر آتا ہے۔ صورتِ کُل۔ یعنی جہان۔ عاقی۔ ماں باپ کی نافرمانی۔ تاکہ۔ تمام زمین انگوروں سے بھری ہوئی نظر آئے گی۔ قیامت۔ قیامت میں زمین و آسمان بدل دیئے جائینگے۔ مَنکہ۔ اُس بزرگ نے کہا چونکہ میری خدا سے صلح ہے لہٰذا مجھے تمام عالَم جنّت نظر آتا ہے۔

[2] ہر زماں۔ لمحہ بلمحہ مجھ پر نئی تجلّیات کا انکشاف ہوتا رہتا ہے اور طبیعت ملول نہیں ہوتی ہے۔ مقیم۔ دائم۔ ضمیر۔ دل۔ شاخہا۔ شاخوں کا ہواؤں سے ہلنا مجھے صوفیوں کا رقص معلوم ہوتا ہے اور پتّوں کا بجنا گویّوں کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ برقِ آئینہ۔ یہ تجلّیات میرے اوپر ناسوت کے پردوں سے پڑ رہی ہیں جبکہ براہِ راست پڑیں گی تو کیا حال ہوگا۔

[3] از ہزاراں۔ میں ہزاروں حقائق میں سے ایک بات بھی پوری نہیں بتا رہا ہوں کیونکہ سُننے والے اہل نہیں

قصۂ[1] فرزندانِ عُزیر علیہ السّلام کہ از پدر احوالِ پدر می پُرسیدند

(حضرت) عزیر علیہ السّلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی)، باپ کے احوال دریافت کرتے تھے

پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش
باپ نے کہا ہاں میں نے اُس کو دیکھا ہے، پیچھے آرہا ہے۔ جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش

بیہوش شُدند و آنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش
ہوگئے اور جنھوں نے نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اُس شخص نے اچھی خوشخبری

مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست وایں حالت
دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پورانِ[2] عُزیرؑ اندر گذر
(حضرت) عزیرؑ کی اولاد کی طرح راستہ میں

آمدہ پُرساں ز احوالِ پدر
آکر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے

گشتہ ایشاں پیر و باباشاں جواں
وہ بوڑھے ہوگئے تھے اور اُن کے والد جوان تھے

پس پدرشاں پیش آمد ناگہاں
تو اُنکے والد اچانک سامنے آگئے

پس بپرسیدند ازو کاے رہگذر
تو انھوں نے اُن سے دریافت کیا اے مسافر!

از عُزیرِ ما عجب داری خبر
ہمارے عجیب عزیر کا تجھے علم ہے

کہ کسے ماں گفت کامروز آں سَنَد
کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا

بعدِ نومیدی ز بیروں می رسد
مایوسی کے بعد باہر سے آجائے گا

گفت[3] آرے بعدِ من خواہد رسید
اُن (عزیرؑ) نے کہا ہاں میرے بعد وہ آئے گا

آں یکے خوش شُد چو ایں مژدہ شنید
انھیں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سُنی خوش ہوا

بانگ می زد کاے مُبشّر باش شاد
شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ

واں دِگر بشناخت بیہوش اوفتاد
دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہوکر گر گیا

کہ چہ جای مژدہ است اے خیرہ سر
کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟

کہ در افتادیم در کانِ شکر
ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں

وَہم را مژدہ است پیشِ عقل نقد
وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ

زانکہ چشمِ وہم شُد محجوبِ فقد
کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے

ہے وہ کانِ شکر تو ہمارے سامنے ہے۔ وَہم۔ ایک ہی بات ناقص عقل کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہے چونکہ وہ مشاہدہ نہیں کرسکتی ہے، عقلِ کامل کے لئے وہ مشاہدہ ہے۔

[1] قصہ۔ اِس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض باتیں محجوبین کے لئے خوشخبری کا درجہ رکھتی ہیں اور کاملین کے لئے وہ مشاہدہ کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ حضرت عزیرؑ ایک سَو سال کے بعد جب زندہ ہوئے تو آپ کی اولاد نے سُنا کہ ہمارے باپ زندہ ہوکر آرہے ہیں وہ اُنکی جستجو کے لئے شہر سے باہر نکلے حضرت عزیرؑ شہر میں آرہے تھے وہ راستہ میں ملے کچھ اولاد آپکو نہ پہچانی اور اُس نے انہی سے اُن کی خبریں معلوم کرنی چاہیں انھوں نے فرمایا کہ وہ ابھی آئیں گے یہ خبر اس اولاد کے لئے خوشخبری بنی بعض لڑکوں نے آن کو پہچان لیا تو اُن کیلئے یہ خبر مشاہدہ بنی اور وہ خوشی سے بیہوش ہوگئے۔

[2] پوراں۔ اولاد۔ پدر یعنی حضرت عزیرؑ۔ ایشاں۔ اولاد بوڑھی ہوگئی تھی حضرت عزیرؑ تغیراتِ زمانہ سے محفوظ تھے وہ جوان تھے بسند یعنی حضرت عزیرؑ۔

[3] گفت۔ چونکہ یہ اولاد نہ پہچانی تو انھوں نے اُن پر طنز کیا اور فرمایا کہ ہاں وہ میرے بعد آئیں گے۔ بانگ۔ اُس نے انہی کو اُس خوشخبری دینے کی دعا دی دوسری اولاد نے اُن کو پہچان لیا تو فرطِ مسرت سے بے ہوش ہوگئی۔ کہ چہ جای۔ پہچاننے والوں نے کہا کہ خوشخبری کیا چیز ہوتی

کافراںؔ[1] را درد و مومن را بشیر | لیک نقدِ حال در چشمِ بصیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کیلئے خوشخبری دینے والی | لیکن بینا کی آنکھ میں نقدِ حال ہے

زانکہ عاشق در دَمِ نقد ست مست | لاجرم از کُفر و ایماں برتر ست
کیونکہ عاشق مُشاہدہ میں مست ہے | لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے

کُفر و ایماں ہر دو خود دربانِ اوست | کُوست مغز و کفر و دیں اُو را دو پوست
کفر اور ایمان دونوں اُس کے دربان ہیں | کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اسکے دو چھلکے ہیں

کُفر قشرِ خُشک رُو بر تافتہ | باز ایماں قشرِ لذّت یافتہ
کفر خُشک چھلکا مُنہ پھیرے ہوئے ہے | پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

قشرہائیؔ[2] خشک را جا آتش ست | قشرِ پیوستہ بمغزِ جاں خوش ست
خُشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے | چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے

مغز خود از مرتبہ خوش برتر ست | برتر ست از خوش کہ لذّت گُستر ست
مغز " اچھے " رُتبہ کی وجہ سے بالا ہے | (بلکہ) "اچھے" سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد | تا برآرد موسیم از بحر گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لَوٹ | تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اُڑائے

در خورِ عقلِ عوام ایں گفتہ شُد | از سخُن باقیِ آں بنہُفتہ شُد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا | اِس کی بقیہ بات پوشیدہ کردی گئی ہے

زرِؔ[3] عقلت ریزہ است اے مُتّہم | بر قُراضہ مُہرِ سکّہ چوں نہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے | بُرادے پر سکّہ کی مُہر کیسے لگاؤں؟

عقلِ تو قسمت شُدہ بر صد مُہم | بر ہزاراں آرزوی و طِمّ و رِم
تیری عقل سینکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے | ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر

جمع باید کرد اجزا را بعشق | تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیئے | تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے

جو جوے چوں جمع کردی ز اشتباہ | پس تواں زد سکّہ بر تو بادشاہ
وہم کو اگر جَو کرکے تو جمع کرلے | تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا

وَالطِّمّ وَالرِّم یعنی وہ خشکی اور سمندر کی چیزیں لے آیا یا بہت مال لے آیا۔ بعشق۔ عشقِ خداوندی عقلِ انسانی کو ایک نقطہ پر جمع کردیتا ہے۔ سمرقند۔ سمرقند اور دمشق کی رونق مشہور تھی غوطۂ دمشق اور سُغدِ سمرقند دنیا کی جنتوں میں شمار ہوتے تھے۔ جو جوے۔ عقل کو تھوڑا تھوڑا جمع کریگا تو کچھ نہ کچھ معارف حاصل ہوجائینگے۔

[1] کافراں۔ ایک ہی بات منکروں کیلئے درد ہے مومن کیلئے خوشخبری اور عاشق کے لئے مشاہدہ۔ عاشق مشاہدہ اور دیدار سے مست رہتا ہے لہٰذا وہ کافر اور رسمی مومن سے بالاتر ہے۔ کفر و ایماں۔ کفر اور رسمی ایمان اُس عاشق کے دَر کے دربان ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ مغز کے ہے اور کفر و ایمان دونوں اسکے چھلکے ہیں۔ کفر۔ ان دونوں چھلکوں میں یہ فرق ہے کہ کفر تو مشاہدہ سے بالکل مُنہ موڑے ہوئے ہے اور ایمان کچھ نہ کچھ لذت چکھے ہوئے ہے۔

[2] قشرہائی خشک۔ کفر سوکھا چھلکا ہے جو آگ میں جلانے کے قابل ہے عام مومنین کا ایمان وہ چھلکا ہے جو مغز سے جڑا ہوا ہے۔ مغز۔ عشقِ الٰہی عام ایمان سے بالاتر ہے۔ ایں سخن یعنی اس نیک شخص کی باتیں۔ موسیم۔ میرا موسیٰ، موسیٰ سے مراد یہاں ذاتِ حق ہے۔ از بحر یعنی بحرِ معارف۔ معارف کا پورا بیان۔ در خورِ عوام کی سمجھ کی بقدر کچھ باتیں کہہ دی ہیں بقیہ باتیں چھپالی ہیں۔

[3] زرِ عقلت۔ انسانوں نے اپنی عقل کے سونے کو پراگندہ کر رکھا ہے سونے کے بُرادے پر ٹھپہ نہیں لگایا جاسکتا معارف کا ٹھپہ جب لگ سکیگا کہ عقل مجتمع ہوجائے گی۔ عقلِ انسان اپنی عقل کو سینکڑوں دھندوں میں بانٹے ہوئے ہے۔ طِمّ و رِم۔ عربی کا محاورہ ہے جاءَ بالطِّم

ورز مثقالے شوی افزوں تو خام | از تو سازد شہ یکے زرینہ جام

اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا | تو بادشاہ تیرا زریں جام بنائے گا

پس بر و ہم نام و ہم القاب شاہ | باشد و ہم صورتش اے وصل خواہ

تو اُس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی | ہو گا، اور اُس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند

تا کہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب | ہم چراغ و شاہد و نُقل و شراب

تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو | چراغ بھی اور شاہد بھی نُقل اور شراب بھی

جمع کُن خود را جماعت رحمت است | تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست

اپنے آپ کو جمع کر لے، جماعت رحمت ہے | تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے وہ کہہ سکوں

زانکہ گفتن از برای باوریست | جانِ شرک از باوریِ حق بریست

اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے | شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے

جان قسمت گشتہ در جوّ فلک | در میانِ شصت سودا مشترک

(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہو گئی ہے | بہت سے معاملوں میں مشترک ہے

پس خموشی بہ دہد اُو را ثبوت | پس جوابِ احمقاں آمد سُکوت

خاموشی اُس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے | احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے

ایں ہمی دانم ولے مستیِ تن | می کُشاید بے مرادِ من دہن

یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی | بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے

آنچناں کز عطسہ و از خامیاز | ایں دہاں گردد بنا خواہِ تو باز

جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے | تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

در تفسیر حدیث اِنّی لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّی فِی کُلِّ یَوْمٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً[3]

حدیث کی تفسیر کہ میں، اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبر زگفت و از نثار | توبہ آرم روز من ہفتاد بار

پیغمبرؐ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے | میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں

لیک آں مستی بود توبہ شکن | منسی ست ایں مستیِ تن جامہ کن

لیکن وہ مستی توبہ شکن بنتی ہے | یہ کپڑے چاک کرنیوالی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے

حکمتِ اظہارِ تاریخِ دراز | مستی انداخت بر دانایِ راز

دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت | ایک رازداں پر مستی طاری کر دیتی ہے

[1] ورز مثقالے۔ اور اگر تُو ایک مثقال کے وزن سے زیادہ جمع کرے گا تو پھر اُس کا زریں جام بن جائے گا جو شاہ کی مجلس میں ہوگا اور اُس کو شاہ کا مشاہدہ حاصل ہوگا۔ پس۔ شاہی جام پر شاہ کا نام اور القاب اور تصویر کندہ کر دی جاتی تھی۔ تاکہ۔ اب تجھے دنیا کی ہر چیز میں حضرتِ حق کا جلوہ نظر آئے گا۔ آنچہ ہست۔ یعنی حقائق۔ زانکہ۔ بات اس لئے کہی جاتی ہے کہ سننے والے کو اُس کا یقین آ جائے جب تک تجھ میں شرک کی کیفیت ہے تو یقین سے خالی ہے۔

[2] جان۔ شرک کی جان اور روح کا تعلق ایک ذاتِ خداوندی پر مجتمع نہیں ہے وہ کائنات میں بٹی ہوئی اور سینکڑوں معاملوں میں منقسم ہے پس خموشی۔ جاہلوں کے سامنے کسی مدعا کے ثبوت کے لئے خاموشی بہتر ثبوت ہے۔ مستیِ تن یعنی روحانی مستی بعض نسخوں میں مستیِ من بھی ہے۔ آنچناں۔ چھینک اور انگڑائی میں بے اختیار منہ کھل جاتا ہے اسی طرح اسرار کے بیان کرنے میں میرا منہ بے اختیار کھل جاتا ہے۔

[3] اِنّی لَاَسْتَغْفِرُ۔ آنحضورؐ کا یا استغفار بھی اسی بنا پر تھا کہ بے اختیار معارف ظاہر ہو جاتے تھے۔ نثار۔ یعنی اسرارِ معرفت کو سنانا۔ آں مستی۔ یعنی روحانی مستی۔ منسی۔ بھلا دینے والا۔ حکمت۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ عالمِ آخرت کی درازِ تاریخ لوگوں کو معلوم ہو اسلئے وہ بعض رازداروں پر مستی طاری کر دیتا ہے تاکہ وہ بیخودی میں اسرار کو ظاہر کر دیں۔

رازِ[1] پنہاں با چُنیں طبل و عَلَم — آب جوشاں گشتہ از جَفَّ القلم

پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کیساتھ — جَفَّ القلمُ سے پانی جوش مارتا ہے

رحمتِ بیحد رَوانہ ہر زَماں — خُفتہ اید از درکِ آں اے مردُماں

لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے — اے انسانو! تم اُس کے علم سے سوئے ہوئے ہو

جامۂ خُفتہ خورَد از جُوی آب — خُفتہ اندر آب جویایِ سَراب

سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے — پانی میں سویا ہوا سراب کا جویاں ہے

میروَد آنجایِ بُوی آب ہست — زیں تفکر راہ را برخویش بست

وہاں جاتا ہے، جہاں پانی کی اُمید ہے — اس خیال سے اُس نے اپنا راستہ مسدود کردیا

چونکہ[2] آنجا گفت زینجا دُور شُد — بر خیالے اُو زحق مہجور شُد

جبکہ اُس نے اُس جگہ کی سوچی اِس جگہ سے دُور ہوگیا — ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ صحیح واقعہ سے دُور ہوگیا

دور بینانند و بس خفتہ رَواں — رَحمتے آرید شاں اے رہرَواں

سوئی ہوئی روح والے نقط دُور بیں ہیں — اے سالکو! اُن پر رحم کرو

مَن ندیدم تشنگی خواب آورَد — خواب آرد تشنگیِ بے خرَد

میں نے نہیں دیکھی کہ پیاس سُلائے — بے عقل کی پیاس سُلاتی ہے

خود خرد آنست کو از حق چرید — نے خرد کاں را عُطارِد آورید

عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو — نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیانِ آنکہ عقلِ[3] جُزوی تا بگور پیش نہ بیند و در باقی مُقلّدِ انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملہ میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بُود — واں صاحبدل بنفخِ صُور بُود

اِس عقل کی دور بینی قبر تک ہے — صاحبدل کی بلکیت صور پھونکنے تک ہے

ایں خرد از گور وخاکے نگذرد — ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد

یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے — یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے

زیں قدم زیں عقل رَو بیزار شو — چشمِ غیبی جُوی و برخوردار شو

اس قدم اور اس عقل سے اہٹ، جا بیزار ہوجا — غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اُٹھا

ل راز پنہاں۔ پوشیدہ اسرار اسقدر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خدائی تقدیر سے معارف کا چشمہ اُبلنے لگا ہے جَفَّ القلم۔ یعنی ہونے والی باتیں لکھ کر قلم تقدیر خشک ہوچکا ہے۔ رحمت۔ مولانا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں لیکن تم غفلت کی نیند سوئے ہوئے ہو۔ جامہ۔ سوئے ہوئے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دریا کی لہریں اُسپر گرتی ہیں اور اُس کے کپڑے پانی پیتے ہیں لیکن وہ پیاسا رہتا ہے وہ محض پانی کی توقع پر خواب میں بھاگا پھرتا ہے اور گویا اپنے آپ کو اُس دریا سے اور دور کردیتا ہے۔ ٢ چونکہ۔ جب دوسری جگہ کے پانی کے تصور سے اُدھر بھاگتا ہے تو واقعی پانی سے اپنے آپ کو مزید محروم کرتا ہے۔ دور بینانند جن کی روحیں سوئی ہوئی ہیں وہ سوئے ہوئے کی طرح کے دُور بین ہیں۔ رہرواں یعنی سالکین راہ معرفت۔ من ندیدم پیاس کی حالت میں نیند نہیں آتی لیکن بے عقل کی پیاس اُسکو مزید سُلادیتی ہے۔ خود خرد عقل وہ ہے جو خدا کی جانب سے عطا ہو عُطارد ستارے کی تاثیر سے انسان میں جس عقل کا نشوونما ہوتا ہے وہ دراصل عقل نہیں ہے لہٰذا اِس دنیاوی عقل سے انسان خرد مند نہیں بنتا ہے۔ ٣ عقل جزوی۔ دنیاوی عقل جو عُطارد کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے اُس کی دوڑ صرف قبر کے گڑھے تک ہے اسکے بعد کے احوال اُسکے ادراک میں نہیں آسکتے ہیں وہ صرف انبیاء اور اولیاء بتاسکتے ہیں جن کو عقلِ خداوندی حاصل ہے وہ لوگ قیامت تک کے احوال سمجھ لیتے ہیں۔ عرصہ عجائب یعنی حشر کا میدان۔ زیں قدم۔ یہ حسّی قدم اور عقل ناقص بیکار ہے۔ غیب بیں عقل و بصر مُفید ہے۔

ہمچو موسیٰ نور کے یابد زجیب
(حضرت) موسیٰ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟
سُخرۂ استاد و شاگردِ کتیب
اُستاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد

زین[1] نظر وین عقل ناید جز دوار
اس غور و فکر اور اس عقل سے سوائے دردِ سر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا
پس نظر بگذار و بگزیں انتظار
تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر

از سخن گوئی مجوئید ارتفاع
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو
مُنتظِر را بہ ز گفتن اِستماع
منتظر کے لئے کہنے سے، سُننا بہتر ہے

مَنصبِ تعلیم نوعے شہوت است
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہشِ نفسانی ہے
ہر خیالے شہوتی در رہ بُت است
نفسانی ہر خیال راستہ کا بُت ہے

گر بفضلش پے ببردے ہر فضول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پا لیتا
کے فرستادے خدا چندیں رسول
تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا

عقلِ[2] جزوی ہمچو برق است و درخش
ناقص عقل، بجلی اور چمک کی طرح ہے
در درخشی کے تواں شد سوئے وخش
چمک میں وخش تک کہاں جایا جاسکتا ہے

نیست نورِ برق بہرِ رہبری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کیلئے نہیں ہے
بلکہ اَمر است اَبر را کہ می گری
بلکہ وہ اَبر کو حکم ہے کہ تو رو

بَرقِ عقلِ ما برائے گریہ است
ہماری عقل کی چمک رونے کیلئے ہے
تا بگرید نیستی در شوقِ ہست
تاکہ روئے، فنا عشق میں ہے

عقلِ[3] کودک گفت بر کُتّاب تن
بچہ کی عقل نے کہا مکتب میں جا
لیک نتواند بخود آموختن
لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی

عقلِ رنجور آردش سوئے طبیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے
لیک نبود در دوا عقلش مُصیب
لیکن دوا تجویز کرنے میں اس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے

نک شیاطین سوئے گردوں می شدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے
گوش بر اسرارِ بالا می زدند
(عالَم) بالا کے رازوں پر کان لگایا

می ربودند اندکے زاں رازہا
اُن رازوں میں سے کچھ اُچک لے گئے
تا شہُب می راندشاں زود از سما
تو شہابوں نے فوراً انھیں آسمان سے بھگا دیا

---

[1] زین نظر۔ اس غور و فکر سے قطع نظر کر اور مجاہدات میں مصروف رہ کر انتظار کر تاکہ تجھے نورِ موسوی میسر آجائے۔ منتظر۔ جو مجاہدات کی حالت میں انتظار میں ہے اُس کے لئے بولنا مفید نہیں، سننا مفید ہے۔ منصبِ تعلیم۔ علومِ ظاہری کی خواہش کی بنیاد جاہ اور رُتبہ ہے جو خواہشِ نفس ہے اور خواہشِ نفس کو پورا کرنا راہِ طریقت میں بُت پرستی ہے۔ گر بفضلش۔ اگر انسان کی بڑائی کی بنیاد پر اسرارِ معرفت حاصل ہوا کرتے تو رسولوں کی بعثت بیکار تھی۔

[2] عقلِ جزوی۔ انسان کی ناقص عقل آسمان کی بجلی کی کوند کی طرح ہے جس کے ذریعہ راستہ طے نہیں ہوسکتا۔ وخش۔ ایک جگہ کا نام ہے۔ نیست۔ بجلی کی کوند راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے وہ تو ابر کو یہ حکم دینے کے لئے ہے کہ رُو! یعنی آنسو برسا۔ برقِ عقل۔ عقلِ انسانی کی کوند بھی اسی لئے ہے کہ انسان عشقِ الٰہی میں روئے۔ اسی سے فنا کا مقام حاصل ہوتا ہے۔

[3] عقلِ کودک۔ عقلِ ناقص کی مثال بچہ کی عقل کی سی ہے وہ عقل بچہ کو یہ بتاتی ہے کہ مکتب میں جا لیکن وہ عقل اُس کو تعلیم نہیں دے سکتی۔ عقلِ رنجور۔ بیمار کی عقل اُس کو طبیب کے پاس جانے پر مجبور کرتی ہے لیکن اُس کے لئے دوا تجویز نہیں کرسکتی اسی طرح عوام کی عقل انکو نبی اور ولی تک پہنچا سکتی ہے اسرار کا سکھانا اسی نبی اور ولی کا کام ہے۔ نک۔ شیاطین براہِ راست اسرار معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان کو شہاب ثاقب مار گراتے ہیں اور انکو حکم ملتا ہے کہ اسرار کی تعلیم نبی سے حاصل کرو۔

کہ روید آنجا رسولے آمدہ است
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آگیا ہے
ہر چہ می خواہید ازو آید بدست
تم جو چاہتے ہو اُس سے ہاتھ آئے گا

گر ہمی جوئید دُرِّ بے بہا
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو
اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِھَا
گھروں میں اُن کے دروازوں سے داخل ہو

می زن آں حلقہ در و بر باب ایست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر
کز سوئے بامِ فلک تاں راہ نیست
اسلئے کہ آسمان کے بالاخانہ کی جانب تمہارے راستہ نہیں ہے

نیست حاجت تا بدیں راہِ دراز
اِس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے
خاکیئے را دادہ ایم اسرارِ راز
ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیئے ہیں

پیشِ اُو آئید اگر خائن نہ اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اُس کے سامنے آؤ
نیشکر گردید ازو گرچہ نے اید
اُس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو

سبزہ رویاند ز خاکت آں دلیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اُگا دے گا
نیست کم از سُمِّ اسپِ جبرئیل
وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے

سبزہ گردی تازہ گردی از نوی
تو از سرِ نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائیگا
گر تو خاکِ اسپِ جبرئیلے شوی
اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بنجائیگا

سبزۂ جاں بخش کاں را سامری
جان عطا کرنے والا سبزہ، جس کو سامری نے
کرد در گوسالہ تا شد گوہری
بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا

جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ اُو
اُس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا
آنچناں بانگے کہ شُد فتنہ عدو
اِس طرح بولنا، کہ وہ دشمن کیلئے فتنہ بن گیا

گر امیں آئید سوئے اہلِ راز
اگر تم رازدار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے
وارہید از سرِ کلہ مانند باز
تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے

سرِ کلاہِ چشم بند و گوش بند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہو
کز اُو باز ست مسکین و نژند
جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے

زاں کلہ بر چشم باز اول شُدست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداءً اسلئے آئی ہے
کہ ہمہ میلش سوئے جنسِ خود ست
کہ اُس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے

چوں بُرید از جنس با شہ گشت یار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا
بر کُشاید چشم اُورا باز وار
تو باز کی طرح اُس کی آنکھیں کھول دے گا

۵۱ دُرِّ بے بہا۔ یعنی اسرارِ معرفت۔ ابوابہا۔ اسرار حاصل کرنیکا راستہ نبی اور ولی کی ذات ہے۔ می زن۔ دروازہ سے داخل ہونیکا مطلب یہ ہو کر دروازہ پر جاکر کنڈی بجا اور کھڑا رہ جب اجازت ہو تو اندر جا۔ نیست۔ اُنسے کہہ دیا جاتا ہے کہ آسمانوں کا طویل سفر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ہم نے ایک خاکی یعنی نبی کو اسرار بتا دیئے ہیں اُس سے جاکر سیکھو تم نرکل ہو اُس کی محبت سے گنا بن جاؤ گے۔

۵۲ سبزہ۔ وہ نبی اور ولی تمہاری خاک سے سبزہ اُگا دیگا کیونکہ وہ مرتبہ میں حضرت جبرئیلؑ کے گھوڑے کے سُم سے کم نہیں ہے حضرت جبرئیلؑ جب اسرائیلیوں کی مدد کیلئے آئے تو انکے گھوڑے کا قدم جس جگہ پڑتا تھا وہ سرسبز ہو جاتی تھی سامری نے یہ دیکھ کر اُس کے قدم کی مٹی اُٹھا کر گوسالے میں ڈالی جس سے اُس میں زندگی کے اثرات پیدا ہو گئے۔ عدو۔ اُس وقت تو مومن تھے لیکن سامری کے بہکانے کے بعد وہ مشرک ہو گئے تھے۔

۵۳ گر امیں۔ اگر تم اولیاء کی صحبت دیانتداری سے اختیار کرو گے تو وہ پردہ ہٹ جائیگا جو غیبی چیزیں دیکھنے سے مانع ہے۔ سرِ کلہ۔ باز جب تک مالک سے مانوس نہیں ہوتا اسکے سر پر ایک ٹوپی اس طرح اڑھائی جاتی ہے جس سے اُسکی آنکھیں اور کان چھپے رہتے ہیں۔ زاں۔ یہ ٹوپی اسلئے اڑھائی جاتی ہے کہ اُسکا میلان مالک کیطرف نہیں ہوتا اور دوسرے بازوں کیطرف ہوتا ہے۔ چوں بُرید۔ جب انسان کا دنیاوی چیزوں کیطرف میلان ختم ہو جاتا ہے تو اسکا پردہ ہٹا دیا جاتا ہے جیسے کہ باز ہم جنس سے کٹ کر مالک کیطرف مائل ہو جاتا ہے تو اُسکے سر کی ٹوپی ہٹا دیجاتی ہے۔

رانده[1] دیواں را حق از مرصادِ خویش — عقلِ جزوی را ز استبدادِ خویش

اللہ تعالےٰ نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا — ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)

که سری کم کن نه تو مستبد — بلکه شاگردِ ولی و مستعِد

کہ خود سری نہ کر، تو مستقل نہیں ہے — بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحبِ استعداد ہے

زو بر دل رو که تو جزوِ ولی — هیں که بنده بادشاهِ عادلی

جلد دل کے پاس جا کیونکہ تو دل کا جز ہے — خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے

بندگی[2] او به از سلطانی است — که انا خیرٌ دمِ شیطانی است

اس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے — "میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے

فرق بین و برگزیں تو اے حبیس — بندگیِ آدمؑ از کبرِ بلیس

اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر — آدم کی بندگی، شیطان کے تکبر کے بجائے

گفت آنکه هست خورشیدِ ره او — حرفِ طوبیٰ هر که ذلّت نفسُه

جو راہ کا سورج ہے اس نے کہا ہے — طوبیٰ کا لفظ ہر اس شخص کیلئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا

سایهٔ طوبیٰ ببیں و خوش بخسپ — سر بنه در سایهٔ سرکش نخسپ

طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو — سر رکھ دے، سرکش کے سایہ میں نہ سو

ظلِّ[3] ذلّت نفسُه خوش مضجعے ست — مستعدانِ صفا را مهجعے ست

"ذلّت نفسُہٗ" کا سایہ بہترین خوابگاہ ہے — صفائی کی استعداد رکھنے والوں کیلئے خوابگاہ ہے

گر ازیں سایه روی سوی منی — زود طاغی گردی و ره گم کنی

اگر تو اِس سایہ سے خودی کیطرف جائے گا — فوراً سرکش بن جائیگا اور راستہ گم کردے گا

بیانِ آیۂ کریمہ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

آیت کریمہ کا بیان — اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو — اللہ اور اُس کے رسول کے سامنے — اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی ز امّت باش — چونکه سلطاں نه رعیّت باش

جب تو نبی نہیں ہے، اُمتی بن — جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے، رعیت بن

پس رو خامشا و خامش باش — وز خودی رای زحمتی متراش

تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن — اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار

---

[1] رانده ۔ اللہ تعالےٰ نے شیطانوں کو گھات سے مار کر اس لئے بھگایا ہے کہ ناقص عقل والے کو مستقل نہ بننا چاہیئے اور خود سری چھوڑ کر کسی ولی کی شاگردی کرنی چاہیئے اور اپنی استعداد کو بروئے کار لانا چاہیئے۔ زو ۔ زود کا مخفف ہے۔ دل ۔ یعنی صاحبِ دل ۔ ہیں ۔ ناقص عقل والے کو شیخِ کامل کا غلام بننا چاہیئے۔

[2] بندگی ۔ اس کے لئے غلامی سلطانی سے بہتر ہے۔ اَنَا خَیْرٌ ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے مقابلہ میں اپنے آپ کو اُن سے افضل قرار دیا تھا۔ فرق بین ۔ آدمؑ نے بندگی اختیار کی اور شیطان نے کبر کیا دونوں کا فرق سمجھ لے کیا نتیجہ نکلا۔ گفت ۔ حدیث شریف ہے طوبیٰ ۔ جنت میں ایک درخت ہے جس کا سایہ عظیم الشان اور خوشگوار ہے، خوشخبری۔

[3] ظلّ ۔ سایہ ۔ مضجع ۔ خوابگاہ۔ مہجع ۔ خوابگاہ ۔ منی ۔ خودی ۔ از حکیم ۔ یہ نیچے کے دونوں شعر حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔

پس رَوِی خاموش باش از انقیاد (۱)
تو پیرو ہے، فرمانبرداری سے چپ رہ
زیرِ ظلِّ امرِ شیخ و اُوستاد
اُستاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

پس رَوِ صامت شو و خاموش باش
تو پیرو ہے، چپ ہو جا اور خاموش رہ
از وجودِ خویش والی کم تراش
اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا

ورنہ گرچہ مُستعدی و قابلی
ورنہ، اگرچہ تو صاحبِ استعداد و قابلیت ہے
مَسخ گردی تو زلافِ کاملی
تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مَسخ ہو جائیگا

ہم زِ استعداد و آمانی اگر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر
سَرکشی زاُستاد رادِ باخبر
تو عقلمند، باخبر اُستاد سے سَرکشی کرے گا

صبر کُن (۲) در موزہ دوزی و بسوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر
وَر شوی بے صبر مانی پارہ دُوز
اگر تو بے صبر بنے گا، پیوند لگانیوالا رہجائیگا

کہنہ دوزاں گر بُدے شاں صبر و حلم
پُرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بُردباری (حاصل) ہوتی
جُملہ نو دوزاں شُدندے ہم بعلم
ہُنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بنجاتے

پس بکوشی و بآخر از کلال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر
خود بخود گوئی کہ اَلعقلُ عِقال
خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے

ہمچو آں مردِ مُفلسِف روزِ مرگ
اُس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن
عقل را می دید بس بے بال و برگ
عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا

بے غرض (۳) می کرد آندم اعتراف
اُس وقت اُس نے اخلاص سے اقرار کیا
کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے

از غروری سَرکشیدم از رجال
میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سَرکشی کی
آشنا کردیم در بحرِ خیال
خیال کے سمندر میں تیراکی کی

آشنا ہیچ ست اندر بحرِ رُوح
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے
نیست آنجا چارہ جُز کشتیِ نوحؑ
وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے

کاشکے کو آشنا ناموختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا
تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر دیتا

اینچنیں فرمود آں شاہِ رسل
رسولوں کے شاہ نے اِسی لئے فرمایا ہے
کہ منم کشتی دریں دریای کُل
کہ اِس عظیم دریا میں کشتی، میں ہوں

۱ پس روی۔ مرید کو خاموشی سے شیخ کی تابعداری کرنی ضروری ہے، مُرید کا کام چُپ رہنا اور شیخ کی ہدایت پر عمل کرنا ہے اپنی طرف سے باتیں بنانا اور اپنی بڑائی جتانا تباہی ہے۔ ورنہ۔ اگر تو شیخ کے سامنے بڑائی بگھاریگا تو اگرچہ صاحبِ استعداد ہو تیری وہ استعداد برباد ہو جائیگی۔

۲ صبر کُن۔ پورا موچی اُس وقت بنتا ہے جب صبر اور محنت سے سیکھتا ہے ورنہ صرف موزہ اور جوتہ گانٹھنے والا بنکر رہ جاتا ہے۔ کُہنہ دوز۔ جوتے گانٹھنے والے اگر صبر سے کام لے کر اُستاد سے سیکھتے تو ہُنرمند بن کر موچی بن جاتے۔ اَلعقلُ عِقال۔ عقل رسّی ہے یعنی ہماری عقل ہمارے ہنر سیکھنے کے لئے مانع بن گئی۔ مُفلسِف۔ اِس سے شیخ بوعلی سینا فلسفی مراد ہے

۳ بے غرض۔ شیخ بُوعلی سینا نے موت کے وقت جب عالمِ آخرت مُنکشف ہونے لگا تو اقرار کیا کہ اِن معاملات میں عقل گھوڑے دوڑانا بیکار تھا۔ از غروری۔ علم کے غرور نے اہل اللہ تک نہ پہنچنے دیا اور میں خیالی سمندر میں غوطے لگاتا رہا۔ آشنا۔ مولانا فرماتے ہیں روح کے سمندر میں خود تیرنا بیکار ہے وہاں نوحؑ والی کشتی ضروری ہے۔ کاشکے۔ اگر شیخ بوعلی سینا عقل گھوڑے دوڑاتا نہ جاتا تو کسی بزرگ کا ہاتھ پکڑ لیتا۔ اینچنیں۔ آنحضورؐ

[illegible]

یا[1] کسے کو در بصیر تہای من — شد خلیفہ راستیں بر جای من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں — میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے

کشتیِ نُوحیم در دریا کہ تا — رُو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
میں دریا میں نوح والی کشتی ہوں، ہرگز — اے نوجوان! تو کشتی سے رُوگردانی نہ کر

ہمچو کنعاں سُوی ہر کوہے مرو — از نُبے لَاعَاصِمَ الیَوْمَ شنو
کنعان کی طرح ہر پہاڑی کی جانب نہ جا — قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے

می[2] نماید پست ایں کشتی زبند — می نماید کوہِ فکرت بس بلند
پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے — تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے

پست منگر ہاں و ہاں ایں پست را — بنگر آں فضلِ خدا پیوست را
خبردار خبردار! اس نیچی کشتی کو نیچا نہ سمجھ — خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ

در بلندی کوہِ فکرت کم نگر — کہ یکے موجش کُند زیر و زبر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ — کیونکہ اُس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی

گر تو کنعانی نداری باورم — گر دو صد چندیں نصیحت آورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کریگا — خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں

گوشِ کنعاں کے پذیرد ایں کلام — کہ بر و مُہرِ خدا ایست و ختام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟ — کیونکہ اُس پر خدا کی مُہر لگی ہوئی ہے

کے گذارد موعظت بر مُہرِ حق — کے بگرداند حدث محکمِ سبق
نصیحت اللہ تعالیٰ کی مُہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟ — نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟

لیک[3] می گویم حدیثِ خوش پئے — بر اُمیدِ آنکہ تو کنعاں نہٗ
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں — اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے

آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں — ہم ز اوّل روز آخر را ببیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا — پہلے ہی دن سے انجام بیں بن جا

می توانی دید آخر را مکُن — چشمِ آخر بینت را کور و کہن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا — اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پُرانا

ہر کہ آخر بیں بُود مسعود وار — نبودش ہر دم بَرہ رفتن عثار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے — اُسکو راستہ چلتے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے

[1] یا کسے۔ یعنی صحابہ کرام جو آنحضورؐ کی بصیرتوں سے فیضیاب تھے کشتیِ نوحیم۔ آنحضورؐ نے فرمایا میں اور میرے فیض یافتہ صحابہؓ اس دریائے معرفت کیلئے بمنزلہ نوحؑ کی کشتی کے ہیں کنعان۔ حضرت نوحؑ کے نافرمان بیٹے نے بجائے کشتی میں بیٹھنے کے یہ کہا تھا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر پناہ حاصل کرلوں گا۔ از نُبے۔ قرآن پاک میں اُس کو جواب دیا گیا۔ لَاعَاصِمَ الْیَوْمَ آج کوئی بچانے والا نہیں ہے۔

[2] می نماید۔ چونکہ آنکھوں پر بندش ہے اسلئے اولیاء کی صحبت حقیر نظر آتی ہے اور اپنی عقل بلند نظر آتی ہے۔ فضلِ خدا۔ جبکہ فضلِ خداوندی اُس کے شاملِ حال ہے تو اُس کو حقیر نہ سمجھ کنعانی۔ اگر تیرا مزاج بھی کنعان کی طرح ہے تو میری نصیحت کو نہ سُنے گا ایسے لوگوں کے کانوں پر مُہرِ خداوندی لگی ہوئی ہے ختام۔ مُہر۔ کے گذارد۔ کسی کی نصیحت اللہ تعالیٰ کی مُہر سے گذر کر کان تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ حدث۔ امرِ نو پیدا یعنی نصیحت۔ محکم سبق۔ ازلی حکم یعنی کانوں پر مُہر لگ جانیکا حکم۔

[3] لیک۔ میں جو کچھ نصیحت کر رہا ہوں وہ اِس بنا پر کر رہا ہوں کہ تو کنعان صفت نہ ہوگا آخر۔ مولانا پھر پہلے مضمون کی طرف لوٹتے ہیں کہ آخر میں عقل کے ناکارہ ہونیکا اقرار کرنا پڑیگا اور آخر کے معاملہ کو اب ہی سمجھ لے

می توانی۔ اگر تو چشمِ بصیرت سے کام لیگا تو انجام کو دیکھ سکتا ہے۔ ہر کہ۔ جو شخص انجام بیں ہوتا ہے وہ ٹھوکر نہیں کھاتا اگر تو بھی یہ چاہتا ہے تو اہل اللہ کے قدم کی خاک کو سُرمہ بنالے پھر سر کے بل گرنے سے بچ جائیگا۔

گر نخواہی ہر دمے ایں خفت و خیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا
کُن ز خاکِ پای مردے چشم تیز
کسی مردِ خدا کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرے

کُحلِ دیدہ ساز خاکِ پاش را
اُس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سُرمہ بنالے
تا نیندازی سرِ اوباش را
تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹھکرائے

کہ[1] ازیں شاگردی وزیں افتقار
کیونکہ اِس شاگردی اور اِس احتیاج سے
سوزنے باشی شوی تو ذو الفقار
اگر تو سوئی بھی ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائیگا

سُرمہ کُن تو خاکِ ہر بگزیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سُرمہ بنالے
ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
وہ لگتی بھی ہے، آنکھ کو بناتی (بھی) ہے

چشم روشن کُن ز خاکِ اولیا
اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے
تا بہ بینی ز ابتدا تا انتہا
تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے

چشم اُشتر زاں بُود بس نُور بار
اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے
کو خورد از بہرِ نورِ چشم خار
کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے

خار[2] خور تا گُل برویاند تُرا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اُگائے
چشمِ تو روشن شود جاں باصفا
تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہوجائیگی

خار را از چشمِ دل گر بر کَنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکالدے گا
چشمِ جاں را حق ببخشد روشنی
اللہ (تعالٰے)، جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرمادیگا

قصۂ[3] شکایتِ اَستر بہ اُشتر کہ من بسیار در رُو می اُفتم در راہ رفتن
خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں
و تو کم می اُفتی چون است و جواب گفتنِ شتر مر اَستر را
اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اُشترے را دید روزے اَسترے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا
چونکہ با اُو جمع شُد در آخُرے
جبکہ وہ ایک اصطبل میں اُسکے ساتھ جمع ہوا

گفت من بسیار می اُفتم برُو
اُس نے کہا میں مُنہ کے بل بہت گرتا ہوں
در گریوہ و راہ و در بازار و کُو
ٹیلے اور راستے میں اور بازار و کوچہ میں

کز چہ در رُو می فتم بسار من
میں مُنہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟
در رہِ ہموار و ناہموار من
ہموار اور ناہموار راستہ میں

---

[1] کہ ازیں - اہل اللہ کے اتباع سے تھوڑی سی استعداد والا بھی کامل بن جاتا ہے۔ ذُوالفقار حضرت علی رضؓ کی تلوار کا نام ہے۔ ہم بسوزد۔ یہ ذرا لگتا تو ہے لیکن آنکھ کو درست کرتا ہے یعنی اہل اللہ کی اطاعت ناگوار تو ہوتی ہے لیکن انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ کو خورد۔ اونٹ نے کانٹے چبائے تو آنکھیں روشن ہوگئیں۔

[2] خار خور - شیخ کی تعلیم و صحبت میں ناگواریاں برداشت کر تیرے اندر معرفت کے گل اور بوٹے اُگیں گے آنکھوں میں روشنی دل میں صفائی پیدا ہوجائے گی۔ خار را۔ اگر نفس کے رذائل کا کانٹا آنکھ سے نکالدوگے تو نورِ بصیرت حاصل ہوجائیگا۔

[3] قصہ - اِس قصہ سے مولانا نے دُور بینی کے فوائد اور دُور بیں کی اطاعت کے فائدے سمجھائے ہیں۔ اَستر۔ خچر۔ آخُر۔ چوپائے باندھنے کی جگہ۔ گریوہ۔ ٹیلہ۔

خاصہ[1] از بالای کُہ تا زیرِ کوہ — در سر آیم ہر زمانے از شکوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک — ہر وقت خوف سے میں مُنھ کے بل گر جاتا ہوں

کم ہمی اُفتی تو در رُو بہر چیست — یا مگر خود جانِ پاکت دولتیست
کیا سبب ہے؟ تو مُنھ کے بل نہیں گرتا ہے — شاید تیری پاک جان دَغیبی) مالامال ہے

در سر آیم ہر دم و زانو زنم — پوز و زانو زاں خطا پرخوں کنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں — اُس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے زخمی کر لیتا ہوں

کژ شود پالاں و رختم بر سرم — وز مُکاری ہر زماں زخمے خورم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر آ جاتا ہے — اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں

ہمچو کم عقلے کہ از عقلِ تباہ — بشکند توبہ بہر دم از گناہ
اُس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے — گناہ کرکے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے

سُخرۂ[2] ابلیس گردد در زمن — از ضعیفی رایِ آں توبہ شکن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتا رہے — کمزوری کی وجہ سے اُس توبہ شکن کی رائے

در سر آید ہر زماں چوں اسپِ لنگ — کہ بُود بارش گران و راہ سنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت مُنھ کے بل گرتا ہے — جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو

می خورد از غیب بر سر زخم اُو — از شکستِ توبہ آں اِدبار خُو
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے — وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے

باز توبہ می کُند بارایِ سُست — دیو یک پُف کرد توبہ را شکست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے — شیطان نے ایک پھونک ماری توبہ کو توڑ دیا

ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں — کہ بخواری بنگرد در واصلاں
کمزوری در کمزوری اور اُس کا تکبر اس قدر — کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

اے شتر[3] کہ تو مثالِ مومنی — کم فتی در رُو و کم بینی زنی
اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے — مُنھ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے

تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی — بے عثاری و کم اندر رُو فتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے — بغیر لغزش کے ہے اور مُنھ کے بل نہیں گرتا ہے

گفت گرچہ ہر سعادت از خداست — درمیانِ ما و تو بس فرقہاست
اُس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے — ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں

[1] خاصہ۔ عام طور پر بھی گرتا ہوں لیکن پہاڑی راستہ میں تو ضرور گرتا ہوں۔ پوز۔ تھوتھنی۔ کژ شود۔ مُنھ کے بل گرتا ہوں تو بوجھ اور پالان کھسک کر سر پر آ جاتا ہے پھر گدھے والا میرے ڈنڈے مارتا ہے۔ ہمچو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ توبہ شکن بے عقل کی مثال اسی گدھے کی سی ہے۔

[2] سخرہ۔ یہ توبہ شکن اپنی کمزور رائے کی وجہ سے شیطان کے تابع ہوتا ہے اور لنگڑے گھوڑے کی طرح ٹھوکر کھا کر مُنھ کے بل گرتا رہتا ہے جس پر وزن زیادہ ہو اور راستہ بھی پتھریلا ہو۔ باز۔ توبہ شکن پھر توبہ کرتا ہے اور شیطان ایک پھونک سے پھر اُس کی توبہ توڑ دیتا ہے۔ ضعف۔ خود تو اس قدر کمزور ہے لیکن بزرگوں کو ذلیل سمجھتا ہے۔

[3] اے شتر۔ پھر خچر کی بات شروع کی ہے۔ خچر نے اونٹ سے کہا کہ تیری مثال مومن کی سی ہے جو نہ مُنھ کے بل گرے اور نہ پٹے۔ گفت۔ اگرچہ ہر سعادت اللہ کی جانب سے ہے لیکن ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ میرا سر بلند اور میری آنکھیں دُور بین ہیں۔

سَر بُلندم من دو چشمِ من بُلند — بینشِ عالی امان ست از گزند

میرا سَر بلند ہے، میری دونوں آنکھیں بلند ہیں — بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن کا سبب ہے

از سَر کُہ من بہ بینم پایِ کوہ — ہر گوو ہموارہ را من توہ توہ[1]

میں پہاڑ کی چوٹی سے پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں — تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو

ہمچناں کہ دید آں صدرِ اجل — پیش کارِ خویش تا روزِ اجل

جس طرح اُس بزرگ نے دیکھ لیا — پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک

انچہ خواہد بُود بعد بست سال — داند اندر حال آں نیکو خصال

جو بات بیس سال بعد ہو گی — وہ نیک خصلت اُس کو اسی وقت جانتے تھے

حالِ خود تنہا ندید آں مُتَّقی — بلکہ حالِ مغربی و مشرقی

اُس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا — بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)

نور[2] در چشم و دلش سازد سکن — بہرِ چہ سازد؟ پئے حُبُّ الوطن

نور، اُسکی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے — کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر

ہمچو یوسفؑ کو بدید اوّل بخواب — کہ سُجودش کرد ماہ و آفتاب

جس طرح (حضرت) یوسفؑ کو انھوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا — کہ اُن کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا

از پسِ دہ سال بلکہ بیشتر — انچہ یوسفؑ دیدہ بُد بر کرد سَر

دس سال کے بعد بلکہ اُس سے بھی زیادہ میں — جو کچھ یوسفؑ نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا

نیست[3] آں یَنظُرُ بِنُورِ الله گزاف — نورِ ربّانی بُود گردوں شگاف

"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے — خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

نیست اندر چشمِ تو آں نور رَو — ہستی اندر حسِ حیوانی گرو

جا، تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے — تو حیوانی حِس میں پھنسا ہے

تو ز ضُعفِ چشم بینی پیشِ پا — تو ضعیف و ہم ضعیفت پیشوا

تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے صرف پاؤں کے آگے دیکھتا ہے — تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے

پیشوا چشم ست دست و پایِ را — کو بہ بیند جای را نا جای را

ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے — کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے

دیگر آنکہ چشمِ من روشن ترست — دیگر آنکہ خلقتِ من اطہرست

علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے — علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے

---

[1] گو۔ گڑھا۔ توہ توہ۔ تہ بہ تہ۔ ہمچناں۔ صدرِ اجل، بڑے صدر سے مراد بایزید بسطامی رح ہو سکتے ہیں جن کو شیخ ابوالحسن خرقانی رح کے احوال پیدائش سے قبل معلوم ہو گئے تھے یا مُطلق ولی مُراد ہے۔ انچہ خواہد بود۔ کسی ولی کا کشف نہ اختیاری ہے اور نہ تمام اشیاء سے اُس کا تعلق ہوتا ہے۔ انچہ۔ بعض مستقبل میں ہونیوالے واقعات مُنکشف ہو جاتے ہیں۔

[2] نور۔ ولی کے کشف کی وجہ یہ ہے کہ نور اُس کی آنکھ اور دل کو اپنا مسکن بنا لیتا ہے کیونکہ ولی عالمِ غیب کا عاشق ہوتا ہے اور اُس عشق سے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہمچو یوسفؑ۔ یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھ لیا تھا کہ چاند اور سورج آپ کو سجدہ کر رہے ہیں اور اس واقعہ کا ظہور دس سال بعد ہوا جبکہ اُن کے بھائی اُن کے سامنے سَربسجود ہو گئے۔

[3] نیست۔ ولی آنے والی بات کو اس لئے دیکھتا ہے کہ وہ نورِ خداوندی کے ذریعہ دیکھتا ہے اور نورِ خداوندی کے لئے کوئی آڑ نہیں ہو سکتی۔ تو ضعیف۔ عام انسان حِسّی آنکھ سے دیکھتا ہے جو ایک کمزور چیز ہے انسان خود بھی کمزور ہے اور اُسکا پیشوا یعنی حِسّی آنکھ بھی کمزور ہے لہٰذا اُسکو صرف سامنے کا اور تھوڑی دُور کا نظر آتا ہے۔ دیگر۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری آنکھ زیادہ روشن ہے تیسری بات یہ ہے کہ میں حلالی اور پاک نسل کا ہوں تو حرامی ہے۔ خچر، خچر سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ گدھے اور گھوڑی کے میل سے پیدا ہوتا ہے۔

زانکہ ہستم من ز اولادِ حلال — نے ز اولادِ زنا و اہلِ ضلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں — نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد

تو[۱] ز اولادِ زنائی بے گماں — تیر کژ پرّد چو کژ باشد کماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے — تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردنِ اُشتر جوابہای اُشتر را و اقرار آوردن بفضلِ اُو برخود و از وی استعانت خواستن و بدو پناہ گرفتن بصدق و نواختنِ شتر اُو را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ و شاہانہ

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اُس کی بڑائی کا اقرار کرنا اور اُس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اُس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا اُس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اُس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت[۲] اُستر راست گفتی اے شتر — ایں بگفت و کرد چشم از اشک پُر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا — یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا

ساعتے بگریست در پایش فتاد — گفت اے بگزیدۂ ربُّ العباد
تھوڑی دیر رویا اُس کے پاؤں پڑا — کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!

چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی — در پذیری تو مرا در بندگی
کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے — تو مجھے غلامی میں قبول کر لے؟

فضلِ تو بر من فزونست از شمار — ہم ز فضلِ خود مرا معذور دار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے — اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کر لے

گفت[۳] چوں اقرار کردی پیشِ من — رو کہ رستی تو ز آفاتِ زمن
اُس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کر لیا ہے — جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا

دادی انصاف و رہیدی از بلا — تو عدو بودی شدی ز اہلِ ولا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا — تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہو گیا

خوئے بد در ذاتِ تو اصلی نبود — کز بدِ اصلی نیاید جز جحود
تیری ذات میں بد عادت اصلی نہ تھی — کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے

آں بدِ عاریتی باشد کہ اُو — آرد اقرار و شود اُو توبہ جو
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو — (خطا کا) اقرار کر لے اور توبہ کی جستجو کرے

[۱] تو ز اولاد۔ جب تیری ولادت ہی غلط ہے تو سارے کام غلط ہیں اگر کمان ٹیڑھی ہو تو تیر ٹیڑھا اُڑتا ہے۔

[۲] گفت استر۔ خچر نے اونٹ کی باتوں کی تصدیق کی اور رونے لگا پھر اونٹ کے پاؤں پر گر پڑا اور بولا کہ میری غلطی معاف کر دیجیے اور اب تک اطاعت نہ کرنے میں میرا عذر قبول کر لیجیے۔

[۳] گفت چوں۔ اونٹ نے خچر سے کہا اب جبکہ تو نے اپنے عیبوں کا اقرار کر لیا ہے اور مجھ سے دستگیری چاہی ہے، مصائب سے نجات پا گیا ہے۔ خوئے بد۔ تیرے اقرار کی وجہ یہ ہوئی کہ یہ عیب تیرے اندر عارضی تھے اگر اصلی ہوتے تو کبھی اقرار نہ کرتا، عارضی بد توبہ کر لیتا ہے۔

ہمچو۱ آدمؑ زلّتش عاریہ بُود — لاجرم اندر زماں توبہ نمُود

جیسے کہ (حضرت) آدمؑ اُن کی لغزش عارضی تھی — لامحالہ (اُنھوں نے) فوراً توبہ کرلی

چونکہ اصلی بود جُرمِ آں بلیس — رہ نبُودش جانبِ توبہ نفیس

چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی — (اسلئے) عمدہ توبہ کی طرف اُس کا راستہ نہ تھا

رَو کہ رَستی از خودی وازخوی بد — وز زبانہ نار وز دندانِ دَد

جاکہ تو خودی اور بدعادت سے نجات پاگیا — آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے

رَو کہ اکنوں دست در دولت زدی — در فگندی خود بہ بختِ سرمدی

جاکہ اب دولت تیرے ہاتھ آگئی ہے — تونے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کرلیا ہے

اُدْخُلِی چوں فِی عِبَادِیْ یافتی — اُدْخُلِی فِی جَنَّتِیْ دریافتی

جب تونے "میرے بندوں میں داخل ہوجا" کو پالیا — تونے "داخل ہوجا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے

در۲ عبادش راہ کردی خویش را — رفتی اندر خُلد از راہِ خفا

(جب) تونے اپنا راستہ اُس کے بندوں میں بنالیا ہے — تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے

اِھْدِنَا گفتی صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ — دست تو بگرفت بُرد تا نعیم

تونے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے" کہا — اُس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا

نار بُودی نور گشتی اے عزیز — غُورہ بُودی گشتی انگور و مویز

اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا — تو کچا خوشہ تھا، انگور اور مُنقّیٰ بن گیا

اختر بُودی شُدی تو آفتاب — شاد باش وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

تو تارا تھا سورج بن گیا — خوش رہو، اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے

اے۳ ضیاء الحق حُسام الدّیں بگیر — شہدِ خویش اندر فگن در جُوئِ شیر

اے ضیاء الحق حُسام الدین! تو لے — اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملادے

تا رہد آں شیر از تغییرِ طعم — یابد از بحرِ مزہ تکثیرِ طعم

تاکہ وہ دودھ، مزہ بدلنے سے محفوظ ہوجائے — اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے

مُتّصل گردد بداں بحرِ اَلَسْت — چونکہ شُد دریا ز ہر تغییر رَست

وہ "اَلَسْت" کے سمندر سے مل جائے گا — جب وہ دریا بن جائیگا، ہر تغیر سے بچ جائیگا

---

۱ ہمچو۔ حضرت آدمؑ کی لغزش عارضی تھی اُنھوں نے توبہ کرلی شیطان کی خطا فطری تھی اسکو توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ رَو۔ اُدْ نے کہا اب جبکہ تونے توبہ کرلی تو خودی اور بدعادت سے نجات پاگیا اور جہنم کے عذاب سے چھوٹ گیا۔ در دولت۔ اب تجھے خوش نصیبی کی دولت مل گئی ہے اور تونے جنت حاصل کرلی ہے۔ اُدْخُلِی۔ قرآنِ پاک میں ہے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ یعنی اے مطمئن نفس تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا۔ یعنی اللہ کے عباد اور بندوں میں داخل ہوجانا، جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

۲ در عبادش۔ انسان اللہ تعالیٰ کا عبد اُس وقت بنتا ہے جبکہ اُس کی عبادت کرے اور عبادت کے ذریعہ ——— وہ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اِھْدِنَا۔ جب کوئی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور کہتا ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھے راستے کی رہنمائی کردے تو اللہ تعالیٰ اُس کی دستگیری فرماتا ہے اور جنت میں داخل کردیتا ہے نار بودی۔ پہلے تو آگ تھا اب نور بن گیا یعنی پہلے تو ناقص تھا اب کامل بن گیا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔

۳ اے ضیاء الحق۔ مولانا فرماتے ہیں اے ضیاء الحق تم علوم و معارف میں اپنا شہد

ملادو تاکہ اُس میں تغیر نہ آسکے اور وہ اور مزیدار ہوجائیں۔ متصل گردد۔ آپ کی تعلیم سے وہ ناقص وجود کامل سے مل جائے گا جب وجودِ کُل میں داخل ہوجائے گا تو اُس کو بقا اور دوام حاصل ہوجائے گا۔

منفذے یابد دراں بحرِ عسل[1] | آفتے را نبود اندروے عمل

اِس شہد کے دریا میں راستہ پالے گا | اُس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا

غرّہ کن شیر وار اے شیرِ حق | تا رود آں غرّہ بر ہفتم طبق

اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غُرّا | تاکہ وہ دُڑوک ساتویں آسمان پر پہنچے

چہ خبر جانِ ملولِ سیر را | کے شناسد موش غرّہ شیر را

کاہل سُست کی جان کو کیا خبر؟ | چوہا شیر کی دُڑوک کو کہاں پہچانتا ہے؟

بر نویس احوالِ خود با آبِ زر | بہرِ ہر دریا دلے نیکو گہر

اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے | ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے

آبِ نیل ست ایں حدیثِ جاں فزا | یا ربش در چشمِ قبطی خوں نما

یہ روح کو بڑھانے والی بات دریائے نیل کا پانی ہے | اے خدا اُسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

لابہ[2] کردن قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیتِ خویش از نیل پُر

ایک قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھرے

کُن و بر لبِ من نہ تا بخورم بحقِ دوستی و برادری سبُوکہ شماں

اور دوستی اور بھائی بندی کی بنا پر میرے مُنھ سے لگا دے تاکہ میں پی لوں وہ

سبطیاں بہرِ خود پُر می کُنید از نیل آبِ صاف ست و سبُو

ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا

کہ ما قبطیاں پُر می کُنیم خونِ صاف ست

کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے۔

من شُنیدم کہ در آمد قبطیے | از عطش اندر وُثاقِ سبطیے

میں نے سُنا ہے کہ ایک قبطی آیا | پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر

گفت ہستم یار و خویشاوندِ تو | گشتہ ام امروز حاجتمندِ تو

کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں | میں آج تیرا محتاج ہوں

زانکہ[3] موسیٰؑ جادوئی کرد و فسوں | تاکہ آبِ نیل ما را کرد خوں

کیونکہ موسیٰؑ نے جادو ٹونا کر دیا ہے | یہاں تک کہ اُس نے ہمارے لئے (دریائے) نیل کو خون بنا دیا

سبطیاں زاں آبِ صافی می خورند | پیشِ قبطی خوں شد آب از چشم بند

سبطی اُسی سے صاف پانی پیتے ہیں | نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے

[1] عسل۔ شہد کا خاصہ ہے کہ اُس کے اندر کی چیز تغیر پذیر نہیں ہوتی ہے۔ غرّہ کن۔ اے ضیاء الحق آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں شیروں کی طرح غُرّائیے اور حقائق کو بیان کیجئے۔ چہ خبر۔ جو حقائق کے پیاسے نہیں ہیں وہ آپ کے معارف سے واقف نہیں ہیں۔ کے شناسد۔ چوہا شیر کی دڑوک کو نہیں سمجھتا ہے بڑھیا جانور اُس کو سمجھتے ہیں۔ بر نویس۔ اپنے احوال بشکل مثنوی لکھ ڈالئے۔ ایں حدیث۔ یعنی ضیاء الحق کے احوال دریائے نیل کی طرح ہیں جو سبطیوں کے سیرابی کا ذریعہ تھا اور قبطیوں کے لئے خون تھا۔

[2] لابہ کردن۔ مولانا دریائے نیل کے خون بن جانے کا قصّہ ذکر کرتے ہیں۔ قبطی یعنی فرعون کے ماننے والے۔ سبطی یعنی حضرت موسیٰؑ کے پیرو۔ عطش۔ پیاس۔ وُثاق۔ گھر۔ خویشاوند۔ رشتہ دار۔

[3] زانکہ۔ ضرورت یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے جادو کے ذریعہ ہمارے لئے نیل کے پانی کو خون بنا دیا ہے اسی دریا سے سبطی پانی پی رہے ہیں اور ہمارے لئے خون بن گیا ہے۔

قبطیاں نک می مُرند از تشنگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں
[۱] از پئے اِدبارِ خود یا بدرگی
اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے

بہرِ خود یک طاس را پُر آب کُن
ایک طشلا اپنے لئے پانی سے بھر لے
تا خورد از آبت ایں یارِ کہن
تاکہ تیرے پانی میں سے یہ پُرانا دوست پی لے

چوں برائے خود کُنی ایں طاس پُر
جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا
خوں نباشد آب باشد پاک و حُر
وہ خون نہ ہوگا، پاک صاف پانی ہوگا

من طُفیلِ تو بنوشم آب ہم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا
کہ طفیلی در تبع بجہد ز غم
کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے

[۲] گفت اے جانِ جہاں خدمت کُنم
اُس نے کہا اے جانِ جہاں! میں خدمت کروں گا
پاس دارم اے دو چشمِ روشنم
اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی! میں لحاظ کروں گا

بر مُرادِ تو روم شادی کُنم
تیری مُراد پوری کروں گا، خوش ہوں گا
بندۂ تو باشم و آزادی کُنم
تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا

طاس را از نیل اُو پر آب کرد
اُس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا
بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
مُنھ پر رکھا اور آدھا پیا

طاس را کژ کرد سُوئے آب خواہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جُھکایا
کہ بخور تو ہم شُد آں خونِ سیاہ
کہ تو بھی پی لے، وہ کالا خون بن گیا

باز ازیں سُو کرد کژ خوں آب شُد
پھر اُس طرف جُھکایا، خون پانی بن گیا
قبطی اندر خشم و اندر تاب شُد
قبطی غصہ اور (پیچ و) تاب میں پڑ گیا

[۳] ساعتے بنشست تا خشمش برفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اُس کا غصہ جاتا رہا
بعد ازاں گفتش کہ اے صمصامِ زفت
اُس کے بعد اُس سے کہا اے بھاری تلوار!

اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست
اے بھائی! اِس عقدہ کا کیا حل ہے؟
گفت ایں را آں خورد کو مُتّقی ست
اُس نے کہا اُس کو وہ پیتا ہے جو پرہیزگار ہے

مُتّقی آنست کو بیزار شُد
پرہیزگار وہ ہے جو بیزار ہوا
از رہِ فرعون و موسیٰؑ وار شُد
فرعون کے راستے سے، اور موسیٰؑ جیسا بن گیا

قومِ موسیٰؑ شو بخور ایں آب را
موسیٰؑ کی قوم بن جا، یہ پانی پی لے
صُلح کُن با مہ ببیں مہتاب را
چاند سے صلح کر لے، چاندنی دیکھ لے

[۱] از پئے۔ یہ خون تمہاری بدنصیبی یا بقول حضرت موسیٰؑ بدفطرتی ہے۔ بہرِ خود۔ تو یہ کر کہ اپنے لئے پانی بھر لے میں بھی اُس میں سے پی لوں گا تو اپنے لئے بھریگا تو وہ پانی پاک صاف رہے گا خون نہ بنے گا۔ من طفیلِ تو۔ میں تیرا طفیلی بن کر پانی پی لوں گا طفیلی ہر قسم کی فکر سے بے نیاز ہوتا ہے۔

[۲] گفت۔ اُس سبطی نے کہا میں تیری فرمائش پوری کر کے خوشی محسوس کروں گا۔ طاس۔ اُس سبطی نے طشلا نیل کے پانی سے بھرا اور آدھا خود پی گیا۔ طاس۔ خود پانی پی کر سبطی نے طشلا قبطی کی طرف جُھکایا تو اُس طشلے میں پانی کی بجائے کالا خون تھا پھر اُس سبطی نے اپنی طرف کو جُھکایا تو وہ خون پانی بن گیا اُس واقعہ سے قبطی کو بہت غصہ آیا۔

[۳] ساعتے۔ وہ قبطی تھوڑی دیر غصہ میں بیٹھا رہا پھر اُس نے سبطی سے کہا کہ یہ گرہ کیسے کھلے۔ گفت۔ سبطی نے کہا یہ پانی مُتّقی پی سکتا ہے۔ مُتّقی۔ مُتّقی وہ ہے جو فرعون سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰؑ کی بات مان لے۔ قومِ۔ تو موسیٰؑ کی اُمّت میں داخل ہو کر مُتّقی بنجا پانی پی لے گا۔

صد ہزاراںؔ ظلمت است از خشمِ تو ۔ بر عباد اللہ اندر چشمِ تو

لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے ۔ اللہ (تعالےٰ) کے بندوں پر، تیری آنکھ میں

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو ۔ عبرت از یاراں بگیر اُستاد شو

غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا ۔ دوستوں سے عبرت پکڑ، اُستاد بن جا

کے طفیل من شوی در اغتراف ۔ چوں ترا کفر لیست ہمچوں کوہِ قاف

پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟ ۔ جبکہ تیرا کفر کوہِ قاف کی طرح ہے

کوہؔ در سوراخِ سوزن کے رَوَد ۔ جز مگر آں کوہ برگِ کہ شود

پہاڑ، سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے؟ ۔ سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے

کوہ را کہ کن باستغفارِ خوش ۔ جامِ مغفوراں بگیر و خوش بکش

عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے ۔ بخشے ہوؤں کا جام لے اور اچھی طرح پی

تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں ۔ چوں حرامش کرد حق بر کافراں

تو اس دھوکے بازی سے اُسکو کیسے پی سکتا ہے؟ ۔ جبکہ اللہ (تعالےٰ) نے اُسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے

خالقِ تزویر تزویرِ ترا ۔ کے خَرد اے مُفتری مُفتریٰ

چالبازی کا خالق تیری چالبازی ۔ میں کب آ سکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!

آلِ موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست ۔ حیلہ ات بادِ تہی پیمود نیست

موسیٰؑ کی اُمت بن کیونکہ چالبازی فائدہ نہیں ہے ۔ تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہیں

زہرہؔ دارد آب کز امرِ صمد ۔ گرد دو با کافراں آبی کند

پانی کا پتہ ہے، کہ خدا کے حکم سے ۔ رُو گردانی کرے اور کافروں کیلئے پانی کا کام کرے؟

یا تو پنداری کہ توناں می خوری ۔ زہر مار و کاہشِ جاں می خوری

یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟ ۔ سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے

ناں کجا اصلاح آں جانے کند ۔ کو دل از فرمانِ ناں دِہ بر کند

روٹی اُس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟ ۔ جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اُکھاڑے

یا تو پنداری کہ حرفِ مثنوی ۔ چوں بخوانی رائگانش بشنوی

یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حروف ۔ جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکیگا؟

یا کلامِ حکمت و سِرِّ نہاں ۔ اندر آید سہل در گوشِ کہاں

یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز ۔ آسانی سے ناقصوں کے کان میں آ جائیگا

لہ صد ہزاراں۔ چونکہ خدا کے مقبول بندوں پر تجھے غصہ آتا ہے لہٰذا تیری آنکھوں پر تاریکی کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یاراں۔ یعنی سبطی قوم۔ اغتراف۔ چلو سے پانی پینا۔ کوہ قاف یعنی عظیم۔

۲ہ کوہ۔ تیرے پہاڑ جیسے کفر کے ہوتے ہوئے نیل کا پانی پینا ایسا ہی ہے جیسا کہ سوئی کے ناکے میں پہاڑ کو داخل کیا جائے۔ کہ کن۔ اپنے کفر کے پہاڑ کو توبہ کے ذریعہ گھاس کا تنکا بنا دے پھر سبطیوں کا جام لے کر خوب پانی پی لے۔ تزویر۔ ملمع سازی، چالبازی۔ مُفتری۔ اسم فاعل ہے جھوٹ بولنے والا۔ مُفتریٰ۔ اسم مفعول بمعنی جھوٹ۔ آلِ موسیٰ یعنی موسیٰؑ کی اُمت۔ حیلت۔ یعنی یہ تدبیر کریں اپنے لئے پانی بھروں اور تو اس میں سے پی لے۔

۳ہ زہرہ۔ اللہ تعالےٰ نے جب پانی کو یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ قبطی کے لئے خون بنے تو وہ نافرمانی نہیں کر سکتا۔ یا تو پنداری۔ کافر کے لئے روٹی بھی جس کا کام روح کی تقویت ہے اپنا کام نہیں کرتی ہر بلکہ اُلٹا اثر دکھاتی ہے۔ یا تو۔ اگر مثنوی جیسی کتاب کو بھی بیکار سمجھ کر پڑھے گا تو اس سے نصیحت اندوز نہ ہو سکیگا۔ کلامِ حکمت کیسی ہی دانائی کی

باتیں ہوں وہ ناقص انسان کے کانوں میں نہیں پہنچتیں بلکہ کانوں کی لو تک رہتی ہیں

۱ے اندر آید لیک چوں افسانہا	پوست بنماید نہ مغز و دانہا
اندر آتا ہے، لیکن افسانوں کی طرح	چھلکا نظر آتا ہے، نہ مغز اور دانے
در سر و رُو در کشیدہ چادرے	رُو نہاں کردہ ز چشمت دلبرے
سر اور منہ پر چادر تانے ہوئے	دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے
شاہنامہ یا کلیلہ پیشِ تو	ہمچناں باشد کہ قرآں از عُتو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے	ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن، سرکشی کی وجہ سے
۲ے فرق آنگہ باشد از حق و مجاز	کہ کند کُحلِ عنایت چشم باز
حقیقت اور مجاز میں فرق تب ہوتا ہے	کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے
ورنہ پُشک و مُشک پیشِ اَخشمے	ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مُشک	جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہر دونوں یکساں ہیں
خویشتن مشغول کردن از ملال	باشدش قصد از کلامِ ذوالجلال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا	اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اُس کا مقصد ہوتا ہے
کآتشِ وسواس را و غصّہ را	زاں سخن بنشاند و سازد دوا
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو	اُس کلام سے بجھائے اور علاج کرے
۳ے بہرِ ایں مقدار آتش شاندن	آبِ پاک و بول یکساں شد بفن
آگ کی اِس مقدار کو بجھانے کے لئے	پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہوگئے
آتشِ وسواس را ایں بول و آب	ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی	دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح
لیک اگر واقف شوی زیں آبِ پاک	کہ کلامِ ایزدست و رُوحناک
لیکن اگر تو اِس پاک پانی سے واقف ہو جائے	کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے
نیست گردد وسوسہ کلّی زجاں	دل بیابد رہ بسوی گلستاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے	(اور) دل گلستاں کا راستہ پالے
زانکہ در باغے و در جوئے پرد	ہر کہ از سرِّ صُحُف بوئے برد
کیونکہ باغ اور نہر میں اُڑنے لگتا ہے	جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے

۱ے اندر۔ وہ محض اُس کو افسانہ سمجھے گا اُس کے مغز اور گودے تک نہ پہنچ سکے گا۔ در سر۔ اُس شخص کے لئے مغز کی یہ حالت ہوگی جیسے کوئی معشوق سر اور منہ پر چادر تانے لیٹا ہو تو ظاہر میں اُس کے حُسن کو نہ دیکھ سکے گا۔ شاہنامہ۔ یعنی فردوسی کا شاہنامہ۔ کلیلہ۔ یعنی قصّے کہانیوں کی مشہور کتاب کلیلہ دمنہ۔ عُتو۔ منکر اپنے تکبر کی وجہ سے اِن سب چیزوں کو یکساں سمجھتا ہے۔

۲ے فرق۔ حقیقت اور مجاز کو انسان جب سمجھتا ہے جب اُس کو بصیرت حاصل ہو۔ اَخشم۔ وہ انسان جس کی ناک میں سونگھنے کی حِس نہ ہو۔ شم۔ سونگھنا۔ خویشتن۔ محض جی بہلانے کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا قرآنی حقائق کو محروم رکھتا ہے۔ کآتش۔ انسان اگر محض دل کی پریشانی اور رنج کو دور کرنے کے لئے قرآن پڑھے تو اُس کے حقائق سے غافل رہتا ہے۔

۳ے بہرِ ایں۔ محض وقت کاٹنے کے لئے تو قرآن اور افسانہ یکساں کام کرتا ہے۔ آبِ پاک۔ یعنی قرآن۔ بول۔ یعنی افسانہ۔ خمر و خواب۔ نیند اور شراب دونوں وسوسوں اور دل کے خیالات کو رفع کرتے ہیں لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔ لیک۔ اگر کوئی شخص قرآن پاک کو کلام اللہ اور روحانی کلام سمجھ کر پڑھے تو دل کے وسوسے بالکلیہ زائل ہو جائیں اور دل کو باغِ جنّت کا راستہ مل جائے۔ زانکہ۔ جو شخص قرآن کے حقائق سے آگاہ ہو جاتا ہے وہ جنّت کے باغات اور نہروں کی سیر کرتا ہے۔ صُحُف۔ صحیفہ کی جمع ہے، آسمانی کتاب۔

یا تو پنداری کہ رُوئے اولیا — **آنچناں کہ ہست می بینیم ما**

یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ — جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

در تعجب ماندہ پیغمبر ازاں — **چوں نمی بینند رُویم مومناں**

پیغمبر اس سے تعجب میں تھے — کہ ایمان لانیوالے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟

چوں نمی بینند نورِ رُوم خلق — **کہ سبق بُردست بر خورشیدِ شرق**

لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟ — جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے

ور ہمی بینند ایں حیرت چراست — **تا کہ وحی آمد کہ آں رُو در خفاست**

اگر دیکھتے ہیں، تو یہ حیرت کیوں ہے؟ — یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے

سُوئے تو ماہ است و سوئے خلق ابر — **تا نہ بینند رائگاں رُوئے تو گبر**

آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کیجانب ابر ہے — تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے

سُوئے تو دانہ است و سوئے خلق دام — **تا ننوشد زیں شراب خاص، عام**

آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کیجانب جال — تاکہ اس خاص شراب کو عوام نہ پئیں

گفت یزداں کہ تَرَاھُمْ یَنْظُرُوْن — **نقشِ حمّام اندھُمْ لَا یُبْصِرُوْن**

خدا نے فرمایا کہ تو انکے بارے میں خیال کرتا ہو کہ وہ دیکھتے ہیں — وہ تو حمّام کی تصویریں ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں

می نماید صورت اے صورت پرست — **کاں دو چشمِ مُردہ اُو ناظر ست**

اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے — کہ اُس کی دو مُردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں

پیشِ چشمِ نقشِ می آری ادب — **کہ چرا پاسم نمی دارد عجب**

تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجالاتا ہے — تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟

از چہ پس بے پاسخ ست ایں نقشِ نیک — **کہ نمی گوید سلامم را علیک**

یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے — کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے

می نجنباند سر و سبلت ز جود — **پاس آنکہ کردمش من صد سجود**

مہربانی سے وہ سر اور مونچھ کیوں نہیں ہلاتی ہو — اس لحاظ سے کہ میں نے اسکو سو سجدے کئے ہیں

حق اگرچہ سر نجنباند بروں — **پاسِ آں ذوقے دہد در اندروں**

اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے — انکے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے

کچھ خیال نہیں کرتا۔ از چہ۔ یہ بُت دیکھ رہا ہے لیکن مجھ کو جواب نہیں دیتا میرے سلام کا بھی جواب نہیں دیتا۔ علیک۔ یعنی وعلیکم السلام نہیں کہتا ہے۔ می نجنباند۔ میرے سجدوں کے جواب میں اگر زبان سے نہیں بولتا تو کم از کم سر کی جنبش سے ہی جواب دیدے۔ حق۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ بھی کسی کے سجدوں کا نہ جواب دیتا ہے نہ سر ہلاتا ہے

لہ یا تو۔ جس طرح عوام قرآن کی حقیقت تک نہیں پہنچتے اسی طرح وہ نبیؐ کے چہرے کی حقیقت سے باخبر نہیں ہوتے ہیں۔ در تعجب۔ آنحضورؐ کو تعجب ہوتا تھا کہ یہ منکر لوگ میرے چہرے کے نور کو جو کہ مشرق کے سورج سے زیادہ منوّر ہے کیوں نہیں دیکھتے ہیں اور میری تعلیمات پر کیوں حیران ہوتے ہیں اس پر آنحضورؐ کو بتا یا گیا کہ آپ کے چہرے کا چاند اُنسے پوشیدہ ہے۔

لہ سُوئے تو۔ آپ کے چہرۂ انور کی مثال بدلی کے چاند کی طرح ہے آپکی جانب وہ چاند ہے اور منکرین کی جانب اُس پر بدلی چھائی ہوئی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ جب وہ اُس سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے تو اُن کو دیدار سے محروم کر دیا گیا ہے۔ گفت۔ قرآن میں بُتوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ بظاہر دیکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن وہ دیکھ نہیں رہے ہیں یہی حال منکرین کا ہے۔ می نماید۔ بُت پرست، بُت کی آنکھوں میں روشنی سمجھتا ہے جو واقعہ کے خلاف ہے۔

لہ پیشِ چشم۔ بُت پرست اُسکی آنکھ کے سامنے اس کی تعظیم بجالاتا ہے پھر تعجب کرتا ہے کہ اس قدر تعظیم کرنے کے باوجود یہ بُت میرا

کہ دو صد جنبیدنِ سر ارزد آں — سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں

کہ دو سو سر ہلانا اُس کی قیمت ہے — عقل اور جان اِس طرح سر ہلاتی ہے

عقل را خدمت کنی در اجتہاد — پاسِ عقل آنست کافزاید رشاد

تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے — عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے

حق نجنباند بظاہر سر ترا — لیک سازد بر سراں سرور ترا

اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے — لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے

مر ترا[1] چیزے دہد یزداں نہاں — کہ سجودِ تو کنند اہلِ جہاں

خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے — کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں

آنچناں کہ داد سنگے را ہنر — تا عزیزِ خلق شد یعنی کہ زر

جیسا کہ اُس نے پتھر کو وہ ہُنر عطا کر دیا — کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا

قطرۂ[2] آبے بیابد لطفِ حق — گوہرے گردد برد از زر سبق

پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے — موتی بن جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے

جسمِ خاک ست و چو حق تابشش داد — در جہانگیری چو مہ شد اوستاد

وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے انہیں چمک دیدی — دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح اُستاد ہو گیا

ہیں طلسم ست این و نقشِ مُردہ است — احمقاں را چشمش از رہ بُردہ است

خبردار! یہ طلسم ہے اور مُردہ تصویر ہے — اُسکی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے

می نماید او کہ چشمے می زند — ابلہاں سازیدہ اند آں را سند

وہ نظر آتا ہے، کہ پلک جھپکا رہا ہے — بیوقوفوں نے اُس کو دلیل بنایا ہے

در خواستنِ[3] قبطی دعائے خیر و ہدایت از سبطی و دعا کردنِ سبطی قبطی را بخیر و مستجاب شدنِ آں دعا از اکرم الاکرمین حق تعالیٰ

قبطی کا سبطی سے دُعائے خیر اور راہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کے لئے دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اُس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دعائی کن کہ من — از سیاہی دل ندارم آں دہن

قبطی نے کہا تو دعا کر دے کیوں کہ میں — دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ مُنہ نہیں رکھتا ہوں

تا بود کہ قفلِ ایں دل وا شود — زشت را در بزمِ خوباں جا شود

ہو سکتا ہے کہ اِس دل کا قُفل کھل جائے — بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

---

[1] مر ترا۔ اپنے پوجنے والے کو خدا وہ مرتبہ عنایت فرما دیتا ہے کہ دنیا والے اُس کے سامنے سر بسجود ہوتے ہیں۔ آنچناں۔ عباد تگذار کو خدا ایسا ہی کندن بنا دیتا ہے جس طرح پتھر کو سونا بنا دیتا ہے، سونا پتھر کی رگوں میں پیدا ہوتا ہے۔

[2] قطرہ۔ اللہ تعالےٰ ابر نیساں کے ابر کے ایک قطرہ کو موتی بنا دیتا ہے جو سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ جسمِ خاک۔ ہو سکتا ہے کہ یہ شعر بھی موتی سے متعلق ہو نیز یہ بھی احتمال ہے کہ اِس شعر میں مومن کی کیفیت بیان کی ہو۔ ہیں۔ یہ پھر بُت اور بُت پرستوں کا بیان ہے۔ می نماید۔ بُت تراشی کے یہ کمالات تھے کہ بُت کی چشم وابرو پر مختلف تاثرات نظر آتے تھے جیسا کہ ایلورا اور اجنتا کے بتوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

[3] درخواستن۔ قبطی نے سبطی سے کہا کہ میرے لئے ہدایت کی دعا کر دے اُس نے دعا کی اور وہ قبول ہو گئی۔ از سیاہی۔ چونکہ میرا دل سیاہ ہے تو میرا مُنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے قابل نہیں ہے۔ تا بُود۔ ہو سکتا ہے کہ تیری دعا سے میرے دل کی گرہ کھل جائے۔

[1] از تو مسخے صاحبِ خوبی شود — یا بلیسے باز کرّوبی شود

تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے — یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے

یا بفرِ دستِ مریمؑ بوی مشک — یابد و تری و میوہ شاخِ خشک

یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مُشک کی خوشبو — اور تری اور میوہ خشک شاخ حاصل کرسکتی ہے

سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت — کاے خدای عالم جہر و نہفت

سبطی اُس وقت سجدے میں گرگیا اور کہا — کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!

سبطی و قبطی ہمہ بندہ تواند — عاجزِ امرِ تو اند و مستمند

سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں — تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں

[2] جز تو پیشِ کہ بر آرد بندہ دست — ہم دعا و ہم اجابت از تو است

تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟ — دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)

ہم ز اوّل تو دہی میلِ دعا — تو دہی آخر دعا ہا را جزا

ابتداءً توہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے — بالآخر توہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے

اوّل و آخر توئی ما در میاں — ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں

اوّل و آخر توہی ہے، ہم درمیان میں — ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتا

ایں چنیں می گفت تا افتاد طشت — از سرِ بام و دلش بیہوش گشت

وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا — بالاخانہ پر سے اور اُس کا دل بے ہوش ہوگیا

باز آمد او بہوش اندر دعا — لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی

پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہوگیا — نہیں ہے انسان کیلئے مگر وہی جسکی اُسنے کوشش کی

[3] در دعا بود او و ناگہ نعرہ — از دلِ قبطی بجست و غرہ

وہ دعا میں مصروف تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ — اور شور قبطی کے دل سے نکلا

کہ ہلا بشتاب و ایماں عرضہ کن — تا ببرّم زود زنّارِ کہن

کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر — تاکہ پُرانا زنّار، جلد کاٹ دوں

آتشے در جانِ من انداختند — مر بلیسے را بجاں بنواختند

انھوں نے میری جان میں آگ لگادی ہے — (مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

دوستیِ تو ز حبّ ناشگفت — حمد للہ عاقبت دستم گرفت

تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ (غنچہ) سے — الحمدللہ انجام کار میری دستگیری کی

---

[1] از تو۔ قبطی نے اپنے آپکو مسخ شدہ انسان اور شیطان سے تعبیر کیا ہے۔ یا بفر۔ سبطی کے ہاتھ کو حضرت مریمؑ کا ہاتھ قرار دیا جس کی برکت سے خشک کھجور پھلدار ہوگئی تھی اور قبطی نے اپنے آپ کو کھجور کا خشک درخت قرار دیا۔ سبطی۔ سبطی قبطی کی درخواست پر سربسجود ہوگیا اور دعائیں کرنے لگا۔ مستمند۔ محتاج، ضرورتمند۔

[2] جز تو۔ خدا کا بندہ خدا کے سامنے دستِ دعا دراز کرسکتا ہے دعا کی توفیق اور دعا کی قبولیت اللہ ہی دیتا ہے
نہ کس می دہاند نہ کس می دہد
خدا می دہاند خدا می دہد
افتاد طشت۔ یہ محاورہ راز فاش ہونے کے معنیٰ میں ہے مولانا نے یہاں سورج غروب ہوجانے کے معنیٰ میں استعمال فرمایا ہے۔ لیس یعنی انسان کی کوشش کامیاب ہوتی ہے، سبطی کی دعا قبول ہوگئی۔

[3] در دعا۔ سبطی تو دعا میں مصروف تھا اُس کی... قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ قبطی نعرے مارنے لگا اور سبطی سے بولا کہ جلد ایمان پیش کر تاکہ میں مومن بنوں اور کُفر کا زنّار کاٹ پھینکوں۔ بلیسے۔ یعنی مجھ شیطان صفت کو کارکنانِ قضا و قدر نے ایمان سے نواز دیا ہو۔ دوستی۔ تیری

کیمیای[1] بُود صحبتہای تو — کم مباد از خانۂ دل پای تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں — خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے

تو یکے شاخے بُدی از نخلِ خُلد — چوں گرفتم اُو مرا تا خلد بُرد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا — جب میں نے اسکو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی

سَیل بُود آنکہ تنم را در رُبود — بُرد سَیلم تا لبِ دریای جُود
بہاؤ تھا، جو میرے جسم کو بہا لے گیا — مجھے بہاؤ، سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا

من ببُوی آب رفتم سُوی سَیل — بحر دیدم در گرفتم کَیل کَیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا — میں نے سمندر دیکھ لیا، میں نے پیمانے بھر لئے

طاس[2] آوردش کہ اکنوں آبگیر — گفت رَو شُد آبہا پیشم حقیر
وہ (سبطی) اُس کے پاس طشلا لایا کہ اب پانی لے — اُس نے کہا جائیے، پانی میرے لئے حقیر ہوگئے ہیں

شربتے خوردم زاَللّٰہُ اِشتَرٰی — تا بہ محشر تشنگی نابد مرا
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے — قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی

آنکہ جُوی و چشمہا را آب داد — چشمۂ اندر درونِ من کُشاد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے — اُس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے

ایں جگر کہ بُود گرم و آب خوار — گشت پیشِ ہمتِ اُو آبِ خوار
یہ جگر جو گرم اور پیاسا تھا — اُس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہوگیا

کافِ[3] کافی آمدہ بہرِ عباد — صدقِ وعدہ کٰہٰیٰعٓصٓ
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے — کٰہٰیٰعٓصٓ کا سچا وعدہ (آیا ہے)

کافیم بدہم ترا من جملہ خیر — بے سبب بے واسطہ یاریِ غیر
میں کافی ہوں، میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں — بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر

کافیم بے ناں ترا سیری دہم — بے سپاہ و لشکرت میری دہم
میں کافی ہوں، روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں — بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

کافیم بے دارُویت دَرماں کُنم — کوہ را و چاہ را میداں کُنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں — پہاڑ کو اور کنوئیں کو میدان بنا دیتا ہوں

تو وہ بلا سبب بھی ہر بہتری پہنچا سکتا ہے جسمیں کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہے۔ کافیم۔ وہ اللہ بغیر روٹی کے پیٹ بھر سکتا ہے بلا لشکر کے فتح دے سکتا ہے بغیر دوا کے صحت عطا کر سکتا ہے۔ کوہ۔ یعنی سخت مصائب کو آسان کر سکتا ہے بغیر موسم کے نرگس و نسرین عطا کر سکتا ہے بغیر اُستاد اور کتاب کے علوم عطا کر سکتا ہے۔

[1] کیمیای۔ قبطی نے سبطی سے کہا تیری صحبتیں میرے لئے کیمیا ثابت ہوئیں خدا کرے تو میرے دل میں بسا رہے۔ تو یکے۔ تو جنت کے درخت کی شاخ تھا جس کو میں نے پکڑا اور جنت میں داخل ہوگیا۔ دریای جُود۔ دریائے حقیقت اللہ تعالیٰ۔ کَیل کَیل۔ یعنی بہت زیادہ۔

[2] طاس۔ سبطی اُس قبطی کے پاس پانی کا طشلا لایا اور کہا اب پانی پی لے، اُس نے کہا اب مجھے اِس پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ اَللّٰہُ اِشتَرٰی۔ قرآن پاک کی آیت ہے اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ یعنی خدا نے مومنین کی جانوں کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ آنکہ۔ اب خدا نے میرے باطن میں چشمے جاری کر دیئے ہیں۔ ایں جگر۔ پہلے یہ جگر خشک اور پیاسا تھا اب یہ پانی اس کے لئے ناچیز ہے۔

[3] کاف۔ مولانا فرماتے ہیں یہ باتیں کچھ مستبعد نہیں ہیں اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں کٰہٰیٰعٓصٓ فرمایا ہے جسکے معنٰی ہیں کافٍ ھُوَ لَکُمْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ صِدْقًا یعنی وہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کافی ہے اے اللہ کے بندو! یقیناً تو جب اللہ کا وعدہ ہے اور وہ سچا ہے

بے بہارت نرگس ونسریں دہم
بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں

بے کتاب واُوستا تلقیں دہم
بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں

موسیٰؑ را دل دہم با یک عصا[1]
میں موسیٰؑ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں

تا زند بر عالمے شمشیرہا
تا کہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں

دستِ موسیٰؑ را دہم یک نور وتاب
میں موسیٰؑ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں

کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے

چوب را مارے کنم من ہفت سر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں

کہ نہ زاید مادہ مار اُورا نہ نر
جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر

خوں[2] نیامیزم در آبِ نیل من
میں دریائے نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں

خود کنم خوں عینِ آبش را بفن
میں حکمت سے بعینہ اُسکے پانی کو خون بنا دیتا ہوں

شادیت را غم کنم چوں آبِ نیل
نیل کے پانی کیطرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں

کہ نیابی سُوی شادیہا سبیل
کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے

باز چوں تجدیدِ ایماں بر تنی
پھر جب تو ایمان از سرِ نو لے آتا ہے

باز از فرعون بیزاری کنی
پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے

موسیٔ رحمت بہ بینی آمدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰؑ آگیا ہے

نیلِ خوں بینی از و آبے شدہ
خون کا (دریائے) نیل اُس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے

چوں سرِ رشتہ نگہداری دروں
تو جب (ہمارے تعلق کا) سر رشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے

نیلِ ذوقِ تو نگردد ہیچ خوں
تیرے ذوق کا (دریائے) نیل کبھی خون نہیں بنتا ہے

من[3] گماں بُردم کہ ایماں آورم
میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں

تا ازیں طوفانِ خوں آبے خورم
تا کہ خون کے اِس طوفان میں سے پانی پی لوں

من چہ دانستم کہ تبدیلی کُند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا

در نہادِ من مرا نیلے کُند
میرے اندر، مجھے (دریائے) نیل بنا دے گا

سُوی چشمِ خود یکے نیلم رواں
(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں

بر قرارم پیشِ چشمِ دیگراں
دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں

ہمچنانکہ ایں جہاں پیشِ نبیؐ
جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے

غرقِ تسبیح ست وپیشِ ما اَبی
تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہو

---

[1] موسیٔ - حضرت موسیٰؑ کو اللہ نے ایک دل اور ایک لاٹھی دی اور اُس کے ذریعہ عالم کو فتح کرا دیا۔ دست حضرت موسیٰؑ کو ید بیضا عنایت کر دیا جس کا نور سورج پر بھی غالب تھا حضرت موسیٰؑ کے عصا کو سات سروں کا سانپ بنا دیا جس کو کسی نر و مادہ نے نہیں جنا تھا۔

[2] خوں - دریائے نیل میں خون نہیں ملایا بلکہ پانی ہی کو خون کر دیا۔ شادیت - اللہ تعالیٰ خوشی کو ایسا تلخ بنا دیتا ہے کہ اُس میں خوشی کا نام بھی نہیں رہتا۔

[3] من گماں - میرا خیال تو یہ تھا کہ ایمان لانے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ میں نیل کا پانی پی سکوں گا یہ معلوم نہ تھا کہ وہ میرے اندر انقلاب برپا کر دے گا اور خود مجھے دریائے نیل بنا دے گا اب میں اپنی نظر میں رواں نیل ہوں خواہ مجھے دوسرے ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ میں پہلے تھا ہمچنانکہ - ایک چیز کی دو نظروں میں دو حقیقتیں ہونا تعجب انگیز نہیں کائنات کی چیزوں کو ہم خاموش اور سرکش دیکھتے ہیں لیکن آنحضور ﷺ ان کو تسبیح پڑھنے والا دیکھتے تھے۔

[1] پیشِ چشمش ایں جہاں پرعشق و داد
اُسکی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہو
پیشِ چشمِ دیگراں مُردہ، جماد
دوسرے کی نگاہ کے سامنے مُردہ اور جماد ہو

پست و بالا پیشِ چشمش تیز رَو
نشیب و فراز اُس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے
از کلوخ و سَنگ اُو نکتہ شنو
وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے

با عوام ایں جملہ پست و مُردہ
عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں
زیں عجب تر من ندیدم پردہ
میں نے اِس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا

گورہا یکساں بہ پیشِ چشمِ ما
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں
رَوضہ و حُفرہ بہ پیشِ اولیا
اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں

عامہ گفتندے کہ پیغمبر تُرش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ
از چہ گشتہ است و شُدست اُو ذوق کُش
کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کردینے والے (بنگئے) ہیں

[2] خاصہ گفتندے کہ پیشِ چشمِ تاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں
می نماید اُو تُرش اے اُمتاں
اے اُمت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں

یک زماں در چشمِ ما آئید تا
تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آجاؤ تاکہ
خندہا بینید اندر ھَلْ اَتیٰ
ھَلْ اَتیٰ کے اندر مُسکراہٹیں دیکھو

از سرِ امرود بُن بنماید آں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے
مُنعکس صورت بزیر آئے جواں
اُلٹی صورت اے جوان! نیچے اُتر آ

آں درختِ ہستیت امرود بُن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے
تا بر آنجائی نماید نو کہن
جب تک تو وہاں ہے، نیا پُرانا نظر آتا ہے

[3] تا بر آنجائی بہ بینی خار زار
جبتک تو اُس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا
پُر ز کژدمہائے خشم و پُر زما
غصّہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں
جب تو نیچے اُتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں
یک جہاں پُر گلرخان و دائگاں
ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی

چوں فرود آئی فرود آید تُرا
جب تو نیچے اُتر آئے گا، اُتر آئیں گے تیرے
در دروں اسرارِ فیضِ کبریا
اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

[3] تا برآنجا۔ جب تک تجھ میں خودی ہے تجھے حسین اور پرورش کرنیوالے کانٹوں کا جنگل نظر آئیں گے۔ چوں۔ جب تو خودی کو چھوڑدے گا پھر خدا کے فیض کے اسرار دیکھ سکے گا۔ خار زار سے مُراد دنیاوی اشیاء ہیں اور گلرخاں اور دائگاں سے مراد اللہ تعالےٰ کے اسماء و صفات ہیں جو حسینوں اور عالم کے مربی ہیں۔

[1] پیش۔ آنحضورؐ کی نظر میں تمام کائنات عشقِ الٰہی سے پُر تھی دوسرے اُس کو مُردہ سمجھتے تھے۔ پست۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک روز حضورؐ کے ساتھ تھا جو ڈھیلا پتھر حضورؐ کے سامنے آرہا تھا وہ آنحضورؐ کو سلام کرتا تھا۔ زیں عجب۔ یہ عجیب پردہ ہے عوام کچھ نہ دیکھ سکتے ہیں اور نہ سُن سکتے ہیں خواص پتھروں کی تسبیح اور ذکر کو سنتے ہیں۔ روضہ۔ یعنی جنّت کا باغیچہ جو نیکوں کی جگہ ہے۔ حفرہ۔ یعنی جہنّم کا گڑھا۔ عامہ۔ آنحضورؐ کے احوال دیکھ کر عوام کہنے لگتے تھے کہ حضورؐ ترش رو ہو گئے ہیں۔ ذوق کُش۔ یعنی پہلے خوش طبع تھے اب ذوقِ خوش طبعی سے بیگانہ ہیں۔

[2] خاصہ۔ خواص کہتے تھے کہ وہ تمہاری نظر میں ایسے ہیں لیکن ہماری نگاہ سے انکو دیکھو تو ان میں مُسکراہٹیں دیکھو گے ھَلْ اَتیٰ۔ یعنی وہ ذات جس پر ھَلْ اَتیٰ نازل ہوئی یا ھَلْ اَتیٰ میں جن نعمتوں کا تذکرہ ہے اُن پر آنحضورؐ کی مسکراہٹیں۔ از سر امرود۔ امرود کے درخت پر سے چیزیں اُلٹی نظر آتی ہیں، جیسا کہ آئندہ حکایت سے معلوم ہوگا وہ امرود کا درخت تیری ہستی ہے جب تک تو اُسکو فنا نہیں کریگا تجھے نئی چیز پُرانی نظر آئیگی۔

حکایت آں زنِ پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سَرِ

اسس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت

امرودبُن می نماید چشمِ آدمی را، از سَرِ امرودبُن فرود آ تا آں خیالات

پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت پر سے اُترآ تاکہ وہ خیالات

بر رود و اگر کسے گوید کہ آنچہ مرد می دید خیال نبُو جواب آنست کہ ایں

دُور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے

مِثال است نہ مثل و در مثال ہمیں قدر بس بُود کہ اگر اُو بر سَرِ امرودبُن

کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت

نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بُود خواہ خیال

پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مولِ[2] خود
ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے
برزند در پیشِ شوئی گولِ خود
ملے، اپنے احمق شوہر کے سامنے

پس بشوہر گفت زن کاے نیکبخت
تو بیوی نے شوہر سے کہا کہ اے نیک بخت!
من برآیم میوہ چیدن بر درخت
میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں

چوں برآمد بر درخت آں زن گریست
جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی
چوں ز بالا سوئے شوہر بنگریست
جب اُس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا

گفت شوہر را کہ اے مابونِ رَد
شوہر سے بولی کہ اے مفعولِ مردود!
کیست آں لوطی[3] کہ بر تو می فتد
یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟

تو بزیرِ اُو چو زن بغنودہ
تو اس کے نیچے عورت کی طرح اُونگھ رہا ہے
اے بغا تو خود مخنث بودہ
اے نامرد! تو ہیجڑا ہے

گفت شوہر نے سرت گوئی بگشت
شوہر نے کہا نہیں، گویا تیرا سر چکرا رہا ہے
ورنہ اینجا نیست غیرِ من بدشت
ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

زن مکرر کرد کاے بابُرطلہ
عورت نے مکرر کہا اے اُلٹی ٹوپی والے!
کیست بر پشتت فرو خفتہ ہلہ
خبردار! تیری پُشت پر کون سویا ہوا ہے؟

گفت اے زن ہیں فرود آ از درخت
اُس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آجا
کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت
کیونکہ تیرا سَر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے

---

1 کسے گوید۔ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس حکایت میں جو قصہ سنایا گیا ہے اُس میں اور خودی کی حالت میں جو کیفیت بتائی ہے اُس میں بہت فرق ہے، ہستی کے کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ واقعۃً اُلٹی ہیں اور امرود پر سے مرد نے جو واقعہ دیکھا وہ صحیح تھا اس کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ یہ مثل نہیں ہے جیسیں پوری مطابقت ضروری ہے بلکہ مثال ہے اور دونوں باتوں میں اتنی بات مشترک ہے کہ خودی کے درخت سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ نیچے اُترنے کے بعد نظر نہیں آتی ہیں اسی طرح سے مرد نے جو درخت پر سے دیکھا وہ نیچے اتر کر نہ دیکھا۔

2 مول۔ عورت کا یار۔ گول۔ احمق۔ میوہ چیدن یعنی امرود توڑنے کے لئے۔ مابون۔ وہ شخص جس کو اُبنہ کی بیماری ہو یعنی مفعول بنتا ہو۔

3 لوطی۔ وہ شخص جو قومِ لوط والا کام کرے۔ بغا۔ ہیجڑہ مخنث۔ مخنث۔ ہیجڑا۔ ابرطلہ ٹوپی، اُلٹی ٹوپی۔ ہلہ۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ خرف۔ بے عقل بوڑھا۔

چوں فرود آمد برآمد شوہرش
جب وہ نیچے آگئی اُس کا شوہر چڑھ گیا

زن کشید آں مُول را اندر برش
عورت نے اُس یار کو بغل میں دبا لیا

گفت شوہر کیست ایں اے رُوسپی[۱]
شوہر نے کہا او! رنڈی! یہ کون ہے؟

کہ ببالائے تو آمد چوں کپی
جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے

گفت زن نے نیست اینجا غیرِ من
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے

ہیں سَرت برگشتہ شُد ہرزہ متن
خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر

اُو مکرر کرد بر زن آں سخُن
اُس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی

گفت زن ایں ست از اَمرود بُن
عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کے اثر سے ہے

از سرِ اَمرود بُن من ہمچناں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی

کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
اُلٹا دیکھا جیسا کہ تو نے، اے دیوث!

پس فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست
نیچے اُتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے

ایں ہمہ تخییل از اَمرودُ نبے ست
یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے

ہزل تعلیم ست آں را جِد شنو
سکھانے کیلئے مذاق ہے تو اُسکو حقیقت سمجھ

تو مشو بر ظاہرِ ہزلش گرو
تو اُس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن

ہر جدے[۲] ہزلست پیشِ ہازِلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے

ہزلہا جدّ ست پیشِ عاقلاں
عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے

کاہلاں اَمرود بُن جویند لیک
سُست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن

تا بداں اَمرود بُن راہیست نیک
اُس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے

نَقل کُن از اَمرود بُن اکنوں برو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا

گشتۂ تو خیرہ چشم و خیرہ رُو
تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

ایں[۳] مَنی و ہستیِ اوّل بُوَد
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے

کہ از و دیدہ کژ و اَحوَل بُوَد
جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے

چوں فرود آئی ازیں اَمرود بُن
جب تو اِس امرود کے درخت سے نیچے اُترے گا

کژ نماند فکرت و چشم و سخُن
تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی

یک درختِ سخت بینی گشتہ ایں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے

شاخِ اُو بر آسمانِ ہفتمیں
جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے

---

[۱] رُوسپی۔ زانیہ عورت، رنڈی۔ کپی۔ بندر۔ ہرزہ متن۔ بکواس نہ کر۔ گفت۔ عورت نے کہا یہ امرود کے درخت کا اثر ہے کہ اُس پر سے غلط نظر آتا ہے۔ قلتباں۔ دیوث۔ ہزل۔ یہ میں نے فحش اور مذاق کا قصہ تعلیم کے لئے سُنا دیا ہے تم اِس کے ظاہر کو نہ دیکھو اِس سے جو نصیحت مقصود ہے اُس پر نظر کرو۔

[۲] ہر جدے۔ جو لوگ ہزل کے عادی ہیں اُن کو ہر جد بھی ہزل نظر آتی ہے اور جو عقلمند ہیں وہ مذاق کی بات سے بھی نصیحت حاصل کر لیتے ہیں۔ کاہلاں۔ کاہل لوگ اُس امرود کے درخت کو تلاش کرتے ہیں جوان کو صحیح دکھائے یعنی وہ ہستی جو فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے لیکن وہ امرود کا درخت دور ہے۔ نقل کُن۔ پہلے اِس امرود کے درخت کو یعنی اپنی خودی اور ہستی کو چھوڑ دے پھر چل تب تجھے حاصل ہو گا اِس ہستی کے ہوتے ہوئے تیری نظر خیرہ ہے وہ نظر نہ آئے گا۔

[۳] ایں۔ یہ امرود کا درخت جس سے غلط نظر آتا ہے یہ اُس کی خودی اور ابتدائی وجود ہے۔ چوں فرود۔ جب تو خودی کے درخت سے اُتر آئے گا تو پھر تیرا خیال، آنکھ اور گفتگو سیدھی ہو جائیگی اور تو دیکھے گا کہ وہ تیرا سخت درخت تھا اور اُسکا پھیلاؤ بہت تھا۔

چوں فرود آئی از و گردی جُدا ۔۔۔ مُبدلش[۱] گرداند از رحمت خدا
جب تو نیچے اُتر آئے گا اُس سے علیحدہ ہو جائیگا ۔۔۔ خدا رحمت سے اُس کو بدل دیگا

زیں تواضع گر فرود آئی خدا ۔۔۔ راست بینی بخشد آں چشمِ ترا
اس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اُتر آئیگا، خدا ۔۔۔ تیری اُس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دیگا

راست بینی گر بُدے آساں چنیں ۔۔۔ مصطفیٰؐ کے خواستے از ربِّ دیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا ۔۔۔ تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟

گفت بنما جزو جزو از فوق و پست ۔۔۔ آنچناں کہ پیشِ تو آں جزو ہست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو کو دکھا ۔۔۔ جیسا کہ وہ جز تیرے سامنے ہے

بعد ازاں[۲] بر رو براں امرود بن ۔۔۔ کہ مبدّل گشت و سبز از امرِ کُن
اُس کے بعد اُس امرود کے درخت پر چڑھ جا ۔۔۔ کیونکہ کُن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے

چوں درختِ موسوی شد آں درخت ۔۔۔ چوں سُوئے موسیٰؑ کشانیدی تو رخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰؑ والا درخت بن گیا ۔۔۔ جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا

آتش اُو را سبز و خُرّم می کند ۔۔۔ شاخِ اُو اِنِّی اَنَا اللہ می زند
آگ اُس کو سبز اور ہرا بھرا بنائے گی ۔۔۔ اُس کی شاخ۔ انی انا اللہ کا نعرہ لگائے گی

زیرِ ظلش جملہ حاجات روا ۔۔۔ ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اُسکے سایہ کے نیچے پوری ہونگی ۔۔۔ خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے

آں منی[۳] و ہستیت باشد حلال ۔۔۔ کہ درو بینی صفاتِ ذوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے ۔۔۔ جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

شد درختِ کج مقوّم حق نما ۔۔۔ اَصلُہٗ ثابتٌ وَّ فَرعُہٗ فِی السَّمَا
ٹیڑھا درخت، سیدھا حق نما بن گیا ۔۔۔ اُسکی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اُسکی شاخ آسمان میں ہے

باقی قصہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحیِ مُہم ۔۔۔ کہ کژی بگذار اکنوں فاستقم
اُن (موسیٰؑ) کو مہتم بالشان وحی کے ذریعے پیغام آیا ۔۔۔ کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا

موسیٰؑ کو جو فاستقم (سیدھا ہو جا) کا حکم ہوا یعنی کج روی ترک کر دے اس کا ذکر شروع کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا کہ اب دعاؤں کا سہارا نہ لو اور فرعون کا مقابلہ شروع کر دو حضرت موسیٰؑ نے ہاتھ کا عصا زمین پر ڈال دیا اب اُسکے جلوے نظر آئے اسی طرح تیرا یہ فانی جسم عصائے موسیٰؑ ہے اُسکو ترک کر دے پھر جو جسم حاصل ہوگا اُس کے جلوے دیکھنا۔

[۱] مُبدلش۔ خودی چھوڑ دیگا تو پھر اللہ تعالیٰ اُس درخت کو تبدیل کر دیگا۔ زیں تواضع۔ جو عاجزی اور دعا قبل نے کی تھی۔ راست بینی حقائق کو صحیح دیکھنا اگر آسان ہوتا تو آنحضورؐ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ اے خدا ہمیں چیزیں ویسی ہی دکھا جیسی وہ ہیں" دعا نہ مانگتے۔ گفت۔ آنحضورؐ نے دعا کی کہ خدا ہمیں آسمان اور زمین کا ہر ہر جز اُسی طرح دکھا جیسا کہ وہ تیرے نزدیک ہے۔

[۲] بعد ازاں۔ جب خودی اور ہستی فنا ہو جائے تو پھر بقا باللہ کی ہستی میسر آ جائیگی اُس کو اختیار کر لے۔ چوں آں۔ یہ درخت وہ درخت ہوگا جس پر حضرت موسیٰؑ کو تجلی رب نظر آئی تھی۔ آتش۔ اب آگ اُس پر اُلٹا اثر دکھائیگی اور اُس کی شاخ اِنِّی اَنَا اللہ کا نعرہ لگاتی ہے حضرت موسیٰؑ کو درخت سے یہ آواز آئی تھی کہ میں بے شک خدا ہوں۔ زیرِ ظلش۔ اب اُس ہستی کے سایہ میں تیری ساری ضرورتیں پوری ہونگی یہ خدائی کیمیا تھی کہ تیری فانی ہستی کو باقی ہستی بنا دیا۔

[۳] آں منی۔ اب یہ خودی اور ہستی دولت ہے اُس میں خدائی صفات نظر آئینگی۔ باقی قصہ۔ مولانا کجی ترک کرنے کا بیان کر رہے تھے اسی مناسبت سے حضرت

ایں درختِ تن عصای موسیٰ است
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰؑ کی لاٹھی ہے
کارش آمد کہ بیند ازش ز دست
اس کا موقع آگیا کہ تو اُس کو ہاتھ سے زمین پر ڈالدے

تا بہ بینی خیرِ او و شرِ او
تاکہ تو اُس کی بھلائی اور اُسکی بُرائی دیکھ لے
بعد ازاں برگیر اُو را از امرِ ہو[۱]
پھر اُس کو اللہ (تعالےٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے

پیش ز افگندن نبود او غیرِ چوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی
چوں بامرش برگرفتی شد جذوب
جب تونے اُس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بنگئی

اوّل او بد برگ افشاں برہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لئے پتے جھاڑنے والی تھی
گشت معجز آں گروہِ غرہ را
وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی

گشت[۲] حاکم بر سرِ فرعونیاں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی
آبِ شاں خوں کرد کف بر سر زناں
سر پیٹنے والوں پر اُس کا پانی خون بنا دیا

از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ
اُن کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہوگئی
از ملخہای کہ آں خوردند برگ
اُن ٹڈیوں کی وجہ سے جنھوں نے پتے کھائے

تا برآمد بیخود از موسیٰ دعا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰؑ سے دعا نکلی
چوں نظر افتادش اندر منتہا
جبکہ اُن کی نظر انجام پر پڑی

ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چراست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟
چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے

امر[۳] آمد کاتباعِ نوح کن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوحؑ کی پیروی کر
ترکِ پایاں بینی و مشروح کن
انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ

منگر آخر کہ تو داعیِ رہی
تم انجام کو نہ دیکھو اسلئے کہ تم راہِ (حق) کیطرف بلانے والے ہو
امرِ بلّغ ہست نبود آں تہی
بلّغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

کمتریں حکمت کزیں الحاحِ تو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اِس اصرار سے
جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہوجائیگی

تا کہ رہ بنمودن و اضلالِ حق
یہاں تک کہ اللہ (تعالےٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا
فاش گردد بر ہمہ اہلِ فرق
تمام فرقوں پر واضح ہوجائے گا

چونکہ مقصود از وجود اظہار بود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا
بایدش از پند و اغوا آزمود
تو اُسکو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہئیے

---

[۱] امرِ ہو - امرِ خداوندی - یعنی حضرت موسیٰؑ کا عصا جب تک ہاتھ میں تھا وہ صرف ایک لکڑی تھا جب خدائی حکم سے اُسکو پھر اُٹھایا تو وہ نگلنے والا اژدھا تھا - اوّل - شروع میں وہ صرف بکریوں کے پتے جھاڑنے کیلئے تھی اب وہ کافروں کے لئے معجزہ بن گئی -

[۲] گشت - اب جبکہ امرِ خداوندی سے اُس عصا کو ہاتھ میں لیا تو فرعونیوں پر حکمرانی کرتا تھا اُن سر پیٹنے والوں کے لئے اُس نے دریائے نیل کو خون بنا دیا - از مزارع - فرعونیوں پر ٹڈیوں کا عذاب بھی آیا - اندر منتہی - حضرت موسیٰؑ نے یہ خیال کیا کہ اُن کا انجام لامحالہ بُرا ہے لہٰذا اُن کو معجزے دکھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کیوں کی جائے -

[۳] امر آمد - حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا کہ نوحؑ کی طرح اُن کے انجام سے قطع نظر کر کے تم بھی تبلیغ کئے جاؤ تم فرمانبردار داعی ہو تمہارا کام تبلیغ کرنا ہے تمہیں اِسی کا حکم ہے اور تمہاری تبلیغ میں فائدہ مضمر ہو خواہ وہ ایمان نہ لائیں کمتریں - ایک فائدہ تو یہی ہے کہ تمہارے اصرار سے اُن کا جھگڑالو پن اور سرکشی واضح ہو جائے گی - چونکہ - مخلوق کی پیدائش سے اللہ کا مقصد چھپے ہوئے حالات کو واضح کرنا ہی اسلئے ضرورت ہے کہ انسان کو نصیحت سے اور

دیوِ الحاحِ غوایت می کُند ۱ | شیخ الحاحِ ہدایت می کُند
شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے | شیخ ہدایت پر اِصرار کرتا ہے

باز گرد و قصّۂ قبطی بگو | گردِ کُفر از باطنِ خود زُود شو
واپس لَوٹ، اور قبطی کا قصّہ کہہ | اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

چوں پیاپے گشت آں امرِ شجوں | نیل می آمد سَراسَر جملہ خوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا | (دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا

سخت شدنِ کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردنِ فرعون از موسیٰؑ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰؑ سے سفارش چاہنا

۲ تا بنفسِ خویش فرعوں آمدش | لابہ می کرد و دُوتا گشتہ قدش
یہاں تک کہ فرعون بذاتِ خود اُن کے پاس آیا | خوشامد کرتا تھا اور اُس کا قد دُہرا ہو گیا تھا

انچہ ما کردیم اے سلطاں مکُن | نیست مارا رُوی ایرادِ سخن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے | ہمارا مُنھ بات کرنے کے قابل نہیں ہے

پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر | من بعزّت خُوگرم سختم مگیر
میں نے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنا لیا ہے | میں عزّت کا عادی ہوں میری سختی پکڑ نہ کیجئے

ہیں بجُنباں لب بِرحمت اے امیں | تا بہ بندد ایں دہانِ آتشیں
آگاہ، اے امین! رحمت (کی دعا) کیلئے ہونٹ ہلائیے | تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے

۳ گفت یارب می فریبد اُو مرا | می فریبد اُو فریبیدہ تُرا
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب کر رہا ہے | (آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے

بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش | تا بداند اصل راآں فرع کش
میں مان جاؤں یا میں بھی اُس کو دھوکا دیدوں | تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا، جڑ کو جان جائے

کاصلِ ہر مکرے و حیلت پیشِ ماست | ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے | جو کچھ زمین پر ہے اُس کی اصل آسمان پر ہے

گفت حق آں سگ نیرزد ہم باں | پیشِ سگ انداز از دُور استخواں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کُتّا اِسکے بھی لائق نہیں ہو | کُتّے کے سامنے دُور سے ہڈی ڈال دے

---

۱ دیو۔ شیطان گمراہی پر اِصرار کرتا ہے اور شیخ طریقت ہدایت پر اِصرار کرتا ہے۔ الحاح۔ اِصرار۔ شجوں۔ قوی۔ یعنی جب حضرت موسیٰؑ کو پے در پے تبلیغ کا حکم ملا اور فرعونیوں نے نافرمانی کی تو دریائے نیل خون بن کر بہنے لگا۔

۲ تا بنفس۔ یعنی جب قبطیوں کی حالت تباہ ہونے لگی تو فرعون بذاتِ خود حضرت موسیٰؑ کے پاس خوشامد کرنے لگا اور تعظیم میں دُہرا ہو رہا تھا۔ انچہ۔ ہم نے جو کیا وہ بُرا تھا آپ بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہ دیجئے۔ نیست۔ ہمارا مُنھ تو اِس قابل نہیں ہے کہ آپ سے دعا کی التجا کریں۔ پارہ۔ میں نے اپنے جسم کے ہر حصّہ کو فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ایں دہاں۔ یعنی عذاب الٰہی کا دہانہ۔

۳ گفت یارب۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا اے خدا مجھ آپ کی ذات پر فریفتہ کو یہ فرعون دھوکا دے رہا ہے۔ بشنوم۔ اب بتائیں اِس کا کہنا مان لوں یا میں بھی اِس کو کوئی دھوکا دیدوں تاکہ یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ اصل میں ہر سبب کی جڑ خدا ہے یہ شاخ یعنی سبب سے وابستہ رہتا ہے۔۔۔۔ کاصل۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا ہر مکر و تدبیر کی اصل خدا ہے جو اسباب دنیاوی ہیں اُن کی اصل وہی خدا ہے۔ گفتِ حق۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ یہ فرعون اِس قابل بھی نہیں ہو کہ اُس کے فریب کا جواب فریب سے دیا جائے۔ آپ اُس کُتّے کو ہڈی ڈال دیجئے اور آپ اپنا عصا ہلا دیجئے زمین وہ تمام پیداوار اُگل دیگی جو ٹڈیوں نے کھائی ہے۔

ہیں بجُنباں آں عصا تا خاکہا
ہاں وہ عصا ہلا دے، تاکہ زمینیں
وادہد ہر چہ مَلَخ کردش فنا
وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے

واں[1] مَلَخہا در زماں گردد تباہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہوجائیں گی
تا بہ بیند خلق تبدیلِ اِلٰہ
تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے
آں سبب بہرِ حجاب ست و غطا
یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے

تا طبیبے خویش بردارو زند
تاکہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کر دے
تا منجّم رُو با ستارہ کُند
تاکہ نجومی ستاروں کی جانب مُنھ کرے

تا منافق از حریفی بامداد
تاکہ منافق چالاکی سے، صبح صبح
سُوی بازار آید از بیم کساد
بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے

بندگی[2] ناکردو ناشُستہ رُو
عبادت کئے بغیر اور مُنھ دھوئے بغیر
لُقمۂ دوزخ بگشتہ لُقمہ جُو
لُقمہ کا جویاں، دوزخ کا لُقمہ بنا ہوا ہے

آکل و ماکول آمد جانِ عام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا (بھی) ہے
ہمچو آں برّہ چرندہ از حُطام
اُس بکری کے بچّہ کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے

می چرد آں برّہ و قصاب شاد
وہ بکری کا بچّہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے
کہ برای ما چرد برگِ مُراد
کہ مقصد کے پتّے ہمارے لئے چر رہا ہے

کارِ دوزخ میکُنی در خوردنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے
بہرِ اُو خود را تو فربہ میکُنی
تو اپنے آپ کو اُس کے لئے موٹا کر رہا ہے

کارِ[3] خود کُن روزیِ حکمت بچر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا
تا شود فربہ دلِ با کرّ و فر
تاکہ شان وشوکت سے دل فربہ ہو جائے

خوردنِ تن مانعِ ایں خورد نست
جسم کا کھانا اِس کھانے سے مانع ہے
جاں چو بازرگان و تن چوں رہزنست
جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے

شمعِ تاجر آنگہ ہست افروختہ
تاجر کی شمع اُس وقت روشن ہے
کہ بُود رہزن چو ہیزم سوختہ
جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو

تاجر سمجھو اور جسم کو ڈاکو۔ تاجر کا مال ڈاکو اُڑا لیتا ہے۔ شمعِ تاجر۔ تاجر اُس وقت پُر رونق بنتا ہے جب ڈاکو تباہ ہو جائے۔

[1] واں مَلَخہا۔ آپ کے عصا کے اثر سے ٹڈیاں بھی مر جائیں گی اور سب لوگ دیکھ لیں گے کہ خدا کو ہر چیز کے بدلنے کی کس قدر قدرت ہے۔ کہ سببہا۔ اللہ تعالیٰ کو اسباب کی ضرورت نہیں ہے اسباب تو ایک دہ ہیں طبیب دوا کو لپٹا ہوا ہے اور منجّم ستاروں کو حالانکہ اصل سبب ذات خداوندی ہے منافق یعنی دنیا دار اپنی کوشش اور محنت سے فائدہ سمجھ رہا ہے۔

[2] بندگی۔ یہ دنیا دار صبح کو نہ عبادت میں لگتا ہے نہ اُس کو مُنھ دھونے کی فرصت ہے نفع کے لئے بازار میں دوڑ جاتا ہے اپنے لُقمہ کی تلاش میں دوزخ کا لُقمہ بنا ہوا ہے۔ آکل۔ یہ دنیا دار کھانے والا بھی ہے اور خود دوزخ کی خوراک بھی ہے، اِس کی مثال اُس بکری کے بچّہ کی سی ہے جو چرتا ہے اور قصائی خوش ہوتا ہے کہ یہ میرے لئے چر رہا ہے یہی حال دنیا دار کا ہے کہ وہ سمجھ رہا ہے میں خود کھا رہا ہوں حالانکہ وہ اپنے وجود کو دوزخ کے لئے پال رہا ہے۔

[3] کارِ خود۔ انسان کی اپنے لئے خوراک تو معارفِ الٰہی ہیں جس سے دل قوی ہوتا ہے اور اُس کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوردنِ تن۔ جسمانی غذا روحانی غذا کے لئے مانع ہے، روح کو

خویشتن را گم مکن یاوہ مکوش
اپنے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر

کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش
کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں

دانکہ ہر شہوت چو خمرست و چو بنگ
سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے

پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ
ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اُس سے حیران ہے

خمر تنہا نیست سرمستی ہوش
شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے

ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش
جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے

ترکِ شہوت کن اگر خواہی تو ہوش
اگر تو ہوش چاہتا ہے شہوت کو ترک کر دے

دانکہ شہوت بست ہم چشم و گوش
سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر گئی

آں بلیس از خمر خوردن دور بود
وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا

مست بود او از تکبر و ز جحود
وہ تکبر اور انکار سے مست تھا

مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست
مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے

زر نماید آنچہ مس و آہنیست
سونا نظر آئے، جو کہ تانبا اور لوہا ہے

ایں سخن پایاں ندارد موسیا
اے موسیٰؑ! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے

لب بجنباں تا بروں آید گیا
ہونٹ ہلا، تاکہ گھاس اُگ آئے

دعا کردنِ موسیٰ علیہ السلام و سبز شدنِ کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آجانا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں
اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً

سبز گشت از سنبل و حبِ ثمیں
سُنبل اور قیمتی غلّے سے سرسبز ہو گئی

اندر افتادند در لوت آں نفر
لذیذ غذاؤں میں لگ گئے، وہ لوگ

قحط دیدہ مُردہ از جوع البقر
جو قحط زدہ، جُوعُ البقر سے مرے ہوئے

چند روزے سیر خوردند از عطا
عطاءِ (خداوندی) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا

آں دمی و آدمی و چار پا
پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے

چوں شکم پُر گشت و بر نعمت زدند
جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی

واں ضرورت رفت پس طاغی شدند
وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے

نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن
نفس فرعون ہے، خبردار! اُس کا پیٹ نہ بھر

تا نیارد یاد زاں کفرِ کہن
تاکہ وہ پُرانے کفر کو یاد نہ کرے

۱ۓ خویشتن۔ انسان کی روح، اُس کا ہوش اور جسمانی لذتیں اسکے ہوش گم کرنیوالی ہیں۔ دانکہ۔ یہ سمجھ لے کہ تمام شہوانی لذتیں شراب اور بھنگ کی سی خاصیتیں رکھتی ہیں۔ خمر۔ دنیا میں صرف شراب اور بھنگ کو بیہوشی کا سبب نہ سمجھ بلکہ ہر شہوت انسان کے کان اور آنکھیں بند کر دیتی ہے۔ آں بلیس۔ شیطان شراب نہ پیتا تھا اور تکبر کے نشے سے مدہوش تھا۔

۲ۓ مست۔ مست تو اُسی کو کہتے ہیں جو معدوم کو موجود سمجھ لے اور تانبے اور لوہے کو سونا سمجھ بیٹھے۔ شیطان نے غیر واقعی بات کو واقعہ خیال کیا تو یقیناً وہ بدمست تھا۔ ایں سخن یعنی کی حقیقت کا بیان ختم نہ ہونے والا ہے اے موسیٰ فقط دعا کر دو تاکہ گھاس وغیرہ اُگ آئے اور قحط کی صورت ختم ہو جائے۔

۳ۓ ہمچناں۔ حضرت موسیٰؑ نے وہی کیا جس کا اُن کو خدا نے حکم دیا تھا یعنی دعا کر دی۔ حبِ ثمیں۔ قیمتی غلہ۔ لوت۔ یعنی فرعونی جو قحط میں مبتلا تھے لذیذ غذائیں کھانے لگ گئے۔ جوعُ البقر۔ ایک قسم کی بیماری جس میں انسان کھاتا رہتا ہے اور اُس کا دل نہیں بھرتا۔ دمی۔ ہوائی یعنی پرند۔ چوں۔ اُن فرعونیوں کا پیٹ بھرا تو پھر سرکش بن گئے۔ طاغی۔ سرکش۔ نفس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا نفس بھی فرعون ہے اُسکا پیٹ بھرا اور وہ سرکش بنا۔

بے تفِ آتش[1] نگردد نفس خوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے
تا نشد آہن چو اخگر ہیں نکوب
خبردار! جبتک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اسکو نہ کوٹ

بے مجاعت نیست تن جنبش کناں
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے
آہنِ سرد است میکوبی بداں
ٹھنڈا لوہا ہے، سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے

گر بگرید ور بنالد زار زار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے
او نخواہد شد مسلماں ہوشدار
وہ مسلمان نہ ہوگا، سمجھ لے

او چو فرعون ست در قحط آنچناں
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے
پیشِ موسیٰؑ سر نہد لابہ کناں
(جو موسیٰؑ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے

چونکہ مستغنی شد او طاغی شود
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے
خر چو بار انداخت اسکیزہ زند
گدھے نے جب بوجھ اتار دیا، دولتی پھینکتا ہے

پس فراموشش شود چوں رفت پیش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے
کارِ او از آہ و زاریہای خویش
اُس کا کام، اپنی آہ و زاریوں کو

سالہا[2] مردے کہ در شہرے بود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں بستا ہے
یک زماں کش چشم در خوابے شود
تھوڑی دیر جب اُس کی آنکھ سو جاتی ہے

شہرِ دیگر بیند او پُر نیک و بد
وہ دوسرا شہر بھلے اور بُرے سے بھرا دیکھے گا
ہیچ در یادش نہ آید شہرِ خود
اُس کو اپنا شہر کبھی یاد نہ آئے گا

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہرِ نو
میں وہاں رہا ہوں، یہ نیا شہر
نیست آنِ من درینجا ام گرو
میرا نہیں ہے، میں یہاں پھنس گیا ہوں

بل چناں داند کہ خود پیوستہ او
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اُس سے وابستہ ہے
ہم دریں شہرش بُد ابداع و خو
اسی شہر میں اسکی پیدائش اور رہائش کی، عادت تھی

چہ عجب[3] گر روح موطنہای خویش
کیا تعجب ہے، اگر روح اپنے وطنوں کو
کہ بُدستش مسکن و میلاد پیش
جو پہلے اُس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی

می نیارد یاد کایں دنیا چو خواب
یاد نہ کرے، کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے
می فرو پوشد چو اختر را سحاب
(اُسکو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر

چند نوبت آزمودی خواب را
تو نے نیند کو کئی بار آزما لیا ہے
خوابِ دنیا را ہماں ہیں زا ابتلا
آزمائش سے دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ

۱ آتش. یعنی مجاہدات کی گرمی. مجاعت. بھوک. آہن سرد. ٹھنڈے لوہے کو کوٹنا بیکار ہے. گر بگرید. نفس کی آہ وزاری سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہیے. لابہ کناں. بھوک میں وہ فرعون کی طرح خوشامد کرنے لگتا ہے. خر. نفس کی مثال گدھے کی سی ہے اگر اُس پر بوجھ نہیں ہوتا ہے تو وہ دولتیاں مارتا ہے. پس. پیٹ بھرنے پر اپنی سب خوشامد بھول جاتا ہے.

۲ سالہا. نفس کو بھولنے کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انسان سوتے ہی اپنی قیامگاہ کو بھلا دیتا ہو. شہرِ دیگر. خواب میں دوسرے شہروں کو یاد کرتا ہے اور اپنے شہر کو بھول جاتا ہے. بل. وہ خواب میں یہ سمجھتا ہو کہ ہمیشہ سے اسی شہر میں تھا.

۳ چہ عجب. اگر روح اپنے اصلی وطن کو بھول جائے تو اس پر تعجب نہ کرو. ایں دنیا. دنیا کی زندگی ایک خواب ہو اور خواب اصلی وطن کو بھلا دیتی ہے. چند نوبت. خواب میں یہ تجربہ بارہا ہوا ہے اسی پر دنیا کو قیاس کر لو.

خاصہ چندیں شہر ہا را کوفتہ [1]
خصوصاً (جبکہ اُس نے) بہت سے شہروں کو روند ا ہو
گرد ہا از درگہ او نا روفتہ
اُسکے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے

اجتہادِ گرم ناکردہ کہ تا
سخت کوشش نہ کیئے ہوئے ہے کہ
دل شود صافی و بیند ماجرا
دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے

سر بروں آرد دلش از بحرِ راز
راز کے سمندر سے اُس کا دل سر اُبھارے
اوّل و آخر بہ بیند چشمِ باز
کھلی آنکھ اوّل اور آخر کو دیکھ لے

بیانِ اطوار و منازلِ خلقت آدمی از ابتداءِ خلقت
ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اوّل باقلیمِ جماد
پہلے وہ (روح) جمادی اقلیم میں آئی
وز جمادی در نباتی اوفتاد
اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آئی

سالہا اندر نباتی عمر کرد
سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی
وز جمادی یاد ناورد از نبرد
اور سرکشی کیوجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا

وز نباتی چوں بحیوانی فتاد [2]
اور نباتی (اقلیم) سے جب حیوانی (اقلیم) میں آئی
نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد
اُس کو نباتی (اقلیم) کا حال کبھی یاد نہ آیا

جز ہماں میلے کہ دارد سوی آں
سوائے اُس میلان کے جو اُس کی جانب ہے
خاصہ در وقتِ بہار و ضیمراں
خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں

ہمچو میلِ کودکاں با مادراں
جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان
سرِّ میلِ خود نداند در لباں
کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں

ہمچو میلِ مفرطِ ہر نو مرید
جیسا کہ ہر نئے مُرید کا بڑھا ہوا میلان
سوی آں پیرِ جوانِ بخت مجید
بزرگ جوان نصیبہ والے پیر کی جانب

جزوِ عقلِ ایں از آں عقلِ کل ست [3]
اِسکی جزوی عقل اُسی کُلّی عقل سے ہے
جنبشِ ایں سایہ زاں شاخِ گل ست
اس سایہ کی حرکت اُسی پھول کی شاخ سے ہے

سایہ اش فانی شود آخر درو
اُس کا سایہ بالآخر اُسمیں فنا ہو جاتا ہے
پس بداند سرِّ میل و جستجو
تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے

---

[1] خاصہ۔ رُوح نے بہت سے مدارج اور مراتب طے کئے ہیں اور وہ اِس کے شہر میں رہے ہیں۔ گرد ہا۔ پھر تم نے اپنے قلب کو مُصفا نہیں رکھا اگر اسکو مجاہدات کے ذریعہ مُصفّٰی کر لیتے تو وہ روح کے پُرانے واقعات تمھیں دکھا دیتا۔ سربروں۔ اگر دل صاف ہوتا ہے تو وہ پوشیدہ راز کے سمندر میں غوطہ لگا لیتا ہے اور آغاز و انجام کو آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے۔ آمدہ۔ روح نے جو مختلف شہروں میں سکونت کی ہے اب مولانا اُس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔۔۔۔ وز جمادی۔ یہی روح پہلے جمادات کے خطہ میں رہی پھر ترقی کر کے نباتات کے خطہ میں آئی بسا لیا۔ عرصۂ دراز تک یہ روح نباتی خطہ میں رہی لیکن اُسکو اپنی جمادی حالت کبھی یاد نہ آئی۔

[2] وز نباتی۔ پھر روح نباتات کے خطہ سے حیوانی خطہ میں آئی تو اُسکو اپنی نباتی زندگی یاد نہ رہی۔ جز ہماں۔ ہاں صرف اِس قدر تو ہے کہ روح موسم بہار میں اور نازبو کے پھولنے کے وقت اُسکی طرف میلان کرتی ہے یہ اُس کی نباتی زندگی کی یاد ہے۔ ہمچو۔ بچہ اپنی ماں کے دودھ کی طرف مائل ہوتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ میں اُس کے پیٹ میں رہ چکا ہوں۔ ہمچو میل مفرط۔ نئے مُرید کو شیخ کی طرف میلان ہوتا ہے لیکن وہ اُس میلان کا سبب نہیں سمجھتا ہے ۔

[3] جزو۔ اب مُرید کے شیخ کی طرف میلان کی وجہ بتاتے ہیں کہ اُس کی عقل شیخ کی عقل کا جزو ہے یہ سایہ ہوا اور شیخ شاخ گل ہو۔ سایہ اش۔ ایک وقت وہ آئیگا کہ یہ مرید فنا فی الشیخ کا مقام حاصل کریگا تو اپنے میلان کی وجہ سمجھے گا کہ فرع اصل کی طرف مائل ہوا کرتی ہے۔

سایۂ شاخِ درخت اے نیک بخت ¹
اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ

کے بجُنبد گر نجُنبد ایں درخت
کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟

باز از حیواں سوی انسانیش
پھر اُسکو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب

می کشد آں خالقے کہ دانیش
وہ اللہ (تعالے) اُس کو کھینچتا ہے جس کو تو واقف ہے

ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت
وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے (دوسری) اقلیم تک چلتی رہی

تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
یہانتک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہو گئی

عقلہای اولینش یاد نیست
اُس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں

ہم ازیں عقلش تحول کردنیست
اس عقل سے بھی اُس کو منتقل ہونا ہے

تا رہد زیں عقل پُر حرص و طلب ²
تاکہ اس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے

صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے

گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش
اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے

کے گذارندش دراں نسیانِ خویش
وہ اُس کو اُس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟

باز از آں خوابش بہ بیداری کشند
اُس کو پھر اُس کی نیند سے بیدار کرینگے

تا کند بر حالتِ خود ریشخند
تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اُڑائے

گرچہ غم بود آنکہ می خوردم بخواب
اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اُٹھایا

چوں فراموشم شد احوالِ صواب
مجھ سے صحیح احوال کیوں فراموش ہوئے؟

چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال
میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار رہنا؟

فعلِ خوابست و فریبست و خیال
خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے

ہمچنیں دنیا کہ حلمِ نائم ست ³
اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونیوالے کا خواب ہے

خفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست
سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے

تا بر آید ناگہاں صبحِ اجل
یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آجاتی ہے

وارہد از ظلمتِ ظن و دغل
اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے

خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش
اُس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے

چوں بہ بیند مستقر و جای خویش
جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے

ہر چہ اندر خواب بینی نیک و بد
تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور بُرا دیکھتا ہے

روزِ محشر یک بیک پیدا شود
قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائیگا

---

¹ سایہ۔ اگر درخت کی شاخ حرکت نہ کرے تو سایہ حرکت نہیں کر سکتا۔ باز از حیواں۔ اللہ تعالے روح کو پھر حیوانیت سے انسانیت کے مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔ ہمچنیں۔ غرضکہ روح اقلیم تا اقلیم سفر کرتی ہوئی اس حالت میں پہنچی کہ وہ صاحبِ عقل ہو گئی ہے۔ عقلہای۔ روح اپنی گذشتہ عقلوں سے غافل ہے پھر اُس کی اس موجودہ عقل سے بھی تبدیلی ہوگی۔

² تا رہد۔ روح کو اس دنیاوی حریص عقل کو بھی خیرباد کہنا ہے تب اُس کو لاکھوں عجیب عقلیں حاصل ہو جائیں گی۔ گرچہ۔ اگرچہ انسان خواب کی حالت میں اپنے واقعات بھول جاتا ہے لیکن وہ لامحالہ بیدار ہوتا ہے اور پھر خواب کے واقعات کی ہنسی اُڑاتا ہے۔ گرچہ۔ بیدار ہو کر اُس کو تعجب ہوتا ہے کہ میں صحیح واقعات کو کیسے بھول گیا تھا۔ چوں۔ خواب کے واقعات کے غم پر کہتا ہے کہ میں یہ کیوں نہ سمجھا کہ یہ خیالی باتیں ہیں۔

³ ہمچنیں۔ دنیا دار جو دنیا کی زندگی کے خواب میں ہے وہ سمجھتا ہے کہ یہی دراصل زندگی ہے۔ تا بر آید۔ جب موت آتی ہے تو اُس کی آنکھ کھلتی ہے۔ خندہ اش۔ موت کے وقت جب وہ بیدار ہوتا ہے تو دنیا کے غموں پر ہنستا ہے۔ ہر چہ۔ دنیا کی زندگی میں جو بُرائی یا اچھائی کی ہو وہ قیامت میں سامنے

آنچہ کردی اندریں خوابِ جہاں ... گردوت ہنگامِ بیداری عیاں[1]
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے ... تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائیگا

تا نہ پنداری کہ ایں بد کرد نیست ... اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری ... خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے

بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر ... روزِ تعبیر اے ستمگر بر اسیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہو گی ... تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنیوالے!

گریہ و درد و غم و زاریِ خود ... شادمانی داں بہ بیداریِ خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو ... اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ

اے دریدہ پوستینِ یوسفاں ... گرگ برخیزی ازیں خوابِ گراں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے! ... اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا

گشتہ[2] گرگاں یک بیک خوہائے تو ... می درانند از غضب اعضائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر ... غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

خوں نخسپد بعدِ مرگت در قصاص ... تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سو نہ جائیگا ... تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا

ایں قصاصِ نقد حیلت سازیست ... پیشِ زخمِ آں قصاص ایں بازیست
یہ فوری قصاص، ایک تدبیر ہے ... اُس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے

زیں لعب خواندست دنیا را خدا ... کایں جزا لعب است پیشِ آں جزا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے ... کیونکہ یہ بدلہ اُس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے

ایں جزا[3] تسکینِ جنگ و فتنہ ایست ... آں چو اخصار ست و ایں چوں ختنہ ایست
یہ بدلہ، لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے ... وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے

ایں سخن پایاں ندارد موشیا ... ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
اے موشی! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے ... ہاں اِن گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے

تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند ... ہیں کہ گرگانند مارا خشم مند
تاکہ سب اُس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں ... خبردار! ہمارے بھیڑیئے غصہ میں ہیں

---

[1] ہنگامِ بیداری یعنی قیامت کے وقت۔ تا نہ پنداری انسان کو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس دُنیاوی خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ اسکی تعبیر قیامت میں سامنے آجائیگی۔ بلکہ۔ دنیا میں ظالموں کے ہنسنے کی آخرت میں تعبیر رونا اور چیخنا ہوگا۔ گریہ۔ اگر دنیا میں گریہ وزاری ہوگی تو آخرت میں اُس کی تعبیر خوشی ہوگی۔ خواب کی تعبیر عموماً اُلٹی ہوتی ہے۔ اے دریدہ۔ جو یوسف جیسے نیکوں کو دنیا میں ستائیگا وہ آخرت میں بھیڑیا بنکر اُٹھے گا۔

[2] گشتہ۔ انسان کی بُری عادتیں آخرت میں بھیڑیئے بنیں گی اور خود اُس کے اعضاء کو پھاڑیں گی۔ خون۔ اگر انسان نے کسی کا ناحق خون بہایا ہے تو وہ خون نہ سوئیگا اور قیامت میں بدلے کا خواہاں ہوگا۔ ایں قصاص۔ اگر دنیا میں بدلہ لے بھی لیا گیا ہوگا تو آخرت کے عذاب سے پھر بھی نجات نہ ملیگی بلکہ دنیا والا بدلہ اُس کے مقابلہ میں کھیل سمجھا جائے گا۔ زیں لعب۔ قرآن نے دنیا کی زندگی کو کھیل کود سے تعبیر کیا ہے اُس کی وجہ یہی ہے کہ یہاں کا انتقام آخرت کے انتقام کے مقابلہ میں کھیل کود ہے۔

[3] ایں جزا۔ دنیا میں جو بدلہ لیا گیا وہ تو محض وقتی فتنہ وفساد فرو کرنے کے لئے لے لیا گیا ہے۔ اِس دنیا کے بدلے کی مثال ختنہ کرنا اور آخرت کے بدلے کی مثال خصی کرنا سمجھو۔ آں خراں یعنی فرعونیوں کو دنیا کے مزے اُڑا لینے دو۔ تا ہمہ یہ فرعونی جہنم کے بھیڑیوں کی خوراک ہیں وہ بھیڑیئے بھوک سے غصہ میں ہیں تو اُن کو خوب موٹا ہونے دو تاکہ ان کو اچھی خوراک ملے۔

بیانِ آنکہ خلقِ دوزخ گرسنگاں اَند و نالاں اَند و از حق خواہاں
اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے

کہ روزیہای مارا فربہ گرداں زود بمارساں کہ مارا صبر نماند
کہ ہماری خوراک کو موٹا بنادے اور جلد ہمارے پاس پہنچادے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہوگیا ہے

نالۂ[۱] گرگانِ خود را مُوقنیم
ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے

ایں خراں را طُعمۂ ایشاں کنیم
ہم اِن گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے

ایں خراں را کیمیایِ خوش دمی
اِن گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے

از لبِ تو خواست کردن آدمی
تیرے ہونٹ سے، اُن کو آدمی بنانا چاہا

تُو بسے کردی بدعوت لُطف و جُود
تونے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی

آں خراں را طالع و روزی نبُود
اُن گدھوں کا نصیب اور مقدر نہ تھا

پس فرو پوشاں لحافِ نعمتی
تو اُن کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھادے

تا برد شاں زود خوابِ غفلتی
تاکہ غفلت کی نیند اُن کو جلد سُلادے

تا[۲] چو بجہند از چنیں خواب ایں رَدہ
تاکہ یہ گروہ جب ایسی نیند سے بیدار ہو

شمع مُردہ باشد و ساقی شُدہ
شمع گل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو

داشت طُغیان شاں تُرا در حیرتے
اُنکی سرکشی نے تجھے حیرانی میں مبتلا کر دیا ہے

پس بنوشند از جزا ہم حسرتے
تو بدلے میں وہ حسرت چکھیں گے

تا کہ عدلِ ما قدم بیروں نہد
تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے

در جزا ہر زشت را در خور دہد
ہر بُرے کو مناسب بدلہ دے

کاں شہے کہ می ندید ندش فاش
کیونکہ وہ شاہ جس کو وہ ظاہر میں نہیں دیکھتے

بُود با ایشاں نہاں اندر معاش
وہ زندگی میں اُن کے ساتھ پوشیدہ تھا

چوں[۳] خرد با تُست مُشرف بر تنت
جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہے

گرچہ زُو قاصر بُود ایں دیدنت
اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اُس سے عاجز ہے

نیست قاصر دیدنِ اُو اے فلاں
اے فلاں! اُس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے

از سکون و جُنبشت در امتحاں
تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں

چہ عجب گر خالقِ آں عقل نیز
تو تعجب کیا ہے؟ اگر اُس عقل کا پیدا کرنے والا بھی

با تُو باشد در سکون و نقل نیز
تیرے ساتھ ہو، سکون اور منتقل ہونے میں بھی

۱۔ نالۂ گرگاں۔ میرے علم میں ہے کہ وہ بھیڑیئے بھوک سے فریاد کر رہے ہیں مجھے اِن کو اُنکی خوراک بنانا ہے۔ ایں خراں۔ آپ نے اپنی خوش کلامی کی کیمیا سے اُنکو آدمی بنانا چاہا لیکن اُن کے مقدر میں آدمی بننا نہ تھا۔ پس فرو۔ اُن پر نعمت کا لحاف اُڑھادو تاکہ یہ غفلت کی نیند سو جائیں۔

۲۔ تاچو۔ جب اِس غفلت سے بیدار ہونگے تو مجلس ختم ہو چکی ہوگی نہ شمع ہوگی نہ ساقی یعنی تم سے اور تمہاری ہدایت سے فائدہ اُٹھانے کا وقت نہ رہیگا۔ داشت۔ اُن کی سرکشی تمہارے لئے حیران کُن تھی اب حسرت کا مزہ چکھیں گے۔ تاکہ۔ ہمارے اِنصاف کا تقاضہ ہوگا کہ ہم اُن کو اُنکے بُرے اعمال کی بُری سزا دیں۔ کاں شہے۔ جس خدا کو وہ نہیں دیکھ رہے تھے وہ خدا اُن کے ساتھ تھا۔

۳۔ چوں خرد۔ مولانا مثال سے سمجھاتے ہیں کہ خدا کی طرح اور بھی چیزیں ہیں جن کو انسان نہیں دیکھ پاتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ ہوتی ہیں۔ انسان اپنی عقل کو نہیں دیکھتا ہے لیکن وہ انسان کے ساتھ ہے۔ نیست قاصر۔ تو اپنی عقل کو دیکھنے سے قاصر ہے لیکن تیری عقل تجھے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے۔ چہ عجب۔ جب نظر نہ آنیوالی عقل تیرے ساتھ ہے تو اگر اسیطرح اسکا خالق خدا ساتھ ہو تو کیا تعجب ہے۔

از خرد غافل شود بر بد تنند[1]
عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے
بعد ازاں عقلش ملامت میکند
اُس کے بعد اُس کو عقل ملامت کرتی ہے

تو شُدی غافل ز عقلت عقل نے
تو اپنی عقل سے غافل بنا، عقل نہ بنی
کز حضور ستش ملامت کردنے
کیونکہ اُس کا ملامت کرنا اُسکی موجودگی کی دلیل ہے

گر نبودے حاضر و غافل بُدے
اگر وہ حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی
در ملامت کے ترا سیلی زدے
ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟

ور از و غافل نبودے نفسِ تو
اگر تیرا نفس اُس سے غافل نہ ہوتا
کے چناں کردے جنون و نفسِ تو
تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟

پس ترا[2] عقلت چو اُصطرلاب بود
تو تیری عقل اُصطرلاب کی طرح ہے
زاں بدانی قربِ خورشید وجود
تو اُس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

قربِ بیچون ست عقلت را بتو
تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے
نیست از پیش و پس و سفل و عُلو
جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے

قربِ بیچون چوں نباشد شاہ را
تو شاہ کا قرب بھی بے کیف کیوں نہ ہوگا؟
کہ نیابد بحثِ عقل آں راہ را
کیونکہ عقل کی بحث اُس کا راستہ نہیں پاتی ہے

نیست آں جُنبش کہ در اِصبع ترا ست
وہ حرکت نہیں ہے جو تیری اُنگلی میں ہے
پیشِ اصبع یا پسش یا چپ و راست
اُنگلی کے آگے یا اُسکے پیچھے یا بائیں اور دائیں ہے

وقتِ خواب[3] و مرگ از وے میرود
موت اور نیند کے وقت وہ اُس سے چلی جاتی ہے
وقتِ بیداری قرینش می شود
بیداری کے وقت اُس کے ساتھ ہوتی ہے

از چہ رہ می آید اندر اصبعت
وہ تیری اُنگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟
کاصبعت بے اُو ندارد منفعت
کیونکہ تیری اُنگلی اُس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے

نورِ چشم و مردمک در دیدہ ات
آنکھ کی پُتلی کا نور تیری آنکھ میں
از چہ رہ آمد بغیرِ شش جہت
بغیر چھ جہت کے کس راستہ سے آیا ہے؟

عالمِ خلق ست باسُوی و جہات
عالمِ خلق جانب اور جہتوں والا ہے
بے جہت داں عالمِ امر و صفات
عالمِ امر و صفات کو بے جہت کا سمجھ

[1] از خرد۔ انسان غلطی کرتے وقت عقل سے غافل ہو جاتا ہے پھر عقل اُس کو ملامت کرتی ہے۔ کز حضور۔ عقل کا ملامت کرنا اِس کی دلیل ہے کہ وہ تجھ سے اور تیرے کام سے غافل نہ تھی۔ سیلی۔ طمانچہ۔ ورز۔ اِس غلط کا کرنا اِس کی دلیل ہے کہ تو اُس وقت عقل سے بیگانہ تھا۔

[2] پس ترا۔ تیری عقل، حضرت حق تعالیٰ کے قُرب کو سمجھنے کا ذریعہ ہے اُس کی مثال سے تو سمجھ لے۔ اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے نجومی چاند، سورج، تاروں کے فاصلے معلوم کرتے ہیں۔ خورشیدِ وجود۔ حق تعالیٰ۔ بیچوں۔ یعنی بے کم و کیف، عقل کا انسان سے قُرب جہتوں سے متصف نہیں ہے۔ قُربِ بیچوں۔ اللہ تعالیٰ جس کی ذات خود کم اور کیف سے بالاتر ہے اُس کا قُرب بھی اِن کیفیتوں سے بالاتر ہے۔ نیست آں۔ مولانا بے کیف و کم کے قُرب کی دوسری مثال پیش کر رہے ہیں اُنگلی کی حرکت کو اُنگلی سے جو قُرب ہے وہ بے کم و کیف ہے۔

[3] وقتِ خواب۔ انسان کے سونے میں اُس کی اُنگلی کو حرکت نہیں ہوتی بیداری کے بعد فوراً حرکت آجاتی ہے۔ از چہ رہ۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ یہ حرکت اُنگلی میں کونسی طرف سے آتی ہے۔ نورِ چشم۔ آنکھوں میں روشنی کی آمد بھی جہات سے منزہ ہے۔ عالمِ خلق۔ وہ عالم ہو جو مادی اور زمانی ہو وہ جانب اور جہت سے متصف ہے۔ عالمِ امر وہ عالم ہے جسکی پیدائش لفظ کُن سے ہوئی ہے اور وہ مادی اور زمانی نہیں ہے وہ مجردات کا عالم ہے جبکہ عالمِ امر مادہ اور جہت سے منزہ ہے تو آمر یعنی حضرت حق تعالیٰ جسنے وہ کلمہ کُن فرمایا ہو بدرجہ اولیٰ جہت اور جانب سے پاک ہوگا۔

بے جہت داں عالمِ امر اے صنم — بے جہت ہم باشد آمر لاجرم

اے صنم! عالمِ امر کو بے جہت سمجھ — لامحالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہوگا

بے جہت بُد عقل[1] و علّام البیان — عقل تر از عقل و جان تر ہم ز جان

عقل بے جہت تھی اور بیان کا جاننے والا — عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے

بے تعلّق نیست مخلوقے بدو — آں تعلّق ہست بیچوں اے عمو

کوئی مخلوق اُس سے بے تعلق نہیں ہے — اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے

زانکہ فصل و وصل نبود در رواں — غیرِ فصل و وصل نندیشد گماں

کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے — گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے

غیرِ فصل و وصل پے برد از دلیل — لیک پے بُردن نہ بشناسد علیل

دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا — لیکن پتہ لگانا، بیمار نہیں جانتا

پے[2] بیاپے می بَراز دوری زِ اصل — تا رگِ مردیت آرد سُوی وصل

پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا — تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے

ایں تعلّق را خرد چوں پے برد — بستۂ فصل است و وصل است ایں خرد

عقل اِس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟ — یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے

زیں وصیت کرد مارا مصطفیٰؐ — بحث کم جوئید در ذاتِ خدا

اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے — کہ ذاتِ خدا میں بحث نہ کرو

آنکہ در ذاتش تفکر کرد نیست — در حقیقت آں نظر در ذات نیست

جو غور وفکر اُس کی ذات میں کرنا ہے — حقیقتًا وہ غور وفکر ذات میں نہیں ہے

ہست[3] آں پندار او زیرا براہ — صد ہزاراں پردہ آمد از اِلٰہ

یہ محض اُس کا خیال ہے، کیونکہ راستہ میں — خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں

ہر یکے در پردۂ موصول جوست — وہمِ اُو آں ست کاں عینِ خود اوست

ہر ایک، ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے — اُس کا خیال یہ ہے کہ وہ اُس کا عین ہے

پس پیمبر دفع کرد ایں وہم ازو — تا نباشد در غلط سودا پزِ او

تو پیغمبرؐ نے اُس سے اِس وہم کو دفع کر دیا — تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ)، پکانے والا نہ بنے

۱۔ عقل۔ عقل بھی بے جہت چیز ہے تو اللہ تعالیٰ جو عقل کی بھی عقل اور جان کی بھی جان ہے کیوں جہت سے پاک نہ ہوگا۔ بے تعلق۔ مخلوق کا خالق سے جو تعلق ہے وہ بھی کیفیت سے بالاتر ہے۔ زانکہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اُس میں نہ فصل کی صفت ہے نہ وصل کی لیکن انسان کا خیال وگمان وصل وفصل کے علاوہ کوئی تعلق نہیں سمجھتا ہے۔ غیرِ فصل۔ ہماری بیان کردہ دلیل سے پتہ لگا لے کہ اتصال اور انفصال کے علاوہ بھی کوئی تعلق ہے لیکن وہ شخص جو نفسانی بیماریوں میں مبتلا ہے وہ پتہ نہیں لگا سکتا بعض نسخوں میں "نہ بشناسد علیل" ہے اسکے معنیٰ یہ ہونگے محض پتہ لگانا پیاس نہیں بجھاتا ہے پیاس جب بجھے گی جبکہ مشاہدہ حاصل ہو جائے گا۔

۲۔ پے بیاپے۔ اگر انسان مسلسل یہ سوچے گا کہ مجھے ذاتِ خداوندی سے دوری ہے تو مردانگی کی رگ اسکو وصل کی طرف لے جائیگی۔ ایں تعلق۔ جو عقل محض اتصال اور انفصال کے تعلق کو ہی سمجھ سکتی ہے وہ اللہ سے مخلوق کے تعلق کا پتہ نہیں پا سکتی۔ زیں۔ چونکہ عقل اسکو نہیں سمجھ سکتی اسی لئے آنحضورؐ نے فرمایا ہو تَفَكَّرُوْا فِي خَلْقِ اللّٰهِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِي اللّٰهِ اللہ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ کی ذات میں غور نہ کرو۔ آنکہ۔ کیونکہ ذات کا تصور ناممکن ہے لہٰذا اسمیں تفکر بھی ناممکن ہے ——

۳۔ ہست۔ ذات میں غور کرنا ذات میں غور کرنا نہیں ہے بلکہ محض اپنے ایک مفروضہ میں غور کرنا ہے کیونکہ ذات اور مخلوق میں کروڑوں پردے ہیں ہر یکے۔ ذات میں غور کرنیوالا کسی پردے سے وابستہ ہو گیا ہے اور اسی کو اللہ کی ذات کا عین سمجھ رہا ہے۔

ذانکہ[1] اندر وہم او ترکِ ادب — بے ادب را سرنگونی داد رب

کیونکہ اس کے وہم میں (پڑنا)، ادب کو چھوڑنا ہے — (اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اندھاپن دیا ہے

سرنگونی آں بود کو سوی زیر — می رود پندارد او کو ہست چیر

اندھاپن یہ ہے کہ نیچے کو — جارہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہو کہ وہ کامیاب ہے

زانکہ حدِ مست باشد ایں چنیں — کو نداند آسماں را از زمیں

کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے — کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کرسکتا ہے

در عجبہاش بفکر اندر روید — از عظیمی وز مہابت گم شوید

اس کے عجائب میں غور کرو — عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ

چوں ز صنعش ریش و سبلت گم کنید — حدِ خود دانید آنگہ تن زنید

جب تم اس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے — اپنا مرتبہ جان لو گے (اور) اسوقت خاموش ہو جاؤ گے

جز کہ[2] لا احصی نگوید او ز جاں — کز شمار و حد بیرون ست آں

وہ دل سے سوائے اسکے کچھ نہ کہیگا کہ میں شمار نہیں کرسکتا — کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے

چوں بیانش بیحد ست اے بوالہوس — بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس

اے بوالہوس! چونکہ اس کا بیان لامحدود ہے — بحث نہ کر اس سے آگے سانس نہ لے

رفتنِ[3] ذوالقرنین بکوہِ قاف و درخواست کردن کہ اے

حضرت ذوالقرنین کا کوہِ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف!

قاف از عظمتِ صفاتِ حق تعالیٰ شمۂ با ما بگو و جواب او

ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اس کا جواب

کہ صفتِ عظمتِ حق تعالیٰ بہ تقریر نیاید و لابہ کردنِ ذوالقرنین

دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی

کہ ازانچہ تواں گفت و بخاطر داری شمۂ بگو

خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جاسکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتادے

رفت ذوالقرنین سوی کوہِ قاف — دید کہ را کز زمرد بود صاف

ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے — انھوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا

سکندر رتھا یہ سکندر رومی سے بہت پہلے گذرا ہے۔ کوہِ قاف۔ ایک پہاڑ ہے لیکن فارسی لٹریچر میں اس کے بارے میں بہت سے فرضی افسانے مذکور ہیں۔

[1] ذانکہ۔ ذاتِ خدا میں مشغولیت نہ ہو اور وہم میں مبتلا ہو یہ خدا کے ساتھ بے ادبی ہے جس کی سزا سرنگونی ہے۔ سرنگونی۔ اندھے پن کا یہی مطلب ہے کہ انسان نیچے گر رہا ہو اور یہ سمجھے میں اوپر چڑھ رہا ہوں۔ حدِ مست۔ مست کی تعریف ہی یہ ہے کہ وہ زمین اور آسمان یعنی نیچے اور اوپر میں فرق نہیں کرسکتا۔ در عجبہا۔ خدا کی عجیب صناعی میں غور کرنا چاہیئے اور اس کی عظمت اور ہیبت میں گم ہو جانا چاہیئے۔ چوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کاریگری میں غور کرو گے تو تم پر اپنی حقیقت کھل جائیگی اور خاموشی اختیار کرو گے۔

[2] جز کہ۔ اب تم یہ کہو گے لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ یعنی میں تیری تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تونے خود اپنی تعریف کی ہے۔ چوں بیانش۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ اسکی تعریف کا بیان ختم نہ ہونیوالا ہے لہٰذا اس میں بحث ختم کردینی چاہیئے اور خاموشی اختیار کرلینی چاہیئے۔

[3] رفتن۔ حضرت ذوالقرنین اور کوہِ قاف کے مکالمہ سے یہی سمجھایا ہے کہ اوصافِ باری تعالیٰ کا بیان ناممکن ہے۔ ذوالقرنین۔ ایک نیک دل بادشاہ تھا جس کا نام

گردِ عالم حلقہ گشتہ آں محیط[۱] — ماند حیراں اندراں خلقِ بسیط

وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے — اُس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے

گفت تو کوہی دگر ہا چیستند — کہ بہ پیشِ عظمِ تو بازایستند

اُنھوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟ — کہ تیری بڑائی کے سامنے جمیں

گفت رگہای من اند آں کوہہا — مثلِ من نبوند در حُسن و بہا

اُس نے کہا، وہ پہاڑ میری رگیں ہیں — وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں

من بہر شہرے رگے دارم نہاں — بر عروقم بستہ اطرافِ جہاں

ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے — دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں

حق[۲] چو خواہد زلزلۂ شہرے مرا — امر فرماید کہ جُنباں عِرق را

جب اللہ تعالٰے کسی شہر میں زلزلہ (لانا) چاہتا ہے تو مجھے — حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے

پس بجنبانم من آں رگ را بقہر — کہ بداں رگ متصل گشتست شہر

میں غصہ سے اُس رگ کو ہلا دیتا ہوں — جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے

چوں بگوید بس، شود ساکن رگم — ساکنم و ز روی فعل اندر تگم

جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے — میں بظاہر ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن — چوں خرد ساکن و زو جُنباں سخن

جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کارگزار ہے — جیسے کہ عقل ساکن ہے اور بات اسکی وجہ سے حرکت میں ہے

نزدِ[۳] آں کس کہ نداند عقلش ایں — زلزلہ ہست از بخاراتِ زمیں

جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اُسکے نزدیک — زلزلہ، زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے

ایں بخاراتِ زمیں نبود بداں — زامرِ حق ست و ازاں کوہِ گراں

سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں — اللہ (تعالٰے) کے حکم اور اُس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیانِ آنکہ مورے بر کاغذ می رفت نوشتنِ قلم دید قلم را ستودن

اس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اُس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف

گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستایش انگشتاں

کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اُس نے کہا انگلیوں کی

راکن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشمِ او

تعریف کر کیونکہ میں یہ ہُنر اُن کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ

---

۱ محیط۔ گھیرنے والا یعنی وہ پہاڑ تمام دنیا کو اپنے حلقہ میں لئے ہوئے تھا۔ گفت ۔ ذُوالقرنین نے کہا تیری بڑائی کے مقابلہ میں اُن پہاڑوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے رگہای ۔ کوہِ قاف نے کہا وہ پہاڑ میری جڑیں ہیں جڑ اور اصل یکساں نہیں ہوتی اسلئے تم اُن کو دیگر پہاڑ سمجھ رہے ہو۔ من بہر شہرے ۔ دنیا کے ہر شہر کے نیچے میری رگ ہے اس طرح تمام دنیا میری رگوں پر آباد ہے۔

۲ حق ۔ جب اللہ تعالٰے کسی شہر پر زلزلہ نازل فرمانا چاہتا ہے تو مجھے حکم دیدیتا ہے میں اپنی وہ رگ ہلا دیتا ہوں اور اُس شہر میں زلزلہ آجاتا ہے۔ چوں بگوید جب مجھے رُکنے کا حکم دیتا ہے تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے بظاہر میں ساکن ہوں لیکن اللہ تعالٰی کے احکام میں میری تگ و پو جاری ہے۔ ہمچو۔ ساکن رہ کر کام کرنے کی مثال مرہم اور عقل ہے۔

۳ نزدِ آں کس جس کی عقل میں یہ بات نہیں آتی وہ زلزلہ کا اصلی سبب زمین کے بخارات کو سمجھتا ہے لیکن دراصل زلزلہ کا سبب خدائی حکم اور کوہِ قاف ہے۔ بیان۔ اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ جو عقلمند ہیں وہ مسبب الاسباب پر نظر رکھتے ہیں کم عقل سبب کو ہی جانتے ہیں۔

تیز تر بود گفت من ستایش بازو کنم کہ انگشتاں فرع وے اند

تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اُس کی فرع ہیں

مورکے بر کاغذے دید اُو قلم — **گفت با مورِ دگر ایں راز ہم**

ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا — اُس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا

کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد — **ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد**

کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں — جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب

گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور — **ویں قلم در فعل فرع است و اثر**

اُس چیونٹی نے کہا، اُنگلی کارگذار ہے — یہ قلم کام کرنے میں، فرع اور اثر ہے

گفت آں مورِ سوم کز بازو است — **کاصبع لاغر نہ زورش نقش بست**

تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے — کیونکہ کمزور اُنگلی کی طاقت نے نقش نہیں بنائے

ہمچنیں می رفت بالا تا یکے — **مہترِ موراں فطن بود اند کے**

بات، اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ — چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی

گفت کز صورت مبینید ایں ہنر — **کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر**

اُس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو — کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا — **جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا**

جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے — عقل اور جان سے ہی نقوش بنتے ہیں

بیخبر بود اُو کہ آں عقل و فواد — **بے ز تقلیبِ خدا باشد جماد**

وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل — خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں

یک زماں از وے عنایت برکند — **عقلِ زیرک ابلہیہا می کند**

تھوڑی دیر کیلئے وہ اُس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے — ذہین عقل، بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردن ذوالقرنین از کوہ قاف و بیان عجائب ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہِ قاف دُرِ نطق سُفت — **چونش گویا یافت ذوالقرنین گفت**

جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرویا — چونکہ ذوالقرنین نے اُس کو بولتا پایا تو کہا

کاے سخنگوی خبیر راز داں — **از صفاتِ حق بکن با من بیاں**

اے بولنے والے، باخبر، رازداں! — اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کرے

ل۱ مورکے۔ مور، چیونٹی، کاف تصغیر کا اور یا وحدت کی ہے۔ راز۔ یعنی قلمکاری دیکھنا۔ کلک۔ قلم۔ ریحان۔ نازبو، ہر خوشبودار پودا۔ سوسن۔ ایک نیلگوں پھول ہے۔ ورد۔ گلاب۔ اصبع۔ اس چیونٹی نے کہا کہ یہ قلم کا ہنر نہیں بلکہ اصل کاریگری کاتب کی انگلیوں کی ہے۔

ل۲ مورِ سوم۔ تیسری چیونٹی نے کہا کہ دراصل یہ کام بازو کا ہے۔ فطن۔ سمجھدار۔ کز صورت۔ اس کاریگری کا اصل سبب جسم نہیں، روح ہے۔ صورت۔ جسم، روح کا ایک لباس اور آلہ ہے نقش، عقل اور جان بناتی ہے۔ بے خبر۔ وہ چیونٹی بھی اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور جان خدا کی تحریک پر عمل کرتی ہے۔

ل۳ یک زماں۔ اگر اللہ تعالیٰ عقل سے تھوڑی دیر کیلئے اپنی مہربانی ہٹا لیتا ہے تو عقل بے عقل کے کام کرنے لگتی ہے۔ چونکہ جب ذوالقرنین نے کوہ قاف کو بولتا دیکھا تو اس سے درخواست کی۔ کاے۔ اے کوہ قاف تو اللہ کی صفات سے واقف ہے، ہمیں اس کی صفات سے آگاہ کر دے۔

۲۳

گفت رَو کاں وصف زانہا بر تر ست ¹ — کز بیاں بَر وَے تواند بُرد دَست

اُس نے کہا، جا، کیونکہ وہ صفت اِس سے بالاتر ہے — کہ بیان اُس پر قابو پا سکے

یا قلم را زہرہ باشد کہ بسَر — بر نویسد بَر صحائف زاں خبَر

یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے — وہ صحیفوں میں اُس کی بابت لکھ دے

گفت کمتر داستانے باز گو — از عجبہائے حق اے حِبر نِکو

اُنھوں نے کہا تھوڑی سی داستان سُنا دے — اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالِم!

گفت اینک دشتِ سیصد سالہ راہ — کوہہائے برف پُر کردہ ست شاہ

اُس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل — شاہ نے اُس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے

کوہ بر کُہ ² بے شُمار و بے عدد — می رسد در ہر زماں برفش مدد

پہاڑ بالائے پہاڑ، بے شمار اور اَن گنت — ہر وقت اُن کو برف کی مدد پہنچتی ہے

کوہ بَرفے می زند بر دیگرے — می رساند برف سَردی تا ثرے

برف کا پہاڑ دوسرے (پہاڑ) پر پڑتا ہے — برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

کوہ بَرفے می زند بر کوہِ برف — دم بدم زانبارِ بیحد و شگرف

برف کا پہاڑ، برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے — ہر وقت بے حد اور عجب بوجھ سے

گر نبودے اینچنیں وادی شہا — تفِ دوزخ محو کردے مَر مرا

اے بادشاہ! اگر اِس طرح کا جنگل نہ ہوتا — دوزخ کی سوزش، مجھے مٹا دیتی

غافلاں را کوہہائے بَرف داں — تا نسوزد پردہائے عاقلاں

غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ — تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پُھنک جائیں

گر نبودے عکسِ ³ جہلِ بَرف باف — سُوختے از نارِ شوق آں کوہِ قاف

اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا — تو عشق کی آگ سے وہ کوہِ قاف جل جاتا

آتش از قہرِ خدا خود ذرّہ ایست — بہرِ تہدیدِ لئیماں دِرّہ ایست

(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرّہ ہے — وہ لئیموں کو ڈرانے کے لئے دُرّہ ہے

با چُنیں قہرے کہ زفت و فائق ست — بَردِ لطفش بیں کہ بر وَے سابق ست

ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود — اُسکے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اُس سے آگے ہے

سَبق بیچون و چگونہ معنوی — سابِق و مسبوق دیدی بے دوئی

یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے — تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا

---

¹ گفت۔ کوہِ قاف نے کہا اللہ تعالٰے کے اوصاف بیان سے بالاتر ہیں۔ یا قلم۔ یہ قلم میں یہ طاقت ہے کہ اُن کو تحریر کر سکے۔ حِبر۔ بڑا عالِم۔ گفت۔ کوہِ قاف نے قدرت کے عجائب کا بیان شروع کیا اور کہا کہ یہ جنگل اتنا وسیع ہے کہ تین سو سال کی مسافت کا ہے اس کو خدا نے برف سے پُر کیا ہے اور اب اُس پر برف کی تہیں جمتی رہتی ہیں۔

² کوہ۔ اِس جنگل میں اللہ تعالٰی نے برف کے پہاڑ جمع کر دیئے ہیں۔ گر نبودے۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ اگر اِس جنگل کے برف کے پہاڑوں کی ٹھنڈک نہ ہوتی تو دوزخ کی آگ کی گرمی مجھے پھونک ڈالتی۔ غافلاں۔ اگر غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر نہ پڑتا تو عارفوں کا شوق اُن کو جلا ڈالتا۔

³ عکس۔ غافلوں کی غفلت کا اثر عارفوں کے دل پر وہی اثر کرتا ہے جو برف کے پہاڑ کوہِ قاف کے لئے کر رہے ہیں۔ آتش۔ دوزخ کی آتش جس کی تاثیر کا اسقدر بیان ہوا، اللہ کے قہر و غضب کا ایک ذرّہ ہے۔ با چنیں۔ لیکن قہر و غضب کی اِس حالت کے باوجود اللہ تعالٰی کے کرم کی ٹھنڈک اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ سَبق۔ رحمت کی غضب پر حسی سبقت نہیں ہے بلکہ معنوی ہے رحمت اور غضب دونوں اللہ کی صفت ارادہ کی صورتیں ہیں اور ارادہ عین ذات ہیں [illegible] صفت ہے

گر ندیدی آں بود از فہمِ پست
اگر تونے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے

کہ عقولِ خلق زاں کان یک جو ست
کیونکہ مخلوق کی عقلیں اُس کان (دیں) ایک جَو کی برابر ہیں

عیب بر خود نہ نہ بر آیاتِ دیں
اپنا عیب سمجھ، نہ دین کی آیتوں کا

کے رسد بر چرخِ دیں مرغِ گلیں
دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے؟

مرغ را جولاں گہِ عالی ہواست
(تیرے) پرند کی بلند پروازگاہ فضا ہے

زانکہ نشو اوز شہوت وز ہواست
کیونکہ اُس کا نشو و نما، شہوت اور نفسانی خواہش سے ہے

پس تو حیراں باش بے لا و بلے
بس تو حیران رہ، بغیر نہیں اور ہاں کے

تا ز رحمت پیشت آید محملے
تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آجائے

چوں ز فہمِ ایں عجائب کودنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے

گر بلے گوئی تکلّف می کنی
اگر تو "ہاں" کہے، تکلف برتے گا

ور بگوئی نے زند نے گردنت
اگر تو "نہیں" کہیگا "نہیں" تیری گردن کاٹ دیگی

قہر بر بندد بداں نے روزنت
اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کردے گا

پس ہمیں حیران و والہ باش و بس
تو اسی طرح بس حیران اور سرگشتہ رہ اور بس

تا درآید نصرِ حق از پیش و پس
تاکہ اللہ (تعالےٰ) کی مدد آگے اور پیچھے سے آجائے

چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا
جبکہ تو حیران ہوگا اور ناچیز اور فنا

با زبانِ حال گفتی اِہدِنَا
زبانِ حال سے "تو ہمیں ہدایت دے"، کہے گا

زفت زفت ست و چو لرزاں میشوی
بُرا بُرا ہی ہے اور جب تو لرز گیا

می شود آں زفت نرم و مستوی
وہ بُرا نرم اور ہموار ہو جائے گا

زانکہ شکلِ زفت بہرِ منکر ست
کیونکہ بُری شکل منکر کے لئے ہے

چونکہ عاجز آمدی لطف و بر ست
جبکہ تو عاجز ہوگیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

نمودنِ جبرئیلؑ خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورتِ خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیلؑ کا اپنے آپ کو اپنی (اصلی) صورت پر

وا زہفتصد پرِ او چوں یک پر ظاہر شد افق را بگرفت و
ظاہر کرنا اور اُن کے سات سَو پَروں میں سے جب ایک پَر ظاہر ہوا اُس نے

آفتاب محجوب شد
آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

لہ گر ندیدی۔ ایک ہی چیز سابق بھی ہو اور مسبوق بھی اگر یہ تیری سمجھ میں نہیں آیا تو یہ تیری عقل کا نقصان ہے اور انسانوں کو عقل کا تھوڑا سا حصہ ملا ہے جو دنیا کی آلائشوں میں ہے اُسکی پرواز اعلیٰ علوم کی طرف نہیں ہوتی۔ مرغ۔ پرندکی پرواز صرف آسمان کی فضا میں ہے اسی طرح ناقص عقل کی پرواز کا حال ہے۔ پس۔ رحمت اور غضب کے سابق اور مسبوق ہونے کو اگر تو نہیں سمجھ سکا ہے تو اُس کا اقرار اور انکار نہ کر بلکہ اپنے عجز کا اظہار کر رحمتِ خداوندی دستگیری کرےگی۔ گر بلی۔ اگر بے سمجھے سمجھے کا اقرار کرے گا تو یہ تکلف ہے جو جائز نہیں۔

لہ ور بگوئی۔ اگر انکار کریگا تو تجھ پر قہرِ خداوندی نازل ہوگا۔ پس۔ حیرانی اور عجز اختیار کر اللہ کی مدد آجائیگی۔ چونکہ حیرانی اور عاجزی کی حالت میں تو ضرور کہے گا اے اللہ مجھے ہدایت فرمادے۔ زفت۔ حقائق کا سمجھنا مشکل ہے لیکن انسان جب عاجزی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ رحمت فرمادیتا ہے اور حقائق سمجھ میں آجاتے ہیں۔

لہ زانکہ کسی حقیقت کی بُری صورت منکر کیلئے ہوتی ہے چونکہ جب انسان عجز اختیار کرتا ہے تو وہی بُری صورت بھلی بنجاتی ہے۔ نمودن۔ اس قصہ سے [illegible]

مصطفیٰؐ می گفت پیشِ جبرئیلؑ
مصطفیٰؐ نے جبرئیلؑ سے کہا

کہ چنانکہ صورتِ تُست اے خلیل
اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہے

[1] مر مرا بنمای محسوس آشکار
مجھے واضح (اور محسوس (کرکے) دکھا دیجئے

تا بہ بینم مر ترا نظارہ وار
تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنیوالے کی طرح دیکھ لوں

گفت نتوانی و طاقت نبودت
انھوں نے کہا آپؐ (دیکھ) نہ سکینگے اور آپ کو تاب نہ ہوگی

حسّ ضعیف ست و تنک سخت آیدت
حس (جسمانی) ضیعف اور کمزور ہے، آپکو پریشانی ہوگی

گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد
آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے

تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد
کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے

آدمی را ہست حسِ تن سقیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے

لیک در باطن یکے خلقِ عظیم
لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے

[2] بر مثالِ سنگ و آہن ایں تنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے

لیک ہست او در صفت آتش زنہ
لیکن وہ صفت میں چقماق ہے

سنگ و آہن مولدِ ایجادِ نار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے

زاد آتش زیں دو والد قہر بار
قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

باز آتش دستکارِ وصفِ تن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری پر

ہست قاہر بر تنِ او شعلہ زن
وہ شعلہ زنی سے اُس کے جسم پر غالب ہے

باز در تن شعلۂ ابراہیم وار
پھر بدن میں (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح شعلہ ہو

کہ ازو مقہور گردد برجِ نار
کہ اُس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے

گر برآری از درونت آتشے
اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے

آتشت گردد مطیع و دلخوشے
آگ، تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے

[3] لاجرم گفت آں رسولِ ذو فنون
لامحالہ اُس صاحبِ کمالات رسولؐ نے فرمایا

رمز نحن الآخرون السابقون
اشارہ، ہم پیچھے ہیں، پہلے ہیں، کا

ظاہرا ایں دو بسندانے زبون
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں

در صفت از کانِ آہنہا فزوں
صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھکر ہیں

[1] مر مرا۔ آنحضورؐ نے حضرت جبرئیلؑ سے کہا کہ اپنی اصل صورت دکھا دیجئے تاکہ میں اُس کا نظارہ کروں۔ گفت۔ انھوں نے کہا کہ جسمانی حواس کمزور ہوتے ہیں وہ اِس نظارہ کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپ کو تکلیف ہوگی۔ ایں جسد۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ اصل صورت دکھا دیجئے۔ تاکہ جسم کو اپنے حواس کی کمزوری معلوم ہو جائے۔ آدمی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کے جسمانی حواس یقیناً کمزور ہیں لیکن روحِ انسانی نہایت طاقتور اور بڑی مخلوق ہے۔

[2] بر مثال۔ انسان کے جسم کی مثال لوہے اور پتھر کی سی ہے لیکن اُس کی صفت چقماق کی سی ہے جس میں آگ جیسی قوی مخلوق پوشیدہ ہوتی ہے۔ سنگ۔ پتھر اور لوہے سے آگ پیدا ہوتی ہو جو قہر ڈھا دیتی ہے۔ باز آتش۔ قوی کا ضعیف سے پیدا ہونا مستبعد نہیں ہے۔ انسان کا بدن چقماق کے ذریعہ آگ پیدا کرتا ہے اور وہ انسان کے بدن کو پھونک ڈالتی ہے۔ باز در تن۔ جسم انسانی میں ایک وہ ابراہیمی آگ پوشیدہ ہے جو اِس آگ کے کُرے پر غالب آجاتی ہے۔

[3] لاجرم۔ آنحضورؐ نے اپنی اُمت کو اگرچہ پہلے لوگوں کی پیداوار بتایا لیکن چونکہ یہ پیداوار اصل سے بڑھی ہوئی ہے اِس لئے اُس کو اُن سے سابق بتایا۔ ظاہرا۔ پتھر اور لوہا ہتھوڑے سے عاجز ہیں لیکن اُن سے جو آگ پیدا ہوتی ہے وہ لوہے کی کانوں کو بھی گلا دیتی ہے۔

پس[1] بصورت آدمی فرعِ جہاں — در صفت اصلِ جہاں ایں را بداں

پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے — صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ

ظاہرش را پشّہ آرد بچرخ — باطنش باشد محیطِ ہفت چرخ

اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے — اس کا باطن ساتوں آسمانوں کو محیط ہوتا ہے

چونکہ کرد الحاح بنمود اندکے — ہیئتے کہ کُہ شود زاں مندکے

جب انھوں نے اصرار کیا انھوں نے دکھادی تھوڑی سی — وہ ہیئت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہوجائے

شہپرے بگرفتہ شرق و غرب را — از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ

ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا — مصطفیٰؐ خوف سے بے ہوش ہوگئے

چوں زبیم و ترس بیہوشش بدید — جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید

جب انھوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا — جبرئیلؑ آئے ان کو بغل میں لیا

آں[2] مہابت قسمتِ بیگانگاں — واں تجمّش دوستاں را رائگاں

وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے — اور وہ محبت، شفقت دوستوں کیلئے ہے

ہست شاہاں را زمانے برنشست — ہولِ سرہنگاں و صارم ہا بدست

جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے — سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

دور باش و نیزہ و شمشیر ہا — کہ بلرزند از مہابت شیر ہا

دوشاخہ اور نیزہ اور تلواریں — کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں

بانگِ چاوشاں و آں چوگان ہا — کہ شود سست از نہیبش جانہا

نقیبوں کی آواز اور بلّے — کہ اُن کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں

ایں برائے خاص و عامِ رہگزر — کہ کنند شاں از شہنشاہی خبر

یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے — تاکہ اُن کو شہنشاہی سے آگاہ کردے

از برائے عام باشد ایں شکوہ — تا کلاہِ کبر بنہند آں گروہ

یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے — تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اُتار دیں

تامنی[3] و ماہای ایشاں بشکند — نفسِ خودبیں فتنہ و شر کم کند

تاکہ اُن کی خودی اور انانیت کو توڑ دے — متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے

شہر زاں ایمن شود کاں شہریار — دارد اندر قہر زخم و گیر و دار

شہر اسی سے پُرامن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ — غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے

---

[1] پس۔ انسان اگرچہ دنیا اور جہان کی پیداوار ہے لیکن اصل سے بڑھا ہوا ہے۔ ظاہرش۔ انسان کا ظاہری جسم مچھر سے عاجز آجاتا ہے لیکن اس کی روح ساتوں آسمانوں کو گھیرتی ہے۔ چونکہ۔ آنحضورؐ کے اصرار پر حضرت جبرئیلؑ اپنی اصلی صورت پر نمایاں ہو گئے۔ الحاح۔ اصرار۔ مندک۔ پارہ پارہ شدہ۔ شہپرے۔ حضرت جبرئیلؑ کے بازو کے ایک پر نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔

[2] آں مہابت۔ حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ خوف اور ہیبت منکروں کے لئے ہوتی ہے۔ تجمّش۔ اظہار محبت۔ رائگاں۔ یعنی بغیر محنت کے۔ ہست۔ بادشاہ عوام پر ہیبت طاری کرتے ہیں، خواص پر مہربانی کرتے ہیں۔ برنشست۔ یعنی جلوس۔ صارم۔ تیز تلوار۔ دور باش۔ دو نیزہ جو نقیب کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور نقیب اعلان کرتا جاتا ہے کہ بادشاہ کی سواری آرہی ہے عوام راستہ سے دور ہوجائیں۔ نہیب۔ خوف۔ ایں۔ یہ بادشاہ کا سارا رعب و دبدبہ راستے کے عوام و خواص کے لئے ہوتا ہے۔ تاکہ وہ اپنی بڑائی کا خیال دل سے نکال دیں۔

[3] تامنی وما۔ یعنی انانیت اور تکبر۔ خودبیں۔ متکبر۔ دارد۔ یعنی بادشاہ غصہ کے وقت پکڑ دھکڑ پر بھی قادر ہے۔

پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس
تو نفسوں میں ہوسیں مرجاتی ہیں
ہیبتِ شہ مانع آید زاں نحوس[1]
اُس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے

باز چوں آید بسوئ بزمِ خاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے
کے بُوَد آنجا مہابت یا قصاص
وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟

حِلم بر حِلم ست و رحمتہا بجوش
بُردباری پر بُردباری ہو اور شفقتیں جوش میں ہیں
نشنوی از غیر چنگ و نے خروش
تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنیگا

طبل و کوس و ہول باشد وقتِ جنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے
وقتِ عشرت با خواص آوازِ چنگ
خواص کیساتھ عیش کے وقت، سارنگی کی آواز ہوتی ہے

ہست دیوانِ محاسب عام را
پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے
واں پریرویاں گرفتہ جام را
اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں

آں زرہ واں خود در جنگ و وغا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں ہوتی ہے،
ویں شراب و نُقل در بزمِ صفا
شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں ہوتا ہے،

جوشن[2] واں خُود مرِ چالیش را ست
زرہ اور خود، خاص جنگ کے لئے ہے
ویں حریر و وردِ مرِ تعریش راست
اور ریشمین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کیلئے ہو

ایں سخن پایاں ندارد اے جواد
اے سخی! اِس بات کا خاتمہ نہیں ہے
ختم کُن وَاللہُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
ختم کر، اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے

اندر احمدؐ آں حِسے کاں غارب ست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانیوالی ہے
خفتہ ایں دم زیرِ خاکِ یثرب ست
اِس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے

واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے
بے تغیر مقعدِ صدق اندر ست
بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے

قابلِ[3] تغیر اوصافِ تن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں
رُوحِ باقی آفتابِ روشن ست
باقی رہنے والی روح، روشن سورج کی طرح ہے

بے ز تغیرے کہ لاشرقیۃٌ
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ مشرقی ہے
بے ز تبدیلی کہ لاغربیۃٌ
(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے

آفتاب از ذرہ کے بیہوش شُد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟
شمع از پروانہ کے بیہوش شُد
شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟

---

[1] نحوس۔ یعنی تکبّر کی نحوست۔ باز۔ جب بادشاہ اپنی خاص محفل میں ہوتا ہے تو وہاں نہ خوف ہوتا ہے نہ بدلہ میں قتل کا ڈر ہوتا ہے۔ حِلم۔ یعنی خاص مجلس میں بُردباری ہی بُردباری ہوتی ہے۔ طبل۔ یعنی یہ صرف جنگ کے وقت کے لئے ہے عیش وعشرت کی مجلس میں چنگ و رباب ہوتا ہے۔ ہست۔ محاسبہ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے خاص محفل میں حسینوں کے ہاتھ میں جام ہوتا ہے۔ آں۔ سامانِ جنگ جنگ کے لئے ہوتا ہے عیش و عشرت کی مجلس میں نُقل و شراب چلتی ہے

[2] جوشن۔ زرہ۔ خود جنگ میں اوڑھنے کی لوہے کی ٹوپی۔ چالیش۔ جنگ۔ ایں سخن یعنی قہر و رحمت کی شان کا ذکر۔ اندر۔ اب پھر آنحضورؐ کی بیہوشی کا ذکر شروع کیا ہے۔ غارب۔ غروب کرنے والا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ۔ عظیم الخلق یعنی آنحضورؐ کی روح مبارک۔ صفدر۔ صف شکن۔ مقعدِ صدق۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص مجلس۔

[3] قابلِ تغیر۔ جسم کے حواس اور اوصاف تغیر کو قبول کرتے ہیں۔ روشن۔ یعنی ناسوتی اوصاف سے پاک ہے۔ لاشرقیۃ۔ شرق و غرب عالمِ خلق میں ہے اور روح کا تعلق عالمِ امر سے ہے۔ آفتاب۔ آنحضورؐ مثل آفتاب اور شمع کے ہیں حضرت جبرئیلؑ مثل ذرہ اور پروانہ کے ہیں۔

جسمِ[۱] احمدؐ را تعلق بُد بداں
اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا
ایں تغیر آن تن باشد بداں
سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے

ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد
جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
روح ان باتوں سے پاک اور جُدا ہے

خود نتانم ور بگویم وصفِ جاں
میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور اگر روح کا وصف
زلزلہ افتد دریں کون و مکاں
تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے

روبہش گر یک دمے آشفتہ بُود
اُسکی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئی تھی
شیرِ جاں مانا کہ آں دم خفتہ بُود
یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا

خفتہ بود آں شیر کز خواب است پاک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے
اینت شیر نرم ساز و سہمناک
عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے
کہ تمامش مُردہ دانند ایں سگاں
کہ سب کُتے اُس کو مُردہ سمجھ لیتے ہیں

ورنہ در عالم کرا زہرہ بُدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی
کو ربودے از ضعیفے تربُدے
کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا

نقشِ[۲] احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت
احمدؐ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا
بحرِ اُو از مہرِ کف پُر جوش گشت
اُنکا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پُر جوش ہو گیا

مہ ہمہ کف ہست معطی نور پاش
چاند عطا کرنے والا، نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے
ماہ را گر کف نباشد گو مباش
اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کہہ دے نہ ہوا کرے

احمدؐ ار بکشاید آں پرِّ جلیل
احمدؐ اگر وہ عظیم پَر کھولدیں
تا ابد بیہوش ماند جبرئیلؑ
تو جبرئیلؑ ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں

چوں[۳] گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش
جب احمدؐ سدرۃ (المنتہیٰ) اور اسکی جگہ سے گذرے
از مقامِ جبرئیل و از حدش
جبرئیلؑ کے مقام اور انکی حد سے گزرے

گفت اُو را کز پیم آ و مایست
اُن (احمدؐ) نے اُن (جبرئیل) کو کہا میرے پیچھے آ جاؤ اور ٹھہرو
گفت رَو زیں پیش مرا دستور نیست
انہوں نے کہا جائیے اسکے بعد مجھے اجازت نہیں ہے

---

۱ جسم۔ آنحضورؐ کی یہ جسمانی بیہوشی تھی۔ ہمچو۔ بیماری اور درد و رنج کا تعلق بھی جسم سے ہے خود۔ روح کے اوصاف بیان سے باہر ہیں اگر بیان کئے جائیں تو کوئی سننے کی تاب نہیں لا سکتا۔ روبہش یعنی آنحضورؐ کا جسم مبارک۔ شیرِ جاں۔ یعنی آنحضورؐ کی رُوحِ مبارک۔ خفتہ بود۔ آنحضورؐ کا ارشاد ہے تنام عیناي ولا ینام قلبي میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا ہے۔ تو روحِ مبارک سوئی نہ تھی بلکہ اُس پر جسم کی حفاظت سے ایک غیر اختیاری تغافل طاری ہوا تھا۔ نرم ساز یعنی سخت چیز کو نرم بنا دینے والا۔ خفتہ ساز و۔ آنحضورؐ کی روح کی یہ صفت حضرت حق تعالیٰ میں بھی ہے کہ وہ مجرموں سے تغافل برتتے ہیں ورنہ کوئی ظالم ظلم نہ کر سکے۔ تربد۔ ایک لکڑی ہے جو دوا میں کام آتی ہے حقیر چیز مُراد ہے

۲ نقش۔ غرضیکہ بیہوشی کا تعلق آنحضورؐ کے جسم سے تھا اُور رُوح کا تغافل اس وجہ سے تھا کہ وہ ید اللہ کی محبت میں پُر جوش تھی۔ مہ۔ اللہ کا ہاتھ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ چاند مجسم ہاتھ ہو کیونکہ جو کام ہاتھ کرتا ہے وہ کام اسکی ذات کرتی ہے۔ احمدؐ۔ حضرت جبرئیلؑ کے پَر سے بیہوش ہونے کی وجہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ جبرئیلؑ آنحضورؐ سے افضل ہیں اسلئے کہ آنحضورؐ تو تھوڑی دیر کیلئے بیہوش ہوئے لیکن اگر وہ اپنے روحانی پَروں کو پھیلا دیں تو جبرئیلؑ ہمیشہ کیلئے بیہوش ہو جائیں

۳ چوں گذشت۔ اب آنحضورؐ کی حضرت جبرئیلؑ سے افضلیت کا بیان فرماتے ہیں کہ معراج میں وہ آنحضورؐ کا ساتھ نہ دے سکے اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ کر کہنے لگے کہ اگر آگے بڑھوں گا تو میرے پَر تجلی سے جل جائیں گے اور آنحضورؐ کی سیر اس سے آگے تک ہوئی۔

گفت اُو را ہیں بپر اندر پیم
انھوں نے اُن سے کہا ہاں میرے پیچھے اُڑ آیئے

گفت رَو رَو من حریفِ تو نیم
انھوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں

باز گفت اُو را بیا اے پردہ سوز
انھوں نے اُن سے پھر کہا، اے پردہ سوز! آ جا

من باوجِ خود نر فتستم ہنوز
میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں

گفت بیروں زیں حد اے خوش فرِ من
انھوں نے کہا اے میرے اقبالمند! اس حد سے باہر

گر زنم پرّے بسوزد پرِّ من
اگر میں پَر ہلاؤں میرے پَر جل جائیں گے

حیرت[١] اندر حیرت آمد زیں قصص
ان قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے

بیہشیِ خاصگاں اندر اخص
خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں

بیہشیہا جملہ اینجا بازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں

چند جانداری کہ جاں پردازی است
آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہو

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز
اے جبرئیل! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے

تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع

شمع چوں دعوت کند وقتِ فروز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بلائے

جانِ پروانہ نہ پرہیزد ز سوز
پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے

ایں[٢] حدیثِ منقلب را گور کُن
اس اُلٹی بات کو دفن کر دیجئے

شیر را بر عکس صیدِ گور کُن
شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے

بند کُن مشکِ سخن پاشیت را
اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے

وامکن انبانِ قلماشیت را
"تو جو چاہے کہو" کے تھیلے کو نہ کھولیئے

آنکہ[٣] بر نگذشت اجزاش از زمیں
جس شخص کے اجزاء زمین سے نہیں گزرے ہیں

پیشِ اُو معکوس قلماشیت ایں
"تو جو چاہے کہو" اس کے لئے اُلٹا ہے

لا تُخالِفْهُم حَبیبی دارِهِم
اے میرے پیارے! مخالفت کر اُن کی مدارات کر

یا غَریباً نازِلاً فی دارِهِم
اے مسافر! جو اُن کے گھر مہمان ہے

اَعطِ ما شاؤا وَ راموا وَارْضِهِم
دے جو وہ چاہیں اور ارادہ کریں اُنکو راضی رکھ

یا ظَعیناً ساکِناً فی اَرضِهِم
اے مسافر! اُن کے وطن میں ٹھہرے ہوئے

تا رسی اندر شہ و در نازِ خوش
جبتک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے

راز یا با مرغزی می ساز خوش
اے رے کے رہنے والے! مرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ

[١] حیرت۔ یعنی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضورؐ کی فرمائش پر غفلت کیوں برتی اس پر حیرت ہے۔ خاصگاں یعنی حضرت جبرئیلؑ وغیرہ۔ اخص۔ یعنی آنحضورؐ۔ جبرئیلا حضرت جبرئیلؑ کو خطاب ہے کہ تم شمعِ محمدیؐ کے پروانہ نہ تھے ورنہ اُن کے بلانے پر پَر جل جانے کا عذر نہ کرتے مولانا کی رائے میں سدرۃ المنتہیٰ حضرت جبرئیلؑ کی حدِ پرواز خود اُن کی متعین کردہ ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین نہیں ہے لہٰذا آنحضورؐ کے بلانے پر ان کو آگے جانا چاہیے تھا خواہ اُنکے پَر جل جاتے اور جان چلی جاتی یہ ناسوتی موت تو ایک کھیل ہے۔

[٢] ایں حدیث۔ اب مولانا حسام الدین کو خطاب کرتے ہیں کہ عوام کی عقلیں اُلٹی ہیں لہٰذا ہماری یہ باتیں اُنکو اُلٹی معلوم ہونگی اب یہ ختم کر دیجئے اور اپنے آپکو کہ آپ بمنزلہ شیر ہیں، گورخر جو عوام ہیں اُن کا شکار بنا دیجئے اور بات کرنے میں اُنکے تابع بنجایئے۔ پاشیت۔ یعنی مُشکِ سخن پاشیِ تو۔ قلماشیت۔ کہہ تو جو چاہے۔

[٣] آنکہ۔ آپکے فنا کی باتیں عوام کو اُلٹی نظر آتی ہیں وہ لوگ ناسوتی ہیں۔ لا تخالفہم آپ اُنہیں عارضی طور پر ہیں اُنکی عقل کے مطابق باتیں کرتے رہیئے۔ تا رسی۔ آپ کا وطن عالم آخرت ہے۔ رازیا۔ علاقہ رے کا رہنے والا یعنی مولانا ضیاء الحق

مرغزی۔ مرغز کا رہنے والا یعنی عوام، اِن دونوں ملکوں کے رہنے والوں میں بہت بُعد تھا۔

موسیٰا[1] در پیشِ فرعونِ زمن ——— نرم باید گفت قولاً لیّنا
اے موسیٰ ! زمانے کے فرعون کے سامنے ——— نرم بات، نرمی سے کہنی چاہیئے

آب اگر در روغنِ جوشاں کُنی ——— دیگدان و دیگ را ویراں کُنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا ——— چولھے اور دیگ کو تباہ کردے گا

نرم گو لیکن مگو غیرِ صواب ——— وسوسہ مفروش در لینُ الخطاب
نرم بات کہیئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے ——— خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے

وقتِ عصر آمد سُخن کوتاہ کُن ——— آنکہ عصرت عصر را آگاہ کُن
عصر کا وقت ہو گیا بات مختصر کردیجئے ——— اے وہ کہ تیرا کاؤ ہر زمانہ کو آگاہی بخشنے والا ہے

گو تو مرگل خوارہ را کہ قند بہ ——— نرمیٔ فاسد مکُن طینش مدِہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہیئے کہ شکر بہتر ہے ——— غلط نرمی نہ برتیئے، اُس کو مٹی نہ دیجئے

نطقِ جاں[2] را روضۂ جانیستی ——— کز حروف و صوت مُستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں ——— کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں

ایں سرِ خر در میانِ قندزار ——— اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں ——— بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھدیئے ہیں

ظن بر ُداز دور کایں آنست و بس ——— چوں قُچِ مغلوب وا می رفت پس
دُور سے اُنھوں نے خیال کیا کہ بس یہی تھا ——— مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے

صورتِ حرف آں سرِ خر داں یقیں ——— در رزِ معنیٰ و فردوسِ بریں
حروف کی صورت کو یقیناً گدھے کا سر سمجھئے ——— معانی کے انگورستان اور جنت میں

اے ضیاء[3] الحق حُسام الدیں برآر ——— ایں سرِ خر را ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حُسام الدین نکال دیجیئے ——— اس فالیز سے گدھے کے سر کو

تا سرِ خر چوں بمُرد از مسلخہ ——— نشوِ دیگر بخشدش آں مبطخہ
تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مرجائیگا ——— وہ فالیز اُس کو دوسرا نشوونما بخشدے گا

ہیں زما صورتگری و جاں زتو ——— نے غلط ہم ایں زتو ہم آں زتو
خبردار ! ہماری جانب سے صورت بنانا ہے اور روح تیری ——— نہیں غلط ہے یہ بھی آپ کی جانب ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے

تا سرِ خر: یہاں سرِ خر سے مراد عوام ہیں یعنی جب یہ دنیا کی آلائش سے صاف ہوجائینگے تب یہ فالیز یعنی مثنوی اُنکو مفید ہوگی بطیخ یعنی فالیز، بیج. مولانا فرماتے ہیں کہ حسام الدین میں تمہیں اسلئے یہ نصیحتیں کر رہا ہوں کہ مثنوی میں اگرچہ الفاظ میرے ہیں لیکن معانی تمہارے عطا کردہ ہیں۔ نے۔ یہ بھی میری غلطی ہو بلکہ الفاظ و معانی دونوں تمہارے عطا کردہ ہیں خونکہ مثنوی کا مدار آپ پر ہے۔

[1] موسیٰا. حضرت موسیٰؑ کو حکم تھا کہ وہ فرعونیوں سے نرم باتیں کریں آپ بھی ایسا ہی کریں۔ آب. گرم تیل میں پانی ڈالو وہ اُبل پڑے گا دیگ اور چولھا بھی خراب ہوگا۔ مخالفوں سے سخت بات کرنے میں بات بگڑتی ہے۔ نرم. بات نرمی سے کیجیئے لیکن صحیح کیجیئے اُن کی خاطر غلط بیانی نہ ہونی چاہیئے۔ وقتِ عصر. عصر کے بعد کا وقت عموماً تفریح کے لئے ہوتا ہے۔ گو. نرم اور صحیح بات کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مٹی کھانے والے کو قند کے فائدے بتائے جائیں نرمی میں غلط بات یہ ہے کہ اس کو مٹی کھانے کی ترغیب دی جائے۔

[2] نطقِ جاں. آپ روحانی طور پر نصیحت کریں جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہے۔ سرِ خر. فالیز اور انگورستان میں جانوروں کو ڈرانے کیلئے مردہ گدھے یا اور کسی وحشتناک چیز کو کھڑا کر دیا جاتا ہے تو جانور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں اور خربوزوں اور انگوروں سے محروم ہوجاتے ہیں عوام کی سمجھ میں نہ آنے والی بات بھی اُن کیلئے سرِ خر بن جاتی ہے وہ حقائق پر غور کرنے سے محروم ہوجاتے ہیں۔ قچ. مینڈھا۔

[3] اے ضیاء الحق. مثنوی کے علوم جو بمنزلہ انگورستان اور فالیز کے ہیں اُنھیں وہ باتیں نہ کرو جو عوام کیلئے سرِ خر بنیں

مثنوی صورت بُوَد جانش توئی
مثنوی صورت ہے اُس کی جان آپ ہیں
ہم جہت ہم نور و ارکانش توئی
اُس کی جہت بھی آپ اُس کا نور اور اُسکے ارکان بھی آپ ہیں

بر فلک[1] محمودی اے خورشیدِ فاش
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں
بر زمیں ہم تا ابد محمود باش
(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں

تا زمینی با سمائیِ بلند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ
یک دل و یک قبلہ و یک خُو شوند
ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے
وحدت است اندر وجودِ معنوی
روحانی وجود میں یکتائی ہے

چوں[2] شناسد جانِ من جانِ ترا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے
یاد دارند اتحاد و ماجرا
تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہیں

موسیٰ و ہاروں شوند اندر زمیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰ اور ہارونؑ بن جاتی ہیں
مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد

چوں شناسد اندک و مُنکر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور مُنکر بن جاتی ہو
مُنکری اش پردہ ساتر شود
اُس کا مُنکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے

پس شناسائے بگرداند رُو
تو پہچاننے والا مُنہ پھیر لیتا ہے
خشم کرد آں مہ ز ناشکریِ اُو
وہ چاند اُسکی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے

زیں[3] سبب جانِ نبیؐ را جانِ بد
اسی وجہ سے بری رُوح، نبیؐ کی رُوح کو
ناشناسا گشت و پُشتِ پای زد
نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا

ایں ہمہ خواندی فروخواں لم یکن
یہ تو نے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے
تا بدانی لجِ آں گبرِ کہن
تاکہ پُرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

در بیانِ اعتقادِ یہود و نصاریٰ پیش از بعثت در شانِ جنابِ حضرتِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام و نامِ اُو را حرزِ جاں کردن و ظہورش را خواہاں بُودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اور اُن کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اور اُن کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش[4] از آنکہ نقشِ احمدؐ فرنمود
اِس سے پہلے کہ احمدؐ کی صورت نشان دکھائے
نعتِ اُو ہر گبر را تعویذ بُود
اُن کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی

---

[1] بر فلک۔ آپ عنداللہ محمود ہیں خدا کرے کہ دنیا میں بھی آپ محمود رہیں اور لوگ آپ کی تعریفوں کے قائل ہو کر آپ سے مستفید ہوں۔ تا زمینی۔ ناسوتی لوگ آپ جیسے ملکوتی سے گھل مل جائیں۔ تفرقہ۔ جب تک اُن میں ناسوتیت ہے دوئی ہے جب روحانی بن جائیں گے دوئی ختم ہو جائیگی۔

[2] چوں۔ دنیا میں اتحاد اور تفرقہ کا سبب روحوں کا اتحاد اور تنافر ہے۔ موسیٰ جب روحوں میں اتحاد ہوتا ہے تو دنیا میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کی طرح شیر و شکر بن جاتے ہیں۔ چوں شناسد۔ اگر تھوڑی سی پہچان کے بعد اُس میں اجنبیت آجاتی ہے تو وہ اُس کی اجنبیت بالکل پردہ اور حجاب بن جاتی ہے۔ پس شناسا۔ یعنی مُربّی کی روح، اس کی ناشکری کی وجہ سے اُس سے مُنہ موڑ لیتی ہے

[3] زیں سبب۔ اسی وجہ سے منکروں کی رُوح نے آنحضورؐ کو نہ پہچانا۔ لم یکن۔ سورۂ لم یکن پڑھو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی کہ وہ اولاً پہچانتے تھے، پھر مُنکر ہو گئے۔ لج۔ جھگڑا۔

[4] پیش۔ آنحضورؐ کی پیدائش سے قبل آنحضورؐ کی تعریف ہر یہودی و نصرانی کا تعویذ بنی ہوئی تھی اور یہ کہتے تھے کہ ایک نبی آخرالزماں ضرور آئے گا اور آنحضورؐ کے تصور سے اُن کے دل تڑپتے تھے۔

کایں چنیں کس ہست تا آید پدید — ازخیالِ روئے شاں دل می طپید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں آئیگا — اُن کے چہرے کے خیال سے اُن کا دل تڑپتا تھا

سجدہ[۱] می کردند کاے ربِّ بشر — در عیاں آریش ہر چہ زود تر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب! — جس قدر جلد ہو سکے اُن کو ظاہر کر دے

تا بنامِ احمدؐ از یستفتحون — باغیاں شاں می شدندے سرنگوں
حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنیکی وجہ سے — اُن سے باغی سرنگوں ہوجاتے تھے

ہر کجا حربِ مہولے آمدے — عونِ شاں کرّاریِ احمدؐ بدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی — آنحضورؐ کی حملہ آوری اُن کی مددگار ہوتی

ہر کجا بیماریِ مزمن[۲] بدے — یادِ اُو شاں داروئے شافی بدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی — اُن کا اُن کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی

نقشِ اُو می گشت اندر راہِ شاں — در دل و در گوش و در افواہِ شاں
اُنکی تصویر اُنکے راستوں میں گشت کرتی تھی — دل اور کان اور اُن کے مونہوں میں

نقشِ اُو را کے بیابد ہر شغال — بلکہ فرعِ نقشِ اُو یعنی خیال
ہر گیدڑ اُن کی صورت کہاں پاسکتا ہے؟ — بلکہ اُن کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)

نقشِ اُو بر روئے دیوار ار فتد — از دلِ دیوار خونِ دل چکد
اُن کا نقش اگر دیوار پر پڑے — تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے

آنچناں فرخ بود نقشش بر او — کہ رہد در حال دیوار از دو رو
اُس پر اُن کا نقش ایسا مبارک ہوگا — کہ دیوار فوراً دورُخی سے نجات پائے گی

گشتہ با یک روئی اہلِ صفا — آں دو روئی عیب مر دیوار را
اہلِ باطن کی یک رُخی والی بن جائے گی — دورُخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے

ایں ہمہ[۳] انکار و کفراں از شاں — چوں در آمد سیدِ آخر زماں
اُن کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہوگیا — جب سیدِ آخر الزماں تشریف لے آئے

ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد — چوں بدیدندش بصورت بُرد باد
یہ سب تعظیم اور اعزاز اور محبت — جب اُنہوں نے اُنکی صورت دیکھی برباد ہوگئی

قلب[۴] آتش دید در دم شد سیاہ — قلب را در قلب کے بود ست راہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہوگیا — کھوٹے کے لئے، دل میں کب راستہ ہے؟

۱۔ سجدہ۔ اللہ تعالیٰ سے آنحضورؐ کی جلد بعثت کی دُعائیں مانگتے تھے۔ یستفتحون۔ قرآن پاک میں ہے وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی یہود بعثت سے پہلے آپکی بعثت کی توقع پر کافروں کے مقابلہ میں اپنی فتح کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔ مہول۔ ہولناک۔ عون۔ مدد۔ کرّاریِ احمدؐ۔ احمدؐ کا حملہ یعنی آپ کے نام کی برکت۔

۲۔ مزمن۔ دیرینہ و کہنہ۔ نقش۔ آنحضورؐ کا تصور ہر وقت اُن کے ساتھ رہتا تھا۔ خیال۔ آنحضورؐ کا صحیح نقش اور تصویر اُن جیسے گیدڑ صفت لوگوں کے دل و دماغ میں نہیں آسکتی تھی وہ اُن کی (آنحضورؐ کی) ایک خیالی تصویر تھی۔ دیوار۔ دیوار کی دو رُخی اُس کا عیب ہے اگر آنحضورؐ کی صحیح تصویر دیوار پر پڑ جائے تو وہ بھی اپنی دورُخی چھوڑ دے۔

۳۔ ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ۔ جب وہ چیز اُن کے پاس آئی جس کو وہ جان چکے تھے تو اُس کا کفر کرنے لگے۔ بصورت۔ یعنی آنحضورؐ کی بعثت ہوگئی اور اصلی صورت کے ساتھ اُنکے سامنے آگئے۔

۴۔ قلب۔ وہ کھوٹا سکہ تھے جب اُس پر ایمان کی گرمی پڑی وہ اور کالا ہوگیا۔ در قلب۔ کھوٹوں اور منافقوں کی اہلِ حق کے دل میں محبت نہیں ہوتی ہے۔

قُلبؔ[1] می زد لافِ اَشواقِ محک — تا مُریداں را دراَندازد بشک

کھوٹا دسکہ) کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا — تاکہ مُریدوں کو شک میں ڈال دے

اُفتد اندر دامِ فکرش ناکسے — ایں گماں سر بر زند از ہر خسے

نالائق ہی اُس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے — یہ خیال ہر کمینہ سے اُبھرتا ہے

کایں اگر نہ نقدِ پاکیزہ بُدے — کے بسنگِ امتحاں راغب شُدے

کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے — تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے

ہیچ از لافِ محک دیدن زدے — یا بسنگِ امتحاں شوقش بُدے

کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا — یا اُس کو کسوٹی کا شوق ہوتا

اُو محک[2] می خواہد اَمّا آنچناں — کہ نگردد قلبیِ اُو زاں عیاں

وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی — کہ اُس کا کھوٹ اُس سے ظاہر نہ ہو

گر بگویم تا قیامت زیں کلام — صد قیامت بگذرد ایں ناتمام

اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا — سو قیامتیں گذر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی

آں محک کہ اُو نہاں دارد صفت — نے محک باشد نہ نورِ معرفت

وہ کسوٹی جو چھپانے کی صفت رکھے — نہ وہ کسوٹی ہوگی، نہ پہچاننے کی روشنی

آئینہ[3] کو عیبِ رُو دارد نہاں — از برایِ خاطرِ ہر قلتباں

وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے — ہر دیوث کی خاطر سے

آئینہ نبود منافق باشد اُو — ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجو

وہ آئینہ نہ ہوگا، منافق ہوگا — ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر

آئینہ جو راست گوئے بے نفاق — ختم کُن واللّٰہُ اَعلَم بالوِفاق

سچ کہنے والا، بے نفاق آئینہ تلاش کر — ختم کر دے اور اللہ (حسنِ) اتفاق کو زیادہ جانتا ہے

تا کہ عینِ آئینہ ات سازد خدا — کہ نماید عرش را ہمچوں سما

تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہٖ آئینہ بنا دے — کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھا دے

عرش چہ و چرخ چہ اے ذُولُباب — فہم کُن واللّٰہُ اَعلَم بالصَّواب

اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟ — سمجھ لے، اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

[1] قُلب می زد۔ کھوٹا کسوٹی کا شوق اِس لئے ظاہر کرتا ہے تاکہ دوسروں کو شک میں مبتلا کر دے اور وہ سمجھیں کہ اگر یہ کھرا نہ ہوتا تو کسوٹی کا شوق کیوں ظاہر کرتا لیکن ایسے شکوک میں نااہل مبتلا ہوتے ہیں۔

[2] اُو محک۔ اِن نااہلوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کھوٹا کسوٹی چاہتا ہے لیکن جھوٹی کسوٹی چاہتا ہے جس سے اُس کا عیب ظاہر ہو سکے۔ گر بگویم۔ یہ کلام تو اِس قدر دراز ہے کہ قیامت تک بھی ختم نہ ہوگا لہٰذا اِس کو ختم کر دینا چاہیئے۔ آں محک۔ بہر حال اتنی بات اور سُن لو کہ جو کسوٹی عیب کو چھپائے وہ نہ کسوٹی ہے اور نہ اُس میں پہچاننے کا نور ہے۔

[3] آئینہ۔ جو آئینہ چہرے کا عیب چھپائے وہ آئینہ نہیں ہے وہ منافق ہے ایسے آئینہ کی ہرگز جستجو نہ کرو۔ راست گو۔ وہ آئینہ تلاش کر جو چہرہ صحیح دکھا دے۔ تاکہ۔ ایسے آئینہ یعنی شیخ کے ذریعہ تجھے خدا خود ایسا آئینہ بنا دیگا کہ اُس میں عرش آسمان کی طرح نظر آنے لگے گا۔ عرش۔ عرش اور آسمان تو کیا اِس آئینہ میں تجھے خدا کی تجلیات نظر آنے لگیں گی سمجھ لے!

قد تمّ الدفتر الرابع من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

فہرستِ مثنوی مولانا رومؒ دفترِ چہارم

تمت

خطاط

منظور الدین - ۴۶۵ مٹیا محل - دہلی

نوٹ: یہ کتاب حکومتِ ہند کی وزارتِ تعلیم و ثقافت کی مدد سے طبع ہوئی۔

MATHNAWI RUMI

TRANSLATED BY
QAZI SAJJAD HUSAIN

PRINCIPAL
MADRESA-E-ALIA
FATEHPURI, DELHI

Published by:
SABRANG
KITAB GHAR
Delhi-6